مارچ 2021
آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com
www.pklibrary.com

ابتدائیہ

سرگوشیاں	مدیرہ	10
حمد	منیر نیازی	11
نعت	ضیاءالدین نقشبندی	11
در جواب آں	مدیرہ	12

دانش کدہ

سورۃ القدر	مشتاق احمد قریشی	17

ہمارا آنچل

انٹرویو	اقرا سرور	22

سلسلہ وار ناول

نسلوں کے اس سفر میں	ام ایمان قاضی	46
اکائی	عشنا کوثر سردار	96

مکمل ناول

زہر عشق	اقرا صغیر احمد	24
رنگ دوستی کے	بشریٰ ماہا	66
گل ریز	صباء ایشل	160

ناولٹ

وفا کے صدقے	ماہ نور نعیم	118
دل کا فیصلہ	غزل نور	144

افسانے

ذات کا دکھ	طلعت نظامی	38
بٹنوں والا موبائل	راشدہ رفعت	92
خوشیوں کی زنجیر	سلمیٰ غزل	136

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 81 چیمبر بیرکس ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

سرورق:...... حمیرا مغل عکاسی:...... موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

بیاضِ دل	میمونہ رومان	182	یادگار لمحے	جویریہ سالک	198
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	184	آئینہ	شہلا عامر	202
نیرنگ خیال	ایمان وقار	187	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	222
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	191	آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	224

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
0300826424 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مارچ ۲۰۲۱ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

شاخ شاخ خوشبو کے جب چراغ جلتے ہیں
سوئے سوئے برگ و گل اپنی آنکھیں ملتے ہیں
قافلے پرندوں کے سوئے قاف چلتے ہیں
آنکھ کے نگینے پر خواب سے پھسلتے ہیں

مارچ تجدید عہد کا مہینہ ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی جسے "یوم پاکستان" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وطن پاکستان کی قریہ قریہ، بستی بستی کتنی خوب صورت ہے اور خوب صورت ذہین اہلِ وطن جب اپنی پاک زمین میں سر اٹھا کر چلتے ہیں اور ہمہ وقت تازہ اور آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں تو اللہ سبحان وتعالیٰ کی یہ خوب صورت نعمت "پاکستان" ہے۔ ذرا سوچیے ہم کتنی بار اللہ سبحان وتعالیٰ کے حضور اس نعمت پر شکر گزار ہوتے ہیں۔ وہ نعمت جو ہمیں اقوامِ عالم کے سامنے ایک شناخت دیتی ہے۔ باعزت اور بااختیار شناخت کہ ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان ہمارا ہے۔

۸ مارچ، خواتین کے حقوق کا عالمی دن ہے۔

عورت ہوں مگر صورتِ کہسار کھڑی ہوں
اک سچ کے تحفظ کے لیے سب سے لڑی ہوں

اس سال بھی یہی امید ہے کہ خواتین کو بنیادی معاشرتی، معاشی، تعلیمی اور قانونی حقوق حاصل ہوں گے تاکہ اپنی بھرپور قیادت کے ساتھ وہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکیں۔ وفا، محبت اور قربانی کے جذبوں سے سرشاری اپنے حقوق کی جنگ لڑتی عورت کو کل کے مقابلے میں آج زیادہ ہمت، جرأت اور عزم وحوصلہ درکار ہے۔ صنفِ نازک کی ان ہی خوبیوں پہ مبنی کہانیاں آنچل کی پہچان ہیں۔

ضروری ہے کہ زندگی کو بامقصد بنائیں۔ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کریں۔ قلم وقرطاس سے رشتہ مستحکم رکھنے کے لیے خیالات میں وسعت پیدا کریں، مطالعہ ضرور کریں، مطالعے سے ذہن کی زرخیزی کے ساتھ ساتھ تحریر میں نکھار بھی پیدا ہوتا ہے۔

اپریل کا شمارہ "سالگرہ اور رمضان نمبر" ہوگا۔ اس حوالے سے اپنے نگارشات جلد ارسال کریں۔ آپ کی قیمتی آراء، تعمیری تنقید اور دلچسپ تبصرے کا انتظار رہے گا۔

اس ماہ کے ستارے:
اقرا صغیر احمد، طلعت نظامی، بشریٰ ماہا، راشدہ رفعت، ماہ نور نعیم، سلمیٰ غزل، غزل نور، صبا عیشل۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
سعیدہ نثار

حمد

اُسی کا حکم جاری ہے زمینوں آسمانوں میں
اور اس کے درمیاں جو ہیں مکینوں اور مکانوں میں
ہوا چلتی ہے باغوں میں تو اس کی یاد آتی ہے
ستارے چاند سورج ہیں سبھی اس کے نشانوں میں
اسی کے دم سے طے ہوتی ہے منزل خوابِ ہستی کی
وہ نام اِک حرف نورانی ہے ظلمت کے جہانوں میں
اُس کے پاس اَسرار جہاں کا علم ہے سارا
وہی برپا کرے گا حشر آخر کے زمانوں میں
وہ کر سکتا ہے جو چاہے وہ ہر اک شے پہ قادر ہے
وہ سن سکتا ہے رازوں کو جو ہیں دل کے خزانوں میں
بچا لیتا ہے اپنے دوستوں کو خوفِ باطل سے
بدل دیتا ہے شعلوں کو مہکتے گلستانوں میں
منیر اس حمد سے رتبہ عجب حاصل ہوا تجھ کو
نظیر اس کی ملے شاید پرانی داستانوں میں

منیر احمد نیازی

نعت

جہاں میں آپ ﷺ کا نور پھیلا جب یا رسول اللہ ﷺ
ہوا کونین میں ہر سو اجالا یا رسول اللہ ﷺ
خدا نے اس لیے رکھی ہے برکت صبح صادق میں
کہ ہے یہ آپ ﷺ کا آمد کا لمحہ یا رسول اللہ ﷺ
حرم کے بام و در جھومے، فرشتوں نے سلامی دی
حرم نے جشن آمد منایا یا رسول اللہ ﷺ
ہر اِک مجبور و بے کس کو دلاسا آپ ﷺ ہی دیں
بروز محشر ہوگا سب کا نعرہ یا رسول اللہ ﷺ
تعاقب میں مسلسل ہے ہوائیں زور باطل کی
کرم ہو جائے ہم پر اب خدارا یا رسول اللہ ﷺ
طفیل پنج تن ہو خاتمہ بالخیر دنیا سے
ہے معروضہ ضیائے پر خطا یا رسول اللہ ﷺ

سید ضیاءالدین نقشبندی

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

نگہت سیما...... چکوال

پیاری نگہت! سدا سہاگن رہو، "تو اے میرے چارہ گر" ناول موصول ہوگیا ہے اور اس کو سالگرہ کے حوالے سے سنبھال کر بھی رکھ لیا ہے۔ دوسری اور آخری قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ جیسے ہی مکمل ہو ارسال کردیں۔ آپ کے پھوپوزاد بھائی کے انتقال کی خبر سنی اللہ سبحان و تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آپ سمیت تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

قرۃ العین سکندر...... چنیوٹ

پیاری عینی! سدا سلامت رہو، زندگی اور حالات کا مقابلہ کرتے آپ جس طرح بچوں کی پرورش کررہی ہیں وہ قابل ستائش بات ہے۔ ورنہ یہ معاشرہ تو مردوں کا ہے اور مرد کا پیٹ چاہے بھرا ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ بھوکا ہی رہتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے اور بچوں کی پرورش میں آسانی فرمائے، آمین، آپ کی کتاب "سرفروش" منظر عام پر آگئی ہے ہماری جانب سے مبارک باد اور اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس جیسی ہزاروں کامیابیاں عطا فرماتا رہے آمین۔

فوزیہ سحر کلثنت...... کراچی

پیاری فوزیہ! سدا سہاگن رہو، والدین اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے اولاد کے لیے انمول تحفہ ہیں۔ جن کا نعم البدل نہیں اور ان کی محبت کی قیمت بھی اولاد نہیں ادا کرسکتی۔ آپ کی والدہ کی رحلت کی خبر پر دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے والد کو صحت وتندرستی والی دراز عمر عطا فرما کر ان کا سایہ شفقت تادیر آپ کے سر پر قائم رکھے آمین۔

نعیم انصر ھشمی...... جھنگ

پیارے بھائی نعیم! خوش رہو، آپ کی شاعری کے ساتھ شکایت نامہ بھی موصول ہوا کہ ہم نے آپ کی شاعری میں الفاظ بدل دیے۔ جو اشعار آپ نے لکھے تھے ان کی تشریح کردیں تاکہ ہم سمجھ سکیں یا پھر ان الفاظ کا مطلب ہی بتادیں کیونکہ ہمارے لحاظ سے وہاں وہ الفاظ غیر مناسب تھے۔ اس لیے اس کو تبدیل کردیا۔ آپ اپنی شاعری پر توجہ دیں۔ آپ اچھا لکھنے والوں میں سے ہیں۔ ان شاءاللہ بہت جلد اپنا نام اور پہچان بھی بنالیں گے۔

طلعت نظامی...... کراچی

پیاری طلعت! سدا سہاگن رہو، اس وقت آپ جس قرب سے گزر رہی ہیں، اس کو الفاظ میں بیاں نہیں کرسکتے۔ ماں بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے اور آپ کی درسگاہ تو بہترین تھیں کیونکہ انہوں نے آپ کی تربیت کی اور آپ کو دوسروں کے ذہن کی نشوونما کے لیے تیار کیا، جس طرح آپ اپنی تحریروں سے معاشرے میں سدھار پیدا کررہی ہیں اس کا سہرا بھی آپ کی والدہ کے سر جاتا ہے۔ اب وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ اس دکھ میں صبر وقت یہ ہی آتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی ساس کو کامل صحت وتندرستی والی دراز عمر عطا فرمائے آمین۔

حفصہ گل...... وہاڑی

پیاری حفصہ! خوش رہو، آپ کی جانب سے تحریر "معافی" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو وقتی طور پر معطل کرکے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

فہمیدہ جاوید ...... ملتان

پیاری فہمیدہ! سدا سہاگن رہو، کسی بھی انسان کے لیے نئی جگہ کام کرنا تھوڑا مشکل ضرور ہوتا ہے لیکن جب وہاں کوئی اپنا مل جائے تو پھر مشکل نہیں رہتی۔ آپ کے خط سے ایسے ہی حوصلہ ملا ہے کسی اپنے کا احساس ہوا ہے۔ تجاویز پر غور کیا جارہا ہے۔ ان شاء اللہ آپ جلد ہی آنچل و حجاب میں مثبت تبدیلیاں دیکھیں گی۔ سالگرہ نمبر کے لیے تیاری جاری ہے۔ آپ بھی اپنی نگارشات دو تین تاریخ تک ارسال کردیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عابدہ سبین ...... ملتان

پیاری عابدہ! سدا آباد رہو، کچھ رشتے ہمارے لیے بہت خاص ہوتے ہیں اور والدین سے جڑے رشتے تو ویسے بھی محبت کا الگ ہی احساس رکھتے ہیں۔ آپ کی پھوپو کی رحلت کا جان کر دکھ ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

مسکان نور ...... جگہ نامعلوم

پیاری مسکان! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ”آخری فیصلہ“ موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے پر تھوڑی محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے ساتھ پڑھنے پر بھی توجہ دیں اور نام ور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں۔ آخری فیصلہ قابل اشاعت ٹھہری۔ ان شاء اللہ باری آنے پر حجاب میں شامل ہوجائے گی۔ آئندہ تحریر ارسال کرتے وقت اپنا مکمل پتا اور فون نمبر ضرور لکھیں تاکہ آپ سے رابطہ ممکن ہوسکے۔

عشنا کوثر سردار ...... کراچی

پیاری عشنا! سلامت رہو، آپ کی والدہ کی خراب طبیعت کا جان کر دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صحت وتندرستی والی دراز عمر عطا کرے اور ان کا سایہ تادیر آپ کے سر پر سلامت رکھے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

فرح طاہر ...... ملتان

پیاری فرح! سدا خوش رہو، آپ آنچل کی پرانی قاری کے ساتھ مصنفہ بھی ہیں۔ اپنی تحریروں سے آپ نے آنچل وحجاب دونوں کو خوب سجایا۔ اب دیگر رسائل میں لکھ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ نئے رشتے سے بھی منسلک ہونے جا رہی ہیں۔ منگنی کی ہماری جانب سے بہت مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دائمی خوشیوں عطا فرمائے آمین۔

مریم مرتضیٰ ...... حیدر آباد

پیاری مریم! جیتی رہو، ایک وقت وہ ہوتا ہے جب والدین سے اپنے بچوں کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی پھر وہ وقت آتا ہے جب اولاد سے والدین کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ وہ ان کو صحت منداور توانا دیکھنا چاہتے ہیں، آج کل آپ کے والد کی طبیعت ناساز ہے اللہ سبحان و تعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر آپ کے سر پر قائم رکھے آمین۔

ارم آصف ...... مظفر گڑھ

پیاری ارم! سدا مسکراتی رہو، آپ کا خط موصول ہوا۔ اقرا صغیر کو ہم نہیں آپ سب کی محبت کھینچ کر لائی ہے۔ خراب طبیعت کے باوجود وہ آپ سب کے لیے ”زہر عشق“ لکھ رہی ہیں۔ نازیہ اور سمیرا مصروفیت کی وجہ سے لکھ نہیں پا رہیں۔ فاخرہ بھی کوشش کررہی ہیں آپ دعا کریں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے قلم میں روانی عطا فرمادے آمین۔ آنچل وحجاب کو پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ کا تبصرہ اور دوست کا پیغام اس بار محفل میں شامل ہیں۔

شبانہ کوثر ...... خانیوال

پیاری شبانہ! جگ جگ جیو، آپ کی نگارشات کے ساتھ مختصر خط موصول ہوا۔ نگارشات شامل ہونے پر اتنی خوشی یقینی ہے۔ جب کسی شمارے میں خط یا کچھ اور شائع ہوجائے تو خوشی تو ہوتی ہے پر اس بار آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے شامل اشاعت نہ ہو پائی۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ ضرور شائع کردی جائیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مدیحہ نورین مہک ...... گجرات

پیاری مدیحہ! سلامت رہو، آپ ہماری پرانی قاری

ہیں ایک وقت تھا جب آپ ہر سلسلے میں شامل رہتی تھیں۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ نے اپنی منگنی اور شادی کی خبر سنائی۔ پر ابھی ایک خبر باقی تھی اس خوشی کی جو آپ کو ماں کے درجے پر فائز کرنے والی تھی۔ پر اللہ سبحان وتعالیٰ کے ہر کام میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ کوئی راز اس بات میں بھی پنہاں ہوگا کہ بچے کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کو اپنے پاس واپس بلالیا۔ یقیناً آپ کے لیے دکھ کی گھڑی ہے۔ آپ نے ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کے دنیا میں آنے کا انتظار کیا ہوگا پر اللہ سبحان وتعالیٰ سے راضی تو رہنا ہی ہے۔ صبر کریں ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی گود ایک بار پھر بھر دی جائے گی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

ثناء اکرم...... سرگودھا

پیاری ثناء! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''معصوم قہقہے'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے فی الحال لکھنے کا عمل معطل کر کے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نام ور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں نکھار پیدا ہو پائے۔ اس تحریر کے لیے معذرت۔

نمرہ نور...... جگہ نامعلوم

پیاری نمرہ! سدا شاد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''ترکِ وفا'' موصول ہوئی۔ محبت کے موضوع پر لکھی تحریر میں حالات و واقعات کی کمی ہے۔ اندازِ تحریر بہتر ہے۔ دو الگ مذاہب کے لوگ محبت میں اچانک گرفتار ہو جاتے ہیں۔ آخر میں اختتام بھی بہتر ہے پر تحریر میں تھوڑا اضافہ اور کریں تو مزید بہتر ہو جائے گی۔ امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔ تحریر پر اپنا مکمل پتا شہر کا نام ضرور لکھا کریں۔

عقیلہ حق...... کراچی

پیاری عقیلہ! سدا آباد رہو، آپ نے اپنی تحریروں سے آنچل وحجاب دونوں کو سجایا پر ہمارے یہاں لکھا کم۔ دیگر رسائل میں آپ نے خوب لکھا اور جم کر لکھا شکایت یہ ہی ہے کہ آپ اپنی تحریر سے آنچل کو بھی سجائیں کچھ عرصہ پہلے آپ کو عصمت چغتائی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ایسی بے شمار کامیابیوں سے نوازے آمین۔

انعم خان و کنول خان...... ہری پور ہزارہ

بچیوں! سدا شاد رہو آپ کی بھانجی کی رحلت کا سن کر دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اس کی کامل مغفرت فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

فاریہ بتول...... گجرات

پیاری فاریہ! سدا اسلامت رہو، کافی عرصے سے آپ کی تحریر ''زندگی دھوپ چھاؤں'' اشاعت کی منتظر تھی جب اشاعت کی باری آئی تو آپ کا پتا تبدیل ہو گیا، اس لیے آپ کو ارسال کیا گیا ''حجاب'' ڈائجسٹ واپس آ گیا۔ برائے مہربانی اگر یہ سطر آپ کی نظروں سے گزریں تو فوری دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں۔

ریحانہ امجد بخاری...... کراچی

پیاری ریحانہ! سدا سہاگن رہو آپ کے بڑے بھائی کی رحلت کا جان کر دکھ ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

انعم توصیف...... کراچی

پیاری انعم! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''سفر'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اپنے مطالعہ میں نام ور افسانہ نگاروں کے افسانوں کو شامل کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں گی۔

شبانہ اسلم...... لاہور

پیاری شبانہ! خوش رہو آپ کی جانب سے تحریر ''محتاط'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ پر تحریر کسی بھی ادارے کو ارسال کرنے سے پہلے ایک بار خود بھی ضرور پڑھ لیا کریں تاکہ جو خامی نظر آئے تو اس کو خود درست کر سکیں۔ تحریر پر آپ کا

پتا فون نمبر یا شہر کا نام کچھ بھی درج نہیں اب رابطہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو یہاں شامل کرلیا۔ تحریر قبولیت کی سند پا گئی ہے۔ اب آپ دفتر کے نمبر پر رابطہ کر کے اپنا پتا لکھوا دیں تاکہ تحریر اشاعت کرنے کے بعد آپ کو اعزازی پرچا ارسال کیا جاسکے۔

ڈاکٹر جاذبہ عباسی ...... مری

پیاری جاذبہ! سدا خوش رہو، آپ کی جانب سے تحریر "چاندی" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے موضوع کے ساتھ جلد بازی کی وجہ سے ناانصافی کردی ہے۔ اپنی تحریر آپ خود ایک بار پڑھ کر دیکھیں خامی نظر آجائے گی۔ اس کو درست کر کے تحریر دوبارہ ارسال کردیں یا پھر کسی اور موضوع کا انتخاب کر کے تحریر ارسال کریں۔

آر ایس شاہ ...... میانوالی

پیاری بہن! جگ جگ جیو، آپ کی تحریر "دردِ دل" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے لکھنے کے عمل کو معطل کر کے صرف مطالعہ پر زور دیں اور نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کو اپنے مطالعہ کا حصہ بنائیں تاکہ لکھنے میں نکھار پیدا ہو پائے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

گلشن چوہدری ...... گجرات

پیاری گلشن! مسکراتی رہو، سب ہی آہستہ آہستہ آنچل سے دور ہوتے جارہے ہیں اور نئے قاری جگہ بنارہے ہیں۔ آپ نے کافی عرصہ بعد تبصرہ ارسال کیا پر پرچا تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور در جواب آں لکھا جارہا ہے تو اس محفل میں آپ کو شامل کرلیا۔ کیا مصروفیت رہی اور کیوں محفل سے غائب تھیں کچھ ہمیں بھی بتائیں ایک راز داں ہی سمجھ لیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور خوشیوں سے دامن بھرا رکھے آمین۔

آرزو احمد ...... کراچی

پیاری آرزو! آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر "ستارہ آنکھوں والی" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آنچل و حجاب کے معیار پر پوری نہیں اتر پائی۔ اس لیے کسی اور موضوع کا انتخاب کریں اور تحریر ارسال کردیں امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

لبنیٰ طاہر ...... کراچی

پیاری لبنیٰ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر "امر بیل" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں مزید نکھار پیدا ہو پائے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

وزیہ ظفر ...... چکوال

پیاری وزیہ! خوش رہو، آپ کی جانب سے دو تحریر "حقائق" اور "راہ حق" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ ایک بات اور کہ اکثر نئی لکھنے والی نامور مصنفین کی تحریروں سے متاثر ہو کر ان کو ردوبدل کر کے ادارے کو بھیج دیتی ہیں۔ اس طرح کرنے سے ان کا اپنا نام خراب ہوتا ہے اور پھر ادارے والے ان کی تحریر پڑھے بغیر ہی ناقابل اشاعت کردیتے ہیں۔ ان باتوں کا خیال رکھیں، امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

محمد فیصل ...... فیصل آباد

پیارے بھائی فیصل! جیتے رہو، آپ کا خط موصول ہوا۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ یہ خواتین کا پرچا ہے اور اس میں کہانی، خواتین ہی لکھ سکتی ہیں۔ البتہ نئے افق میں اپنی تحریر ارسال کرسکتے ہیں۔ نئے افق کو پڑھ کر دیکھیں اور اس کے مزاج کے مطابق تحریر لکھ کر ارسال کردیں۔ امید ہے دل چھوٹا کرنے کے بجائے اپنی تحریر سے نئے افق کو سجائیں گے۔

مریم بخاری ...... سرگودھا

پیاری مریم! خوش رہو، آپ کی جانب سے تحریر "دردِ محبت" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ تھوڑی سی محنت کے بعد مزید اچھا لکھ سکتی ہیں۔ اس لیے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کے افسانے اپنے مطالعے میں شامل رکھیں۔ آپ کی تحریر قابل

اشاعت ٹھہری ان شاء اللہ باری آنے پر شامل اشاعت کرلی جائے گی۔

سمعیہ میمن...... شکار پور

پیاری سمعیہ! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''حسد'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ پر تھوڑی محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے ساتھ مطالعہ بھی وسیع کریں تا کہ اس طرح کے منفرد موضوع پر مکمل گرفت کر پائیں۔ اس تحریر کو حجاب کے لیے منتخب کرلیا ہے ان شاء اللہ باری آنے پر شامل اشاعت کردی جائے گی۔

قابل اشاعت:۔

دشوار راستوں کی منزل، درد محبت، چلو دلدار چلو، آخری فیصلہ، محتاط، انتخاب، گوہر نایاب، حسد۔

ناقابل اشاعت:۔

زندان کے مکین، کھڑکی کے اس پار، تم لے لو، دشمنی میں بندھے دو اجنبی، ہیروئن، حد، بھوک، جھوٹ، میرے عشق کی لاج رکھنا، چاہت کے رنگ، قلب آشفتہ، ہم سا کوئی، حوصلہ افزائی، ترک وفا، سفر، میر المحرم ہو یوانی، حقاف، راہ حق، معافی، مشعل راہ، درجہ ایمان، ستارہ آنکھوں والی، اختتام دکھ ہے، چاندی، میں اور میرا رونا، میں ہوں کنزہ، رشتے ناتے، ورد محبت، امر بیل، یہ معصوم قہقہے۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ان پیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیج، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 جیمبر بیر کس ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

سورۃ القدر

مشتاق احمد قریشی

عرضِ مولف

اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عمل مذہبِ مسلم کا ہمیشہ سے امتیاز رہا ہے جو تاریخ کے ہر عہد ہر دور میں جاری رہا ہے۔ ہمیشہ سے اشاعت و تبلیغ دین کی ذمہ داری مذہبی اداروں یا ان سے ہی متعلق افراد کے ذمہ رہی ہے۔ لیکن تعلیم اور علم کے فروغ کے ساتھ ساتھ اب تبلیغ دین کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ کئی عشروں سے اسلامی تعلیمات و احکامات کو عام کرنے کی جدوجہد میں تبلیغی جماعتوں کے ساتھ ساتھ اب ادب و صحافت سے تعلق رکھنے والے افراد بھی دینی علوم کی طرف راغب ہو رہے ہیں الحمدللہ اب دینی تجسس نے لوگوں میں نہ صرف دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کر دیا ہے بلکہ مجھ ایسے کئی افراد اپنی کم علمی کے باوجود اپنی اپنی کوشش کر رہے ہیں تاکہ عام لوگوں میں آسانی سے قرآن فہمی کا ذوق و شوق پیدا کیا جاسکے۔

الحمدللہ اس ناچیز کی اب تک قرآنی آیات کی ۲۳ تالیفات قرآنی آیات کی تفاسیر کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کے لیے نافع اور مقبول بنایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور توفیق خاص سے ہی میرے لیے یہ ممکن ہوا ہے کہ قرآن کریم کی مختصر آیاتِ الٰہی کی تشریح کرسکوں۔ سورۃ القدر قرآن کریم کی ایک نہایت اہم سورہ ہے جس میں انعامات و اکرامِ الٰہی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے تمام ہی بندوں سے بہت شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے اور خصوصاً اہلِ ایمان جو اس کے اور اس کے محبوب ترین بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایت پر سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، کے لیے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے خزانوں کے در کھولے رہتا ہے۔ انہیں حیلے بہانوں سے نوازتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت اس سورۃ المبارک "القدر" کی بھی ہے جس میں اہلِ ایمان کو اللہ ذوالجلال خوش خبری سنا رہا ہے کہ جو شخص بھی شب قدر کی مبارک رات میں اپنے رب کے حضور پورے اخلاص نیت سے عبادت کے لیے کھڑا رہا اُسے اس کا رب ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر سے نوازتا ہے۔ اُس کے تمام اگلے پچھلے گناہ دھو ڈالتا ہے۔ انسان اگر سوچے اور حقیقتِ حال کو سمجھ لے تو اس کی زندگی جو اس نے دنیا میں گزارنی ہے وہ نہ صرف سدھر جائے گی بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کا بھی بہترین انتظام ہو سکے گا۔

دنیا کی یہ مختصر سی زندگی جو سراسر ایک امتحانی وقفہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق فرمائی اور اسے ممتاز ترین یعنی اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز فرمایا تو اس کے ساتھ ہی اس کی آزمائش و امتحان کا بندوبست شیطان کی شکل میں فرما دیا۔ انسان اور شیطان کی کھلی دشمنی کا اعلان بھی اسی وقت فرما دیا تاکہ انسان اپنی تخلیق کے وقت سے ہی آگاہ رہے کہ اس کے ساتھ اس کا دشمن بھی لگا ہوا ہے جس سے اسے بچنا اور خود کو محفوظ رکھنا ہے۔ شیطان یقیناً انسان کا کھلا دشمن ہے لیکن ایسا دشمن نہیں ہے کہ وہ تلوار لے کر یا کوئی ہتھیار لے کر انسان کے پیچھے چل پڑا ہو اللہ تعالیٰ نے اسے صرف اور صرف انسان کو بہکانے ورغلانے کی قوت دی ہے وہ بھی وسوسہ ڈال کر۔ اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے وسوسے کے حربے سے ہر قسم کی برائی بدکاری کو اچھا بنا کر پیش کرے ہر اس کام اور برائی کے بارے میں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے وہ ہر عمل کرنے اور نیکی کے برے نتائج ظاہر کرنے کی سوچ ڈالتا ہے وہ

بھی صرف اپنے وسوسے کے ذریعے شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت وصلاحیت قطعی عطا نہیں فرمائی کہ وہ کسی کا ہاتھ پکڑ کرزور زبردستی سے گمراہ کرسکے یا کسی برائی کی کھائی میں دھکا دے سکے۔ شیطان تو صرف وسوسے کی ہی حد تک عمل کرسکتا ہے باقی کام انسان خود کرتا ہے کیونکہ عمل کی قوت اس کی اپنی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ کو امتحان لینا مقصود ہے کہ انسان اپنی قوت سے کیا فیصلہ کرتا ہے برائی کو اپناتا ہے یا نیکی کو اپنا کر اپنے شرف وامتیاز کو برقرار رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے وہ قدم قدم پر اپنے بندوں کی رہبری ورہنمائی کرتا رہتا ہے اور برے کاموں کے بارے میں اُن کی سزاؤں، عذابوں کے بارے میں آگاہ فرما کر ڈراتا صرف اس لیے ہے کہ اس کا بندہ برے کام اور کفر وشرک کی سزا اس کر سکتا ہے جائے اور اپنے ارادے کو کام میں لاکر ہر برائی جس کی پوری پوری سزا وعذاب سے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آگاہ فرمادیا ہے بچ سکے خود کو ان تمام سزاؤں سے بچا سکے جو کفر وشرک کے کاموں کا نتیجہ ہیں وہ اپنے ارادے واختیار سے خود کو جہنم کی آگ سے بچالے اور اپنے نیک اعمال سے اپنے لیے صراط مستقیم کا انتخاب کرلے۔ سورۃ ''القدر'' ایک مختصر سورہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے کوزے میں اپنی رحمت اپنے کرم کا ایک سمندر رکھ دیا ہے۔ انسان جس کی زیادہ سے زیادہ زندگی ستر برس یا اس کے کم وبیش ہوتی ہے اسے اللہ تعالیٰ صرف ایک رات میں ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر سے نوازتا ہے یعنی ۸۳ برس اور ۴ ماہ کی مدت کے برابر اجر دیتا ہے اور انسان اپنی زندگی میں ہر سال آنے والی شب قدر میں اپنے رب کے حضور خصوصی اہتمام اور اخلاص کے ساتھ حاضر رہے تو سوچے تو سہی کہ کتنے ہزار برسوں کی عبادتوں کے اجر سے نوازا جائے گا۔

اس تالیف میں اس مبارک شب کے بارے میں جتنی تشریح مستند مفسرین نے کی ہے اسے مختصر طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بے جا طوالت سے دانستہ گریز کیا گیا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس تالیف ''تفسیر سورۃ القدر'' کو اپنے بندوں کے لیے نافع بنائے۔ آمین

آپ کی دعاؤں کا طالب مولف:
مشتاق احمد قریشی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القدر

سورۃ القدر کی تشریح وتفسیر سے پہلے اگر ہم اس کے اسباب نزول پر فکر کرلیں تو بہتر رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ربیع الاول (۱) عام الفیل میں ہوئی اور نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان سن ۴۰ عام الفیل میں عطا ہوئی جب آپ کو تاج نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ تختِ رسالت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ بارہ دن تھی۔ بعثت سے قبل کا تمام عرصہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان قبیلہ تمام اہل مکہ کے سامنے تھا اس تمام عرصے میں اور خصوصاً بچپن میں بھی آپ نے نہ کسی کتب سے اور نہ ہی کسی فرد سے کسی قسم کی تعلیم یا علم حاصل کیا یہ بات سب اہل مکہ خوب اچھی طرح جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے ذریعے آیات قرآنی کا سلسلہ شروع ہوا اور تبلیغ دین خاموشی سے خفیہ طریقے سے شروع کردی گئی تب تک کوئی بڑا مسئلہ کھڑا نہیں ہوا تھا گو کہ قریش اور اہل مکہ میں اضطراب وبے چینی فکرمندی جڑ پکڑنے لگی تھی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے رشتہ داروں کو جمع کرکے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر ''یا صباحاہ'' کی آواز لگائی۔ اس طرح کی آواز مکہ کے معاشرے میں خطرے

کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اس آواز مبارک پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بتاؤ ذرا کہ اگر میں تمہیں خبردار کروں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک گھڑ سوار لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟" انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی جھوٹا نہیں پایا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تو پھر میں تمہیں ایک بڑے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔" (اگر تم کفر و شرک میں مبتلا رہے) یہ پہلا اعلان عام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جیسا کہ قرآن حکیم میں سورۃ الشعرا میں ارشاد ہوا ہے۔

ترجمہ: اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ (الشعرا۔۲۱۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھے لکھے نہ ہونے کی تصدیق خود رب کائنات نے قرآن کریم میں اس طرح ارشاد فرمائی ہے۔

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا تو) باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ (العنکبوت۔۴۸)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کی تصدیق فرمائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھے لکھے ہونے کی صورت میں لوگوں کے شک کرنے کی بھی اطلاع دے دی ہے۔ اس کے باوجود لوگوں نے نہ صرف شک کیا بلکہ اعلانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ومخاصمت میں طرح طرح کی الزام تراشیاں بھی کیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ حکیم میں کئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی استعداد کے بارے میں اہلِ ایمان کو مطلع فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہوا ہے۔

ترجمہ: اے نبیؐ تم کچھ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ (الشوریٰ۔۵۲)

آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو بھی علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے مختلف نہیں ہوتی تھی۔ اُن کے پاس نزولِ وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ علم نہیں تھا جو کسی دوسرے شخص کو حاصل نہ ہو یہی بات اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی بعثت ونبوت سے پہلے علم ومعرفت کے انہی عام ذرائع سے جو دوسرے انسانوں کو بھی حاصل ہیں ایمان بالغیب کی منزل طے کر چکے ہوتے تھے۔ پہلے جن باتوں پر حقیقتوں پر ان کا دل گواہی دیتا تھا وحی الٰہی ان کے متعلق یقینی اور قطعی شہادت دے دیتی تھی کہ وہ حق پر ہیں اور ان ہی صداقتوں کا مشاہدہ انہیں وحی الٰہی کے ذریعے کرا دیا جاتا تھا تاکہ وہ پورے وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے ان کی گواہی پیش کر سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے جو حالات تھے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے بھی ہر قسم کے شرک وکفر سے پاک تھے اور توحید الٰہی کے قائل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوش سنبھالنے کے بعد کبھی بھی اپنی قوم قبیلے کے مشرکانہ عقائد کو نہ تو قبول کیا تھا نہ ہی ان کی عبادات کا کسی طرح خود حصہ بنے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بت پرستی سے ہمیشہ بیزار رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے دیگر افراد اپنے بتوں پر جو قربانیاں چڑھایا کرتے تھے ان سے ہمیشہ اجتناب فرماتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں قبیلہ جرہم اور خزاعہ نے جو دینِ ابراہیمی کے ماننے والے تھے انہوں نے دینِ ابراہیمی میں جو تحریفات کی تھیں انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں تسلیم کیا اور جو کچھ قبیلہ قریش نے ان تحریفات میں اضافہ کیا تھا ان سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاتعلق ہی رہے۔

محدثین نے آغاز وحی کا واقعہ اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت امام زُہری سے اور انہوں نے حضرت عُروہ بن

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنی خالہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے۔ اُم المومنین فرماتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے (بعض روایات میں اچھے) خوابوں کی شکل میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ ایسا ہوتا جیسے آپ دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں۔ (بیہقی کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت نزول وحی سے چھ ماہ پہلے شروع ہوگئی تھی) اس کے بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت پسند ہوگئے اور کئی کئی دن و رات غار حرا میں رہ کر عبادت کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے خوابوں کا ذکر ملتا ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تعلیم دی گئی ہے یا کسی بات کے بارے میں مطلع کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا صراحت سے ذکر آیا ہے (الفتح آیت۔ ۲۷) اس کے علاوہ کئی احادیث میں بھی ذکر آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "فلاں بات میرے دل میں ڈالی گئی ہے یا مجھے یہ بتایا گیا ہے یا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے یا مجھے اس سے منع کیا گیا ہے۔ احادیث قدسیہ زیادہ تر اسی قبیل سے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کا سلسلہ سچے خوابوں سے ہوا تھا۔ (بخاری و مسلم) یہ سلسلہ بعد میں بھی زمانہ نبوت کے ہر دور میں جاری رہا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت نشین ہوئے اور آپ کا تمام تر وقت تقریباً غار حرا میں گزرنے لگا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ بارہ دن کی تھی۔ ایک روز ماہ رمضان میں یکایک فرشتے (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے نازل ہو کر آپ کے روبرو آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا پڑھو۔ بخاری شریف میں یہ واقعہ کئی جگہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل ہوا ہے۔ اُم المومنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے کہا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں" اُس نے مجھے دوبارہ بھینچا اور میری قوت برداشت جواب دینے لگی پھر اُس نے مجھے چھوڑا اور کہا پڑھو میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اُس نے پھر تیسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت پھر جواب دینے لگی پھر اُس نے مجھے چھوڑا اور کہا "اقرا باسم ربک الذی خلق" (پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا) یہاں تک کہ مالم یعلم (جسے وہ نہ جانتا تھا) تک پہنچ گیا۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن اسحاق نے عبید بن عمیر اللیثی سے نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خواب میں جبرئیل علیہ السلام نے آ کر ایک ریشمی کپڑے میں لکھی ہوئی تحریر مجھے دکھائی جس میں سورہ علق کی ابتدائی آیات لکھی ہوئی تھیں اور مجھ سے کہا پڑھو میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر انہوں نے مجھے اس طرح بھینچا کہ میں سمجھا کہ میری جان نکل جائے گی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو اور اقرا سے مالم یعلم تک مجھے پڑھایا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ تحریر میرے سینے پر لکھی ہوئی ہے۔ (طبری ابن ہشام سہیلی) ابن کثیر اس روایت کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ گویا یہ تمہید تھی اس معاملے کی جو جاگنے کے بعد بیداری میں پیش آیا جس کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ (غار حرا کے اس واقعہ کے بعد) اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانپتے لرزتے ہوئے وہاں سے گھر پلٹے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "مجھے اُڑھاؤ" مجھے اُڑھاؤ" (اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ادا کو بھی قرآن کا حصہ

بنادیا اور سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر کی پہلی آیات "یاایھا المزمل" "یاایھا المدثر" اے کپڑا اوڑھنے والے فرما کر ہمیشہ کے لیے اہل ایمان کے لیے محفوظ فرمادیا۔) چنانچہ آپ کو ایک کمبل اڑھادیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس واقعہ کی خوف زدگی کا اثر کم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو مخاطب فرمایا۔ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ ان کو سنایا اور کہا۔ "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بار گراں کا تصور کرکے لرز رہے تھے) ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ "ہرگز نہیں' آپ خوش ہوجایئے اللہ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رنج میں مبتلا نہیں کرے گا) کیونکہ آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں (ایک روایت میں یہ اضافہ بھی آیا ہے کہ آپ امانتیں ادا کرتے ہیں) بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں' نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں' اور نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں (ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی آیا ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ ہیں)"

پھر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو زمانہ جاہلیت میں بت پرستی کو چھوڑ کر عیسائی ہوگئے تھے۔ وہ عربی اور عبرانی کے نہ صرف عالم تھے بلکہ ان زبانوں میں انجیل لکھتے تھے اس وقت تک وہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا بھائی جان ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیے۔ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بھتیجا اس لیے کہا کیونکہ ورقہ بن نوفل تیسری پشت میں عبدالعزیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی پشت میں عبد مناف کا بھائی تھا) (ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود سارا قصہ ورقہ کو سنایا) ورقہ بن نوفل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے دریافت کیا کہ بھتیجے تم کو کیا نظر آیا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان فرمادیا۔ اسے سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا یہ وہی ناموس (عالم بالا سے وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے نازل فرمایا تھا۔

کاش میں آپ (ﷺ) کے زمانۂ نبوت میں قوی ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کی قوم نکالے گی۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟" ورقہ بن نوفل نے کہا ہاں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ (ﷺ) لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپ (ﷺ) کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پرزور مدد کروں گا۔" مگر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

اقرأ سرور

س:۔ آپ کے نزدیک حسین دور کون سا ہے؟

ج:۔ ہماری زندگی کا حسین دور وہ ہوتا ہے جب ہمارے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ جب دل و دماغ پاک ہو اور جب ہمارا ضمیر جاگ جائے ویسے عمر کے لحاظ سے بچپن کے سوا اور کوئی دور حسین ہو ہی نہیں سکتا۔

س:۔ کیسی طالب علم تھیں صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟

ج:۔ میں بہت ہی ذہین طالبہ رہی ہوں فرسٹ کلاس سے میٹرک تک میں نمایاں پوزیشن لیتی رہی ہوں میرا اپنے بارے میں خیال ہے کہ زمانہ اگر مجھے موقع دیتا تو میں آسمان چھو لیتی۔ پہاڑ سر کر لیتی حالات نے مجھے باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ روایتوں کی زنجیروں سے چھٹکارا ملتا تو میں دنیا فتح کر لیتی۔ ہمارے ہاں اسکولوں میں کبھی غیر نصابی سرگرمیاں ہوتی ہی نہیں تھیں اگر ہوتی تو میں ضرور حصہ لیتی۔

س:۔ آپ اپنے کس استاد سے زیادہ متاثر ہیں؟

ج:۔ اساتذہ کے معاملے میں، میں واقعی خوش نصیب ہوں۔ میری بہترین استاد مس شاہدہ صاحبہ جنہوں نے مجھے قلم پکڑنا سکھایا۔ میں ان کا حق کبھی بھی ادا نہیں کر سکوں گی۔ ان کے علاوہ سر طارق صاحب، سر مجاہد صاحب اور سر شاہد صاحب جیسے عظیم استاد مجھے ملے ہیں جہاں تک متاثر ہونے کی بات ہے تو میں مس شاہدہ صاحبہ سے بے حد متاثر ہوں۔

س:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟

ج:۔ انگلش سخت ناپسند ہے ابھی انٹر کے ایگزام میں انگلش سے مجھے اتنی نفرت محسوس ہوئی کہ کیا بتاؤں اب دیکھیے نمبرز پاسنگ آتے ہیں یا نہیں، یہ نہیں کہ مجھ سے یاد نہیں ہوتی ہیں۔ دلچسپی نہیں بس۔

س:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟

ج:۔ حاصل کردہ تعلیم کو کام میں لانا تو وہی بات کہ کوئی فورم ملتا ہی نہیں نہ موقع نہ سہولت نہ اجازت۔ تعلیم پر عمل کرنا بھی مشکل ہے کام میں کیا لایا جائے ہمارے دیہات میں ٹیوشن کا کوئی رواج نہیں، ٹیچنگ کرنے کی گھر سے اجازت نہیں ملتی۔

س:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کو سنوارنے میں مدد دیتی ہیں؟

ج:۔ پہلے زمانے میں والدین بے جا پابندیاں لگاتے تھے جبکہ میرے والدین نئے زمانے کو قبول نہیں کر پا رہے ہیں میرے ابا کی سوچ وہی پرانی ہے نہ جانے کیسے لڑکیاں گھر سے باہر نکل کر مختلف شعبوں میں کام کر کے اپنی صلاحیتیں آزما رہی ہیں، ہم تو ابھی بھی ابا کی عائد کردہ پابندیاں ہی آزما رہے ہیں اور نہیں جانتے یہ آزمائشیں کب اختتام پذیر ہوں گی۔ میرا ماننا ہے کہ پابندیاں صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتی ہیں میں ان حالات سے گزر رہی ہوں میں جانتی ہوں کیسے میں اپنے آپ کو زنگ آلود ہوتے دیکھ رہی ہوں مجھے دعاؤں کی ضرورت ہے۔

س:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہیں؟

ج:۔ کہنے کو تو میں کہہ دوں کہ میں پانچ وقت کی نمازی ہوں، روزے رکھتی ہوں دعا کرتی ہوں والدین کی عزت کرتی ہوں لیکن اللہ بہتر جانتا ہے میرا اہتمام کتنے پانی میں ہے۔

س:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں خامیاں ہیں؟

ج:۔ میں ذہین ہوں، خوابوں میں رہنے والی، ڈائجسٹ اور ناولوں کی دیوانی، پاکستانی لڑکی جنونی اور جھلی سی۔ پاک فوج کی دیوانی، باضمیر، حساس دل، دو ٹوک بات کرنے والی۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والی۔ اپنے اور دوسروں کے حق کے لیے آواز اٹھانے والی، ایک سچی اور کھری پاکستانی، ایک مخلص دوست، ذہین نمازی اس کے علاوہ کوئی اور مجھے نظر نہیں آ رہی جہاں خامیوں کی بات ہو تو میں خود غرض، ناسمجھ، جذباتی، بدتمیز، بدلحاظ، غصے کی تیز، موقع کی نزاکت کو نہ سمجھنے والی، اپنے پرائے کی پرکھ نہیں اور بہت ساری خامیاں مجھ میں ہیں۔

س:۔ غم اور خوشی کے موقع پر آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ غم ملے تو منہ سے اللہ نکلتا ہے اور خوشی ملے تو بھی منہ سے اللہ ہی نکلتا ہے۔ غم میں، میں اپنے آپ کو جلدی سنبھال لیتی ہوں اور خوشی میں جو دل چاہتا ہے وہی کرتی ہوں۔

س:۔ کن باتوں سے خوف آتا ہے؟

ج:۔ موت کی باتوں سے قیامت کی باتوں سے۔

س:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

ج:۔ اس مقام پر جس پر میرا پاکستان مجھ پر فخر کرے۔ اس مقام پر جہاں پر میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔

س:۔ محبت پر یقین رکھتی ہیں؟

ج:۔ جی ہاں، میرا ماننا ہے کہ جو محبت پر یقین نہیں رکھتا

محبت اس پر مسلط کردی جاتی ہے سو ہر انسان کو محبت پر یقین رکھنا چاہیے۔
س:۔ گھر میں فیصلے کون کرتا ہے؟
ج:۔ میرے ابا جی۔
س:۔ اپنے آج کو گزشتہ کل سے بہتر بنانے کے لیے کیا کرتی ہیں؟
ج:۔ میرا گزرا ہوا کل بہتر نہیں تھا بس گزر رہا تھا اور میرا آج بد ترین دور سے گزر رہا ہے اور آج کو بہتر کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں تک مارنے کی جرأت نہیں سوائے دعا کرنے کے سو میں دعا ہی کرسکتی ہوں۔
س:۔ نئے لوگوں سے ملنا، نیا ہنر سیکھنا اور عمل کرتا اچھا لگتا ہے یا لگی بندھی زندگی گزارتی ہیں؟
ج:۔ مجھے نئے لوگوں سے ملنا بے حد پسند ہے، نئی بات اور نیا ہنر سیکھنا بھی اچھا لگتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہوں جبکہ میں لگی بندھی روٹین گزار رہی ہوں لیکن میں ایسی زندگی کی قائل بھی نہیں ہوں، لگی بندھی زندگی گزارنے والے لوگ مجھے ربوٹ لگتے ہیں انسان نہیں۔
س:۔ اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟
ج:۔ ہوتا وہی ہے جو رب نے لکھا ہوتا ہے ہمیشہ تقدیر جیت جاتی ہے، ہم قسمت سے نہیں لڑ سکتے۔ اپنی کامیابی اور ناکامی سے میں نے یہی سبق سیکھا۔
س:۔ خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟
ج:۔ دس فیصد، ہم دیہاتی لڑکیاں عید اور شادیوں پر ہی خود پر توجہ دیتی ہیں: ویسے ہمیں اپنے کردار اور اعمال پر توجہ دینی چاہیے۔
س:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو کس کے ساتھ وقت گزارنا پسند کریں گی؟
ج:۔ پہلے نمبر پر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال پھر عبدالستار ایدھی پھر محمد علی باکسر پھر بانو قدسیہ اور راشد منہاس میں ان عظیم لوگوں سے ملنا چاہوں گی۔ میں پاک پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہوتی، ان کے قدموں کا وہ نشان ہوتی جو مٹی کو سونا کردیتا تھا بس ایک نظر ان کو دیکھنے والی آنکھ ہوتی اور ان کے ساتھ ایک دن گزارنے کی خواہش کرنے کی میں خود کو قابل نہیں سمجھتی۔
س:۔ ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟
ج:۔ مجھے کیونکہ پاکستان سے جذباتی لگاؤ ہے لہٰذا ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے میں اخبار پڑھتی ہوں اور خبریں سنتی ہوں۔
س:۔ ایسی کون سی ایجاد ہے جس کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی؟
ج:۔ موبائل فون اور بجلی۔
س:۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں اور چوہا یا کاکروچ نظر آجائے تو کیا کریں گے؟
ج:۔ چوہے کو بھگا دوں گی اور کاکروچ کو پکڑ کر بلی کو کھانے کے لیے پیش کردوں گی۔
س:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد کیا تبصرہ کرتی ہیں؟
ج:۔ تبصرہ ضرور ہوتا ہے لیکن یہ تبصرہ مہمانوں کی شخصیت اور کردار پر منحصر ہوتا ہے۔
س:۔ باتونی لوگوں سے کس طرح جان چھڑاتی ہیں؟
ج:۔ باتونی لوگوں سے جان چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے سوائے دل میں کوسنے کے اور بعد میں تبصرہ کرنے اور کچھ نہیں کرپاتی مجھے باتونی لوگ سخت ناپسند ہیں۔
س:۔ وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟
ج:۔ وطن میری ماں ہے، میں پاکستان کے لیے بے حد جذباتی ہوں، سب کچھ وطن کے لیے ہی سوچتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے اپنے وطن کو مٹھی میں بھر کر دشمنوں سے محفوظ کرلوں۔
س:۔ زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ یا کوئی ایسا لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟
ج:۔ میری زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ وہ ہوگا جب ہندوستان کے ظالم حکمران اس دنیا سے مٹ جائیں گے، جب کشمیر آزاد ہوجائے گا، اس پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ جب میں خانہ کعبہ اور مسجد نبوی جاؤں گی، جب میں عمران خان سے ملوں گی، جب میں پاک فوج سے ملوں گی، جب میرے وطن سے دشمنوں کا صفایا ہوجائے گا۔ میں ایسے تمام لمحوں کی منتظر ہوں، میں منتظر ہوں اس لمحے کی جب میں بنت سحر سے ملوں گی۔ عمیرہ احمد اور نمرہ احمد سے ملوں گی، نمیرا حمید سے ملوں گی اور جب میرا افسانہ ڈائجسٹ میں چھپے گا جب میں مصنفہ بن جاؤں گی۔ پانچ ستمبر کو میں اپنے رزلٹ کی منتظر ہوں اور منتظر ہوں اس لمحے کی جس میں، میں آنچل کے پر رونق صفحات پر اقرأ سرور کا ہمارا آنچل پڑھوں گی۔

دوسرا حصہ

اقرأ صغیر احمد

> کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
> کب نہ جانے ہوجائے معجزہ محبت کا
> اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
> جس کے ساتھ ہوجائے حادثہ محبت کا

دھماکے کی آواز سن کر سب سے پہلے بھاگنے والی ہیر تھی اس کے پیچھے سوہنی اور پھر اللہ وسائی تھیں، انہوں نے عجلت میں کھڑکی کی کنڈی کھولی تھی۔ سامنے کا منظر ان کے لیے حیران کن تھا کہ پانی کی صراحی دروازے کے پاس ٹوٹ کر بکھری ہوئی تھی جبکہ وہ خونخوار نگاہوں سے کمرے کے درمیان میں کھڑی ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اللہ وسائی......" میکائل کی گرج دار آواز سن کر وہ تینوں بھاگ کر آئیں۔

"سائیں...... سائیں، اس لڑکی نے صراحی اٹھا کر پھینک دی۔" اللہ وسائی نے آتے ہی اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی کہا۔

"جب میں نے کہا تھا کہ اس کے کمرے میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جائے گی پھر اتنی بڑی غلطی تم لوگوں سے کیوں اور کیسے ہوئی؟" اس کی سخت اور گرج دار آواز لیزا کی سماعتوں تک بھی پہنچ گئی تھی جو کھڑکی سے باہر پھیلتے اندھیرے کو دیکھ رہی تھی جس کے سوا کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا اور لگتا تھا وہ آواز تھوڑے فاصلے سے آرہی ہو۔

"وہ...... وہ سائیں، مسہری کے پیچھے سے ہٹانی یاد نہیں رہی تھی۔" اللہ وسائی اور اس کی بیٹیاں بے حد ڈر اور تعجب کا شکار تھیں کہ آج سے پہلے انہوں نے میکائل کو شدید اشتعال آمیز انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ بے شک وہ کم گو اور سنجیدہ تھا مگر غصہ ور ہرگز نہیں تھا۔

"جاکر فوراً صفائی کرو کوئی ٹکڑا نہیں رہنا چاہیے وہاں پر اور نہ ہی اس کو باہر نکلنے کا موقع ملنا چاہیے۔" وہ وہیں تخت پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ تینوں حکم ملتے ہی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

وہ سوچنے لگا صبح یہاں سے گھر جانے کے لیے نکل جائے، ابھی وہ یہاں زمین دیکھنے جارہا تھا، زمین اس کو مل گئی تھی صرف لین دین کے کاغذات پر دستخط کرنے تھے اور موسیٰ کے فون نے اس کو ذہنی طور پر الجھا دیا تھا یہ بتا کر کہ مما اس کی سرگرمیوں کو مشکوک سمجھ رہی ہیں، یہی سوچ ان کو بے چین اور مضطرب کیے ہوئے ہے وہ ہائپر ٹینشن اور شوگر کی مریضہ تھیں اور یہ سب ان کے لیے بے حد خطرناک ثابت ہوسکتا تھا اصلیت وہ ان کو نہیں بتا سکتا تھا اسی لمحے دوسری طرف سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں تو وہ فوراً اٹھ کر اس کمرے میں آیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ حیران کھڑا رہ گیا وہ لڑکی ان تینوں سے گتھم گتھا تھی۔

"سا...... ئیں یہ یہاں سے بھاگنا چاہ رہی ہے اور ہمارے انکار پر......" اللہ وسائی گندمی رنگت دبھاری بھرکم جسم کی مالک تھی اور اس وقت اس چھلاوا نی لڑکی کو قابو کرنے کی جستجو میں بری طرح ہانپ رہی تھی۔

"مجھے بتاؤ میرا قصور کیا ہے؟ تم لوگ کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے، میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ وہاں میرے گھر والوں پہ قیامت گزر رہی ہوگی۔" وہ ان کو چھوڑ کر میکائل کی طرف بڑھی۔

"جتنا خاموش رہوگی، اتنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا کر ختگی سے گویا ہوا۔

"کیوں چپ رہوں، تمہیں بتانا ہوگا ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔" معاً اس نے شرٹ میں چھپا صراحی کا تیز نوک والا ٹکڑا اس کی گردن میں مارنا چاہا مگر نشانہ چوکنے کے باعث وہ کاندھے پر لگا اور خون کی پھوار نکلنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

موسم میں خنکی کچھ کم ہوئی تھی، ہواؤں میں اب بھی تیزی تھی۔ وہ تینوں بنگلے کے سامنے بنے پارک میں معمول کے مطابق دوسری عورتوں کے ساتھ واک کرنے میں مصروف تھیں سوئے اتفاق کہ آج روحہ بھی اپنی ماں ہاجرہ بیگم کے ہمراہ وہاں موجود تھیں۔ ہاجرہ حسب عادت ان تینوں سے بڑی محبت اور اخلاق سے ملی تھیں، البتہ عائزہ کو دیکھ کر روحہ کے چہرے پر پھیلنے والی کدورت کو فقط انہوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا اور وہ دل مسوس کر رہ گئی تھیں پھر دیگر پڑوس سے آنے والی خواتین کے ساتھ سب گھل مل کر چہل قدمی کرنے لگی تھیں۔ عائزہ بیگم جو پہلے ہی میکائل کی دوری کو شدت سے محسوس کر رہی تھیں، مستزاد روحہ کی نفرت بھری نگاہوں اور بیگانگی بھرے رویے نے ان کو یک دم بے دم سا کر دیا تھا، وہ کچھ دیر چہل قدمی کر کے ایک بینچ پر بیٹھ گئی تھیں۔

یہاں درخت تھے اور لائٹ خراب ہونے کے باعث نیم اندھیرا ہو گیا تھا۔ وہاں بیٹھیں وہ سوچ رہی تھیں کہ آج کل کی نوجوان نسل کس تیزی سے مغرب کی اندھی تقلید میں گمراہ ہو رہی ہے، گھر والوں کے اعتماد اور اعتبار کو دھول بنا کر اڑا رہے

ہیں۔ کسی کے سمجھانے کی، سچائی کا راستہ دکھانے کی کوشش کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جس طرح روحہ نے چند لمحوں قبل انہیں کس قدر نفرت اور حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا مگر آج تو اس کے انداز میں عجیب ہی کوئی بات تھی، اس انداز میں وہ روز مجھے دیکھتی ہے لیکن ابھی مجھے یہاں دیکھ کر جس طرح سے وہ چونکی تھی وہ بہت چونکا دینے والا انداز تھا گویا جیسے اس وقت میری یہاں موجودگی اس کے لیے ناقابل یقین ہو۔“

”ارے بابا، اتنا ہائپر ہونے سے پہلے میری بات تو سن لو۔“ انہیں کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے سے روحہ کی آواز سنائی دی۔

”تمہیں تو معلوم ہے نہ ڈیئر، میں تمہاری خاطر ممی کے ساتھ واک پر آئی ہوں ورنہ مجھے واک کی ضرورت نہیں۔“ اس کی آواز میں قدرے زعم اور خودنمائی پنہاں تھی، دوسری طرف سے بھی اس کی بات کی تائید کی گئی تھی۔ شاید جب ہی وہ فخریہ ہنسی تھی۔

”وہ روز گیلری میں کھڑی ہونے والی ”بلا“ یہاں بھی موجود ہے۔ رئیلی آج مجھ کو یقین ہونے لگا ہے وہ عورت کے روپ میں کوئی چڑیل ہے جو ہمارے پیچھے لگ گئی ہے نا معلوم کس طرح سے اس کو ہمارے پلان کی خبر ہو جاتی ہے جو وہ پہلے سے اس جگہ موجود ہوتی ہے۔ اب بھی میں نے اس کو دیکھا ہے وہ کہیں نہیں ہے، چلی گئی ہے تب میں اس جگہ سے بات کر رہی ہوں یہاں کوئی بھی نہیں ہے سب اپنے کام میں مصروف ہیں۔“ اندھیرے اور خاموشی میں اس کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی اور کچھ وہ یوں بھی بے فکری سے بات کر رہی تھی کہ لوگ یہاں سے دور تھے۔

”تم بے فکر رہو میں نے خوب اچھی طرح سے دیکھا ہے وہ چڑیل کہیں نہیں ہے، یہاں سے چلی گئی ہے، بس تم یہ بتاؤ کب تک آؤ گے میں نے تمام جیولری اور پیسہ بیگ میں رکھ لیا ہے مما اور پپا کی غیر موجودگی میں ان کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔“ عائزہ بیگم گویا سانس روکے اس کی گفتگو سن رہی تھیں، وہی ہونے جا رہا تھا جس کا انہیں خدشہ لگا رہتا تھا، وہ بے حد مضطرب اور پریشان ہونے لگیں۔

”تم نائٹ تک آؤ گے جب سب سو چکے ہوں گے...... او کے یہ بھی ٹھیک ہے میں ابھی سے پل پل گن کر گزار رہی ہوں اور یہ آدھی رات تو مجھے کتنی دور لگ رہی ہے، اینی ویز ہمیں ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے یہ چند گھنٹوں کی دوری برداشت کرنی ہی ہوگی۔“ وہ کچھ دیر تک نئی زندگی کی باتیں اور پلاننگ کرتی رہی پھر فون بند کر کے کھڑی ہوئی اور اپنے پیچھے کھڑی عائزہ بیگم کو دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اپنے ہونٹوں پر حیرت و خوف سے ہاتھ رکھے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے عائزہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

”آ...... آ...... آپ یہاں سے گئی نہیں تھیں؟“ اس کی گھٹی گھٹی بوکھلائی آواز حلق سے برآمد ہوئی۔

”نہیں...... تمہارے آنے سے قبل میں یہاں بیٹھی ہوئی تھی اور میں نے سب سن لیا ہے...... میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا بار بار سمجھایا تھا وہ لڑکا اچھا نہیں ہے وہ صرف تمہیں محبت کا فریب دے رہا ہے۔ آج ثابت ہو گیا ناں اس کے مکروفریب کا، وہ تمہیں عزت سے گھر لے جانے کے بجائے گھر سے بھگا کر لے جانا چاہتا ہے جو......“

”وہ مجھے عزت کے ساتھ بیاہ کر لے جانا چاہتا ہے مگر یہاں پرابلم ہماری کاسٹ کا ہے میری ممی پپا کبھی بھی مجھے اس کے ساتھ رخصت نہیں کریں گے۔“

”اس نے تمہیں پرپوز کیا، کبھی تمہارے ممی پپا کو اپنا پرپوزل دیا ہے؟“

”نہیں...... کیوں کہ ہمیں معلوم ہے ہماری فیملیز کبھی نہیں مانیں گی کیونکہ ان پرانے لوگوں کو اپنی اولاد سے بڑھ کر ذات برادری عزیز ہوتی ہے، اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے ہم رات کو یہاں سے جا کر صبح کورٹ میرج کر لیں گے۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ہم لوگ واپس آ کر معافی مانگ لیں گے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا، پلیز آپ مما کو کچھ نہیں بتایئے گا، کچھ دنوں بعد ہم واپس آ کر سب بتا دیں گے، ہم واپس ضرور آئیں گے۔“ وہ اب ہاتھ جوڑ کر منت و سماجت کر رہی تھی۔

”روحہ...... تم پھول سمجھ کر انگاروں پہ چل رہی ہو، اس کی

خبر تمہیں تب ہوگی جب تم پوری طرح خاکستر ہو جاؤ گی، وہ لڑکا تم سے فلرٹ کر رہا ہے۔"

"اگر فلرٹ کر رہا ہے تو مجھ سے ہی کر رہا ہے آپ کو کیا تکلیف ہے اور آپ ہوتی کون ہیں مجھ سے ہمدردی کرنے والی جو ہر وقت میری ٹوہ میں لگی رہتی ہیں، جائیں جاکر اپنا کام کریں۔" ان کو اپنے موقف پر قائم دیکھ کر اس کی منت سماجت بدتمیزی میں بدل گئی اور وہ بدلحاظی اور بدتہذیبی کی حدیں پھلانگ کر بولی۔

"میں اپنا کام ہی کر رہی ہوں مگر اب مجھے لگتا ہے پانی سر سے اوپر ہو گیا ہے، مجھے ابھی فوراً تمہارے گھر والوں کو تمہارے ان گھٹیا عزائم سے آگاہ کرنا ہوگا...... میں تمہیں ایک عرصے سے یہ سوچ کر سمجھاتی رہی کہ تم پر میری کوئی نصیحت، کوئی بات اثر کر جائے گی اور تم اس دلدل سے بچ نکلو گی مگر تم اس فریب میں پوری طرح ڈوب چکی ہو۔"

"آپ...... آپ بالکل ایسا نہیں کریں گی...... آخر آپ کو مجھ سے کیا دشمنی ہے، کیوں آپ آسیب کی طرح میرے پیچھے لگ گئی ہیں؟ ممی پپا میری بات نہیں مانیں گے...... ادھر آپ خوامخواہ میرے راستے میں آ رہی ہیں، اگر آپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ دوسروں کی بیٹیوں کی خوشیاں اجاڑتی پھریں، بیٹی پیدا نہ ہونے کی سزا ہم کو نہ دیں۔"

"تم کچھ بھی کہو مگر میں تمہیں اس اندھے کنویں میں نہیں گرنے دوں گی، تم میری بیٹی ہو اس جہاں کی ساری لڑکیاں میری بیٹیاں ہیں اور میں اپنی کسی بھی بیٹی کو تباہ نہیں ہونے دوں گی۔" ان کی حالت یک دم ہذیانی سی ہوئی اور وہ تیزی سے پلٹنا ہی چاہتی تھیں کہ روحہ نے گھبرا کر ان کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"آئم سوری آنٹی، میں آپ کی بیٹی ہوں، میں کہیں نہیں جاؤں گی، آپ ممی اور پپا کو کچھ بھی نہ بتائیں، میں اب اس سے نہیں ملوں گی۔"

"نہیں...... نہیں تم جھوٹ کہہ رہی ہو، تم جاؤ گی ضرور جاؤ گی۔"

"اللہ کی قسم، نہیں جاؤں گی اب تو آپ یقین کر لیں پلیز...... میں اس سے اب ملوں گی بھی نہیں آپ دیکھیے گا۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے یقین نہیں آتا۔"

"میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا۔" انہوں نے اس کو گلے سے لگا لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

تیزی سے نکلتا خون دیکھ کر وہ لڑکی بھی کچھ سراسیمہ سی ہو کر پیچھے ہوئی تھی شاید وہ اتنی دلیر نہ تھی جتنا خود کو ظاہر کر رہی تھی۔

"سائیں...... خون تیزی سے نکل رہا ہے۔" اللہ دسائی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں آگے بڑھ کر کہا۔

"تم میری پروا مت کرو اس کو دیکھو اگر یہ اب کوئی ایسی حرکت کرے تو جو سلوک کرنا چاہو بلا جھجک کرنا، پہلے اس کے کپڑے تبدیل کرواؤ اور کھانا دو، کھائے ٹھیک سے نہیں کھائے گی تو خود ہی بھوک سے مر جائے گی۔" وہ کہہ کر چلا گیا، خون بہہ کر اس کی شرٹ اور کوٹ کو سرخ کرنے لگا تھا، کسی خنجر کی طرح شانے سے کچھ اوپر گھاؤ آیا تھا اور زخم شدید تکلیف کرنے لگا تھا۔

لیزا ان تینوں کو خونخوار نگاہوں سے اپنی طرف گھورتا پا کر پھر کوئی مزاحمت نہ کر سکی تھی نا ہی اس میں اب ان سے مقابلہ کرنے کی ہمت باقی رہی تھی۔ اس نے سوہنی کا لایا ہوا سادہ سوٹ جو اجرک ڈائمن پر بنا ہوا تھا اور ساتھ ہی اس کے اجرک بھی تھی زیب تن کر لی تھی، اٹیچڈ باتھ میں اس نے پانی سے کم اور آنسوؤں سے زیادہ چہرہ دھویا تھا مگر پھر بھی سکون حاصل نہ ہو سکا تھا دل تھا کہ بھر بھر کر آ رہا تھا، وہ تینوں کھانا اور پانی رکھ کر جا چکی تھیں، وہ بیڈ پر بیٹھ گئی کھانے کی ٹرے اور پانی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا کہ دل وحشتوں کے صحراؤں میں گمشدہ تھا۔

جیسے جیسے رات گہری ہونے لگی تھی سردی اسی حساب سے بڑھنے لگی تھی، پہلے وہ پاؤں لٹکا کر بیٹھی چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی پھر آہستہ آہستہ پاؤں اوپر کر کے بیٹھنے کے ساتھ ہی اجرک کو اچھی طرح لپیٹ لیا اور کچھ دیر بعد ہی وہ پائنتی پر دکھے

کمبل میں لپٹی تکیے پر سر رکھے یہ سوچ رہی تھی یہ حقیقت ہے یا خواب؟ اس کو اغوا کرنے والا شخص کون ہے اور اس اغوا سے اس کو کیا حاصل ہوگا؟ وقت بھی نامعلوم کتنا گزر گیا ہے، کتنی دیر وہ بے ہوش رہی؟ اس تمام عرصے میں اس کی ماں پر کیا گزری ہوگی اور کیا گزر رہی ہوگی کہ ماں کے علاوہ کسی کو فکر تھی نہ پروا، اس کو اللہ کے بعد زندگی دینے والی جو ذات تھی وہ فقط اس کی ماں کی ہی تھی...... ورنہ باپ اور بھائی کو اس کی ضرورت تھی نہ محبت، انہوں نے ہمیشہ اس کو بوجھ سمجھا تھا۔ اس کا باپ شدت پسند مذہبی شخص تھا، مذہبی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ان کا جنون تھا مگر یہ بے حد عجیب و ناقابل فہم بات تھی کہ وہ بیوی کی رتی بھر عزت کرنا گوارا نہ کرتے تھے اور اس کے لیے ممکن ہوتا تو وہ پیدا ہوتے ہی اس کو زندہ دفن کردیتے، نامعلوم کیوں ان کو بیٹیوں کے وجود سے چڑ تھی، مما کے کہنے کے مطابق شرجیل بھائی کی پیدائش پر خوب خوشیاں منائی گئیں، ہر سال ان کی سالگرہ دھوم دھام سے منائی جاتی تھی اور اس کی سالگرہ پر پیسٹری تک لانے کی اجازت نہ تھی لیکن مما خاموشی سے اس کا بھاری صدقہ دیا کرتی تھیں۔ بھائی بھی بابا کے نقش قدم پر رواں دواں تھا، کام ملازمہ کی طرح کروایا کرتا تھا مگر کبھی ایک لفظ پیار سے بولنے کا روادار نہ تھا۔ اب اس طرح اس کی گمشدگی کو انہوں نے اپنی مرضی کے جامے پہنائے ہوں گے اور مما کے گلے میں کیسے کیسے ذلت آمیز طوق ڈالے ہوں گے، طعنوں تشنوں کی بیڑیوں سے جکڑ دیا ہوگا اور بابا کا کوئی [illegible] تھا جنہوں نے زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ اور پاؤں کا بھی بے دریغ استعمال کیا ہوگا اور کررہے ہوں گے۔

❁......❁......❁

تم کچھ [illegible] بچھڑے گئے مجھ سے
[illegible] کے سا[illegible] [illegible] نہیں ڈھلتے
آ بھی جاؤ کہ اب منڈیروں پر
مدتوں سے دیے نہیں جلتے

عائرہ بیگم کے چہرے پر بیٹے کو قریب دیکھ کر پرسکون مسکراہٹ طاری تھی، وہ کچھ دنوں سے بہت الجھا الجھا، بے چین اور بے کل دکھائی دے رہا تھا۔ گو کہ وہ ان سے اپنی کیفیت مخفی رکھے ہوئے تھا، ہر لمحہ خود کو ہشاش بشاش اور مطمئن رکھنے کی کوشش کررہا تھا اور اس کوشش میں قدرے کامیاب بھی تھا۔ کسی دوسرے فرد کو اس کی حالت کا اندازہ نہ ہوسکا تھا مگر وہ ماں تھیں، ماں میں رب نے ایک اسطور بے کی الہامی کیفیت رکھی ہے جو اولاد کے دکھ اور غم چھپانے کے باوجود بھی اس کو محسوس ہوجاتی ہے اور یہی ان کے ساتھ بھی ہورہا تھا کہ وہ اس کو سامنے دیکھ کر مکمل طور پر نہ سہی کچھ پرسکون ضرور ہوگئی تھیں۔ وہ صبح آ گیا تھا زمینوں کی خریداری کے ڈاکومینٹس فائل کی صورت میں اس کے ہاتھوں میں تھے، کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ ناشتے سے فارغ ہوئے تھے، صدیقہ بیگم اور ہانیہ کچن میں چلی گئی تھیں کہ میکائل نے جلد ہی دوبارہ واپسی کا عندیہ دیا تھا یہ کہہ کر کہ اس کو ابھی کاروباری سلسلے میں شہر سے باہر جانا ہے، واپسی اس کی چند دنوں بعد ہوگی یہ سنتے ہی وہ لوگ دوپہر کے کھانے کی تیاری کے سلسلے میں کچن میں چلی گئی تھیں۔

"مما...... آپ اتنی ٹینشن کیوں لیتی ہیں بزنس میٹرز میں مجھے وزٹ اور ٹورز پر جانا ہوگا بار بار پھر اس طرح سے وسوسوں کا شکار ہوکر آپ فزیکلی و مینٹلی اپ سیٹ رہیں گی تو میں کام کس طرح کروں گا؟ مجھے ہر لمحہ آپ کی فکر رہتی ہے۔" موقع پاتے ہی وہ ان سے مخاطب ہوا۔

"بیٹا...... میری زندگی کا محور صرف آپ کی ذات ہے، سب کچھ کھو کر میں نے آپ کو پایا ہے، میں نہیں چاہتی آپ پر کوئی گرم نگاہ بھی ڈالے...... بس یوں سمجھ لیں آپ ایک ایسے طوطے ہیں جس میں میری جان ہے۔" محبت بھرا لہجہ نم آلود ہوگیا تھا، اس نے فوراً اٹھ کر ان کو اپنی آغوش میں لیا اور خاصی دیر تک ان کو دلچسپ باتوں سے بہلاتا رہا تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو کھیل وہ کھیل رہا ہے اس کی بھنک بھی ان کو پڑے۔ سو موسیٰ کی واپسی تک عائزہ بیگم مطمئن ہوگئی تھیں اور اٹھ کر کچن کی طرف چلی آئی تھیں۔

"مجھے معلوم تھا تم آنٹی کا سن کر فوراً بھاگے چلے آؤ گے۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوا۔

"آف کورس...... میں خواب میں بھی ان کو پریشان نہیں

دیکھ سکتا، تم بتاؤ..... دوسری طرف کیا ماحول ہے دھوپ نکل آئی ہے یا اب موسم مزید ابر آلود ہو گیا ہے؟"

"بڑے جنونی لوگ ہیں وہ اور خاصے اثر و رسوخ کا استعمال کر رہے ہیں وہ، بیوٹی سیلون سیل کروا کر اس کے اونرز کو جیل کی ہوا کھانے پر مجبور کر دیا ہے یہ الزامات لگا کر کہ وہاں سے لڑکی کس طرح اور کس عورت کے ساتھ گئی کیونکہ ہمارے پلان کے مطابق لائٹ عین اس وقت بند کی گئی تھی جب وہ ملازمہ اس لڑکی کو لے کر باہر نکل رہی تھی اور سیلون کے جنریٹر کے آن ہونے سے پہلے ہی سارا کھیل ختم ہو گیا تھا، سی سی کیمرے ان کی فوٹیج نہ لے سکے تھے اور یہیں سے انہوں نے اونرز پر الزامات لگائے کہ پورے اسٹاف کی ملی بھگت سے لڑکی کو فرار کروایا گیا ہے۔"

"وری انٹرسٹنگ نیوز ہے۔" اس کے وجیہہ چہرے کو بھرپور مسکراہٹ نے روشن کیا، وہ خاصا خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"تمہیں بے حد ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، ذرا سی غلطی ساری کہانی بدل سکتی ہے کیونکہ لڑکی کے والد ہارٹ اٹیک کے باعث ہاسپٹلائزڈ ہیں، لڑکی کی ماں اور بھائی وہاں مصروف ہیں مگر لڑکا جس کے سہاگ کی خوشیاں تم نے عذاب میں بدل دی ہیں وہ پاگل بنا ہوا، کھوج میں لگا ہوا ہے۔"

"گڈ..... میری یہی خواہش تھی..... شکر ہے میرے اللہ کا جس نے میرا ساتھ دیا اور ان شاء اللہ آگے بھی میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔"

"میکائل..... ایک بات کہوں، مائنڈ مت کرنا۔" وہ کچھ رک رک کر استفسار کرنے لگا، اس نے اثبات میں گردن ہلائی تو وہ کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔

"مجھے لگتا ہے تم نے غلط لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے..... میں نے ان کی فل انویسٹی گیشن کی ہے، وہ لوگ بے حد شریف اور معصوم ہیں، سماجی اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے والے ہیں۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟" اس نے سنجیدہ سے پوچھا۔

"میں نے ان کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تمہاری معلومات میری معلومات کے آگے صفر ہیں بالکل زیرو۔"

"ارے یہ چوٹ کیسے لگی؟" معاً اس کا ہاتھ میکائل کی پشت سے لگا، وہاں سوجن اور ڈریسنگ دیکھ کر وہ چونک کر گویا ہوا۔

"نتھنگ اسپیشل۔" وہ سرسری لہجے میں بولا مگر موسیٰ کا تعلق بھی پولیس سے تھا، وہ اتنی آسانی سے کہاں ماننے والا تھا بالآخر اس کو مختصراً واقعہ بتانا پڑا۔

"وری امیزنگ یار تو..... یعنی تو؟ اس لڑکی کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ اس نے تجھ پر اٹیک کر دیا اور ساتھ ہی گھائل بھی؟" موسیٰ حیرت و تعجب سے کھڑا ہو کر گویا ہوا۔

"تو..... تو میں کسی صورت نہیں مان سکتا کہ تو اس لڑکی کے قریب گیا اور اتنا بے خود ہو گیا کہ خود کو زخمی کروا بیٹھا۔"

"جسٹ شٹ اپ، میں اس کے قریب نہیں گیا تھا بلکہ اس نے ہی پیچھے سے مجھ پر اٹیک کیا تھا۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اب آئی ناں سمجھ میں ساری بات..... میں یہی کہہ رہا ہوں کہ تم اس لڑکی کے قریب....."

"بکواس بند کرو کیا تم بار بار اس گھٹیا لڑکی کا نام میرے ساتھ لے رہے ہو۔"

"سوری برادر..... اب یہ بتاؤ کہ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے، ابھی تم بزنس کے بہانے سے گھر سے جا رہے ہو مگر ایسا زیادہ عرصہ نہیں چلے گا اور ایک طویل مدت تک لڑکی کو وہاں رکھنا بھی بہتر نہیں ہے۔"

"فی الحال وہ ابھی وہیں رہے گی آگے کا لائحہ عمل ابھی سوچا نہیں ہے۔" اسی لمحے اللہ دسائی کی کال آگئی اور اس نے اس کو جلد گاؤں پہنچنے کی تاکید کی تھی اللہ دسائی کی گھبرائی آواز کسی گڑبڑ کی اطلاع دے رہی تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

گھر والے اس کو کھانا کھائے بنا واپس جانے دیتا نہ

چاہتے تھے، اللہ وسائی کی کال کے بعد اس کو ایک ایک لمحہ یہاں رکنا بھاری پڑ رہا تھا کہ بقول اللہ وسائی کے اس لڑکی کو صبح سے وہ بے سدھ پڑی دیکھ رہی تھی۔ کئی گھنٹوں بعد بھی اس کی حالت میں سرمو فرق نہ آیا تھا، اس کی ہدایت کے مطابق وہ بالکل کمرے میں نہیں جا رہی تھیں اور اس کو یہ سوچ کر فکر ہو رہی تھی کہ چوبیس گھنٹے سے زائد وقت گزر گیا تھا اس لڑکی کو فاقہ کیے ہوئے۔ لڑکی پہلے ہی بے حد دھان پان سی تھی اس پر مستزاد اغوا ہونے والی افتاد نے اس کے اوسان خطا کر دیے تھا، وہ سخت ترین ذہنی اذیت کا شکار تھی اگر ایسے میں اس کو کچھ ہو جاتا تو وہ یہ سوچ کر ہی موسیٰ کی مدد سے وہاں سے فوری طور پر نکلا گیا تھا، لڑکی کا مرنا وہ کسی طور برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کا شکار تھی اور اس شکار کو شکار کرنے کے لیے اس کی سالوں کی انتھک محنت شامل تھی۔ اس کی زندگی و موت سے اس کو کوئی غرض نہ تھی مگر...... وہ اس کو اتنی آسان موت نہیں مارنا چاہتا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ تینوں اس کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ لڑکی بے سدھ بیڈ پر دراز تھی، میکائل نے اس کی نبض چیک کی جو بے حد سست تھی۔ اس نے پانی کے چھینٹے متواتر اس کے چہرے پر مارے اور کچھ دیر بعد اس لڑکی نے آنکھیں کھول دی تھیں، وہ شخص کھڑے کھڑے قدرے جھک کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے بائیں ہاتھ میں گلاس تھا جبکہ دائیں ہاتھ سے پانی ٹپک رہا تھا لمحوں کے لیے دونوں کی نگاہیں ملیں، ایک کی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی اور دوسری نگاہوں میں فقط سرد مہر تاثر تھا، ہمدردی و رحم دلی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔

''کھانا کھلاؤ اس کو۔'' وہ مڑتا ہوا ان سے مخاطب ہوا۔

''مجھے یہاں سے جانا ہے کھانا نہیں......'' اس کے منہ سے ناتواں سی آواز برآمد ہوئی لیکن کمزوری کے سبب وہ اپنے بستر سے اٹھ نہ سکی، وہ سن کر رکا نہیں تھا۔

''مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے یہاں سے جانا ہے...... جانا ہے۔'' وہ چیخنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی مگر خشک صحرا کی طرح گلے سے چیخیں بھی مدھم آواز میں بدل گئی تھیں۔ اٹھنا چاہا اٹھ نہ سکی۔

''تاکہ تم اپنی مرضی سے آئی ہو نہ اپنی مرضی سے جاؤ گی، بہتر یہی ہے چپ چاپ جو کہا جا رہا ہے وہ ہی کرو، ورنہ سائیں تمہارا حشر بگاڑ دے گا، وہ باہر سے جتنا اچھا دکھائی دیتا ہے اندر سے اتنا ہی بدصورت قصائی ہے اور لڑکیوں پہ ذرا رحم نہیں آتا اس کو۔'' وہ تینوں باہر نکل گئے تو سوہنی نرمی سے اس کو سمجھانے لگی۔

''تم...... تمہیں رحم نہیں آتا مجھ پر؟ میری طرح تم بھی ایک لڑکی ہو، میری جگہ خود کو رکھ کر سوچو پھر تمہیں میرے دل کا حال پتا چلے گا۔''

''ہمارے خون میں نمک حرامی کا زہر شامل نہیں ہے بی بی، ہم اپنے سائیں کے نوکر ہیں جو ہم کو نوکروں سے زیادہ عزت دیتے ہیں، ہم ان سے بے وفائی کا سوچ بھی نہیں سکتے، کھانا لا رہی ہوں تمہارے لیے......''

''نہیں کھانا مجھے...... دفع ہو جاؤ تم، آئی بڑی نمک حلال بن کر، نکل جاؤ یہاں سے...... دفع کرو اپنی صورت۔'' وہ غصے سے کہہ رہی تھی سوہنی ہنستی ہوئی چلی گئی۔

''ادی...... سائیں کو کیا ہو گیا ہے وہ تو بہت رحم دل اور نرم لہجے میں بات کرتے تھے، ان کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا تھا پر جب سے اس لڑکی کا معاملہ ہوا ہے، سائیں کا غصہ دیکھ کر میرا دل ڈر جاتا ہے، خوف سے میں کانپ جاتی ہوں۔'' سوہنی لیزا کے کمرے سے آئی تو ہیر نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہوں، ہو گا کوئی معاملہ لیکن تجھے کھوجی بننے کی ضرورت نہیں وہ جو کر رہے ہیں کوئی غلط نہیں کر رہے ہوں گے۔'' وہ پر یقین لہجے میں گویا ہوئی۔

''لیکن ادی...... مجھے نہیں لگتا سائیں صحیح کر رہے ہیں، وہ لڑکی کتنی بھولی اور معصوم ہے، وہ بھلا سائیں کا کیا بگاڑ سکتی ہے، نہ جانے کس کی سزا اس کو مل رہی ہے؟ وہ لڑکی جب روتی ہے تو میرا دل بھی کرتا ہے اس کے ساتھ روؤں۔''

''میرا بھی دل کرتا ہے اس کے ساتھ روؤں؟'' سوہنی نے

ایک زوردار دھپ اس کی پشت پر لگاتے ہوئے اس کی نقل اتاری اور غرا کر کہا۔

"خواب میں بھی پھر کبھی یہ لفظ نہ کہنا، ہم سائیں کے حق میں اپنی گردنیں تو کٹوا سکتے ہیں مگر کبھی غداری نہیں کر سکتے، چڑیل ہمیشہ حسین بن کر خون چوستی ہے...... ناگن ہمیشہ خوب صورتی کا دھوکہ دیتی ہے۔ تو نے دیکھا نہیں اس نے کس طرح سائیں پر دھوکے سے وار کر کے زخم لگایا، وہ تو سائیں کی شرافت تھی جو اس کو کچھ نہ کہا کوئی اور ہوتا تو اس کو مزا دیئے بنا نہ رہتا اور تو اس کی حمایت کرتی ہے، اگر سائیں نے سن لیا تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔" اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔

"میں کوئی سائیں کی دشمن نہیں ہوں اوی......"

"کوشش بھی مت کرنا دشمنی کرنے کی، اس لڑکی کا حال دیکھ رہی ہے ہو ناں صرف چند گھنٹوں میں وہ لڑکی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔" سوہنی کے لہجے میں میکائل کے لیے ازحد عزت و عقیدت تھی۔

"وہ لڑکی کھانا نہیں کھا رہی، میں کھانا رکھ کر آئی ہوں، اس نے لیٹے لیٹے ہی انگریزی میں گالیاں بک کر بھگا دیا۔" اسی لمحے اماں وسائی ہانپتی کانپتی وہاں آئیں اور ان کے سنگ پلنگ پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"اماں، سائیں کو بتایا ہے یہ سب جو اس نے کہا؟"

"ہاں، سائیں کہتا ہے فکر نہ کرو موج کرو، جب بھوک لگتی ہے تو بندہ کچرے سے بھی اٹھا کر کھا لیتا ہے وہ بھی کھائے گی۔"

❁......❁......❁

میکائل آج کل جس جستجو میں تھا اس کی خاطر اس نے اپنی کاروباری مصروفیات کو پس پشت ڈال رکھا تھا گھر والوں کو اس کی سرگرمیوں کی بھنک بھی نہ تھی۔ اس نے اس تمام معاملے میں فقط موسیٰ اور ان تین ملازماؤں کو شریک کار اور شریک راز بنایا تھا جن پر اس کو اپنی ذات سے بڑھ کر بھروسا اور اعتبار تھا اور اس کا یہ بھرپور اعتماد کسی طرح رائیگاں جانے کا اندیشہ بھی نہ تھا کہ موسیٰ لیزا کے گھر والوں کی مکمل رپورٹ دینے کے ساتھ ساتھ گھر والوں خصوصاً ماں کو کنٹرول میں رکھے ہوا تھا، ابھی بھی وہ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے کافی کے ساتھ بیکڈ ڈرائی فروٹ سے شغل فرما رہے تھے کہ موسیٰ نے چونک کر کہا۔

"تمہارا زخم کیسا ہے ڈریسنگ کروا رہے ہو؟"

"اتنے معمولی سے زخم کی کیا ڈریسنگ کرواؤں گا خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اپنی تکلیف کو اتنا ہلکا نہ لیا کرو تم، سپٹک ہو گیا تو پرابلم ہو جائے گی۔ بلیڈنگ تمہاری خاصی ہوئی ہے اور تم لاپروائی کر رہے ہو۔" موسیٰ کے لہجے میں محبت اور بے چینی تھی۔

"فکر مت کرو میں کریم وغیرہ استعمال کر رہا ہوں۔"

"یہ جو تم نے گیم شروع کیا ہے یہ گیم اوور کب ہوگا؟" موسیٰ نے سوال کیا، وہ اس سے زیادہ مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

"میری جان...... ابھی گیم شروع ہوا ہی کب ہے؟" وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے معنی خیزی سے مسکرایا۔ موسیٰ ہکا بکا ہو کر گویا ہوا۔

"آئی ڈونٹ بلیو دس یار، یہ تم ہو؟ میکائل...... میکائل صفوان جو کسی کی آنکھ میں ایک آنسو برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا، یہ تم ہو؟ جو لوگوں سے عدل اور رحم کرنے میں سب سے آگے ہو، یہ...... یہ تم ہی ہو جو کہہ رہے ہو ابھی گیم شروع ہوا ہی کب ہے؟" وہ ایک دم ہی شدید جذباتی انداز میں بولا۔

"شادی والے دن تم ایک لڑکی کو پارلر سے اغوا کروا کر حبس بے جا میں رکھتے ہو...... جب گھر والوں کو خبر ملتی ہے لڑکی پارلر سے بھاگ گئی ہے صدمے سے لڑکی کا باپ پیرالائزڈ ہو جاتا ہے، ماں اور بھائی رسوائی اور بدنامی کے باعث گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور...... اس کا منگیتر پاگلوں کی طرح اس کو ڈھونڈتا پھر رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو ابھی کچھ ہوا ہی نہیں ہے الف از الف۔"

"نہیں...... کبھی نہیں، اگر تم میرا ساتھ دے کر پچھتا رہے ہو تو سنو؟" اس کا لہجہ برف سے زیادہ برفیلا ہوا اور وجیہہ چہرہ سرخ۔

"تم بلا تکلف جا سکتے ہو، بلا کسی خوف و ڈر کے ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ لڑکی میرے پاس ہے میں نے کڈنیپ کروایا

ہے۔"
"اوہ..... میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا، میں تمہیں صرف گائیڈ کررہا ہوں، تم غلط ترین لوگوں سے الجھ رہے ہو۔" اس کے بگڑتے تیور اور انداز سے موسیٰ بری طرح گھبرایا۔

"یہی کہہ رہا ہوں، تم راستے سے ہٹ جاؤ، جھگڑا میرا ہے سو میں ہی ہینڈل کروں گا تم مجھے بزدلی کے پارٹ سنہ پیچ کرو۔" اس نے جھٹکے سے کافی کا مگ میز پر پٹخا اور جیب سے والٹ نکال کر ایک بڑا نوٹ وہاں موجود گل دان کے نیچے رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا، اس کا موڈ بری طرح بگڑ گیا تھا، اس کو اردگرد بیٹھے لوگوں کی پروا نہ تھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ وہاں سے نکلا تو پیچھے پیچھے موسیٰ بھی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا آیا تھا۔

"اللہ کی پناہ، ہم کراچی والوں کو شدید سردی برداشت ہوتی ہے نہ گرمی، ایک تم ہو جو اتنی سردی میں بھی گرمی دکھا رہے ہو۔" میکائل اس کو نظرانداز کیے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھا۔

"پلیز برادر..... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں، اگر مجھے جان بھی دینی پڑی تو میں تمہاری خاطر....."

"شٹ اپ..... مجھے تمہاری جان نہیں، انفارمیشن چاہیے اسٹاپ اٹ۔" دونوں ایک دوسرے کے بغیر رہ بھی نہیں سکتے تھے، سو وہ خفگی بھلا کر گویا ہوا۔

"او کے باس، حکم کی تعمیل ہوگی لیکن....."

"لیکن کیا؟" وہ اس کی ادھوری بات پر استفسار کرنے [illegible]۔

"آنٹی خاموش ضرور ہوئی ہیں..... مطمئن ہرگز نہیں، کہیں نہ کہیں ان کی سکس سینس تمہاری طرف سے الرٹ ہے سو ویری کیئرلی اس میٹر کو سولو کرو۔"

"مما کو کبھی بھی معلوم نہ ہوگا، میں کہہ رہا ہوں۔" اس کے لہجے میں اعتماد ہی اعتماد تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

شدت سے لگی بھوک و پیاس اس کو نڈھال کرچکی تھی اس پر بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے، معدے میں عجیب سی الجھن ہو رہی تھی، خشک حلق سے اب آواز نہیں نکل پارہی تھی، مارے سردی کے جسم اکڑ کر رہ گیا تھا۔ رات کا وہ نامعلوم کون سا پہر تھا جب وہ گرتی پڑتی بیڈ سے کچھ فاصلے پر رکھے اسٹول پر رکھی کپڑے سے ڈھکی کھانے کی ٹرے کی طرف بڑھی، پہلے اس نے لرزتے ہاتھوں سے پانی کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگائی جس میں سردی کے باعث پانی ٹھنڈا ہو چکا تھا، پانی کے چند گھونٹ نے اس کے معدے میں تیر سے پیوست کردیئے تھے اور بھوک کسی بھوکے شیر کی طرح جاگ اٹھی تھی پھر کسی شیر کی طرح کھانے پر ٹوٹی پڑی تھی جو یخ ٹھنڈا ہو رہا تھا لیکن بھوک نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کردی تھیں اور اس سے بے نیاز ہو کر وہ سالن کیا ہے روٹی کیسی ہے، ٹھنڈا گرم ہر احساس سے بے خبر دکھاتی چلی گئی کہ اس وقت یہ کھانا اس کے لیے من وسلویٰ سے کم نہ تھا پھر شکم سیری کے ساتھ ہی اس کے خوابیدہ احساسات بیدار ہوئے تو تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، منہ بند ہو کر ہونٹ آپس میں پیوست ہو گئے اور آنکھوں سے موتیوں کی لڑیاں بہنے لگیں اور پھر وہ روتی چلی گئی۔

"نامعلوم اس کی ماں نے کھانا کھایا بھی تھا یا اس کی طرح بھوک سے شکست کھا کر وہ بھی نڈھال ہوگی؟" وہ آہستہ آہستہ اٹھی اور اٹیچڈ باتھ سے ہاتھ منہ دھونے کے بعد بیڈ پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی، آنسو متواتر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے کس طرح سے اس نے اس کھانے کی خاطر ان لوگوں کو برا بھلا کہہ کر نکالا تھا اور پہلی شکست اس کو اس کھانے نے ہی دی تھی۔

بھوک دنیا کی سب سے ظالم حقیقت ہے یہ خود کو منوا کر رہتی ہے، رات گہری ہو گئی تھی، باہر سے تیز ہواؤں کی آوازوں کے ساتھ ساتھ حشرات الارض، کتوں و بھیڑیوں کی آوازیں ماحول کو وحشت ناک بنا رہی تھیں کچھ خوف کا اثر تھا اور کچھ شکم سیری کا سرور کہ اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتے ہوتے بند ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھ کھلی تو وہ لڑکی جس کو ہونی کہہ کر اس کی ماں پکارتی تھی کمرے کی صفائی کر کے باہر نکل رہی تھی اس کو بیدار ہوتے دیکھ کر نرمی سے یہ کہہ کر کہ وہ ناشتہ لے کر آ رہی ہے وہ منہ ہاتھ دھولے باہر چلی گئی، لمحے بھر کو وہ چہرہ ہی نہ اٹھا

سکی تھی کہ بھوک کی خواہش نے اس کی انا اور خودداری پر رات کاری ضرب لگائی تھی۔

ناشتے میں انڈہ پراٹھا اور چائے تھی، بہت خاموشی سے اس نے ناشتہ کیا تھا کہ دنیا میں آنے کے بعد پہلی اور بڑی ضرورت بھوک ہوتی ہے یہ حقیقت اس کو بخوبی ازبر ہوگئی تھی، کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور زرد چمکیلی دھوپ صحن میں پھیلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ کمرہ اور فرش اور باہر نظر آنے والا صحن سرخ اینٹوں سے بنے ہوئے تھے جس سے لگتا تھا وہ کراچی سے باہر اغوا ہو کر آئی ہے۔

مگر کیوں اور کس لیے...... کس نے اغوا کروایا ہے؟ کیا مقاصد کارفرما ہیں اس اغوا کے پیچھے......؟

ابھی تک وہ محفوظ تھی ہر طرح سے کہ اس کو اغوا کروانے والا شخص بد دماغ ہر پھرا اور مغرور تھا وہ ایک نگاہ اس پر ڈالنے کا روادار تھا نا ایک لفظ بولنے پر آمادہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کی الجھن اور بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا اس کے کمرے میں گھڑی نہ تھی اور نہ ہی اردگرد کوئی ایسا ذریعہ تھا جس سے وقت اور دن کا اندازہ لگا سکتی نہ اس کو یہ بتایا جا رہا تھا کہ وہ کتنا عرصہ بے ہوش رہی تھی؟ اللہ وسائی ناشتے کے برتن لینے آئی تو وہ منت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"دیکھو...... میں نے رات کو کھانا کھا لیا تھا اب چپ چاپ ناشتہ بھی کرلیا ہے اب تو خدارا، میرے ساتھ تعاون کرو، مجھے بتاؤ کیوں لایا گیا ہے مجھے یہاں، تم لوگ کون ہو اور کیا مقصد ہے مجھے یہاں لانے کا؟"

"بی بی...... ہمیں کچھ نہیں معلوم...... ہمیں جو کام دیا گیا ہے وہ ہم کر رہے ہیں، یہ سب باتیں سائیں سے معلوم کرو، وہی سب جانتے ہیں۔" اللہ وسائی برتن اٹھا کر جاتے ہوئے بولی تو وہ تڑپ کر کہنے لگی۔

"پلیز...... مجھ پر رحم کھاؤ، میں تمہاری بیٹی جیسی ہوں، تمہیں سب معلوم ہے، تم صرف اپنے مالک سے وفاداری نبھانے کے لیے میرے ساتھ ظلم کر رہی ہو، میں بتا رہی ہوں تمہیں میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں، میری فیملی کے تعلق اوپر تک ہیں آج نہیں تو کل پولیس مجھے تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ جائے گی اور تمہارا سائیں...... تم لوگوں کو بے یارومددگار چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور تم لوگوں کی ساری زندگی جیل میں گزرے گی...... بہتر یہی ہے میرا ساتھ دو میں تم لوگوں کو مالا مال کروا دوں گی، پھر تم لوگوں کو کوئی نوکری کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"آفرز بیسٹ ہیں، فوری مان لی جائے۔" خوشگوار مہک کے ہمراہ وہ سرد مہری سے کہتا ہوا اندر داخل ہوا، وہ اس کی اچانک آمد پر بری طرح سٹپٹائی جبکہ اللہ وسائی نے مودبانہ انداز میں اس سے کہا۔

"سائیں...... پولیس تو کیا موت بھی پکڑے تو ہمارے منہ نہ کھلوا سکے گی، رہی بات پیسے کی تو پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ اس کی کبھی پروا نہیں کی ہم نے۔"

"پھر تم لوگ مجھے بتاتے کیوں نہیں ہو...... مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ میرا قصور کیا ہے آخر......؟" وہ چادر درست کرتی ہوئی اس کے سامنے آئی اور شعلہ بار نگاہوں سے گھورتی ہوئی سلگتے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ میکائل نے پہلی بار اس کی طرف اچٹتی سی نگاہ ڈالی تھی، بلو وہائٹ سوٹ میں سر تا پا خود کو ڈھانپے شفاف پانی میں کھلے کسی نیلے گلاب کی طرح لگ رہی تھی اور کانچ جیسی آنکھوں میں برہمی ہی برہمی تھی۔

"قصور تمہارا بہت بڑا ہے...... اتنا بڑا کہ تمہیں فوری بتایا بھی نہیں جاسکتا، انتظار کرو اللہ وسائی کی مہمان نوازی کے مزے اڑاؤ۔" پھر اس نے نگاہ ہی نہیں رخ بھی بدلتے ہوئے ہنوز انداز میں کہا۔

"جھوٹ کہہ رہے ہو تم، میرا کوئی قصور نہیں، کوئی جرم نہیں کیا میں نے، تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔" اس کا لہجہ رندھا، میکائل کی اس کی طرف پشت تھی جبکہ اللہ وسائی حفاظتی انداز میں ان کے درمیان کھڑی تھی کہ کہیں وہ دوبارہ حملہ نہ کردے۔

"تم بس اپنا منہ بند رکھو اور خاموشی سے رہو یہاں۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تو اللہ وسائی بھی اس کے پیچھے نکل گئی تھی۔

❁......❁......❁

عائزہ بیگم کے اندر ایک اضطرابی کیفیت پرسوں رات سے ہی پنہاں تھی۔ جب انہوں نے اتفاقیہ طور پر روحہ کی گفتگو سنی تھی پھر بظاہر ان کو بہت کچھ سنا کر روحہ نے ان سے معافی مانگ لی تھی اور اپنے غلط فعل سے بھی منحرف ہوگئی تھی۔ ان کے گلے لگ کر کتنی دیر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتی رہی تھی، اس کی اس اظہار شرمندگی سے وہ بھی کسی حد تک بہل ضرور گئی تھیں لیکن دل میں کسک ضرور تھی کہ اس نے جس لڑکے کی محبت میں گھر سے فرار ہونے کو گھر والوں کی محبت پر ترجیح دی تھی وہ کس طرح اتنی جلدی اس طوفانی محبت سے کنارہ کشی اختیار کرسکتی تھی؟ ان کی کسک بے جا نہ تھی انہوں نے آج ہی روحہ کو اس لڑکے کے ساتھ کالج سے واپسی پر دیکھا تھا اور وہ دونوں باتوں میں اس طرح مگن تھے کہ وہ ٹیرس پر ان کی موجودگی کو بھی فراموش کرچکے تھے۔

عائزہ بیگم نے فیصلہ کیا کہ وہ جا کر روحہ کی والدہ ہاجرہ بیگم کو تمام صورت حال سے آگاہ کریں، وہ شام کے ڈھلتے سائے میں ان کے گھر داخل ہوئی تھیں۔ روحہ ان کو دیکھتے ہی برا سا منہ بنا کر وہاں سے چلی گئی، ہاجرہ بیگم ان کو لے کر لاؤنج میں چلی آئیں، علیک سلیک کے بعد کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور اس دوران میں وہ ان کو اصل بات بتانے کے لیے لفظوں کے چناؤ میں بھی لگی ہوئی تھیں کہ جس عزم سے وہ گھر سے نکلی تھیں اب وہ کمزور پڑتا دکھائی دے رہا تھا کہ ایک ماں سے اس کی بیٹی کے کردار کے متعلق بات کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا لیکن بات تو کرنی تھی اور جب بات کی تو جواباً جو ردعمل آیا وہ ان کو گنگ کرگیا تھا۔

''شرم آنی چاہیے آپ کو عائزہ بیگم آپ کی بیٹی نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دوسروں کی بیٹیوں پر تہمت لگاتی پھریں؟''

''میں کیوں تہمت لگاؤں گی؟ جو سچ ہے وہ آپ کو بتارہی ہوں تا کہ آپ کے گھر کی عزت محفوظ رہے وہ لڑکا روحہ کو بہکا رہا ہے اور......''

''بس...... میں آپ کی زبان کھینچ لوں گی جو آپ نے میری معصوم بیٹی کا نام کسی آوارہ لڑکے کے ساتھ لیا، حد ہوگئی ہے دیدہ دلیری اور بے شرمی کی، میرے گھر میں بیٹھ کر میرے ہی سامنے میری بیٹی کو رسوا کررہی ہو تم۔'' ہاجرہ بیگم نے بہت تیزی سے اپنا رویہ اور لہجہ بدلا۔

عائزہ بیگم ہک دک تھیں ان کے رویے میں اتنا جارحانہ پن تھا کہ وہ اپنے دفاع میں ایک لفظ بھی نہ کہہ پارہی تھیں، یعنی ان کا سچ ہی ان پہ بھاری پڑ گیا تھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو میں تمہارے بارے میں جانتی نہیں ہوں، سب معلوم ہے مجھے، تم ایک بدکردار اور بدچلن عورت تھیں بلکہ اس حد تک گری ہوئی عورت جس کے مراسم گھر کے ملازمین کے ساتھ بھی رہے، اسی بنا پر تمہیں طلاق ہوئی اور یہی نہیں تمہاری بہن نے بھی یہی گل کھلائے اور تمہاری فیملی کو محلے داروں نے ذلیل کرکے محلے سے نکال باہر کیا تھا۔'' یہ لفظ توپ کے گولے بن کر ان کے اندر کی دنیا کو تہہ بالا کررہے تھے۔ وہ ماضی مٹی میں دفن کرآئی تھیں پھر یہ کس طرح ظاہر ہوا تھا؟

''وہی بات ہے نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی، گناہ سات پردوں میں بھی کیا جائے تو چھپ نہیں سکتا، تم کیا سمجھتی ہو ایک عمر عیاشی میں گزارنے کے بعد دوسروں پر الزام لگا کر خود کو نیک پروین ثابت کروگی ہونہہ...... یہ سب تمہاری بھول ہے اگر میری بیٹی مجھے پہلے ہی سب نہ بتادیتی کہ تم کس کس طرح سے اس کو تنگ کرتی ہو، میں لاعلم ہوتی تو تمہاری بات پر فوراً ہی یقین کرلیتی شکر ہے رات ہی اس نے مجھے سب بتادیا تھا۔'' اسی لمحے روحہ وہاں آکر ان کے پیچھے کھڑی ہوگئی، اس کے چہرے پر بڑی بھرپور چڑانے والی مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی آنکھیں کامیابی سے چمک رہی تھیں۔

''میں آپ کے گھر میں موجود ان دونوں لڑکوں کا خیال کرکے آپ کو یہاں سے خاموشی سے جانے کا کہہ رہی ہوں کہ وہ لڑکے شریف و عزت دار ہیں ورنہ جو حرکت آپ نے کی ہے اس پر میں سارے پڑوسیوں کو آپ کے سارے پچھلے کرتوت سے آگاہ کرتی اور بتاتی کہ کس قدر فتنہ پرور عورت ہیں آپ۔''

''سمجھ آگئی آپ کو......؟ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔''

روحہ نے بہت معصومیت سے جتایا تھا۔
"حیرت انگیز بات یہی ہے صرف انہوں نے ہی تمہیں اس لڑکے کے ساتھ آتے جاتے دیکھا، پڑوس میں رہنے والے کسی بھی مرد اور عورت کو تم نظر نہ آئیں نہ ہی وہ لڑکا دکھائی دیا، دکھائی دیا تو صرف ان کو اور سب کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں، ڈھیروں لوگ آتے جاتے ہیں ان میں سے کوئی ایک تو دیکھتا۔"
"چھوڑیں مما...... کیوں لاحاصل بحث کو طول دے رہی ہیں مجھے شک ہونے لگا تھا یہ محترمہ جلد ہی آپ کے پاس آنے والی ہیں اس لیے میں نے آپ کو ان کی جھوٹی باتوں سے انفارم کرنا ضروری سمجھا تھا۔" آج سچ کو بری طرح شکست ہوئی تھی، حقیقت کے وجود کو مکاری کے لبادے میں چھپادیا گیا تھا لفظ منہ چھپا کر رہ گئے تھے وہاں سے نکلتے ہی ٹانگوں پر منوں بھاری وزن آ گیا تھا کہ ایک ایک قدم اٹھانا دشوار ہو رہا تھا۔
"بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے" وہ گیٹ سے باہر نکل ہی رہی تھیں معاً قریب سے ہی روحہ کی آواز سنائی دی۔
انہوں نے مڑ کر نہیں دیکھا اور گیٹ سے نکل گئیں، ان کا دل، دماغ ٹھکانے پر کہاں تھا ہر سو انہیں دھواں دھواں ہی دکھائی دے رہا تھا، دماغ میں سائیں سائیں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ وہ گھر پہنچیں اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں، اس وقت ان کو اپنا چہرہ، اپنا وجود سیاہی میں لت پت دکھائی دے رہا تھا وہ کسی سے سامنا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

❁......❁......❁

وقت کے ہیر پھیر سے وہ آزاد ہو گئی تھی۔ اس پر ان دنوں میں یہ مہربانی کی گئی تھی کہ دروازہ تو عموماً بند ہی رہتا تھا مگر وہ لوہے کی سلاخوں والی لکڑی کی کھڑکی جس کے پٹ باہر سے ہی کھلتے تھے صبح وہ پٹ کھول دیئے جاتے تھے جس سے صحن کا معمولی سا حصہ دکھائی دیتا تھا اور یہی صبح، شام اور رات ہونے کا بھی پتہ دیتا تھا ورنہ کمرے میں ایسی کوئی جگہ ہی نہ تھی جہاں سے وہ آزادی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ڈھونڈ سکتی یا باہر کا نظارہ کر سکتی کہ ایسا کوئی روزن تک نہ تھا۔ کھڑکی سے سرد ہوائیں ٹکرا کر کمرے کو یخ بستہ کر رہی تھیں سوہنی آج اس کے لیے گلابی رنگ کا سوٹ لائی تھی، جس کی قمیص اور شال پر دیدہ زیب سندھی کڑھائی شوخ رنگوں کے دھاگوں اور شیشوں سے کی گئی تھی، وہ سوٹ اس کی موتیا جیسی رنگت پر خوب کھل رہا تھا، وہ اپنے روپ کی روشنی سے بے خبر کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی جہاں سے ان ماں اور بیٹیوں کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں، وہ اپنی مادری زبان میں گفتگو کر رہی تھیں جس کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔
شام ہونے والی تھی، دھوپ سمٹنے لگی تھی، وہ کھڑکی سے ہٹ کر بیڈ پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی، خاصی دیر تک کھڑکی میں کھڑے ہونے کے باعث ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں، وہ سوچنے لگی کیا عجیب بات ہے کل تک وہ اور مما وقت کے تیزی سے گزرنے سے نالاں تھیں، ہر لمحہ ان کو یہی شکایت تھی کہ وقت پر لگا کر اڑ رہا ہے اور اب یہ عالم تھا کہ یہی وقت کسی چٹان کی طرح جم کر رہ گیا تھا جو پگھل کر نہ دے رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی نامعلوم ماں کا کیا حال ہوگا؟ ان کے آنسو بھی اس کی طرح اندر ہی اندر گر رہے ہوں گے؟ ابو اور بھائی تو اب تک اس پر لعنت بھیج کر بیٹھ گئے ہوں گے مگر سفیر...... خواب میں بھی معاف کرنے والا نہیں ہے، وہ ہار نہیں مان سکتا، کسی طرح شکست قبول کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں ہے اور وہ خود کو ہارا ہوا مانے بھی کیونکر؟ اس کا مقابلہ کسی برابر کے فرد سے نہیں تھا، اس کا مقابلہ تو ایک ایسی لڑکی سے تھا جو ارزاں سا وجود رکھتی تھی، جس کی گھر میں پڑے فالتو سامان کی سی حیثیت تھی، جو بن مانگی دعا کی طرح اس کی جھولی میں آن گری تھی، جس کو بارہا اس شخص نے لوٹ کا مال سمجھ کر لوٹنا چاہا تھا اور وہ ہر بار شاید ماں کی دعاؤں کے حصار کے طفیل بچ جاتی تھی اور وہ کسی ناآسودہ بھیڑیے کی طرح دم دبا کر بھاگتا دکھائی دیتا تھا۔
وہ بھی شروع سردیوں کی ایک اداس شام تھی، امی اور ابو، تایا کی طرف گئے تھے، شرجیل جم گیا ہوا تھا، وہ گھر میں تنہا تھی، اس نے تھوڑی دیر پہلے ہی شاور لیا تھا، بال ڈرائی کر کے

مغرب کی نماز ادا کی تھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے شال اور اپر اتار کر بیڈ پر رکھے تھے اور خود سنگھار میز کے سامنے بیٹھ کر برش کرنے لگی تھی معاً کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس نے چونک کر دیکھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف وحیرت سے پھیل گئیں آنے والا سفیر تھا، جس نے سرعت سے دروازہ بند کیا اور پل بھر میں کسی چھلاوے کی طرح پہنچ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔

"کبھی اتنا خوب صورت مرد نہیں دیکھا جو حیرت سے آنکھیں پھٹ گئی ہیں؟ بائی داوے، مجھے یقین تھا مجھے اس طرح دیکھ کر تم خوشی سے اسی طرح ری ایکٹ کرو گی۔" وہ اس کی کرسی پر ہاتھ مضبوطی سے رکھتا ہوا شوخی سے گویا ہوا۔

"آپ...... آپ اندر کیسے آئے، سب دروازے بند تھے؟" وہ شیشے میں اپنے عکس پر اس کی گڑی ہوئی نگاہوں سے بری طرح سے خوف زدہ ہو کر استفسار کرنے لگی کہ ان آنکھوں میں حیوانیت روشن تھی۔

"چابی سے سب لاکڈز اوپن ہوتے ہیں سو میں نے بھی ایک دن سنہری موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے چچا جان کی چابیاں اڑا کر سب کی ڈپلی کیٹ بنوائیں اور جس خاموشی سے آفس کی دراز سے وہ چابیاں نکالی تھیں اسی طرح واپس رکھ دیں اور اس دن سے ہی انتظار کرنے لگا کہ کب یہ "گولڈن چانس" ملتا ہے چند ماہ بعد آج یہ خواہش پوری ہوئی جس کے ساتھ دوسری خواہشیں بھی پوری ہوں گی۔" اس کی آنکھوں کی مکروہ چمک معنی خیز ہوگئی تھی۔

"امی، ابو آپ کے گھر ہی گئے ہیں......"

"جب ہی تو میں آپ کے گھر آیا ہوں۔" وہ اس کی بات قطع کر کے ہنسا تھا اور اس کے سیاہ بالوں کے آبشار کو ہاتھوں میں سمیٹ کر سونگھتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"سفیر بھائی دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا، بال چھوڑیں میرے۔" اس نے جھٹکے سے بال چھڑائے اور بھاگ کر بیڈ پر پڑی شال واپر اٹھانا چاہا تھا جو اس سے قبل اچک کر سفیر نے اٹھا لیے تھے۔

"اب مجھ سے کیا پردہ...... مجھ سے بھی شرماؤ گی؟" وہ شال اور اپر دور اچھالتا ہوا گویا ہوا۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو، آپ کی بہن ہوں میں، آپ کے باپ کا خون، اس خون کی قسم ہے آپ کو آپ اس خون کی لاج رکھ لیں اور چلے جائیں یہاں سے۔" مارے حیا اور غصے کے وہ تھر تھر کانپ رہی تھی اور اسی اثنا میں جانماز اس نے اپنے آگے بچھالی تھی۔

"کس کا خون اور کیسا خون ڈارلنگ، تمہیں تمہارے باپ بھائی اپنا خون نہیں مانتے تو میرا باپ کس طرح اپنا خون مان لے؟" اس کے حلق سے بار بار قہقہے ابل رہے تھے، وہ اپنی یقینی فتح سے پھولے نہ سما رہا تھا کہ وہ آج اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا، کوئی آہٹ، کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل نہ تھی۔

"دیکھو، میں تمہاری کوئی فضول بکواس سننے نہیں آیا ہوں، چپ چاپ میری بات مان لو ورنہ میں زبردستی کرنے سے باز نہیں آؤں گا، بہت محنت کے بعد یہ چانس ملا ہے جو میں کسی صورت بھی ضائع نہیں کروں گا۔" اس نے اب کہ نرمی سے کہا۔

"ہرگز نہیں، مر جاؤں گی مگر آپ کو آپ کے مکروہ عزائم میں کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔" وہ بے حد خوف زدہ ہونے کے باوجود مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھی، اس کی سانسیں سوکھے پتوں کی طرح منتشر تھیں، دل کسی کشتی کی طرح ڈوب اور ابھر رہا تھا۔

"سنو...... تم میری خواہش پوری کیے بنا مر بھی نہیں سکتی۔"

"ہر فرعون کو ایسے ہی جھوٹے زعم ہوا کرتے ہیں۔"

"اچھا...... تم خود کو مجھ سے بچالو گی؟" اس کا قہقہہ ابھرا۔

"میں نہیں میرا اللہ بچائے گا مجھے۔" اسی پل اس نے لمبی جست لگا کر اس کو پکڑنا چاہا تھا کہ معاً کارپٹ اپنی جگہ سے کھسکا اور وہ بے ہنگم آواز نکالتا ہوا کارپٹ پر گرا ساتھ ہی اس کی کراہیں بھی کمرے میں گونج کر رہ گئیں، وہ منہ کے بل گرا تھا اور خون کا فوارہ سا بہہ نکلا تھا، یہ موقع لیزا کو اللہ کی مدد محسوس ہوا اور وہ بھاگ کر اٹیچڈ باتھ کی طرف بڑھی اور اندر سے چٹخنی چڑھالی، دروازہ بند کرنے کے ساتھ اور جیسے ہی وہ چٹخنی لگا کر

دور ہوئی اسی لمحے اس نے باہر سے لاتیں دکے برسانے شروع کردیئے تھے درد بھرے لہجے میں بھی مغلظات بک رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپے روتی رہی تھی۔

"سالی...... بچ اب تو میرے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتی اگر تو مر بھی گئی تو قبر سے نکال کر تیرا منہ کالا کروں گا، تیری وجہ سے میری ناک سے خون بہہ رہا ہے، تیرا حشر خراب کیے بنا مجھے کسی طرح سکون نہ ملے گا، ابھی بھی وقت ہے باہر آجا میں سب بھول جاؤں گا اگر باہر نہ آئی تو پھر میں تیرا حشر بگاڑے بنا مروں گا بھی نہیں۔" وہ بہت ضدی اور اذیت پسند تھا جو اپنے زخمی ہونے کے باوجود اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا مگر کب تک تکلیف بڑھنے کے باعث وہ دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

اس کے جانے کا یقین ہونے کے بعد بھی وہ اس وقت تک اٹیچڈ باتھ سے نہ نکلی جب تک امی نے آکر دستک نہ دی اور جب وہ باہر نکلی تو ان سے لپٹ کر روتی رہی تھی۔ عروسہ بیگم جو کمرے کی ابتر حالت دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں، مستزاد اس پر لیزا کی بدحواسی اور بہتے آنسوؤں نے اندیشوں میں مبتلا کردیا تھا اور اس نے حقیقت بتائی تو ان کے قدموں تلے زمین نکل گئی تھی۔

"امی، ابو اب بھی میری سائیڈ نہیں لیں گے، سفیر بھائی کی بری نیت کا ان کو معلوم نہ ہوگا؟" وہ ان کے سینے پر سر رکھے فریاد کناں تھی۔

"نہیں...... میری بچی۔" وہ بھی بے اختیار رو رہی تھیں۔

"اتنی سنگ دلی بھی کس بات کی، کیا میں ان کی بیٹی، ان کی عزت نہیں ہوں؟ ایسا میرا کیا جرم ہے جو ابو اب بھی میری حمایت نہیں کریں گے؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے تم ہماری بیٹی ہو، ہماری عزت ہو......"

"پھر اس خاموشی کی وجہ کیا ہے؟ میرے کمرے کی حالت، میرا حال دیکھ کر بھی ابو اس شیطان کا گریبان پکڑ کر نہیں پوچھیں گے کہ اس نے اتنی بڑی جسارت کی کوشش کیوں کی؟ سارے ثبوت موجود ہیں۔"

"وہ ہمارے سامنے بزنس ٹور کا کہہ کر ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوا تھا...... اب ڈاکٹر سے ملاقات کے بعد وہ فلائی کر چکا ہوگا تمہارے ابو کبھی یقین نہیں کریں گے ان کو کمرہ دکھانا بھی کسی نئے عذاب کو دعوت دینا ہوگا اور یہاں میں مجبور ہوں کہ سچ جان کر اور دیکھ کر بھی تمہارے ابو سے نہیں منوا سکتی۔" وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر آنسو بہانے لگی تھیں۔

بعض اوقات تقدیر بھی برے لوگوں کا ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔ اس دن سے سفیر نے اس کو اپنی ضد بنالیا تھا، امی کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی تھی وہ چند ہفتوں بعد ہی واپس آیا تھا اس کے چہرے پر کوئی نشان تک نہ تھا۔

دروازے کے قریب آتی جوتوں کی مخصوص آواز اس کو ماضی سے حال میں لے آئی تھی، دروازہ کھلا اور کوئی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا...... وہ ماضی کی یادوں میں اس قدر محو تھی کہ اندھیرا ہونے پر لائٹ بھی جلانے کا خیال نہ آیا تھا اب اسی اندھیرے میں دم سادھے وہ آنے والے کو دبے قدموں سے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ جوتوں کی آواز کسی مرد کی آمد کو ظاہر کر رہی تھی مگر اندھیرے میں وہ آہستگی سے آگے بڑھتا ہیولا اس شخص کا نہیں تھا کہ وہ لمبا قد کا اسمارٹ سا شخص تھا اور یہ ہیولا کسی درمیانی قد اور فربہ جسم کا مالک تھا وہ آگے بڑھتے ہوئے ایک دم رکا تھا اس کے پیچھے بھی کوئی داخل ہوا تھا وہ بھی اس کے قریب آکر رک گیا تھا، پھر ان میں کچھ سرگوشیاں ہوئیں پھر وہ پہلا والا شخص اس کی طرف آیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا کمبل کھینچ لیا تھا۔

(ان شاء اللہ اگلی قسط آئندہ شمارے میں)

یہ چراغ بے نظیر ہے، یہ ستارہ بے زباں ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے
کبھی پا کے تجھ کو کھونا، کبھی کھو کے تجھ کو پانا
یہ جنم جنم کا رشتہ تیرے میرے درمیاں ہے

''ارے عطیہ بھابی آج تو بہت بڑی خوش خبری لے کرآئی ہوں، یقین مانیں سنیں گی تو دل باغ باغ ہوجائے گا، واقعی اللہ بڑا بے نیاز ہے، لوگوں کی سوچ سے بڑھ کر فیصلے کرتا ہے، یقین نہیں آرہا کل تک جیسے گودوں میں کھلایا، پاؤں پاؤں چلنا سکھایا اس چھوٹی سی بچی کے آج طلب گار کھڑے ہوگئے ہیں۔ انگلی پکڑ کر چلنے والی آج ایک نئی منزل کی طرف گامزن ہونے کو تیار ہے۔ سچ وقت اتنی تیزی سے گزر جاتا ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا۔'' مونا اپنی جون میں بول رہی تھی اور عطیہ تو بس کمبل کی گرمائش سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ٹی وی ڈراموں پر نظر رکھے اس کے الفاظ پر بھی کبھی کبھی نظر کرم کررہی تھیں۔

''اصل میں اپنی ابرش ہے ہی اتنی پیاری کہ اس کے لیے ہزار رشتے بھی آئیں تو کم ہی ہیں، خوب صورتی، خوب سیرت اوپر سے گھڑاپا کہ جیسے چار چاند لگے جارہے ہوں۔'' ان کے کان کھڑے ہوئے، ترچھی نگاہوں سے دیورانی کے لشکارے مارتے چہرے کو دیکھا۔

''یقین مانیں میرا کوئی بیٹا ہوتا تو میں اس ہیرے کو اپنے گھر کی زینت بنالیتی لیکن ہر امید کہاں برآتی ہے بھابی۔'' اس کی بات نے عطیہ کی پیشانی پہ پڑتے بلوں میں اضافہ کردیا۔

''ارے..... یہ کپڑوں پہ لگی سیل سے بات میری ابرش تک کیسے پہنچ گئی؟'' اتنی لمبی چوڑی تمہید کے لیے بھی وہ لیٹی لیٹی اٹھ بیٹھیں۔

''تو..... بھابی گھر میں چاند کا ٹکڑا رکھ کر انجان مت بنیں، ظاہری بات ہے تمنائی تو آئیں گے در پہ۔''

''ارے..... یہ، بازاری زبان کیوں استعمال کررہی ہو؟ صاف اور سیدھی بات کرو تمہیں تو پتا ہے مجھے اشاروں کی زبان بالکل پسند نہیں نہ سمجھ میں آتی ہے۔''

''میں کیوں استعمال کرنے لگی ایسی زبان، اب بندہ چاند کو چاند ہی کہے گا ناں..... آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کی بیٹی کو سب اپنی بیٹی سمجھتے ہیں، آپ مانیں یا نہ مانیں دل سے سراہتے ہیں۔'' اس کا دل چاہا صاف کہہ دے کہ ابرش شکل وصورت میں آپ کے پاسنگ تو ہے ہی نہیں بلکہ زبان کی تیزی میں بھی آپ سے مار کھا گئی ہے۔

''کام کی بات کرو کام کی، کہنا کیا چاہ رہی ہو؟''

''آپ ایسے ہی تنگ مزاجی سے بات کریں گی تو بندہ اصل بات بھی بھول بیٹھے گا، آپ کا موڈ ہے اللہ کی پناہ.....'' مونا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''اف..... اوہ، چلو بول بھی چکو۔'' دونوں دیورانی،

جٹھانی میں اسی طرح کھٹی میٹھی نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی رعنا بھابی کی بڑی بہن نے اپنے بیٹے کے لیے ابرش کو پسند کرلیا ہے، ابھی ان کے بیٹے کی منگنی میں آپ کی بیٹی کو دیکھا تو فوراً اپنی خواہش کا اظہار کردیا۔ مجھے رعنا بھابی بتارہی تھیں، جلد ہی وہ رشتہ لے کرآئیں گی۔" اب کے وہ پوری طرح سیدھی ہوکر بیٹھ گئیں۔ خیال تھا ایک حیران کن مسرت سے وہ ہمکنار ہوں گی، بیٹی کے لیے پہلی پہلی بار کوئی سوال دستک دینے کے لیے تیار تھا۔

"کون...... اسامہ کے لیے؟ جو کسی کپڑے کی دکان پر بیٹھتا ہے، جیسے ہم اکثر بازار جاتے ہیں تو کپڑوں کی تھان لوگوں کو کھول کھول کر دکھاتے ہوئے ملتا ہے۔" ان کے انداز تخاطب میں نخوت ہی نخوت تھی۔

"ہاں تو کسٹمر اب کپڑوں کو بند تھان کے اندر دیکھنے سے تو رہے۔ آج غیر کی دکان پر بیٹھتا ہے...... کل کو اپنا کاروبار شروع کرلے گا۔ پیسوں کی کمی تو نہیں۔ وہ تو امتحانات کے بعد فارغ وقت گزارنے کے لیے راشد بھائی نے دکان پر بٹھادیا۔ اب رزلٹ آئے گا تو کچھ اور کرے گا۔"

"کیا بات ہے بھئی بیٹوں کے ماؤں کی، ابھی کسی کام سے لگا نہیں کہ رشتے کی فکر ہونے لگی۔" وہ سر جھٹک کر بڑبڑائیں، ان کی گہری سانولی رنگت اور گہری ہوچلی تھی۔

"اچھے رشتے عین وقت پہ ملتے ہی کہاں ہیں، انہیں ابرش بھابی اس لیے سوچنے پہ مجبور ہوگئیں، شادی لڑکے کے سیٹل ہونے پر ہی کریں گی، جب تک ابرش بھی تعلیم مکمل کرلے گی، ماشاءاللہ چاند سورج کی جوڑی لگے گی۔"

"لو بھئی...... تم تو ہتھیلی پہ سرسوں جمائے بیٹھی ہو جیسے...... اتنی تعریف اس کی جیسے تمہارا اپنا سگا بیٹا ہو۔"

"آپ نے ابرش کی شادی کہیں نہ کہیں تو کرنی ہی ہے ناں، آج نہ سہی دو چار سال بعد سہی، تب تو سوچنے سمجھنے کا وقت بھی اتنا نہیں ملے گا پھر خاندان کا رشتہ ہے

زیادہ چھان پھٹک بھی نہیں کرنی پڑے گی، رشتہ پکا رہے گا تو جھٹ پٹ سہرے کے پھول بھی کھل جائیں گے۔ اسامہ شہزادوں جیسی خوب صورتی کا مالک ہے۔"

"خالی خوب صورتی زندگی گزارنے کے کام نہیں آتی، پیٹ بھرنے کے لیے روٹی بھی چاہیے ہوتی ہے، تم کہہ رہی ہو بزنس کرنے کا، کام کا جو مٹی میں بھی ہاتھ ڈالیں تو سونا بن جاتی ہے اور نکھٹو سونے کو بھی مٹی میں ملا دیتے ہیں۔"

"آپ سے کس نے کہا وہ نکھٹو ہے۔ اب تعلیمی دور میں وہ اور کیا کرتا اب خیر سے تعلیم مکمل کرکے کچھ نہ کچھ کرے گا ہی۔"

"پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آتے ہیں اتنا ہی کام کرنے کا شوق ہوتا ناں تو کپڑے کی دکان چھوڑ کر کسی ڈھنگ کی جگہ پر بھی بیٹھ سکتا تھا۔"

"تو..... آپ کو اسامہ پسند نہیں؟" مونا نے دو ٹوک لہجہ اپنایا۔

"نہیں بھئی..... بیٹی بھاری نہیں مجھ پر، سوچ سمجھ کر رشتہ کروں گی اور ابھی عمر ہی کیا ہوئی ہے جو میں گھبرا کر ایرے غیرے کا رشتہ قبول کرلوں۔"

"تو میں رعنا بھابی تک پیغام پہنچا دوں کہ وہ ساجدہ باجی کو نہ بھیجیں۔"

"ہاں..... بول دو بھئی مجھے ابھی کوئی جلدی نہیں، ابھی سترہ میں لگی ہے اور میں ذمہ داریوں کے بوجھ تلے داب دوں بچی کو..... نہ بابا تم یہ سب باتیں چھوڑو چلو چائے پیو۔" ابرش چائے اور سموسے کی بھری پلیٹ لیے اندر داخل ہوئی۔

"واہ بھئی..... گرما گرم سموسے رکھو بیٹا۔" مونا نے بیڈ پر ہی جگہ بنائی۔

"دن کو ہی سموسے کا مصالحہ تیار کرکے اس نے رکھ دیا تھا ابھی فرائی کرلیا، کالج سے آکر کوئی نہ کوئی ڈش ضرور تیار کرلیتی ہے۔" ابرش مسکرائی۔

"اچھی بات ہے لڑکیوں کا ہنر، اس کی سلیقہ مندی ہی ہر جگہ کام آتی ہے، بیٹھو ہمارے ساتھ چائے پیو۔"

"نہیں..... مونا چاچی کل کوچنگ میں ٹیسٹ ہے اسی کی تیاری کرنی ہے میں چائے اپنے روم میں لے جارہی ہوں۔ آپ اور امی گپ شپ کریں۔" مترنم آواز کا جادو جگاتی وہ چلی گئی۔

"بھابی..... میری مانیں ایک بار اور سوچ لیں، انسان تھوڑا سوچنے سمجھنے، غور و فکر کرنے کا بھی وقت لیتا ہے۔ آپ نے تو چھٹتے ہی "نا" کردی، اتنے خوب صورت لڑکے کا رشتہ مسترد کرتے ہوئے تھوڑا سوچ لیں، کتنی صاف رنگت اور کتنی خوب صورت ڈیل ڈول کا مالک ہے، ایک ذرا سے اندیشے کی بنا پر اچھا رشتہ ہاتھ سے نہ جانے دیں۔"

"نہیں مونا..... یہی اندیشے جب حقیقت کا روپ دھار لیں تو بہت خرابی ہوجاتی ہے آج کل کی مہنگائی کے دور میں ضروریات جہاں قدم قدم پر منہ کھولے کھڑی رہتی ہیں وہاں صرف خوش امیدی کو دامن گیر کیے رہنا بے وقوفی ہے۔"

"ٹھیک ہے بھئی..... آپ کی مرضی، ظاہری بات ہے بیٹی آپ کی ہے، جہاں مرضی شادی کردیں۔ مہوش بھی بڑی ہورہی ہے اس کے لیے بھی آپ کو سوچنا پڑے گا، ڈیڑھ سال ہی کا تو فرق ہے دونوں میں لیکن ایک جیسے قد کاٹھ کی مالک ہوگئی ہیں۔"

"اللہ مالک ہے..... وقت ہوگا تو انتظام بھی ہوجائے گا بہرحال خوب چھان پھٹک کرکے رشتے کروں گی میں، ایسے ہاتھ اٹھا کر تو پکڑانے سے رہی تم یہ بتاؤ سلمان ٹھیک ہیں ناں اور بچیاں کیا کررہی ہیں؟" ان کا صاف انداز لگ رہا تھا کہ وہ موضوع سے ہٹنا چاہ رہی ہیں اور اس کی اتنی لمبی چوڑی تمہید کی کوئی اہمیت نہیں اب، وہ سر جھکا گئی۔

بات آئی گئی نہیں ہوئی، رد و کد کا یہ سلسلہ ختم نہ سکا۔ ابرش کے لیے نہ رشتوں کی کمی ہوتی نہ ان کے انکار میں، ان کی ہٹ دھرمی میں، بس یہ فرق ضرور آگیا تھا کہ ہر رشتے کے لیے آنے والی کے گھر وہ لڑکا دیکھنے بھی جانے

لگی تھیں لیکن گھر آ کر کوئی نہ کوئی عیب نکال کر ہتھیلی پہ رکھ دیتیں کہ بندہ حیران رہ جاتا، صاف جواب آتا۔

"مجھے ابھی کوئی جلدی نہیں ہے سترہ، اٹھارہ سال کی بھی کوئی عمر ہوتی ہے، پانچ سال بھی بیٹھا کر رکھوں گی تو عمر نہیں نکلے گی، ابھی اس کی عمر کی لڑکیاں کھیل کود رہی ہیں وہ ایسے کروفر سے بولتیں جیسے لڑکی کی نہیں لڑکے کی ماں ہوں، بہت شان بے نیازی سے رشتے ٹھکراتیں، ان کی لاپروائی اور تکبر کے یہ انداز دیکھ کر طلب گاروں کو بھی اپنا رخ موڑ لینا چاہیے تھا لیکن بھلا ہو ابرش کا جس کی خوب صورتی اور انداز گفتگو کی مٹھاس لوگوں کو اپنی جانب کھینچے لاتی کہ آئے روز کوئی نہ کوئی رشتہ در پہ پہنچ جاتا، عطیہ جسے ناقدانہ نظروں سے اوپر سے نیچے تک دیکھتیں پھر منہ سے چپ کی قفل توڑتیں جب تک سامنے والا مدعا بیان کر چکا ہوتا تھا اور جہاں اپنے دل کا تھوڑا سا جھکاؤ دیکھتیں تو چائے کے کپ اور پرچ میں تھوڑے سے بسکٹ ڈال کر شرف قبولیت بخشتیں، ان کے گھرانے کا عندیہ ظاہر کرتیں یہ انداز خاطر داری سامنے والے کو ناگواریت سے ہم کنار تو کرتے لیکن ابریش کے جھکے سر اور میٹھی مسکان کے آگے ہتھیار ڈال دیتے اور پھر جو عطیہ کی لڑکے والوں کے ہاں سے واپسی ہوتی تو ایک نیا عیب ان کی زبان سے چھلکنے کو بے تاب ہوتا کہ ان کے ساتھ جانے والا سر پکڑ لیتا۔

"لڑکے کا خاندان دیکھا تھا...... یہ ذرا سا مکان ننھے ننھے دو چار کمرے اور پھر کمرے سے پانچ چھ بچے نکلے چلے آرہے تھے لڑکے کی بھابیاں تو عمر میں مجھ سے بھی بڑی، میری بچی تو گھن چکر ہی بن جائے گی رشتوں کے جنجال میں پھنس کر کیسا ہے ناں......"

"لڑکے کو اماں ابا نے الگ پلاٹ لے کر دے دیا ہے، باپ نے بچوں کے حصے بخرے کر دیئے ہیں، اپنی زندگی میں ہی سب کو اثاثوں کی ملکیت سونپ دی ہے، چند سالوں کی بات ہے پھر سب الگ الگ ہو جائیں گے۔ چھوٹے مکان کو مت دیکھو لڑکے کی کارکردگی دیکھو، اپنا بزنس سنبھال رہا ہے، کتنی ذمہ داری ہے اس کے انداز میں، خوب صورتی الگ چیخ چیخ کر اس کی انفرادیت کا اعلان کر رہی ہے۔"

"جب کی جب دیکھی جائے گی مونا فضول کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر میں بیٹی کو فٹ بال نہیں بنا سکتی، جسے جب دل چاہے کوئی ٹھوکر مار دے، پلاٹ پر مکان جب بنائے گا جب تک بچی رشتہ داریاں نبھاتے نبھاتے تھک چکی ہوگی، اکثر گھرانوں میں دیکھا ہے جہاں زیادہ افراد ہوتے ہیں وہاں ایک دوسرے کی محبت میں بھی خوب بندھے ہوتے ہیں کہ اپنا خالی پلاٹ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے ہی بندھے رہ جاتے ہیں، خاندان ٹوٹنے کا خوف سا بچے کی ہانڈی میں ہی الجھائے رکھتا ہے۔ بس تم منع کر دو...... میرا دل نہیں مان رہا بھئی۔"

"آپ کو سمجھانا بہت مشکل ہے...... پتا نہیں آپ کیا چاہتی ہیں؟ ہم بھی دیکھیں گے بیٹی کو کہاں بیاہتی ہیں آپ، کون سا ہیرے جڑا خاندان آپ کے مزاج سے ٹکراتا ہے۔" چھوٹی بہن تنا ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"تمہیں کس حکیم نے مشورہ دیا تھا کہ رشتہ لاؤ؟"

"غلطی ہو گئی، آئندہ کبھی نہیں کروں گی، اللہ میری توبہ۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے، تعلقات خراب ہوتے ہیں بھئی ماتھے کے بل بھی پوشیدہ نہ تھے۔

"اب کی ناں عقل مندی والی بات...... سنو اپنا نیا سوٹ لیتی جانا، بازار گئی تھی تو تمہارے لیے اچھا لگا تھا سوچا تمہاری برتھ ڈے کا گفٹ بھی ہو جائے گا۔" وہ مسکرائیں تو وہ کچھ بہل گئی۔

ابرش ان تمام باتوں سے بے نیاز اپنی پڑھائی اور گھر کے کام میں مشغول رہتی تھی لیکن اپنی ماں کا یہ رویہ اسے بھی کچھ بھاتا نہیں تھا، کم سے کم اپنی گفتگو میں تو لچک لا سکتی تھیں، وہ صرف سوچ کر رہ جاتی اور احتراماً زبان نہ کھولتی کچھ ان کی مشکلات سے بھی آگاہ تھی جو اسے زبان بندی پہ مجبور رکھتے، اب کے تو انہوں نے اور سینہ چوڑا کرنے کی ٹھانی جیٹھ کا لایا رشتہ ناقابل قبول کر دیا جو کہ ان کے

دوست کے بیٹے کا تھا۔ اختر اماں ان کے ساتھ لڑکے کے گھر چلی تو گئیں لیکن گھر آتے ہی نیا شوشا چھوڑ دیا تھا۔

"لگتا ہے ہنسنا بولنا تو انہیں آتا ہی نہیں، جس کو دیکھو مفکر اور "علامہ" کی سند لیے پھر رہا ہے، اتنے سنجیدہ مزاج لوگوں میں ابرش کیسے گزارا کرے گی، یہ تو پل پل مسکرانے کی عادی ہے۔ چھوٹی بہن کے ساتھ مل کر ہر وقت ٹھٹھا لگاتی رہتی ہے، ایسے لوگوں کو نہ میری بیٹی برداشت کر سکے گی نہ وہ لوگ اسے سنبھال سکیں گے۔ اسے تو میری ڈانٹ پر بھی مسکرانے کی عادت ہے، انہیں اپنے ہی جیسے سنجیدہ لوگ ڈھونڈنے چاہیں معاف کیجیے گا بھیا میری بچی ذہنی مریضہ بن کر رہ جائے گی ایسے لوگوں میں۔"

"وقت کے ساتھ لوگوں کو ڈھلنا پڑتا ہے، خصوصاً لڑکی ذات کو، کنوارے پن میں سب ہی ہنسی مذاق کے عادی ہوتے ہیں لیکن حالات اور ذمہ داریوں کے ساتھ شخصیت میں خود بخود سنجیدگی اور مزاج میں ٹھہراؤ آجاتے ہیں، محض اس بات پر کہ لوگ ہنستے مسکراتے نہیں اتنا اچھا رشتہ ٹھکرا دینا عقل مندی نہیں۔"

"نہیں بھیا...... مجھے وہاں کا ماحول بہت گھٹا گھٹا سا لگا سچ بول رہی ہوں، وہاں سے نکلی تو لگا قفس سے نکل کر کھلی فضا میں سانس لی اور جسے دن رات گزارنا پڑیں گے اس کا تو حال ہی بے حال ہو جائے گا ماحول کا مزاج پہ بہت بڑا اثر پڑتا ہے، میں نہیں چاہتی کہ بچی قبل از وقت بوڑھی ہو کر ہنسنا مسکرانا بھول جائے، کتنی ہی بچیاں شادی کے بعد کھل اٹھتی ہیں، مزاج میں شگفتگی آجاتی ہے آپ تو اور منفی رخ مجھے دکھا رہے ہیں۔"

"اف عطیہ...... اتنے چاؤ سے وہ رشتہ لے کر آئی تھیں منفی پہلو تو تم دیکھ رہی ہو۔"

"میں کہاں سے منفی سوچنے لگی ہا آپ نے خود نوٹ کیا ہوگا، بہوؤں تک نے دوپٹا سر اور گردن میں یوں لپیٹا ہوا تھا جیسے ہم عورتیں بھی ان کے لیے نامحرم ہوں، ارے بہوؤں کو تو کھل کر سانس لینے دیں۔" جیٹھ نے ایک گہری سانس بھری اور اٹھ گئے جیسے بہت بڑے معرکہ سے نبرد آزما ہو آئے ہوں۔

بڑی آپا تو تھک گئی تھیں ان کی تنگ مزاجی سے لڑ لڑ کے اب کے تو دل چاہ رہا تھا کہ کھری کھری سنا کر ان کے سارے کس بل نکال دیں، بہت دیر سے ان کے مزاج کا چڑچڑاپن برداشت کر رہی تھیں۔

"مناسب عمر میں اچھا رشتہ نہ ملا تو سر پہ ہاتھ دھر کر رو گی، ابھی عمر بھی ہے اور رشتوں کی بھرمار بھی، کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی آرمی میں، مانو رشتے آسمان سے اتر کر آ رہے ہیں، ابھی نیوی کے جاب والے کو تم نے منہ بھر کر انکار کر دیا، یہ کوئی انسانیت ہے بھلا۔" انہوں نے کمر کس لی تھی۔

"ہاں تو...... رنگت ملاحظہ کی تھی آپ نے، آنکھیں دیکھی تھیں اتنی منحنی اور زیرہ برابر کہ پتا نہیں چل رہا تھا کس طرف دیکھ رہا ہے، فارمولے سے رنگت کو سفید کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔"

"پھر یہ بھی پتا ہوگا کہ اس نے جو فارمولہ استعمال کیا ہوگا اس کا کیا نام ہے...... اللہ کو مانو عطیہ کیسے منہ بھر کے کیڑے نکال رہی ہو جو اللہ کو بھی ناپسند ہو جائیں ارے...... لڑکے کی شکل و صورت میں اتنے نقص کون نکالتا ہے اس کی شرافت اور ملازمت سب دیکھتے ہیں، اتنے عیب تو کوئی لڑکی میں نہیں نکالتا، جتنے تم لڑکے میں نکال رہی ہو...... تکبر کو اللہ ناپسندیدہ فعل قرار دیتا ہے، بیٹی کے معاملے میں یہ حال ہے تو بیٹے کی دفعہ کیا کرو گی۔ دو چار سال اور گزر گئے تو سر پر ہاتھ رکھ کر رو گی، مانا ابرش بہت پیاری اور نیک بچی ہے لیکن تمہارا طرز عمل سب خوبیوں پر پانی پھیر دینے والا ہے، اس وقت سے ڈرو جب تمہاری بیٹی ہی تمہارے قول و فعل کو ناپسند کر دے، اللہ ناراض ہو جائے تو ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر کسی کی آہ سمیٹتی مت پھرو۔" انہوں نے تو آج ان کے اندر کا زہر نکالنے کی ٹھان لی تھی جو وہ دوسروں کی رگوں میں اتارتی پھر رہی تھیں۔

اتنی دیر سے جھکے سر کو دیکھ کر بڑی آپا کو بہت اطمینان

ملا تھا، پر جو سر اٹھاتو زخم زخم بسورتی نگاہوں میں کیا تھا کہ بڑی آپا سہم گئی تھیں۔ اپنی کہی ہر حقیقت بے معنی لگنے لگی تھی۔ آئینہ دکھاتی وہ خود لرز اٹھی تھیں۔ بہت کچھ سوچتی، زہر اگلتی، حقیقت آشکار کرتی، لہو روتی آنکھیں خوفناک ہو رہی تھیں۔

"کیوں کس کی آہ مجھے لگے گی، کیوں بددعائیں گے لگ مجھے آیا؟ ہر کسی کو اپنی زندگی جینے کا حق حاصل ہے، کیا میری آہ کبھی کسی کو لگی؟" وہ پھٹ پڑی تھیں۔

"نہیں ناں...... تو کسی کی آہ مجھے یا میری بیٹی کو کیوں لے ڈوبے گی، آج تقدیر نے مہرہ میرے ہاتھ میں تھما دیا تو مجھے انجام سے ڈرا رہی ہیں، گناہ و سزا کا احساس صرف میرے لیے کیوں...... ان لوگوں کے لیے کیوں نہیں تھا جو میرے وجود کی نفی کر کے چلے جاتے تھے، میری ذات کے پرخچے اڑا کر نکل جاتے تھے کیا وہ لوگ بھی کسی آہ کے صلے میں سزا بھگت رہے ہیں، وہ تو آج بھی دندنا رہے ہیں۔"

"یہ...... یہ دیکھ رہی ہیں ناں آپ۔" انہوں نے اپنا چیچک زدہ سانولا چہرہ آگے کیا۔ "یہ دیکھ رہی ہیں آپ، یہ ہاتھ، پاؤں، یہ میرا داغ دار جسم، کسی کی نگاہ میں حقارت بھر دینے کے لیے کافی تھے کہ لوگ ایک نظر ڈال کر دوسری نظر ڈالنا اپنی توہین سمجھتے تھے اور کبھی نگاہ غلط ڈالتے بھی تو تحقیر سے، ہمدردی سے، آپ بھی تو اسی گھر کی فرد تھیں، سب تماشے سے واقف تھیں کہ کس طرح تین اجلی رنگت والی بہنوں کے آگے میری عزت نفس کی دھجیاں سب اڑا کر نکل جاتے کہ "یہ کس پر گئی ہے؟" بہن معاف کیجیے گا اپنی رملہ کا رشتہ دے دیجیے، میرا بیٹا کیا کہے گا کہ یہی میری ماں کا انتخاب ہے۔ آپ کی شادی ہو چکی لیکن پھر آنے والے رشتے پر لہٰذا آنے والے ہر ڈرامے سے آپ واقف تھیں، چھوٹی بہنوں کے رشتے پہ رشتے آئے چلے جا رہے تھے، مجھے اپنے چہرے سے حسد نہیں محسوس ہوتی تھی پر ہر بار ٹھکرائے جانے پر میں آئینہ ضرور دیکھتی، اپنا داغ دار چہرہ دیکھتی، پورا وجود داغ دار تھا پر اس دل کا کیا کرتی جو بے داغ تھا جس کی شفافیت کسی کو نظر نہیں آتی تھی، ہر کوئی مجھے ٹھکرا کر چلا جاتا وہ رات میری کانٹوں پر گزرتی، لوگ مجھے رد کر کے توہین اور حقارت کی نظروں سے دیکھتے، ایسے میں مجھے فیصل اچھا لگنے لگا، اپنی خالہ کا سانولا سا بیٹا، جسے میرے ہاتھ کے کھانے بہت اچھے لگتے تھے، میری ظاہری خوبیوں کا معترف تھا وہ، میں انجانے میں ہر دکھ اس سے بانٹنے لگی مجھے اپنے وجود کی تکمیل ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے الفاظ کی ڈھارس پا کر میں خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرتی، ہمارے گھر کی دیوار خالہ کے گھر سے ملی ہوئی تھی وہ جاب سے آ کر سیدھے ہمارے گھر آ جاتا، میرے ہاتھ کی چائے پیتا، کہتا علو...... تمہاری سنہری رنگت والی یہ گرم گرم خوشبودار چائے مجھے آفس میں بھی تمہاری یاد دلاتی ہے میں جھوم کر کوئی نئی ڈش گرم کر کے اس کے آگے رکھ دیتی، یہ کوفتے کی نئی ریسپی میں نے آج ہی ٹرائی کی ہے چکھو کیسے بنے ہیں؟ وہ مزے لے لے کر کھاتا، آنکھیں بند کر کے ذائقے کو اپنے اندر اتارتا اور میں سمجھتی وہ میری محبت کے سحر میں گم ہے۔ کتنے نرم اور خستہ ہیں علو...... بالکل ملائی کی طرح اور خوشبو ایسی کہ شکم سیری کے باوجود بھوک جگا رہی ہیں میں سرشار ہو کر اس کی پلیٹ میں پلاؤ بھر دیتی۔"

"سچ مانو...... تم نہ ہوتیں تو میں چکھ کر اور ناپ تول کر ہی کھانے کا عادی تھا، امی سادہ کھانے پکانے کی عادی ہیں وہ ہر روز مرغن کھانے پکانے کا رسک نہیں لے سکتیں اور مجھے سارے پھیکے کھانے نہیں بھاتے، رہی سہی بھوک بھی اڑ جاتی ہے۔"

"میں رات کو رافع کے ہاتھ سالن بھجوا دوں گی تم رات کو بھی یہی کھا لینا، بھوکے مت رہنا، صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔"

"تم کتنی اچھی ہو علو، کتنا خوش نصیب ہوگا جسے تم ملو گی، اس کا خیال رکھ رکھ کر تو بے تحاشا صحت مند بنا دو گی تم تمہارا دل بھی بہت اچھا ہے۔"

"پر کسی کو نظر نہیں آتا ہے فیصل کوئی بھی مجھے سراہ کر

نہیں جاتا، کوئی بھی رشتہ آتا ہے تو میں اپنا تمام ہنر بروئے کار لا کر میز سجاتی ہوں، سارا دن ایک سے ایک اچھی ڈش پکانے میں گزر جاتا ہے لیکن مجھے دیکھنے کے بعد پلیٹ میں نکالا ہوا ذرا سا بھی ٹکڑا واپس رکھ کر سب چلی جاتی ہیں۔ امی بار بار میری صلاحیتوں کی معترف ہوتی ہیں یہ لیجیے، عطیہ نے بنایا ہے یہ ریشمی کباب، یہ ایپل پائی، عطیہ نے کورس کر کے گھر کو جنت بنادیا ہے پر میری شکل سے بڑی دوزخ کسی کو نظر نہیں آتی ہے۔ میرے آنسو چھلک پڑتے۔''

''ارے سب ظاہر کے دیوانے ہیں عطو...... کوئی بھی میری نظر سے سراہنے والا ابھی تک تمہیں ملا نہیں ہے، میری مانو مت اتنی محنت کیا کرو۔ یہ سب نصیب کے کھیل ہیں جو لکھا ہوگا وہی ملے گا۔''

''وہ صحیح کہتا تھا نصیب کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا اور سیاہ رنگت والوں کے تو نصیب میں بھی کالک ملی ہوتی ہے اس حقیقت سے کب تک انکاری ہو سکتی تھی میں، اس دن بھی مجھے کوئی اپنے عمر رسیدہ بیٹے کے لیے انکار کر کے گیا جس کی بیوی مر چکی تھی اب اپنی جوان ہوتی بیٹیوں کے لیے ایک چوکیدار کی ضرورت تھی لیکن خوب صورتی شرط تھی، میرے بہتے آنسو فیصل نے اپنی انگلیوں کی پوروں پہ سمیٹے تھے''۔

''اب یہ دیکھنے دکھانے کا سلسلہ بند کرو، خالہ خالو یہ تشہیر کا سلسلہ بند نہیں کرتے تو تم کوئی اسٹینڈ لو مجھ سے تمہارے آنسو برداشت نہیں ہوتے۔''

''میری صلاحیتیں بھی میرے عیب کی پردہ پوشی نہیں کرسکیں فیصل، یہ کورس، یہ ڈگری سب مٹی میں رل گئے، اچھا تھا میں جاہل ہی رہتی، تم شکل تو تھی ہی اوپر سے چیچک نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ تمہیں مجھ سے ترس نہیں محسوس ہوتی فیصل؟'' نگاہوں میں بھرپور یقین لیے اسے دیکھا کہ وہ کبھی میری امید کا کاسہ توڑ ہی نہیں سکتا تھا۔

''ارے کیسی باتیں کرتی ہو میں شکل و صورت سے زیادہ انسان کی سیرت و خوبی کا دیوانہ ہوں، تم نے ابھی تک مجھے پہچانا نہیں حیرت ہے۔'' وہ ہنسا تو میری طولیت نغمگی میں ڈھل گئی تھی۔ میرے دل میں اس کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

''تم ایسا کرنا عطو، صرف اور صرف میرے لیے کھانے پکانا میرے گھر کو سجانا، سنوارنا...... میں تمہیں اپنے گھر لے کر جاؤں گا۔''

''اللہ...... اللہ......'' وہ کیا کہہ رہا تھا۔ میرے چہرے کی سیاہ رنگت سرخی میں ڈھلنے لگی تھی۔ پلکیں تو جھپکنا بھول ہی گئی تھی، یک ٹک اس کے سانولے چہرے کو دیکھے گئی تازہ تازہ شیو کی نیلاہٹ نے اسے تازگی بخشی تھی۔

''کیا کہہ رہے ہو تم؟ احساس ہے کچھ۔'' میری پلکیں لرزی تھیں۔

''میں صحیح کہہ رہا ہوں، کیا ایک مجبور لڑکی اپنے خالہ زاد بھائی کے گھر نہیں رہ سکتی، تمہارا خود غرض بھائی تو تمہیں ساری عمر رکھنے سے رہا۔ تم ہمارے گھر رہنا، تم میرے اور اپنے بھابی کے گھر کو سجانا، سنوارنا، بدلے میں تمہیں میں عزت دوں گا، تحفظ دوں گا۔'' دھڑام دھڑام خوش فہمی کے محل کی ساری اینٹیں بھی پر آن گری تھیں، اتنی تذلیل تو کسی غیر کی زبان سے اپنے رد کیے جانے پر محسوس نہیں ہوئی تھی۔

''تمہاری ذات کے سب دکھ مٹ جائیں گے جب میرے بچوں سے کھیلو گی، انہیں ہوم ورک کرواؤ گی تنہائی کے جان لیوا احساس سے نجات مل جائے گی عطو، رامین بہت پیاری لڑکی ہے، اتنی اجلی کہ ہاتھ لگاؤ تو میلی ہوجائے۔ بہت دنوں سے تمہیں اپنی اس کولیگ کے بارے میں بتانے ہی والا تھا لیکن جھجک رہا تھا آج تمہیں اپنا شریک راز کر رہا ہوں، اس نے اپنے تئیں کوئی اعزاز مجھے عنایت کیا...... بس یہیں تک نہ تھی میرے دکھ کی داستان، اسی رات میں نے مکرم کے لیے ہاں کہہ دی تھی وہ ایک ٹانگ سے معذور تھا لیکن کسی کی ملازمہ بننے سے ''بیوی'' کا درجہ پانا کہیں درجہ معتبر تھا، میں مکرم یعنی تمہارے بہنوئی کی بیوی بن گئی جسے اپنی معذوری سے

زیادہ میرے چہرے پر پڑے گرہنوں سے چڑ تھی۔ بس ایک رشتہ اور ایک چھت کا احساس تھا جو مجھے آغوش تحفظ میں لیے رہتا، اس نے ہر موڑ پر مجھے میری بدبختی کا احساس دلایا، اس کی جیسا کھی سے زیادہ عیب دار میرا سانولا پن تھا، کبھی کہتا پاؤں کا یہ ہلکا سا لنگ میرے اور فرحی کی چاہت کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ورنہ اسے میرا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا، اتنی خوب صورت تھی وہ میری طرح سفید رنگت کی حامل، ہم دونوں کی جوڑی بے انتہا جچتی، بڑے شوق اور استحقاق سے اپنی ماموں زاد کا نام لے کر خود سے زیادہ میری کم مائیگی کا احساس دلاتا، دنیا والوں کے سامنے دکھاوے کے لیے ہنس کر خود کو مضبوط ظاہر کرتی اندر سے کھوکھلی تھی، اسی کم ہمتی اور تذلیل کی فضا میں چاند چہرے والے چار بچے میری دنیا کو روشن کرنے آگئے۔ ہر لمحہ امید میں اللہ سے جی بھر کے دعا کرتی کہ میری یا اکرم کی کوئی پرچھائیں بھی آنے والے بچے پہ نہ پڑے اور دعائیں مستجاب ہوئیں، کوئی نہیں یقین کرتا کہ یہ میرے بچے ہیں، آپ تو گواہ ہیں آپا، قبولیت کے لحات ابر بن کر چھا گئے، فیصل نے بھی اپنے بیٹے کا رشتہ ابرش کے لیے بھیجا، کیا میں قبول کر لیتی؟ سب سے پہلے رسائی پانے والے دکھوں میں اس کے جملوں کا کرب تھا، جب ہمدردی کی آڑ میں وہ مجھے ملازمہ بنانا چاہتا تھا۔ دنیا والوں نے تو تماشا بنایا ہی تھا، اس نے میرے جذبات اور محبت کو سوا نیزے پر رکھ دیا تھا۔" بڑی آپا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ سب تو ان کے سامنے کا تماشا تھا وہ بھول کیسے گئی تھیں، کیسے اپنی ماں جائی کے لہولہو وجود کو فراموش کر گئی تھیں۔

"آج دنیا والے مجھے سمجھاتے ہیں، اللہ کا خوف دلاتے ہیں، میرا دل خوف الٰہی سے کانپ جاتا ہے جب اپنی زبان سے نکالے گئے جملوں پہ غور کرتی ہوں کہ جانے کہاں گرفت ہو جائے، لیکن یہ زبانیں اس وقت کیوں نہیں لڑکھڑاتی تھیں جب مجھے گدھ کی طرح بھنبھوڑتی تھیں۔ میرا چہرہ سانولا تھا، گرہنوں سے مزین تھا پر دل تو سب کی طرح ایک جیسا تھا، اس میں تو کوئی داغ نہیں تھا پھر اس وقت میں کیوں مغلوب ہوتی، کیوں نہیں لوگوں کی زبانیں رکیں میری ذات کے خلاف فیصلے کرتے ہوئے، ایسی مخالفت کا پروانہ میرے شوہر کے بھی ہاتھ میں تھا جس سے وہ رہ رہ کر اختلاف کی کوئی کہانی سناتا رہتا۔" آنکھوں سے بہنے والا سمندر ان کے ملیح چہرے کو بھگو رہا تھا۔

"میری دفعہ زبانیں کسی نے چپ کیوں نہیں کرائیں آپا؟ بولو ناں۔" انہوں نے انہیں جھنجھوڑا، برسوں کا پکتا لاوا آج پھٹ کر بہہ نکلا تھا۔

"بولو آپا...... کیا میں انسان نہیں تھی؟ میری بیٹی کا گھر بس جائے گا کیونکہ یہاں فیصلے سیرت دیکھ کر نہیں صورت دیکھ کر کیے جاتے ہیں، پر مجھے دل کی بھڑاس تو نکال لینے دو۔" وہ ہذیانی ہو چلی تھیں۔

"لوگوں کو پتا تو چلے "رد" کیے جانے کا دکھ کیا ہوتا ہے، ابھی تو مجھے اپنے شہزادوں کی بھی آن بان لیے بیٹوں کے رشتوں میں کیڑے نکالنے ہیں، گھر گھر جا کر لڑکیوں کو رد کرنا ہے، اللہ کے بنائے شاہکار میں عیب تلاش کرنے ہیں، اپنے جملوں سے ٹھیس پہنچانا ہے، اپنی ذات کے دکھ کو لوگوں میں بانٹنا ہے، جسے میں سنبھال سنبھال کر تھک چکی ہوں آپا۔" آنکھیں لہو رنگ ہو گئی تھیں، بڑی آپا کا کلیجہ چھلنی ہو رہا تھا۔ دونوں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں ایک دوسرے کے وجود میں گم ہو کر غم ہلکا کر رہی تھیں۔

"اس کے اندر کا دکھ بھڑاس بن کر نکل گیا تھا۔"

قسط نمبر گیارہ

اُم ایمان قاضی

تری نگاہِ تغافل کو کون سمجھائے
کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار بھی تو نہیں
تو ہی بتا کہ تری خامشی کو کیا سمجھوں
تری نگاہ سے کچھ آشکار بھی تو نہیں

گزشتہ کا خلاصہ

اماں جہاں عبدالحنان کو سب کچھ بتا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہیں پر عبدالحنان یہ سب جان کر ایک بار پھر سے مایوسی اور ناامیدی کی گہری کھائی میں جا گرتا اور وہ ورزش کرنا اور دوا لینا بھی چھوڑ دیتا ہے اس سب کو دیکھ کر یشعرہ پریشان ہوجاتی ہے۔ادھر آیت مسلسل اپنی چلاکیوں اور شک کے باعث گھر بھر کا ماحول خراب رکھتی ہے تو دوسری طرف فیصل بھی اس کو ڈراتا رہتا ہے۔ناعمہ کی حیثیت سے بے خبر عنایت بی اس کو بہو کا درجہ دینا نہیں چاہتی اور اس کو اس شرط پر گھر آنے کی اجازت دے دیتی ہے کہ وہ ان کے سامنے نہیں آئے گی اور وہ خوشی خوشی گھر آجاتی ہے اور اپنی جنھانی سے اس کی دوستی ہو جاتی ہے۔آیت کے دباؤ کی وجہ سے تائی شجرہ کی شادی کے لیے زور دیتے ہیں اور اس سلسلے میں تایا جی اپنے دوست کے بیٹے کے رشتہ کے لیے کہتے ہیں اور فیصل کے رشتے سے انکار کر دیتے ہیں جس پر آیت تلملا کر رہ جاتی ہے اور سب کے سامنے فیصل کے رشتے کے لیے کہتی ہے تو سب کو اس کی بات ناگوار گزرتی ہے۔

اب آگے پڑھئے

❁ ❁ ❁

"اب بھی آپ کہتی ہیں کہ میں بات کو بڑھا رہی ہوں؟ اگر ایسے ہی رہا تو وہ لڑکی میرا گھر برباد کر کے چھوڑے گی، لکھ لیں میری یہ بات...... پوچھیں یشعرہ سے کہ کیا وہ دونوں لان میں اکٹھے نہیں تھے، یہ نہیں مانتی تھیں، اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا انہوں نے آج اور......" اندر آتے ہی اس نے غصے سے پرس دور پھینکا اور تائی صفیہ کے سامنے دکھڑا رونا شروع کر دیا۔

"کیا آیت سچ کہہ رہی ہے یشعرہ؟" ان کا لہجہ بے حد سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"جی اماں...... وہ دونوں واقعی کوئی بات کر رہے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی طے شدہ ملاقات تھی یا ہمیشہ ایسے ہی ہوتا آیا ہے، وہ کزنز بھی تو ہیں آپس میں، ہو سکتا ہے موحد یا شجر سر راہ مل گئے ہوں اور آپس میں حال

احوال پوچھ لیا ہو۔" یشفرہ کا تجزیہ غیر جانب دارانہ تھا۔
"یہ حال احوال سب کے سامنے بھی تو پوچھا جاسکتا ہے یشفرہ۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ "سب کے سامنے ڈراما کر کے دونوں اجنبی بنے رہتے ہیں اور دونوں نے کئی بار ... کیا ہے کہ وہ اب میرے ساتھ جڑے اس رشتے کو تسلیم کر چکے ہیں سوان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود ایسی کئی چوری چھپے ملاقاتوں کو میں نے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے...... پوچھنے پر موحد الٹا میرے اوپر چڑھ دوڑتے ہیں اور وہ بی بی ویسی کی ویسی معصوم رہ جاتی ہے۔" وہ طنزیہ لہجے اور کڑے تیور کے ساتھ بولی۔
"اچھا...... اب درگزر کرو اس بات کو اور اماں کو اصل بات بتاؤ کہ ان کا شک ٹھیک تھا۔ وہ واقعی میں دادی بننے والی ہیں۔" یشفرہ نے صلح جو انداز میں کہا۔
"او میرے مالک...... ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا...... اب دیکھنا کیسے خوش ہوگا وہ نالائق یہ سن کر اور یہ اولاد ہی تو ہوتی ہے جو میاں بیوی کے رشتے کو اور مضبوطی بخشتی ہے، عورت کی حیثیت اور مقام معتبر ہو جاتا ہے مرد کے دل میں۔" تائی صفیہ نے آیت کو گلے سے لگا کر اسے سمجھایا۔
"اور ہاں اماں ڈاکٹر کہہ رہی تھیں کہ آیت بہت کمزور ہے، اس کی غذا اور آرام کا خاص خیال رکھنا ہے اور ہر کسی قسم کی پریشانی اور تناؤ سے بچانا ہے، یہ کل چھ دوائیاں ہیں جو میں لے آئی ہوں آیت تم نے اب خود اپنا خیال رکھنا ہے اور دوائیوں میں بے قاعدگی نہیں کرنی۔" یشفرہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔
"دیکھیں تو تائی جان ہمیں آئے پندرہ منٹ ہو گئے ہیں اور موحد ابھی تک نہیں آیا، اس نے ہمیں روک کر یہ پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ ہم اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں۔" آیت کے ذہن پر ہنوز موحد اور شجر ہی سوار تھے۔ اتنا

زیادہ کہ خوشی کی خبر بھی اسے اتنی خوشی نہیں دے رہی تھی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ موحد وہاں چلا آیا۔

''کیا ہوا، آپ سب یہاں کیوں جمع ہیں، اماں آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' سلام کے بعد تشویش سے کہتا وہ ان کے قریب چلا آیا۔

''ہاں ہاں...... سب ٹھیک ہے، میں بھی ٹھیک ہوں، بیٹھو یہاں میرے پاس، ایک بہت بڑی خوش خبری تمہاری منتظر ہے، یشعرہ اپنے ابا کو فون کر کے کہہ دو آتے ہوئے مٹھائی لیتے آئیں۔'' تائی صفیہ بے حد خوش ہو کر بولیں، یشعرہ مسکرا کر اپنے پرس میں سے موبائل نکالنے لگی۔

''کیا ہوا اماں...... کیسی خوش خبری؟ کچھ پتا بھی چلے۔'' اس کے انداز میں الجھن تھی۔

''تم باپ بننے والے ہو اور میں دادی۔'' تائی صفیہ خوشی سے بولیں۔

''واقعی......؟'' مسکراہٹ نے ایک عرصہ بعد اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔ آیت نے شرما کر سر جھکا لیا تھا۔

''اور اب تمہیں آیت کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہے، مجھے کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملے، ڈاکٹر نے بھی تمہاری بیوی کو کسی بھی قسم کی پریشانی لینے سے منع کیا ہے۔''

''جی اماں ضرور، یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔'' وہ نرمی سے مسکرا دیا تھا۔

❁ ❁......❁ ❁

''اور سناؤ بھئی کیسی ہو، کیا حال ہے، ہمارے دیور جی کیسے لگے، خوش تو ہو ناں؟'' دونوں بھائیوں کے کام پر چلے جانے سے پہلے اجلال نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ نیچے چلی جائے وہاں اسے ناعمہ بھابی ملیں گی وہ گھر کی روٹین بھی سمجھا دیں گی اور کام کاج کی تفصیل بھی کہ طبیعت خرابی کی وجہ سے ڈاکٹر نے انہیں سیڑھیاں چڑھنے سے منع کیا تھا۔ ناعمہ بھابی اسے واقعی سامنے کھڑی مل گئی تھیں جیسے اس کے انتظار میں ہی ہوں پھر انہوں نے اسے لے جا کر اپنے کمرے میں بٹھایا۔ پھل پیش کیے اور بڑی گرم جوشی سے ملیں، آمنہ کو ان کی شخصیت اور مزاج بہت اچھا لگا تھا۔

''بہت خواہش تھی میری کہ میری کوئی بہن ہوتی، وہ قسمت میں نہیں تھی مگر میں ہمیشہ اجلال کے حوالے سے سوچتی تھی کہ اس کی بیوی کو اتنا پیار دوں گی کہ وہ مجھے اپنی بہن ہی سمجھے گی کہ اس نے میرے بھائی کی کمی کو پورا کیا ہے، اماں بھی ایک اچھی ساس ہیں، کبھی روایتی ساسوں والا سلوک روا نہیں رکھا مجھ سے، بس ایک دو باتوں پر ان کا اور میرا نظریاتی اختلاف ہے جو کبھی کبھار زیادہ بھی ہو جاتا ہے اور کبھی نہ ہونے کے برابر بھی، تو یہ سب تو چلتا رہتا ہے...... ابھی ذرا غصے میں ہیں تو اس لیے ان کے سامنے جانے سے گریز کرنا لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے دل میں گنجائش ہے تب ہی تو تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی ہے ورنہ تو اگر ایک بار نا کہہ دیں پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو ہاں نہیں کہلوا سکتی۔'' وہ اس کا ہاتھ دبا کر گرم جوشی سے بولیں، آمنہ جواب میں مسکرا دی۔

''میں کوشش کروں گی کہ ان کو یا آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔'' وہ نرمی سے بولی۔

''مجھے کچن میں رکھی ذرا چیزوں اور کام کی رہنمائی کر دیں تاکہ میں ناشتہ بنا سکوں، نو بج گئے ابھی تک نیچے ناشتہ کسی نے نہیں کیا ہوگا...... اجلال نے بتایا تھا کہ آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے، اجلال تو صبح چائے پیتے ہیں بس میں نے ان کو وہی بنا دی تھی۔''

''بالکل...... چلو میں بتا دوں تمہیں کیونکہ اب یہ گھر تمہارا بھی ہے لیکن آج کے ناشتے کی فکر مت کرو، تمہارے بھائی صاحب نے آج اپنی ماں کو اور مجھے صبح کا ناشتہ بنا کے دیا ہے، میں بھی تمہاری ہلکی پھلکی مدد کرا دیا کروں گی......

بس ڈاکٹر نے بھاری کاموں سے منع کیا ہے اور مجھے خود بھی بیکار بیٹھے رہنا پسند نہیں۔" ناعمہ مسکرا کر اٹھنے لگیں، آمنہ بھی ساتھ ہی اٹھ گئی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁

"دیکھو آیت، ہماری شادی چاہے جن بھی حالات میں ہوئی ہو، یہ حقیقت ہے کہ اب تم میری زندگی کی ساتھی ہو اور جلد ہی میرے بچے کی ماں بھی بن جاؤ گی..... اپنے دل و دماغ سے یہ بیکار خدشات نکال کر پھینک دو۔" وہ بہت نرمی سے اس سے مخاطب ہوا۔

"اسے میری خود غرضی سمجھیں یا محبت کی شدت کہ میں آپ کے ساتھ کسی کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی، مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں، میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ بالکل سچ کہہ رہے ہیں لیکن میں کیا کروں کہ اس کے ساتھ آپ کو دیکھ کر میں برداشت نہیں کر سکتی..... میں بھی اس گھر کی مکین ہوں اور آپ دونوں کی محبت کے قصوں کی چشم دید گواہ بھی مگر میں کیسے یقین کر سکتی ہوں کہ جب آپ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں تو آپ دونوں کے بیچ گزرا وقت جس نے میری راتوں کی نیندیں اڑا کر میری زندگی کو اجیرن کر رکھا ہے، آپ دونوں کے دل و دماغ سے چپا اس عہد رفتہ کو آواز نہیں دیتا ہوگا جس کا پورا گھر گواہ ہے۔" وہ کسی قدر تلخی سے بولی، موحد نے ایک طویل سانس لے کر خود پر ضبط کیا کہ یہ بات ہزار ہا ران کے درمیان زیر بحث آ چکی تھی مگر ڈھاک کے وہی تین پات کہ آیت بی بی کی سوئی اب بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"دیکھو آیت، تم بھی یقیناً سچ کہہ رہی ہو کہ ایک دوسرے کے لیے دل میں پلنے والے شدید جذبات کو ہم ایک دم ختم نہیں کر سکتے..... اس کے لیے انسانی کوشش کے ساتھ ساتھ وقت چاہیے ہوتا ہے، ایک گھر میں رہتے ہوئے ہمارا سامنا بھی ہو سکتا ہے اور بات چیت بھی، ایسے میں یقین کرو۔" وہ ٹھہر کر بولا۔ "تمہارا رویہ صرف تمہیں نقصان پہنچائے گا..... تم اپنے گمان پر قائم رہو گی تو ہمارے حوالے سے نئی نئی کہانیاں تمہارے ذہن میں جنم لے کر تمہیں مجسم لگیں گی۔"

"تو اس کا یہی ایک حل تو نہیں ہے کہ ایک ہی گھر میں رہ کر خود کو بھی پریشان کیا جائے دوسروں کو بھی اذیت پہنچائی جائے۔" آیت نے تیز لہجے میں کہا۔

"تو تمہاری نظر میں کیا حل ہے اس کا۔" وہ زچ ہوا۔

"شجر کی شادی۔" وہ آرام سے بولی۔

"کیا مطلب۔" وہ حیران ہوا۔

"شجر کی شادی ہی اس مسئلے کا واحد حل ہے، اس کی نیت میں فتور ہے، یہ مان لیں آپ..... اس لیے تو اتنے اچھے اور مناسب رشتہ سے انکاری ہے وہ..... حالانکہ ایسے رشتے نصیب والوں کو ملتے ہیں اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کو جلد از جلد اس گھر سے رخصت کر دیا جائے۔"

"شجر کا رشتہ.....! کون ہے؟ مجھے تو کسی نے نہیں بتایا۔" وہ چونک کر بولا۔ آیت اب اسے رشتے کی تفصیل بتا رہی تھی، اس کا ارادہ حالات کو آلہ بنا کر موحد کو قائل کرنے کا تھا کہ وہ شجر پر شادی کے لیے زور ڈالے، سو پوری طرح اس کو دلائل دینے لگی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁

ناعمہ عنایت بی کے لیے ناشتہ لے کر آئی تھی جو کہ آمنہ نے بنایا تھا کہ تین دن سے اس نے گھر کے کاموں کی ذمہ

داری بخوبی سنبھال لی تھی۔

"سنو بہو..... کیسی عورت ہے یہ؟" انہوں نے دوائیاں چیک کرتی ناعمہ سے یقیناً آمنہ کی بابت سوال کیا تھا۔ وہ چونک کران کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اجلال کی بیوی کی بات کر رہی ہیں آپ؟" اس نے تصدیق کرنے کے لیے پوچھا۔

"تو اور یہاں عورت کون ہے اس گھر میں تمہارے اور میرے علاوہ۔" وہ ناگواری سے بولیں کہ مسلسل بیٹھے رہنے سے وہ اب چڑچڑی ہونے لگی تھیں، چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی غصہ آجاتا تھا۔

"اچھی ہے اماں، بہت ہی اچھی..... دو دن میں ہی گھل مل گئی ہے مجھ سے، سب کا خیال رکھتی ہے، سارا گھر سنبھال لیا ہے۔ منا تو ایسا ہل گیا ہے اس سے کہ میرے پاس کم ہی آتا ہے، زیادہ تر اوپر ہی رہتا ہے۔"

"شاباش ہے بھئی شاباش تمہاری موٹی عقل پر۔" انہوں نے ناشتے کی ٹرے پرے کھسکاتے ہوئے طنزاً کہا۔ ناعمہ حیرانی سے ان کو دیکھنے لگی کہ اب کون سی بات ان کو ناگوار گزری۔

"پہلی فرصت میں ہمارے بچے کو دور کرو اس سے..... اور دو کام کرکے کیا دے دیئے اس مکار عورت نے کہ تم نے سارا گھر اس کے حوالے کردیا، ارے گھر سے بھاگ کر آنے والی لڑکیاں اس قابل کہاں ہوتی ہیں کہ اپنی راجدھانی ان کے حوالے کی جائے، تم بھی عقل سے کام لو اور ایک مالکن کا سا رویہ رکھو اس کے ساتھ..... یہ بہناپا اپنی اصل دیورانی کے ساتھ گانٹھنا جو ہماری پسند کی آئے گی اس گھر میں اس کو میں یہاں بسانے کے لیے نہیں لائی بلکہ اپنے بیٹے کی زندگی سے نکال پھینکنے کے لیے لائی ہوں۔" انہوں نے تنفر سے کہا۔

"لل..... لیکن اماں مانا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے مگر میرا یقین کریں کہ وہ ایک شریف خاندان کی لڑکی ہے اور بہت اچھی ہے آپ اس سے ملیں گی تو آپ کی رائے بھی اس کے بارے میں تبدیل ہوجائے گی۔"

"جاؤ بی بی، تم کیا جانو کسی کے دل کی اچھائی اور برائی کو..... میں نے دنیا دیکھی ہے، دنیا کا چلن دیکھا ہے۔ مطلب حاصل کرنے کے لیے لوگ ایسے ایسے روپ دھار لیتے ہیں کہ عقل حیران رہ جائے۔ تم بس وہ کرو جو میں نے کہا ہے اور خبردار جو منے کو دوبارہ جانے دیا اس کے پاس۔" انہوں نے اپنی بات دہرائی، ناعمہ ہولے سے سر ہلا کر برتن سمیٹنے لگی۔

❁.....❁.....❁

اپنے گھر اور سسرال کا فخر لے کر وہ ماں سے ملنے آئی تھی، اجلال اسے چھوڑ کر باہر سے ہی چلا گیا تھا، اسے سلطانہ بیگم کو بتانے کی جلدی تھی کہ اس کی ساس نے چند شرائط کی بنا پر ہی سہی اسے گھر رہنے کی اجازت دے دی تھی کہ بار بار اسے ماں کے مختلف اوقات میں کہے گئے الفاظ کچوکے لگاتے رہتے تھے۔

"گھر سے بھاگ کر نکاح کرنے والی لڑکی کا گناہ وہ خود بھول جائے مگر زمانہ نہیں بھولتا..... ہر ہر قدم پر اسے اس کی غلطی باور کرائی جاتی ہے، وہ من مار دے یا تن وار دے اپنے آپ کو ایک شریف اور باوفا عورت ثابت کرنے کے لیے، وہ مقام اور حیثیت کبھی بھی نہیں پاسکتی جو اس عورت کو ملتا ہے جو ماں باپ کی رضا سے پیا دیس سدھاری ہو۔ اس غلطی کی سزا آنے والی نسلوں کی کئی بیٹیاں بھگتتی ہیں پھر بھی اس داغ کو مٹانے میں ناکام رہتی ہیں۔" یہ الفاظ یاد آتے ہی وہ جھرجھری لے کر رہ جاتی۔

"آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟" اس نے جیسے ہی سلطانہ بیگم کو اپنی سسرال میں جاکر بسنے کی خوش خبری سنائی، ان کا سپاٹ انداز دیکھ کر اس کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

"تمہاری اور ہماری عمر کے لوگوں کی خوشی کے مفہوم و مطالب مختلف ہوتے ہیں۔" وہ سرد لہجے میں بولیں۔
"یہ بتاؤ ہر وقت اس بات کے طعنے تو نہیں دیتیں تمہاری ساس کیونکہ بعض دفعہ ہم اپنے گناہ پر پچھتاتے بھی ہوں تو اللہ معاف کر بھی دے، لوگ معاف نہیں کرتے۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا آمنہ نے سر جھکا لیا۔
"وہ مجھ سے کلام ہی نہیں کرتیں نہ ہی میرا سامنا ہوا ہے ان سے...... انہوں نے اسی شرط پر مجھے اسے گھر میں رہنے کی اجازت دی ہے۔" یہ سنتے ہی سلطانہ بیگم کا چہرہ بجھ گیا۔
"آپ...... آپ میرے گھر آئیں گی ناں...... میں آپ کو اپنی جیٹھانی سے ملواؤں گی، بہت اچھی ہے وہ بہت ہی ہمدرد، اس کا ایک بیٹا بھی ہے...... بہت پیارا گول مٹول سا۔"
"نہیں......" ان کا جواب آمنہ کا چہرہ تاریک کر گیا۔
"میں ایسا کیا کروں اماں کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن مجھے آپ نے معاف کر دیا۔ میری زندگی آسان ہو جائے گی۔ وریشہ کے گھر بھی تو ایک بار گئی تھیں ناں آپ...... کم سے کم میرے گھر والوں کی نظر میں میری عزت اور میکے کا مان رہ جائے گا۔" وہ بلکتی ہوئی۔ سلطانہ تائی کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں۔
"تمہارے اور وریشہ کے گھر میں فرق ہے آمنہ، تم بھی جانتی ہو...... وریشہ کے گھر میری عزت ایک ملکہ کی سی ہوتی ہے جس کے تعلق کے سرے اماں جہاں جیسی پہنچی ہوئی بزرگ سے جا کر ملتے ہیں پھر وریشہ جیسی بھی رہے اس نے چوں چرا کیے بغیر ماں باپ کے حکم پر سر جھکا کر عمر بھر کے لیے عزت خرید لی اور اگر تمہارے گھر میں بن بلائی چلی بھی جاؤں تمہاری ساس کا ایک لفظ جو میری عزت پر حرف اٹھائے گا، مجھے کھڑے کھڑے مار دے گا اگر منظور ہے تو بتا دینا میں آ جاؤں گی، تمہارے گھر بھی۔" سلطانہ تائی کا ایک ایک لفظ آمنہ کو ندامت کی طرف دھکیل گیا۔ اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا اور ان کا ہاتھ تھام کر بوسہ لیا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔
"آپ کی عزت پر میری جان بھی قربان ہے اماں...... مجھے معاف کر دیں، پتا نہیں کیوں میں بھول جاتی ہوں کہ میں اور وریشہ اب بھی آپ کی بیٹیاں ہیں مگر ہماری عزت اور حیثیت جدا جدا ہیں چاہے آپ کا گھر ہو یا اپنا گھر۔" وہ دل میں اپنے اللہ سے ہمکلام تھی کہ اللہ اس کے راستوں کی دشواری کو دور کر دے۔

❁......❁......❁

"میری بات سنو حلیمہ غور سے، تم نے کسی طرح جا کر اماں جہاں سے ملنا ہے ہر صورت...... ان کی بہو اور پوتیاں ہو سکتا ہے، ان کی طبیعت کے پیش نظر تمہیں ان سے ملنے سے منع کریں مگر کوئی بھی بہانا کر کے ان سے ضرور ملنا، ان سے کہو خدارا اپنا نمبر آن کریں مجھے ان سے بات کرنی ہے اور کہنا آپ نے عنایت کو ایک بار ایک شرف بخشا تھا، اس وقت تو وہ بدنصیب اس سے بے بہرہ رہ گئی تھی۔" وہ افسردگی سے اپنی گہری سہیلی سے کہہ رہی تھیں پھر ایک دم ہی کچھ سوچ کر ان کا چہرہ چمک اٹھا اور جوش اور خوشی سے بولیں۔
"مگر اب...... اب میں تیار ہوں ان کی پوتی کو بہو بنانے کے لیے...... وہ جیسے، جب اور جس تاریخ کو کہہ دیں، میں بارات لے کر آنے کو تیار ہوں...... بس مجھے ناامید نہ لوٹائیں اور میرا عقیدت بھرا اسلام ان کو دینا اور میری حالت کا بتانا کہ کسی بھی طرح ممکن ہوتا تو میں خود آتی ان کی دعائیں لینے، ان کی خدمت میں حاضری دیتی۔" وہ آبدیدہ ہوئیں۔
"ہاں ہاں تم فکر مت کرو...... میں ضرور تمہارا کام کر کے آؤں گی، تم دل چھوٹا نہ کرو، یہ بتاؤ تمہارا بیٹا مان جائے گا؟" حلیمہ رازداری سے بولی۔

”ایسے نہیں مانے گا، اسی شرط پر تو میں نے اس کو اس گھر میں آنے کی اجازت دی تھی...... ویسے بھی ایسی عورتیں کہاں نباہ کرنے والی ہوتی ہیں جو گھر سے بھاگ کر آئیں، آج ایک کو پھنسالیا، اس سے دل بھر گیا تو دوسرا ڈھونڈ لیا۔“ وہ تنفر سے بولیں۔ حلیمہ سر ہلا کر رہ گئی۔

❁......❁......❁
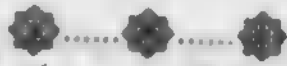
”افوہ...... کیسی بوریت پھیلائی ہوئی ہے نکمی لڑکی تم نے، باہر آ کر دیکھو تو سہی، کتنا زبردست موسم ہورہا ہے۔“ مومنہ نے پہلی بوند پڑتے ہی چولہے پر کڑھائی رکھ دی پکوڑوں کے لیے اور تم یہاں اندھیرا کیے انیس سو ساٹھ کی اداس ہیروئین بنی بیٹھی ہو، اٹھو اور باہر آؤ میرے ساتھ۔“ فجر جلدی جلدی بولتی ہوئی اندر آئی اور کھڑکیوں سے پردے ہٹائے پھر شجر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔

”کہاں چلیں؟“ شجر کے انداز میں کسلمندی سی تھی۔

”کہاں چلیں مطلب؟“ فجر نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

”اس سے پہلے اس موسم میں تم اور میں کہاں پائے جاتے رہے ہیں، تم یہ بات بھول چکی ہو، اس لیے تمہیں یاد کرانے آئی ہوں...... پچھلے لان میں تشریف لے کر چل رہی ہو تم میرے ساتھ۔“ وہ دانت پیس کر بولی، اس کے اس انداز پر شجر مسکرادی۔

”چلو بھئی تم کہاں ایسے جان چھوڑنے والی ہو میری۔“ وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی اور نیچے اتر کر اپنے سلیپر پہنے، جواب میں فجر نے فخریہ انداز میں اپنے کالر اکڑائے، چند لمحوں بعد وہ دونوں پچھلے لان میں تھیں جہاں ہمیشہ ایسے موسم میں آ کر وہ دونوں بارش میں خوب لطف اندوز ہوا کرتی تھیں، گھنا تن آور درخت سے بندھا جھولا جو دونوں نے کئی دن اماں جی کی منتیں کر کے ایان سے بندھوایا تھا جو کئی دنوں سے اداس تھا، فجر نے ہاتھ پکڑ کر اسے جھولے پر بٹھایا اور پیچھے آ کر پینگ دینے لگی، جھولے کی پہلی پینگ کے ساتھ بارشوں کی بوندوں نے اس کے اندر سے ساری کثافت کو دھو دیا تھا، آنکھیں موند کر اس نے چہرہ آسمان کی جانب کرتے ہوئے ایک عرصہ بعد بارش کا مزا لیا تھا۔

❁......❁......❁

”ایسا موسم قسمت والوں کے حصے میں آتا ہے اس لیے یہ فائلز وغیرہ بند کریں اور ٹیرس پر چلیں، میں چائے وہیں لے کر آتی ہوں، اکٹھے بیٹھ کر چائے پیتے ہیں بلکہ مجھے تو پکوڑوں کی خوشبو بھی آرہی ہے۔ لگتا ہے سدرہ چچی نے پکا فیصلہ کرلیا ہے کہ آج بارش کو پوری طرح انجوائے کیا جائے۔“ اس نے استحقاق سے کہتے ہوئے موحد کے ہاتھ سے فائل لے کر میز پر رکھی، جب سے اسے یہ خوش خبری ملی تھی وہ ایک دھونس سے اپنی بات منوانے لگی تھی۔ تائی صفیہ کے بار بار سمجھانے کا اثر تھا کہ موحد بھی اس کی باتیں مان لیا کرتا اور نرمی سے پیش آنے لگا تھا۔

”چلیں بھئی...... جیسے آپ کی مرضی۔“ اس کے کہنے پر آیت جیسے کھل اٹھی اور مسکراتے ہوئے وہ چائے لینے چلی گئی تو موحد کمرے کا دروازہ جو ٹیرس پر کھلتا تھا، کھول کر باہر آیا۔ مٹی کی سوندھی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی اور خوب صورت موسم نے جیسے ہی جسم و جاں کو معطر کیا مگر اگلا پل اسے وہیں ساکت کر گیا کہ نیچے لان میں بالکل سامنے وہ تھی دونوں ہاتھوں کو پھیلائے، آسمان کی جانب منہ کر کے آنکھیں موندے ہوئے، کئی خوب صورت پل آنکھوں کے سامنے آ کر دل کے سوئے ہوئے درد کو جگا گئے تھے۔ ایک پیار بھری یاد دستک دینے لگی تھی۔

”میں نے کہہ دیا ہے بس، تم اپنے کمرے کا ایک دروازہ ٹیرس پر ضرور رکھواؤ گے۔“ عجیب دھونس بھرا انداز تھا اس کا۔

''وہ کیوں بھئی؟'' اسے دیکھتے ہوئے وہ دلچسپی سے بولا تھا۔
''میرے کمرے سے تمہیں کیا انٹرسٹ ہے اور ٹیرس پر دروازہ ہونے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟'' وہ اسے چھیڑنے کو بولا تھا۔
''تم ناں موحد... خود کہتے ہو کہ تم میرے دل کی ہر بات آسانی سے سمجھ جاتے ہو مگر جب وہی بات پوچھتے ہو تو مجھے بہت غصہ آتا ہے۔'' وہ منہ بسور کر بولی تھی۔
''اور یاد ہے ایک دفعہ میں کہہ رہی تھی کہ میری خواہش ہے کہ میری شادی پر کچھ ایسا ہو کہ صدیوں لوگوں کو یاد رہے، تائی جان نے سن لیا اور بے ہوش ہو گئیں پورا آدھا گھنٹہ لیکچر مجھے سننا پڑا تھا...... تم تو ہو گئے تھے رفو چکر۔'' وہ باقاعدہ ناراضی سے بولی تھی، موحد اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ بھولی بسری یاد نے ایک تھکی ہاری مسکراہٹ لبوں کو بخش دی تھی...... وہیں چائے اور دیگر لوازمات کی ٹرے لے کر آتی آیت نے ٹرے میز پر رکھ کر اسے بلانے کی کوشش کی مگر پھر نیچے کے منظر اور موحد کے انہماک نے اس کے اندر جیسے آگ بھر دی تھی کہ اس کی آمد پر بھی موحد کے استغراق میں کوئی فرق نہ آیا تھا حالانکہ وہ اس وقت نیچے سے زیادہ ماضی کی بھول بھلیوں میں گم تھا۔ آیت اس پر ظاہر کیے بغیر کہ وہ نیچے کا منظر دیکھ چکی ہے، جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اب ہلکی ہلکی پھوار ہو رہی تھی۔
''موحد آئیں ناں چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے...... کدھر گم ہیں؟'' اس کے زور سے پکارنے پر وہ چونکا، پھر طویل سانس لیتے ہوئے میز تک آیا۔ ایک عرصے بعد بارش کا مزہ لیتی شجر کو پتا بھی نہ چل سکا کہ اس کو دیکھ کر موحد ماضی کے پردرد سفر پر جا کر بہت مشکل سے پلٹا تھا تو دوسرے طرف آیت نے اس کو اس بے ضرر عمل کا جلد ہی مزا چکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آیت اب ہونے والے بچے کے نام پوچھتی اور بتاتی تاکہ وہ موحد کو ماضی کی بھول بھلیوں سے واپس لائے پر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ٹھہری تھی۔

❁......❁......❁

جیسے ہی چائے پی کر موحد کمرے میں گیا، کچھ سوچ کر آیت نیچے لان میں چلی آئی جہاں یقیناً چائے پی گئی تھی کیونکہ خالی برتن وہیں رکھے تھے اور فجر اور شجر باتوں میں مصروف تھیں، بول تو زیادہ تر فجر ہی رہی تھی جبکہ شجر صرف سامع کا کردار نبھاتے ہوئے مسکرا رہی تھی...... کج کج کر قدم اٹھاتی وہ ان دونوں کے قریب آ گئی۔
''آؤ آیت بیٹھو...... پہلے ہمارا تمہیں بھی بلانے کا ارادہ تھا مگر تمہیں اپنے سیاں جی کے ہمراہ چائے سے لطف اندوز ہوتے دیکھا تو اپنا ارادہ بدل دیا۔'' فجر اپنی ازلی شوخی اور سادگی سے بولی۔
''ہم...... اچھا کیا مگر کیا اس کو یہ زیب دیتا ہے کہ اتنے بڑے حادثے کے بعد یہ ایسی حرکتیں کرے اور عین اسی جگہ پر آ کر بارش میں ناچے اور جھولے جہاں اس کے سامنے اس کے سابقہ عاشق اور منگیتر کا کمرہ ہو۔'' اس کے طنز پر جہاں شجر کا رنگ فق ہوا وہیں فجر کے چہرے کے نقوش بھی بگڑے تھے۔
''کیا بکواس کر رہی ہو آیت...... تم ہوش میں تو ہو؟ کیسی حرکت کر دی اس نے جو تم نے اتنی غیر اخلاقی باتیں اس کو سنا دیں، کیا تم نہیں جانتی کہ بارش کو انجوائے کرنا ہم لڑکیوں کی عادت رہی ہے اور کچھ عرصہ پہلے تک تو تم اور یشرہ بھی اس میں شریک ہوتی تھیں...... شجر تو آ بھی نہیں رہی تھی، میں ہی اسے زبردستی گھسیٹ کر یہاں لائی تھی۔'' فجر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ جبکہ شجر سر کو جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ اپنے آنسو ضبط کرنے میں مصروف تھی۔ آیت اسے کتنا ہلکا سمجھتی تھی، یہ سوچ اس کو بہت اذیت پہنچ رہی تھی۔

''کسی کے ضبط کو اتنا نہیں آزمانا چاہیے آیت کہ وہ بے ساختہ بددعا پر اتر آئے اور یاد رکھنا کہ دکھے دل کی دعا عرش ہلا دیتی ہے۔'' شجر کی حالت کو دیکھتے ہوئے فجر نے مزید کہا اور شجر کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے صرف وہی حقیقت بیان کی ہے اس میں غصہ ہونے اور دل دکھانے والی کوئی بات ہی نہیں...... اس لیے اس کی بے جا طرف داری بند کر کے اس کو سمجھاؤ کہ میرے شوہر کے ساتھ یہ آنکھ مچولی کا کھیل بند کر دے ورنہ میں کسی کو بھی اپنا گھر خراب کرنے کی اجازت نہیں دوں گی اور جو بھی کرنا پڑا کر گزروں گی۔''

''تمہارا شوہر...... تمہارا شوہر...... کوئی کھلونا نہیں ہے جسے میں تم سے چھین لوں گی، اتنے ہی خدشات ہیں تو اس کو جا کر یہ سب کچھ بتاؤ...... یاد رکھنا آیت اسپرنگ پر جتنا زور سے دیا جائے وہ اتنی ہی طاقت سے دبانے والے کے منہ پر پڑتا ہے...... میری خاموشی اور شرافت کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ ورنہ جانتی ہو کہ جس شوہر کی شہ پر اتنا اچھل رہی ہو...... میرے ایک اشارے پر تمہیں چھوڑ بھی سکتا ہے...... سچ کہا ہے کسی نے کہ ظالم کی زیادتی پر خاموش رہنا خود کو ظلم کرنے کے مترادف ہے اور تم مسلسل الزام تراشی سے مجھ پر ظلم ہی کر رہی ہو جو میں آئندہ ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔'' فجر سے ہاتھ چھڑا کر اس نے اپنے آنسو پونچھے اور فیصلہ کن انداز میں کہا پھر وہ ان دونوں کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

''اب بھی وقت ہے آیت، اپنی سوچ اور رویہ بدلو ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گی۔'' فجر نے کہا اور خالی برتن لے کر وہاں سے چلی گئی جب کہ ساکت کھڑی آیت کو صرف ایک بات سمجھ میں آئی تھی کہ میرے ایک اشارے پر وہ تمہیں چھوڑ بھی سکتا ہے۔

''تمہاری سوچ تمہاری زبان پر آ ہی گئی لیکن میں بھی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں ہوں شجر۔'' وہ زہر خند لہجے میں بڑبڑائی تھی۔

❀......❀......❀

''مجھے آپ سے ایک بات کرنا تھی۔'' وہ بہت محتاط اور جھجکتے ہوئے انداز میں بولا کہ اماں جہان کا رعب کچھ ایسا تھا کہ سوائے عبدالحنان اور منتہا کے وہ ان سے ضروری بات کرتے ہوئے بھی گھبراتے تھے لیکن اس کے سوا کوئی چارا بھی نہیں تھا کہ ان سے بات کی جائے کہ دل کی دنیا اجڑنے کا خیال ہی اس کے اندر ایک ناقابل برداشت اذیت اتار دیتا تھا۔ وہ معمول کے مطابق ان کا بی پی چیک کر کے ان کو دوائی کھلانے آیا تھا ان کی طبیعت بہتر دیکھ کر اس نے اپنے اندر ہمت کو جمع کیا اور اپنی بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اماں جہان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تب وہ کھنکار کر بولا۔

''آپ جانتی ہیں کہ آپ ہوں یا اماں جی...... دونوں کی بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔'' وہ تمہید باندھتے ہوئے بولا پھر جیسے ہی اس نے اماں جہان کو اپنی بات کو غور سے سنتے دیکھا، اس نے سر کو جھکایا کہ وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر اتنی بڑی جسارت نہیں کر سکتا تھا مگر یہ طے تھا کہ اس نے اماں جہان کو بتا کر اپنی زندگی کی واحد خوشی کے حصول کی آخری کوشش ضرور کرنا تھی۔

''زندگی کے سب سے اہم، شادی جیسے معاملہ پر بھی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرے خیال میں یہ آپ خواتین کا شعبہ ہے کیونکہ میں اپنے آپ کو اتنا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ اتنا بڑا فیصلہ خود کر سکوں لیکن......'' وہ کہتے ہوئے رکا، اس کی آواز کا دھیما پن اور بڑھ گیا تھا۔

''کہو اجمل...... ہم سن رہے ہیں۔'' اماں جہان نے نرمی مگر آہستگی سے کہا۔ ان کے اصرار پر وہ ہمت کر کے کہہ ہی گیا۔

''لیکن جب تک میں نے اسے نہیں دیکھا تھا...... اس کو جب میں نے پہلی بار دیکھا تو وہ مجھے صرف اچھی لگی تھی پھر میں نے جب اس خیال کو جھٹک کر خود سے دور کرنا چاہا تو میں ایسا نہ کرسکا اور اس کوشش کے ساتھ ہی مجھ پر انکشاف ہوا کہ میری زندگی میں ایسی ہی زندگی سے بھرپور لڑکی آئے جو اپنی باتوں اور انداز سے میرے گھر میں بھی رونق اور روشنی بھردے اور اب جب میرا یہ خیال پختہ ہو چکا ہے تو اماں چاہتی ہیں کہ میں ان کی بھتیجی سے صرف اس لیے شادی کرلوں کہ اس کی صرف بیٹیاں ہیں، ان کے بھائی بیمار ہیں تو میں داماد بن کر ان کا سہارا بن جاؤں...... میں اماں کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے تو پہلے بھی اپنے فرائض میں کوتاہی کبھی نہیں برتی...... دکان سے لڑکا روزانہ بھیجتا ہوں جو ماموں کے گھر کا سودا سلف لادیتا ہے...... ہفتے میں ایک بار خود بھی وہاں کا چکر لگالیتا ہوں...... شادی کے بعد بھی میرا اس ذمہ داری کو ترک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اپنے جاننے والوں میں اچھے رشتے کے لیے بھی بات کر رکھی ہے ان کی بیٹیوں کے لیے لیکن بہت کوشش کے بعد بھی میں خود کو اس شادی پر آمادہ نہیں کر پارہا ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ چپ ہوا، تاہم اس کا سر اب بھی جھکا ہوا تھا اس کا، اماں جہاں کے غصے سے وہ سب ہی ڈرتے تھے اور سوائے ضروری بات کرنے کے کسی اور بات کرنے کی جرأت کسی میں نہیں تھی...... سودل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ کہہ تو گیا تھا مگر دل میں اب بھی ان کے ردعمل کا سوچ کر ڈر رہا تھا۔

''کون ہے وہ؟'' چند لمحوں بعد ان کی نحیف آواز پر اجمل نے اپنا سر جھٹکے سے اٹھایا تھا۔

❁......❁......❁

''ٹھیک ہے آیت بی بی، تم نے جو کرنا تھا وہ کرلیا...... اب جو میں کروں گا وہ دنیا تو دیکھے گی ہی تم بھی شکوہ مت کرنا کہ میرے لیے تمہاری کوشش کا جواب آج تمہارے گھر والوں کی 'نا' کی صورت مجھے مل چکا ہے۔'' صبح اٹھتے ہی اس کو اپنے سیل پر فیصل کا یہ میسج ملا تھا جسے پڑھتے ہی اس کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا، رات ویسے ہی اسے شجر کے کہے الفاظ جلاتے رہے تھے اور اب صبح صبح یہ مصیبت، پہلی فرصت میں اس نے ماموں کے گھر جاکر فیصل سے بات کر کے اسے کچھ بھی کرنے سے باز رکھنا تھا اور یہ دوسری بار تھا کہ اس نے ان باتوں کو اتنا سر پر سوار کیا تھا کہ موحد کے واش روم سے باہر آنے پر وہ اسے بیڈ پر آڑی ترچھی بے ہوش ملی تھی اور ڈاکٹر کے پاس لے جانے پر اس نے ایک بار پھر اسے کسی بھی قسم کی پریشانی لینے سے منع کیا تھا ورنہ کچھ بھی پیچیدگی ہوسکتی تھی...... نتیجتاً سارا گھر ہی اس کے پاس جمع تھا حالانکہ مومنہ بھی اس کی طرح تخلیقی مراحل سے گزر رہی تھی مگر اس کا معمول وہی تھا جو شروع سے تھا، اسے بھی اس کی ساس آرام کرنے کو کہتیں، کچن میں جانے اور بھاری کاموں سے منع کرتیں مگر وہ مومنہ ہی کیا جو کسی کام سے رک جائے...... حقیقی گھر کے خوشگوار ماحول کو ترسی ہوئی مومنہ کو سب کے کام کر کے ہی سکون ملتا تھا...... اس وقت بھی وہی تھی آیت کے پاس، باقی سب اپنے اپنے معمول کے کاموں پر چلے گئے تھے، مومنہ اسے آہستہ آہستہ چمچے سے سوپ پلا رہی تھی۔

''کسی بھی پریشانی کو ذہن پر سوار مت کرو آیت، صرف یہ سوچو کہ مالک تمہیں ماں کے عظیم رتبے پر فائز کر رہا ہے...... کتنا بڑا احسان ہے اس کا، اس کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اٹھتے بیٹھتے، اس خوب صورت وقت کو محسوس کرو کہ زندگی میں گزرنے والا ہر لمحہ آخری لمحہ ہوتا ہے، صرف یہی سوچ کر اسے پوری طرح سے جیو کہ دنیا کی پوری دولت دے کر بھی وہ لمحہ ہم دوبارہ اپنی زندگی میں نہیں لاسکتے۔'' وہ اپنے مخصوص سادہ اور نرم انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔

''میں کیا کروں مومنہ...... میں کیا کروں؟'' اس نے مومنہ کا چمچ والا ہاتھ پیچھے کیا اور بے بسی سے بولی۔

''میں بھی خوش ہونا چاہتی ہوں...... میں بھی خوشی کا ہر پل جینا چاہتی ہوں، کون سی بد بخت عورت ہوگی جو اس

نعمت کو ٹھکرا کر کفران نعمت کرے گی مگر اس کم ظرف کو یہ گوارا ہی نہیں ہے، پہلے اس کے انداز مجھ سے کچھ اور کہتے تھے اور کل...... کل اس نے اپنی زبان سے بھی کہہ دیا۔" آخر میں اس کا لہجہ نفرت آمیز ہوا۔

"کک...... کون ہے ایسا آیت؟ جو تمہیں خوش نہیں دیکھ سکتا اس گھر میں...... کس نے کہا تم سے؟" مومنہ نے پریشانی سے کہتے ہوئے سوپ والا پیالہ سائیڈ میز پر رکھا۔

"شجر اور کون؟" اس کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

"شجر...... ! مگر وہ کیوں...... کیا کہا اس نے؟" مومنہ کے لہجے میں حیرت سی در آئی۔

"ہاں وہی...... پرانی محبت کا شوق چڑھا ہے پھر سے...... اس نے کل مجھے اپنی زبان سے کہا کہ وہ موحد کو مجھ سے چھین لے گی۔"

"نہیں...... نہیں آیت تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے...... شجر بالکل بھی ایسی نہیں ہے جیسے تم سمجھ رہی ہو۔" مومنہ روتی ہوئی آیت کو چپ کراتے ہوئے بولی۔

"یہی تو مسئلہ ہے...... وہ گھنی ہے اور میسنے پن کا ماسک لگا کر اس نے سب کو بے وقوف بنایا ہوا ہے، او میرے اللہ، میں کیسے اس مکار لڑکی کی حقیقت سے سب کو آگاہ کروں کہ کیسے وہ میرے گھر کو توڑنے کے درپے ہے۔" آیت اپنے آپ میں نہ رہی اور مومنہ اسے سنبھالتے سنبھالتے بے حال ہونے لگی تھی۔

❁......❁......❁

"میرا صابر اور فرمان بردار بچہ۔" اماں جہان بڑبڑا کر رہ گئیں، عبدالحنان کو اس روز سے انہوں نے دیکھا نہیں تھا مگر یشعرہ سے پتا چلتا رہتا تھا کہ وہ صرف ان سے ہی نہیں سارے زمانے سے حتیٰ کہ خود تک سے خفا ہے، آج کل جب ہی تو دوائیاں، ورزش سب کچھ چھوڑ رکھا ہے۔ کھانا بھی برائے نام کھاتا تھا۔

"ہمارے لیے پچھتانے کو اور بہت کچھ ہے عبدالحنان، اپنے رویے سے ہماری ناتواں جان پر اور بوجھ مت ڈالو...... ہم پہلے والے بوجھ کو سہارنے کی کوشش میں ہانپ رہے ہیں...... ہم پر رحم کرو میرے بچے۔" ابھی کل ہی تو انہوں نے یشعرہ کے ہاتھ اسے یہی پیغام بھجوایا تھا۔

"پتا نہیں کیا چل رہا ہے ان دونوں کے درمیان کہ ان کی مبہم اور معنی خیز باتیں آج ایک سال گزرنے کے بعد بھی میری سمجھ میں نہ آسکیں۔" وہ سوچنے لگی پھر بولی۔

"جی بڑی دادی کہہ دوں گی۔" ان کے آس سے پوچھنے پر کہ وہ ان کا پیغام پہنچا تو دے گی ناں عبدالحنان تک یشعرہ نے اپنی سوچوں سے باہر آتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ سے کہا اور ابھی عبدالحنان کی فکر باقی تھی کہ اجمل اپنا مسئلہ لیے ان کو نجات دہندہ سمجھ کر ان کے پاس آیا تھا۔

"ہمارے گھر کے سب بچے اپنی اپنی زندگی کو گزار رہے ہیں مگر سب ہی ہمارے غلط فیصلوں کی بھینٹ چڑھ گئے...... اب تم بھی اس وقت ہمارے پاس آئے ہو جب زندگی کی بساط پر ہم اپنے سارے مہرے آگے بڑھا چکے ہیں۔" وہ دل ہی دل میں اجمل سے مخاطب ہوئیں کہ حواسوں میں لوٹنے پر ان کا سارا وقت گزری زندگی کے سود و زیاں کا شمار کرنے میں ہی گزرتا تھا۔

❁......❁......❁

ایک عجیب سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی تھی، عرصہ ہوا کہ نیندیں دوائیوں کی مرہون منت تھیں اسے حواس کو یکجا کرنے میں کچھ دیر لگی تھی اگرچہ آنکھیں وہ کچھ لمحے قبل ہی کھول چکا تھا...... خوب صورت چہرے پر پیاری

سی مسکان سجائے وہ یشرہ تھی جو اس پر گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے ''ہیپی اینورسری'' گنگنا رہی تھی، عبدالحنان کتنی ہی دیر مسحور سا اسے دیکھتا رہا۔

''اٹھیے جناب، یوں لیٹے رہنے سے کام نہیں چلے گا، میرے ساتھ مل کر اس دن کو ایک یادگار دن بنائیں جب ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں آئے تھے پھر میرا گفٹ نکالیں کہ میں اس دن کے انتظار میں دن انگلیوں پر گن رہی تھی اور محترم کو کچھ یاد ہی نہیں۔'' وہ اسے سہارے سے اٹھا کر بیڈ پہ ٹیک لگا کر بٹھاتے ہوئے بولی۔

''اور ہاں آج کے اس خوبصورت دن پر میں کوئی ایسی بات نہیں سننا چاہتی جو ہمارے اس یادگار دن کو خراب کردے..... آج شادی کا کیک کاٹ کر ہم صرف اپنی باتیں کریں گے، اپنے گزرے کل کی، آنے والے مستقبل کی، ہم دونوں کی زندگی کی اور خوشیوں کی۔'' اسے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر وہ محبت سے کہہ رہی تھی، عبدالحنان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا، وہ اسی میں ہی خوش ہوگئی اور میز پر رکھا کیک اٹھا کر اس کے بالکل سامنے رکھ دیا پھر خود اس کے برابر میں بیٹھ کر کینڈل کو روشن کرکے چھری عبدالحنان کے ہاتھ میں پکڑائی اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کے چھری والے ہاتھ پر رکھ کر کیک کی طرف بڑھایا..... کیک کاٹ لینے کے بعد یشرہ نے ناصرف اسے کیک کھلایا بلکہ خود بھی عبدالحنان کے ہاتھ سے کیک کھانے کی ضد کی۔

''یہ ہوئی ناں بات۔'' کیک دوبارہ میز پر رکھ کر وہ واپس آئی، اس کے پہلو میں بیٹھی اور پورے استحقاق سے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

''زندگی کے اس اہم اور خوب صورت دن پر میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں عبدالحنان کہ آپ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد ہیں اور یقیناً آخری بھی ہوں گے..... محبت کے اظہار کے ساتھ آپ نے مجھے چونکایا تھا تو نکاح کے بعد تو بغیر میری اجازت کے اور کسی فاتح کی طرح میرے دل کی زمین زیر کرکے سب سے اونچی مسند پر براجمان ہوگئے تھے لیکن پھر آپ مجھے چھوڑ کر گئے یا حادثے کے بعد پھر سے میری زندگی میں لوٹے، میری محبت اور آپ کے لیے میرے دل میں مقام پر کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ وہ محبت دوگنی تگنی ہوتی رہی۔'' سب سنتے ہوئے عبدالحنان کی کیفیت کچھ عجیب سی ہورہی تھی، تاہم وہ سب سننا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ نجانے کب اس نے یشرہ کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کیں اور یشرہ اس کا لمس پاتے ہی آنکھیں موندے بس اپنے جذبوں کو بیان کرتی رہی تھی۔

''محبت کے اس سفر میں آپ میرے ہمراہ ہیں، میں جانتی ہوں بس کچھ وقتی خدشات اور توہمات ہیں جنہوں نے آپ کی زبان اور دل پر پہرا بٹھا رکھا ہے لیکن عبدالحنان..... میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو میری محبت اب آپ سے جدائی سہنا تو دور اس لفظ کو بھی برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتی..... مجھ میں نہ آپ کو کھونے کی طاقت ہے نہ دور رہنے کی اور..... اور اگر آپ نے مجھے ایسے کسی فیصلے کی بھینٹ چڑھایا تو میں مر جاؤں گی۔'' عبدالحنان کی انگلیاں ایک جگہ پر ساکت ہوئیں..... گالوں پر بہتے پانی کے ساتھ اسے احساس ہوا کہ صرف یشرہ ہی نہیں وہ خود بھی رو رہا تھا۔

''آپ بھی کچھ کہیں عبدالحنان۔'' یشرہ کی روتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں تک پہنچی، محبت کی تجدید کا لمحہ وہ اپنی زندگی میں کبھی چاہتی تھی۔

''نہیں یشرہ..... آج تمہارا دن ہے، تم بولوگی اور میں سنوں گا..... تم نہیں جانتیں کہ ان جذبات کے اظہار کا میں نے صدیوں کا انتظار کیا ہے، جب میں یہ سب سننا چاہتا تھا قسمت ہمارے درمیان آن کھڑی ہوئی تھی، جب تم نے

کہنا چاہا، ایک بدترین حادثے نے میری سننے سمجھنے کی سب طاقتوں کو سلب کر لیا تھا آج قسمت کی مہربانی سے محبت کو امر کرنے کے کچھ لمحات ہمیں دان کیے گئے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری منفی سوچ اور کڑوی زبان کی بدنمائی سے ان لمحات کو گہن لگ جائے..... آج بس دل کررہا ہے کہ یشعرہ بولتی رہے اور عبدالحنان سنتا رہے، ایسے کہ عمر یونہی تمام ہوجائے۔" اس نے ایک جذب سے کہا۔

اور گزرنے والے وقت کے لمحوں نے دیکھا تھا کہ محبت کی راہ کے دو مسافروں نے اللہ کے ودیعت کرتے خاص لمحات میں مسکرا کر ایک دوسرے کو سحر زدہ ہوکر دیر تک دیکھا تھا پھر ان انمول گھڑیوں کو امر کرتے ہوئے محبت بانٹنے میں لگ گئے تھے۔

⁂

"نہیں نہیں..... تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہوگی..... ابھی میرا وہاں سے آنے جانے کا سلسلہ ٹوٹے اتنا عرصہ بھی نہیں ہوا کہ اماں جہاں نے اپنی آخری پوتی کو بھی رخصت کردیا ہو..... وہ تو خوب چھان پھٹک کر، اچھی طرح جان پہچان کرکے اور حسب نسب کی تحقیق کے بعد ہی کچھ سوچتی ہیں اور جب تک میں وہاں تھی ایسے کسی سلسلے کے آثار ہی نہیں تھے اور اب تم مجھے یہ کہانی سنارہی ہو۔" ان کے لہجے میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"لو اس میں بھلا غلط فہمی کا کیا سوال ہے عنایت، تمہارا ان کا رشتہ پیر اور مرید کا ہے..... نصیب کھل گیا ہوگا بچی کا تو رخصت بھی کردیا ہوگا..... اب اس کے لیے تمہارے پاس اجازت لے کر آتے کیا؟" علیمہ خاتون نے گھر کنے والے انداز میں کہا پھر مزید گویا ہوئیں۔

"اور کوئی بات کرتا تو پھر بھی کسی اور بات کی گنجائش نکلتی تھی..... میرے بہت دور سے آنے کا سن کر اماں جہان کی بہو نے مجھے بڑی مشکل سے ان سے ملنے کی اجازت دی یہ بتاتے ہوئے کہ فی الحال ان کی خراب طبیعت کے پیش نظر درس و محافل کا سلسلہ موقوف ہے اور نا جانے کب تک رہتا ہے۔ فی الحال اماں جہان سے ملنے پر اصرار نہ کیا جائے اور صرف ان کے لیے دعا کی جائے اور جیسے ہی وہ مجھے اماں جہان کے پاس چھوڑ کر گئیں میں نے موقع غنیمت جان کر فوراً ہی تمہارا پیغام ان تک پہنچایا جسے سن کر وہ عجیب سا مسکرائیں اور کہنے لگیں۔"

"عنایت بی کو ہمارا بہت سا سلام اور دعائیں دینا اور کہنا کہ ہم بھی انہیں بہت یاد کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مالک ان کو جلدی صحت یاب کرے، اور کہنا کہ ہم ان کے بے حد مشکور ہیں کہ بیماری کی حالت میں بھی ان کو ہماری کہی گئی بات کا پاس ہے..... لیکن ہم اس مالک کے بے شمار احسانات کا شکر ادا کرنے کی ہمت نا خود میں پاتے ہیں اور نا طاقت کہ اس کے کرم سے ہم اپنی بچیوں کے فرائض سے ایک ایک کرکے سبکدوش ہوگئے ہیں اور ابھی ایک ماہ قبل ہی ہماری سب سے چھوٹی پوتی بھی رخصت ہوگئی۔" وہ کوئی تیسری بار اماں جہان کے کہے گئے الفاظ ویسے کے ویسے دہرا رہی تھیں جیسے انہوں نے کہے تھے اور اب انہیں سن کر عنایت بی کے لبوں سے بے ساختہ ایک آہ نکلی تھی۔

"اچھا پھر اب میں چلوں..... بہت دیر ہوگئی گھر سے نکلے۔" علیمہ خاتون اب برقع سر پر رکھ کر چپل پہنتے ہوئے بولیں پھر ایک دم کچھ خیال آنے پر پھر سے بیڈ کی پائنتی پر ٹک گئیں اور قدرے سرگوشی کے سے انداز میں بولیں۔

"اے سنو عنایت اگر اجلال کا دوسرا بیاہ کرنا ہی ہے تو ایک چھوڑ کئی بہترین لڑکیاں اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ اپنے حمید صاحب کو تو اچھی طرح جانتی ہو ناں..... ان کی نواسی ہے، لاکھوں نہیں تو ہزاروں میں ایک ہے بچی..... میٹرک پاس ہے عالمہ کا کورس کیا ہوا ہے، خوب صورت اور ہر کام میں طاق ہے..... کوئی تقاضا بھی نہیں سوائے اس کے کہ خاندان شریف ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو...... دیکھو سوچتی ہوں اس بارے میں بھی کہ اس بدبخت کو تو نکالنا ہے اس گھر سے اور اپنے بیٹے کی زندگی سے کہ اس کا ایک ہی حل ہے لیکن ایک سیدزادی سے میری نسل آگے بڑھتی، پھلتی پھولتی...... اس خواب کو آنکھوں سے نوچنا بڑا تکلیف دہ ہے۔" وہ اداسی سے بولیں۔

"ہاں یہ تو ہے مگر قسمت پر کس کا زور چلا ہے...... مگر جو میں نے کہا ہے اس پر ضرور غور کرنا، میں پھر چکر لگاؤں گی چند دن تک اچھی طرح سوچ لینا۔" برقع دوبارہ سنبھالتی وہ مشورہ دے کر چلتی بنیں اور عنایت بی کو پیچھے ایک نئی سوچ دے کر گئی تھیں۔

"کیا ہوگیا ہے اماں جی آپ کی معاملہ فہمی اور فہم و فراست کو...... کتنے بڑے بڑے مسائل کو آپ نے اپنی سمجھ داری سے یوں حل کیا کہ جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں اور اب اتنی بڑی پریشانی سے جان بوجھ کر نظریں چرائے بیٹھی ہیں۔"

"تمہارے خیال میں پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟" صفیہ تائی کی ناراضی سے کہی گئی بات کے جواب میں اماں جی نے سکون سے کہا۔

"شجر کی شادی کردیں اس کے سوا اس کا کوئی حل نہیں...... ایک بہترین رشتہ بھی موجود ہے مگر آپ نہ جانے کیوں چشم پوشی سے کام لے رہی ہیں۔" وہ فوراً بولیں، لہجہ بھی کچھ تیز ہو چلا تھا، تاہم پھر خود ہی دھیمی پڑگئیں اور قدرے لجاجت سے کہا۔

"دیکھیں اماں جی، شجر میری بچی جیسی ہے، اللہ گواہ ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے برا نہیں سوچا، ہاں اس کی کچھ عادات مجھے ناپسند تھیں جن کا میں برملا اظہار بھی کرتی رہی ہوں بالکل ویسے ہی جیسے گھر کی دیگر بچیوں کے لیے...... آیت، شجر کی وجہ سے بہت سے تحفظات کا شکار ہے، اسی ٹینشن میں خدانخواستہ اس کو یا اس کے بچے کو نقصان پہنچ جائے یہ سوچ مجھے کھائے جارہی ہے۔"

"اس گھر کی ہر بچی کو میری طرح تم بھی اچھی طرح جانتی ہو آیت کے رویے میں شروع سے ہی ایک شدت اور جارحانہ پن پایا جاتا ہے اور میں ایک فرد کی شدت پسندی کے لیے اپنی بچی کی زندگی خراب نہیں کرسکتی، وہ پہلے ہی بہت سے امتحانات سے گزری ہے اور میں اسے ایک نئے امتحان کی نذر نہیں کروں گی کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کردوں...... مسئلے کا حل وہ نہیں جو تم کہہ رہی ہو بہو۔" وہ کہتے ہوئے ذرا رکیں۔

"مسئلے کا حل یہ ہے کہ تمہیں بیٹھ کر آیت کو سمجھانے کی ضرورت ہے، شجر کی میں گواہی دیتی ہوں کہ ماضی میں جو بھی تھا، اب وہ پورے دل سے موحد کو بھلانے کی کوشش میں ہے، اس نے حقیقت کو تسلیم کرکے اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کردی ہے، یہ آیت ہی ہے جو اسے بار بار پرانی باتوں اور یادوں کا حوالہ دے کر پرانے تعلقات اور رشتوں کی طرف گھسیٹتی ہے...... یاد رکھنا کہ ایسے لوگ جو ایک فرد پر اپنا جبری تسلط جما کر رکھنا چاہتے ہوں ان کو تحفظات کسی ایک سے نہیں ہر ایک سے ہوسکتے ہیں...... آج شجر کو دیکھ کر وہ خوانخواہ کی پریشانی میں مبتلا ہے تو کل اس کی پریشانی کا محور تمہاری ذات بھی ہوسکتی ہے۔ جاؤ اور اس بات کو سوچو اور اس پر غور کرو کہ زیادتی کس کے ساتھ ہوئی، زیادتی کس نے کی؟ اب کون اس زیادتی پر چپ ہے اور کون شور مچا رہا ہے اور کیوں شور مچا رہا ہے کیونکہ جہاں بات آجائے معاملہ فہمی کی تو ایک زمانہ تمہاری فہم و فراست کا بھی گواہ ہے۔" اماں جی نے ٹھہر ٹھہر کر کہا اور خود وہاں سے چلی گئیں مگر صفیہ تائی کے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گئی تھیں۔

وہ بیڈ پر لیٹے لیٹے اکتا گئی تھی...... الٹا مسلسل فراغت سے ذہن مختلف غلط باتوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ جس سے طبیعت میں سدھار کی بجائے مزید بگاڑ آتا جا رہا تھا۔ وہ چڑچڑی سی رہنے لگی تھی اور کمزور ہوتی جا رہی تھی اور بی پی بھی ہائی رہنے لگا...... ہر بار ڈاکٹر کے وزٹ پر ہدایات اور دوائیوں کا ایک پلندہ لے کر آتی...... سب ہی لوگ پہلے سے زیادہ خیال رکھتے مگر یہ کوئی نہ سمجھ سکا تھا کہ یہ دوائیاں، آرام، پھل بہترین غذائیں دنیا کی کوئی نعمت اس وقت تک اس پر اثر نہیں کر سکتی تھی جب تک وہ اپنے ذہن کو ان منفی سوچوں سے پاک نہ کرتی جو ہر پل اس کے دماغ میں اودھم مچائے رکھتیں...... فجر اور شجر شاید اس کے کمرے سے باہر گزر رہی تھیں جوان کے کھلکھلانے کی آواز نے گویا جلتی پر تیل جیسا اثر دکھایا اور وہ بجلی کی تیزی سے اٹھی۔

''نہیں شجر...... تم سب کچھ کر کے بھی آزاد فضا میں قہقہے لگاتی پھر رہی ہو اور میں حق دار ہوتے ہوئے بھی کمرے میں قید پڑی ہوں...... میں جان گئی ہوں کہ جو کرنا ہے مجھے خود کرنا ہے اور کوئی مجھے تم سے چھٹکارا نہیں دلا سکتا۔'' بڑبڑاتے ہوئے اس نے چپل پہنی اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

مگر سامنے کوئی دکھائی نہ دیا تھا۔ ہال سے خواتین کی ہلکی ہلکی آوازیں یہاں تک پہنچ رہی تھیں، کچن میں جز وقتی ملازمہ برتنوں سے نبرد آزما تھی۔

''مومنہ بی بی تو بڑی باجی کے ساتھ سبزی بنوا رہی ہیں...... فجر اور شجر بی بی کپڑے دھو رہی ہیں مشین لگا کر۔'' لڑکیوں کے بارے میں استفسار پر ملازمہ نے بتایا اور واقعی پچھلے صحن میں فجر اسے مشین سے کپڑے نکالتی ملی، وہ بجلی کی تیزی سے سیڑھیوں کی طرف آئی۔ ابھی دو تین سیڑھیاں ہی چڑھی تھی کہ شجر اوپر سے خالی بالٹی لیے نیچے اترتی دکھائی دی، آیت کے منصوبہ ساز ذہن نے سیکنڈوں میں ہی ایک منصوبہ بنایا اور آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھنے لگی...... ابھی وہ پانچویں سیڑھی پر تھی کہ شجر بھی وہاں تک آن پہنچی، آیت چڑھتے چڑھتے جان بوجھ کر شجر سے ٹکرائی اور توازن برقرار نہ رکھنے کی اداکاری کی یا واقعی شجر سے اچانک ٹکرانے کے باعث اپنا توازن خود کھو بیٹھی تھی کہ لمحوں میں سب سے نچلی سیڑھی پر آن گری اور اس کی دلدوز چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا تھا۔

❁...... ❁...... ❁

بڑے ہال میں پورا خاندان جمع تھا اس وقت، صفیہ تائی کے ساتھ سوں سوں کرتی آیت تھی جس کے ماتھے اور کہنی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سر جھکائے موحد بیٹھا تھا اماں جی سامنے والے صوفے پر بڑے تایا کے ساتھ بیٹھی تھیں اماں جی کے برابر میں شجر بھی روئی روئی آنکھیں لیے موجود تھی...... نیچے بچھے کارپیٹ پر مومنہ اور فجر بیٹھی تھیں جبکہ ان کے بالکل ساتھ دوسیٹر پر افشاں چچی بیٹھی تھیں۔

''اب سب کے سامنے مجھے سارا معاملہ بتاؤ کیونکہ الگ الگ بات کرنے سے دونوں فریق اپنے اپنے دفاع میں بولیں گے اور دوسرے کو الزام دیں گے لیکن اپنے گھر میں ایسی رذیل حرکت، وہ چاہے جس نے بھی کی، ہے مجھے سخت مایوس کیا ہے۔ آیت ہو یا شجر میں نے گھر کی کسی بھی بچی کو یشعرہ سے کم نہیں جانا اور اگر شجر سچائی پر ہے اور اس نے آیت کو دھکا نہیں دیا تب بھی اور اگر آیت سچ کہہ رہی ہے کہ شجر نے نیچے اترتے ہوئے اس کو جان بوجھ کر دھکا دیا...... میرا تو سوچ سوچ کر دماغ پھٹ رہا ہے کہ میرے گھر میں، میرے بچوں میں اتنی نفرت اور کدورت آئی بھی تو کیسے اور کیوں؟ کہ وہ ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو گئے۔'' بڑے تایا کا لہجہ رنجیدہ ہوتے ہوتے پھر سے غصیلا ہوا...... شجر کے آنسو بہنے لگے جبکہ آیت دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

''مجھے رو کر مت دکھاؤ...... باری باری اپنی بات بتاؤ۔'' تایا نے سختی سے کہا۔

"بولو آیت۔ پہلے تم بولو۔" بڑے تایا کے مخاطب کرنے پر آیت نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف کیا اور مکمل کر میدان میں آئی۔

"آپ تو جانتے ہیں بڑے تایا کہ ہماری شادی کن حالات میں ہوئی، میں نے تو بڑوں کے آگے سر جھکاتے ہوئے اس شادی کے لیے ہاں کردی تھی اور پورے جی جان سے اپنے گھر کو بسانے کی کوشش کی لیکن شجر نے آج تک اس حقیقت کو نہ تو تسلیم کیا ہے نہ ہی موحد کو اپنے دل سے نکال پائی بلکہ اس نے تو تین چار دن پہلے مجھے دھمکی دی تھی کہ یہ اب بھی جب چاہے موحد کی زندگی میں آسکتی ہے۔"

"یہ...... یہ جھوٹ بول رہی ہے بڑے تایا۔" شجر کی آواز کپکپائی، آنسو ایک بار پھر بات کرنے میں رکاوٹ بن رہے تھے۔

"اگر میں جھوٹ بول رہی ہوں تو آپ فجر سے پوچھ لیں۔" آیت نے تیز لہجے میں کہا، سب کی نظریں فجر کی طرف اٹھیں جو اس وقت ایسی کسی بات کی توقع نہیں کررہی تھی۔

"اس نے ضرور ایسا کہا تھا لیکن تمہاری باتوں کے ردعمل کے طور پر کیونکہ تم نے اس پر بہت رکیک قسم کے الزام لگائے تھے آیت۔"

"الزام نہیں حقیقت تھی وہ سب، یہ واقعی موحد پر نظر رکھے ہوئے ہے اور آج اس نے اس جلن کا ثبوت دے دیا مجھے گرا کر...... میں پورے حواس میں تھی بڑے تایا۔ اس نے جان بوجھ کر مجھے دھکا دیا...... میرا یقین کریں۔" آیت ایک بار پھر رو دی۔

"بڑے تایا...... میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔" شجر نے زور دے کر کہا۔

"اور میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتی ہوں۔" آیت کی بات پر سب کو سانپ سونگھ گیا، موحد نے اس دوران میں پہلی بار سر اٹھا کر شاکی نظروں سے شجر کی طرف دیکھا کہ جہاں بات قرآن پر آگئی تھی تو یقیناً آیت سچ کہہ رہی تھی اور وہ ایک نظر شجر کو اندر تک مار گئی تھی۔

"بس...... جس نے جو کہنا تھا اور میں نے جو سمجھنا تھا سمجھ اور جان لیا...... افسوس کہ جس گھر میں قرآن کی تعلیم دی جاتی رہی ہے وہاں آج اسی ہدایت اور رہنمائی بخشنے والے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کی بات کی جارہی ہے، قصور جس کا بھی ہے لیکن ایک بات واضح ہے کہ اس گھر میں دونوں بچیوں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو چلا ہے شجر ماضی میں موحد کی منگیتر رہی ہے اور اب آیت اس کی بیوی ہے۔ عورت کو ایسے ہی ناقص العقل نہیں کہا گیا کہ کچھ ہو نہ ہو، دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف سے مشکوک اور شبہات کا شکار ہمیشہ رہیں گی اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں شجر کا رشتہ اپنے دوست اور بزنس پارٹنر رضوی کے بیٹے سے طے کررہا ہوں...... رضوی کا بیٹا ماشاء اللہ ہائی کوالیفائیڈ، سلجھا ہوا بچہ ہے، ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کررہا ہے، میں کئی بار اس سے مل چکا ہوں، رضوی نے اشاروں کنایوں میں کئی بار مجھ سے بات کی ہے کہ وہ ہمارے گھر رشتے کے لیے آنا چاہتا ہے، میں اماں جی سے فجر کے بارے میں بات کرنا ہی چاہتا تھا مگر اب حالات کا تقاضا یہی ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے شجر کی شادی کردی جائے کہ اس کا قصور نہیں بھی ہوگا تب بھی آیت اس کے ہوتے ہوئے میرا مطلب ہے غیر شادی شدہ ہوتے ہوئے ان سکیور فیل کرتی رہے گی اور آئے روز گھر میں ایسے کئی مسائل جنم لیں گے...... آپ کیا کہتی ہیں اماں جی؟" اپنی بات مکمل کرکے وہ اماں جی کی طرف مڑے۔

"میرے کہنے کو کیا بچا ہے اب جب سب کچھ تم نے کہہ دیا اور فیصلہ بھی کرلیا۔" ان کا انداز بجھا ہوا تھا۔

''ایسا مت کریں اماں جی، آپ جانتی ہیں کہ ایک عرصہ ہوا گھر کے ہر چھوٹے بڑے فیصلے کو آپ نے اس قدر معاملہ فہمی سے حل کیا ہے کہ مجھے کبھی کچھ بولنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی نہ فیصلہ لینے کی لیکن اب اس معاملے میں آپ کی خاموشی مسائل کو طول دے رہی ہے، یقین جانیں دونوں میری بچیاں ہیں اور مجھے عزیز بھی ہیں اور میں کسی ایک کا بھی برا نہیں چاہتا اور پھر آج نہیں تو کل بچیوں کو تو رخصت کرنا ہی ہے۔'' وہ رسان سے بولے جبکہ رشتے کی بات ہوتے ہی افشاں چچی نے فجر اور شجر کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا اور ان دونوں کے جانے کے بعد مومنہ بھی چائے بنانے کے بہانے اٹھ گئی تھی مگر آیت بدستور وہیں بیٹھی رہی، وہ اتنی بڑی بازی کھیلنے کے بعد اپنی ہار اور جیت کا فیصلہ دیکھنا چاہتی تھی مگر گفتگو جس نہج پہ اب چل نکلی تھی وہ اس سے قدرے بے چینی محسوس کررہی تھی کہ فیصل کا متوقع ردعمل اسے پریشان کررہا تھا۔

''بڑے تایا ... آپ کی اجازت ہو تو میں ایک بات کہوں۔'' اس کی آواز پر سب ہی چونکے۔

''ہاں کہو کیا بات ہے؟'' بڑے تایا کا انداز حوصلہ افزا تھا۔

''وہ بڑے تایا...... اب جب آپ نے شجر کی شادی کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو فیصل کے رشتے میں کیا برائی ہے کہ ان کو انکار کرکے خاندانی تعلقات بھی خراب کرلیے گئے۔''

''تم کیوں ان معاملات میں اتنی دلچسپی دکھا رہی ہو؟ ہمارے بڑے ہیں یہ سب فیصلے کرنے والے اور رشتے ناتے جوڑنے والے۔'' موحد نے آیت کو جھڑک کر کہا۔

''اس نے ایسی کون سی غلط بات کردی کہ تم اسے ڈانٹ رہے ہو بلکہ میرے منہ کی ہی بات چھین لی ہے اس نے، نئی جگہ رشتہ جوڑنے کے لیے ہزار باتیں سوچنی اور دیکھنی پڑتی ہیں، کوئی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، جبکہ فیصل ہمارے خاندان کا ہے دیکھا بھالا۔'' تائی صفیہ نے آیت کی حمایت کی۔

''ہاں...... مجھے بھی وہ لڑکا کچھ خاص اچھا نہیں لگا تھا اور شجر کی بھی یہی مرضی تھی کہ جہاں بھی اس کی شادی کردی جائے۔ وہ اف تک نہیں کرے گی لیکن یہاں نہیں...... اب زور زبردستی تو نہیں کرنی تھی بچی پر اور ہاں ایک اور بات رضوی کے بیٹے کے لیے بھی میں شجر سے پوچھوں گی کیونکہ میرے نزدیک میری بچی کی زندگی اور مرضی زیادہ اہم ہے۔'' اماں جی نے آیت کو ناگواری سے دیکھ کر کہا۔

''جی، جی اماں جی، مرضی جاننا تو لڑکی ہو یا لڑکا اس کا شرعی حق ہے، امید ہے کہ وہ بچہ آپ کو پسند آئے گا...... میں کل شام ہی اسے کھانے پر بلا لیتا ہوں اس کے بیٹے سمیت۔'' تایا جان نے بات ختم کردی تھی...... آیت اندر ہی اندر بل کھا کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

''ہوسکتا ہے شجر کہ بے دھیانی میں تم آیت سے ٹکرا گئی ہو، ایسے ہی وہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کی بات کیسے کرسکتی ہے؟'' فجر کے لہجے میں الجھن تھی۔

''جب انسان کی عقل پر انتقام اور ضد کے پردے پڑ جائیں تو اس کے پاس یہی دو منفی جذبے رہ جاتے ہیں باقی ہر چیز پس پشت چلی جاتی ہے...... اس کا مقصد صرف مجھے اس گھر سے نکالنا ہے اس کے لیے چاہے اسے کوئی بھی منفی ہتھکنڈا کیوں نا اپنانا پڑے، اس بات کا اندازا اسی بات سے لگاؤ کہ اوپر آتے ہوئے جب میں نے اسے دیکھا تو عجیب سے ناقابل فہم تاثرات تھے اس کے چہرے پر اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے خود کو نیچے گرا دیا اور ایسا کرتے ہوئے ایک پل کو بھی نہیں سوچا کہ اس کے ساتھ اس کے بچے کی جان کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے۔'' شجر نے تھکے ہوئے

لہجے میں بتایا جبکہ فجر کا منہ یہ ساری بات سن کر کھلے کا کھلا رہ گیا۔
''مگر...... اگر ایسی بات ہے تو یہ اس کے لیے بہت ہی خطرناک ہے اور ہم سب کے لیے بھی، کوئی کسی کی نفرت میں اتنا اندھا کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے ہونے والے بچے تک کو فراموش کردے۔''
''اور مجھے اب پتا چل رہا ہے کہ موحد کے لیے اس کی یہ جذباتیت آج کی نہیں ہے، بہت پہلے سے ہے اور مجھ سے عناد بھی بہت پرانا...... اس کی بہت سی باتیں جو اس وقت مجھے سمجھ میں نہیں آتی تھیں، اب ان کے معانی مطالب پوری طرح مجھ پر آشکار ہورہے ہیں۔'' شجر سوچ کر بولی۔
''شاید ایسا ہی ہے شجر اب تم کیا کرو گی؟'' فجر نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
''مجھے کیا کرنا ہے، وہی ہوگا جو قسمت میں لکھا ہوگا یہ تو ہماری بھول ہوتی ہے کہ ہم یہ کریں گے، وہ کریں...... اصل میں تو یہ سب ہم سے قدرت کروا رہی ہوتی ہے۔'' وہ عجیب سا مسکرائی۔
''تم کچھ عرصہ سے عجیب عجیب باتیں کرتی ہو شجر جو آدھی میری سمجھ میں آتی ہیں آدھی اوپر سے گزر جاتی ہیں۔'' فجر بے بسی سے بولی۔
''اچھا چھوڑو یہ باتیں آؤ بشرہ کو کال کرکے گپ شپ کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کب آئیں گی گھر، کتنے دن سے چکر ہی نہیں لگایا۔'' فجر اسے بہلانے کو اٹھانے لگی۔
''تم جاؤ فجر، میرے سر میں درد ہورہا ہے، تھوڑی دیر لیٹوں گی۔''
''نہیں مجھے پتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو اور تم جانتی ہو کہ میں جھوٹ پکڑنے میں کتنی ماہر ہوں، کیا میں نہیں جانتی کہ ادھر میں نے تمہیں اکیلا چھوڑا، ادھر تم نے رونا شروع کردینا ہے۔'' فجر بضد ہوئی اور اس کی بات سن کر شجر مسکرا دی۔
''ارے نہیں فجر...... زندگی نے ایسے ایسے رنگ مجھے دکھائے ہیں کہ اب ہر رنگ پہلے سے زیادہ حیران تو کردیتا ہے، پریشان نہیں کرتا...... ایک عرصہ ہوا میں نے رونا چھوڑ دیا ہے۔ بس زندگی کی ہر ٹھوکر سے کچھ سیکھتی ضرور ہوں اور یہ دعا کرتی ہوں کہ مالک میری برداشت سے بڑھ کر مجھ پر بوجھ مت ڈالنا۔''
''شجر تم کتنی سمجھدار ہوگئی ہوناں۔'' فجر اس کے پاس بیٹھ کر حیرانی سے بولی۔ ''کاش کہ میں بھی تمہاری طرح سمجھ دار ہوجاؤں۔''
''نہیں فجر...... اللہ نہ کرے کہ زندگی کی کسی بھی ٹھوکر سے تمہارا دور سے بھی واسطہ پڑے...... ایسی سمجھ داری پھر کبھی مت مانگنا جو مجھ جیسے حالات سے گزرنے کے بعد ملے، مالک دو جہاں تمہیں ایسے ہی ہنستا مسکراتا اور خوشیاں بانٹتا ہوا......'' اس کی بات پر فجر بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

''کچھ بھی ہوجائے وہ لڑکی میرے سامنے ہرگز نہیں آئے گی، یہ میں نے کہہ دیا ہے بس۔'' عنایت بی ایک ہی بات پر اڑی ہوئی تھیں۔
''اماں...... آپ موقع کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں، ایک ہی گھر میں ایسا کیسے ممکن ہے کہ گھر کے افراد کا آپس میں آمنا سامنا نہ ہو...... آپ اپنی ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟'' کتنے ہی دن ہوگئے تھے اس بحث کو کہ اجلال کام سے آکر عنایت بی کو ڈاکٹر کی بتائی ہوئی ورزش کرانے کے لیے باہر لانے پر جیسے ہی آمادہ کرتا ان کی یہی ضد ہوتی کہ پہلے اس لڑکی کو وہاں سے دفعان کردیا جائے پھر وہ ہی باہر جائیں گی، کچھ دن تو اجلال نے ایسے ہی کیا کہ

آمنہ اگر کچن میں ہوتی یا صحن میں کسی کام میں مصروف ہوتی تو وہ اسے اوپر بھیج دیا کرتا مگر دو تین دن سے وہ عنایت بی کو سمجھانے پر تلا ہوا تھا کہ وہ ایسے مت کریں کیونکہ جب بھی وہ آمنہ کو اوپر جانے کے لیے کہتا، اس کی نظروں میں عجیب سا شکوہ ہوتا کہ تم ابھی تک مجھے اس گھر میں وہ مقام نہیں دلا سکے جو ایک بیوی یا بہو کا ہونا چاہیے۔

''اور ہاں منے سن، میں نے ایک جگہ تیرے رشتے کے لیے بات کی ہے...... ایک دو دن میں وہ لوگ آئیں گے تجھے دیکھنے، میں بتادوں گی تمہیں...... اس دن کام سے ذرا جلدی آجانا۔'' جیسے ہی وہ ان کو سہارے سے چلاتے ہوئے باہر لایا انہوں نے نئی بات چھیڑ دی، اجلال اندر ہی اندر کراہ کر رہ گیا۔

''اماں...... میری پیاری اماں، ان ساری باتوں کو چھوڑ دیں ابھی، آپ پوری طرح ٹھیک ہوجائیں پھر مل بیٹھ کر بات کرلیں گے لیکن آپ ایسا کریں فی الحال ان لوگوں کو منع کردیں۔'' وہ طریقے سے بات کررہا تھا کہ وہ غصے میں بھی نہ آئیں کہ بی پی کا مسلسل ہائی رہنا اور پھر شوگر کا مرض ان کے معمولی سے زخم کو ٹھیک نہیں ہونے دے رہا تھا۔

''منے...... مجھے مت بہلا ان فضول کے بہانوں سے، تو نے اپنی کرلی، اب میری بھی مان لے میرا بچہ۔'' وہ اپنے مزاج کے خلاف اس سے نرمی سے بات کررہی تھیں۔

''اور میں آپ سے ایک بار پھر کہہ رہا ہوں بلکہ التجا کررہا ہوں کہ میری یہی ایک غلطی درگزر کردیں میں آپ کی ہر بات مانوں گا...... میں وعدہ کرتا ہوں۔'' وہ ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرکے ملتجی انداز میں بولا۔

''کرتو دیا ہے درگزر اجلال...... اب ہمارا دل اس کو دیکھنے کو قبول کرنے کو آمادہ نہیں ہے۔'' اب کی بار ان کے لہجے میں غصہ نہیں عجیب سی بے بسی تھی۔

''تمہارے گھر میں کون کون ہے؟'' اس روز آمنہ ناعمہ کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی تھی جب ہی ناعمہ کو اس کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوا، اس کی بات پر آمنہ مسکرا کر اسے سب بتانے لگی تھی۔

''اماں جہان اب بیمار رہتی ہیں۔ اجمل بھائی، عبدالمنان بھائی، منتہا، مومنہ اور دریشہ...... ہم سب میں بہت زیادہ عمروں کا فرق نہیں ہے پھر بھی لحاظ اور مروت ضرور ہے۔'' آمنہ بتارہی تھی کہ ناعمہ، اماں جہان کا سن کر سکتے میں آگئی۔

''بس یا اور کچھ......'' آمنہ نے اپنی بات کے اختتام پر ناعمہ کو دیکھا اور اسے یوں یک ٹک اپنی جانب دیکھتے اس کا کندھا ہلایا۔

''کیا ہوا؟''

''تت...... تم اماں جہاں کی پوتی ہو؟''

''ہاں......'' اس نے ناسمجھی سے کہا۔

''تمہیں پتا ہے عنایت بی کون ہیں؟''

''اماں جہان کی مرید۔''

''تمہاری ساس بھی۔'' ناعمہ نے اس کی سماعتوں پر دھماکہ کیا اور پھر شروع سے آخر تک اسے ساری بات بتاتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

''اب جب سب کچھ ٹھیک ہونے کو ہے تو تمہارا نہیں خیال کہ ہمیں اب اجمل کی شادی کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے، جوان ہے، برسر روزگار ہے، پہلے تو چلو اس وجہ سے ہم چپ تھے کہ بہنیں گھر بیٹھی ہیں تو ان کی شادی سے

پہلے مناسب نہیں ہے مگر اب تو ایک ایک کر کے ہمارے آنگن کی ساری چڑیاں اڑ گئیں۔" وہ آہ بھر کر بولیں، ان کی حالت روز بروز بگڑ رہی تھی اب تو زیادہ وقت وہ غنودگی کی کیفیت میں رہتی تھیں، اب بھی ان کا دماغ اسی غنودگی کے زیر اثر ہی تھا لیکن وہ سلطانہ تائی سے بات ضرور کرنا چاہتی تھیں، ڈاکٹر نے اب انہیں ہسپتال داخل کرانے کا مشورہ دیا تھا مگر وہ اس کے لیے آمادہ نہیں تھیں۔

"جی اماں...... آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں اور میں آپ سے خود اسی سلسلے میں بات کرنا چاہ رہی تھی کہ میں نے کچھ دن پہلے اپنے بھائی سے اپنی بھتیجی کا ہاتھ مانگا تھا آمنہ کی رخصتی کے بعد میرا شادی کا ارادہ تھا لیکن اس کے لیے آپ کی اجازت درکار بھی تھی اور میں چاہ رہی تھی کہ آپ کی طبیعت بھی سنبھل جائے کہ آخر آپ کے پوتے اور گھر کے آخری بچے کی شادی ہوگی۔" انہوں نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ہم...... بہت اچھا خیال ہے لیکن......" وہ کہتے ہوئے رکیں...... سلطانہ تائی نے سمجھا کہ وہ تھک گئی ہیں مگر وہ کہنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہی تھیں۔

"بہت سی باتیں اور فیصلے جو ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنے فہم اور تجربے کے بل بوتے پر کیے ہیں صحیح ہیں تو وقت اس وقت ہمارے اعتماد پر مسکراتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔" بولتے ہوئے ان کا سانس پھول گیا۔

"اماں میں سمجھی نہیں۔" سلطانہ تائی ناسمجھی سے ان کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"آہ......" ایک آہ ان کے منہ سے نکلی۔

"کچھ وقت کے بعد ایک عمر گزارنے کے بعد جب سمجھ میں آتی ہیں سلطانہ تو اس وقت ہمارے پاس ان باتوں کو ٹھیک کرنے کا وقت گزر گیا ہوتا ہے پھر پچھتاوے رہ جاتے ہیں، جو نہ مرنے دیتے ہیں نہ جینے دیتے ہیں...... وقت کے تھپیڑوں نے سمجھا دیا کہ ہماری مرضی سے زیادہ اہم ہوتی ہے اولاد کی خوشی جس کے آڑے کبھی ہماری اقدار آجاتی ہیں، کبھی سماج تو رسوم و رواج۔" وہ کچھ وقت کو ٹھہریں پھر مدہم آواز میں بولیں۔

"سلطانہ...... ماں باپ کا بہت حق ہوتا ہے اولاد پر لیکن اولاد بھی تو حق رکھتی ہے ناں ماں باپ پر...... زیادہ بھی نا کریں تو کم از کم ان کا حق ان کو دے دیں تو ہماری بھی زندگی سہل ہو جائے گی ان کی بھی، بہت دفعہ ماں باپ اپنے والدین ہونے کا خراج ان کی خوشی وصول کر کے لیتے ہیں، اجمل بھی ایک فرماں بردار بچہ ہے بھلے اپنا حق استعمال کرو اور وہی فیصلہ کرو جو تمہیں مناسب لگے۔ ہماری طبیعت اور وقت کی نزاکت کو دیکھے بغیر اس کا فرض پورا کر دینا مگر ایک بار، صرف ایک بار اس کی مرضی ضرور پوچھ لینا...... ہوسکتا ہے کسی ایک بچے کی دل کی مرضی پوری کرنے سے ہمارے گناہ دھل جائیں اور ہماری سزا کم ہو جائے اور شاید ہمیں معافی مل جائے اور سکون......" یہ کہہ کر ان سے مزید نہ بولا گیا بلکہ انہوں نے تھک کر آنکھیں موند لیں اور سلطانہ تائی کے سوچنے کے لیے بہت سے در وا ہو گئے تھے۔

وہ بے چینی سے جلال کا انتظار کر رہی تھی، تب ہی اس کی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی، اس نے چونک کر دیکھا تھا۔

(ان شاء اللہ اگلی قسط آئندہ شمارے میں)

رنگ دوستی کے

بشریٰ ماہا

وہ اک سایہ جو تحفے میں دیا تھا اس کو خوابوں نے
وہی اب اس کا آنچل ہے وہی اب اس کا گہنا ہے
لکھا تھا ریت پر اک دوسرے کا نام کیوں ہم نے
نتیجے میں جو صدمہ ہے وہ ہم دونوں کو سہنا ہے

شام کے اجالوں میں
اپنے نرم ہاتھوں سے
کوئی نئی بات اچھی سی
کوئی خواب سچا سا
کوئی بولتی خوشبو
کوئی سوچتا لمحہ
جب بھی لکھنا چاہو گے
سوچ کے دریچوں سے
یاد کے حوالوں سے
میرا نام چھپ چھپ کر
تم کو یاد آئے گا
ہاتھ کانپ جائیں گے
شام ٹھہر جائے گی

''واہ لیبس یہ تم نے لکھی ہے؟'' ریحام نے اس کی ڈائری میں لکھی نظم کو بلند آواز سے پڑھتے ہوئے متاثر کن انداز میں پوچھا۔ اچھی شاعری اس کی ہمیشہ سے کمزوری رہی تھی۔

''لکھی تو میں نے ہے پر میری نہیں۔'' اس نے اطمینان سے اس سے ڈائری لیتے کہا۔ ''تم نے کس خوشی میں میری پرسنل ڈائری اٹھائی؟'' وہ ایک دم غصے سے بولی۔

''اوہیلو بہن...... تمہارے اور میرے درمیان اب کون سا پرسنل آنے لگا ہے۔ یہ ڈائری کیا چیز ہے میں تو تمہارا چہرہ بھی پڑھ سکتی ہوں میڈم۔'' وہ بھی ریحام تھی۔ مجال ہے جو ذرا شرمندہ ہوتی۔ لیبس اس کے انداز پہ بے ساختہ مسکرائی۔

''جان سے پیارے دوست ایسے ہی تو ہوتے ہیں۔''

''پھر بتاؤ ناں؟ کس نے لکھی ہے یہ نظم۔'' وہ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے تجسس سے بولی۔

''میں نہیں بتا رہی، تم خود سوچو۔'' لیبس نے اس کے تجسس کو بڑھایا۔

''تم نہیں بتا رہی ہو۔ بس پھر ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں اور آئندہ مجھ سے بھی کچھ مت پوچھنا۔'' وہ غصہ ہوتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''پوری چڑیل ہو تم۔ بیٹھو بتا رہی ہوں۔'' اس نے ریحام کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ ریحام شرارت سے مسکرائی۔

''آج کلاس میں سب کی فرمائش پر فہد نے سنائی تھی یہ نظم۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں ان کا انداز، ان کی آواز...... سب میں کوئی جادو تھا۔ مجھے اچھی لگی تو میں نے بھی پھر اپنی ڈائری میں لکھ لی۔'' وہ اب تفصیل سے بتا رہی تھی۔

"کیا بات ہے میڈم آپ تو بلا کی ذہین ہیں...... انہوں نے سنائی اور تمہیں یاد بھی ہوگئی۔" وہ اسے چھیڑنے لگی۔

"جو لوگ زندگی میں سب سے زیادہ خاص ہوں ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ہمارے دل پر نقش ہو جاتے ہیں پھر چاہے وہ کسی کے لیے بھی کہے گئے ہوں۔" اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر سے اسی لمحے میں کھو گئی، فہد کے ہونٹوں کی جنبش اور اس کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا...... سب اس کے دل میں نقش ہو گیا تھا۔

"آہم آہم...... لوگ تو محبت کی کشتی میں بیٹھ کر جھیل کی گہرائی میں اتر گئے ہیں۔" وہ اس کی کیفیت سے لطف لیتے ہوئے بولی۔

"ویسے لیس اگر تم فہد سے اتنی محبت کرتی ہو تو بتا کیوں نہیں دیتیں اسے۔" ریحام نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑتے ہوئے کہا۔

"کہہ دوں گی تو کیا ہوگا؟" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"یہی ہوگا یا وہ ہاں کہے گا یا پھر نا۔" ریحام نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"یہی تو میں نہیں چاہتی۔" اور اس کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔ ریحام سے اس کی حالت پوشیدہ نہیں تھی وہ اب اس کے پاس بیٹھ کر اس کے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"ریحام...... اظہار ہی تو سب نہیں ہوتا...... اظہار کے بعد یا تو وہ مجھے قبول کرے گا یا انکار اور میں ان دونوں صورتوں سے کچھ نہیں چاہتی۔ محبت ملن میں نہیں...... اس کا مزا تو ہجر میں ہے آپ کسی کو بے انتہا چاہتے ہوں اور اسے خبر بھی نہ ہو آپ پھر بھی اسے چاہتے رہیں اور آپ کی چاہت بھی اتنی شدید ہو کہ ایک دن اسے پتا چل جائے اسے بھی محسوس ہو اور پھر آہستہ آہستہ اسے بھی آپ سے محبت ہو جائے اچانک خود بخود مضبوط، گہری، انمول اور بے لوث محبت تو اس میں ہے۔" وہ اس کے کندھے پر سر رکھے دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

"تمہاری باتیں بہت عجیب ہیں، بھلا اسے کیسے احساس ہوگا اس سب کا؟" ریحام زچ ہوکر بولی۔

"تم سناؤ...... تمہارے علی میاں کیسے ہیں؟" اس نے باتوں کا رخ ریحام کی طرف کرتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔ وہ جانتی تھی اسے علی کے نام کے ساتھ میاں لگانے پہ کتنا غصہ آتا تھا۔

"تم نے اگلی بار ان کے نام کے ساتھ میاں لگایا تو تمہاری میری ہمیشہ کے لیے لڑائی ہوجائے گی۔"

"اللہ اتنی شدید محبت...... بیسٹ فرینڈ کو چھوڑنے کی بات کررہی ہو اس کے لیے۔" وہ ایک دم اٹھی اور دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر اس کے سامنے خفگی سے کھڑی ہوگئی۔

"موڈ راما کوئین عجیب مزاج ہے تمہارا بھی...... پل میں برسات، پل میں گرج چمک، پل میں مطلع صاف...... تمہارے لیے تو میں ان کو بھی چھوڑ سکتی ہوں تم حکم تو کرو۔" وہ اس کے گلے میں بازو ڈال کر لاڈ سے بولی اس کے انداز میں سچائی چھلک رہی تھی۔

"اللہ نا کرے تمہیں اسے کبھی چھوڑنا پڑے۔" وہ یک دم دہل کر بولی۔ اس کی بات پر ریحام کے قہقہے کی آواز باہر تک گئی تھی۔

"ویسے ایک بات بتاؤ علی نے تم سے اظہار کیا اپنی محبت کا؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"نہیں......" وہ اطمینان سے بولی۔ "مگر میں جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، ان کے ہر ہر انداز سے محبت جھلکتی ہے اور تم ہی تو کہتی ہو محبت میں اظہار نہیں بلکہ احساس ضروری ہے۔" علی کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں محبت کے دیے جل اٹھے تھے اور چہرے پر حسین رنگ پھیل گئے تھے۔

❁......❁......❁

ریحام، لیبیٰ کی پھوپو کی بیٹی تھی، دونوں میں بچپن سے گہری دوستی تھی، اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتی تھیں، ویسے تو دونوں کی عمر میں تین سال کا فرق تھا مگر اس کے باوجود بھی دونوں کی دوستی بہت پکی اور پورے خاندان میں مشہور تھی، ایک دوسرے کی خوشی کا خیال وہ اپنی خوشی سے زیادہ کرتی تھی۔ بے حد حساس اور محبت کرنے والی۔ جہاں جاتی سب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھیں۔ علی ریحام کی دوست رمشہ کا بھائی تھا اس کی پہلی ملاقات تب ہوئی جب رمشہ نے اس کو اپنے بھائی سے ملوایا تھا۔ شوخ و شریر اور ڈیشنگ سا علی اسے پہلی ہی نظر میں اچھا لگا تھا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" ریحام نے تکلفاً کہا۔

"پر مجھ سے زیادہ نہیں ہوئی ہوگی...... آپ سے غائبانہ تو میں پہلے ہی مل چکا ہوں۔ میرا مطلب ہے گھر میں رمشہ آپ ہی کا تذکرہ کرتی رہتی ہے۔ سو آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔" اس نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

"تھینکس۔" اس نے شکریہ ادا کیا اور کلاس کی طرف بڑھ گیا...... وہ پہلی ملاقات تھی اور پھر اکثر ہی دونوں کی ملاقات ہونے لگی کبھی کالج کے گیٹ پر تو کبھی رمشہ کے گھر پر۔ رمشہ کے والدین بھی ریحام سے محبت کرتے تھے، رمشہ گھر میں اکلوتی بیٹی تھی اس لیے لاڈلی بھی تھی اور اس کی دوست ہونے کی حیثیت سے ریحام بھی ہر دلعزیز تھی اور یوں علی سے بھی دوستی ہوگئی تھی کیونکہ ان دونوں کی بہت سی عادتیں ملتی تھیں، اس کے علاوہ رمشہ کے بڑے بھائی سعد وہ پڑھائی کے سلسلے ملک سے باہر تھے اس وجہ سے ریحام کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بس اکثر رمشہ اور علی سے ہی سعد کا ذکر سنا تھا۔

❁......❁......❁

بادل زور سے گرج رہے تھے۔ وہ یونیورسٹی لائبریری میں بیٹھی اسائنمنٹ پہ کام کررہی تھی۔ صبح تو بالکل آثار نہ تھے اور اب بارش بالکل اچانک شروع ہوگئی تھی اور وہ بھی موسلا دھار...... کچھ اسٹوڈنٹس گھر جاچکے تھے اور کچھ اب اچانک ہونے والی اس بارش سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ اس نے آج کل نئی نئی ڈرائیونگ سیکھی تھی اور اب اس بن بادل برسات میں وہ خود سے ڈرائیو کرکے گھر جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ اس برسات میں اس سے کار ڈرائیو ہوگی ہی نہیں۔ اس لیے وہ لائبریری میں بیٹھ کر بارش

رکنے کا انتظار کرنے لگی..... وقت کو بہترین طریقے سے گزارنے کے لیے کتاب سے زیادہ کیا اچھا ہوسکتا ہے سو وہ کتاب میں گم ہوگئی۔

"ایکسکیوزمی کیا آپ مجھے یہ کتاب تھوڑی دیر کے لیے دے سکتی ہیں۔" وہ اشفاق احمد کی زاویہ پڑھنے میں مصروف تھی جب وہ اس کے پاس آ کر شائستگی سے پوچھنے لگا جسے دیکھ کر لبیس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگتی تھیں اور دل بے قابو۔ پلکیں لرزنے لگتی تو زبان خاموش۔

"لیکن میں یہ پڑھ رہی ہوں۔" لبیس نے الجھن بھرے انداز میں کہا۔ وہ دانستہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کررہی تھی۔

"میں اس میں اونٹنی والا واقعہ پڑھنا چاہتا ہوں صرف دو منٹ کے لیے چاہیے مجھے۔" وہ ملتجیانہ انداز سے بولا۔

اس بار لبیس نے بنا کچھ کہے کتاب دے دی اور اٹھ کر جانے لگی۔

"ارے کہاں جارہی ہیں..... مجھے سچ میں صرف دو منٹ ہی لگیں گے۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر تیزی سے صفحے پلٹنے لگا۔

"نہیں..... وہ میں بارش رکنے کا انتظار کررہی تھی بارش رکی تو نہیں پر اس کا زور ٹوٹ گیا ہے..... اب اس سے پہلے بارش دوبارہ تیز ہو میں گھر پہنچ جانا چاہتی ہوں۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئی اور اپنا بیگ اور فائل اٹھائیں۔

وہ اسے ہرگز نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کے سامنے بیٹھنا اس کے لیے کتنا مشکل ترین کام ہے..... اسے تو دور سے دیکھ کر ہی اس کے رخساروں پر سرخی آجاتی تھی، اب تو وہ بالکل سامنے تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے کچھ پتا چلے۔

"بارش کا زور تھوڑی دیر کے لیے ٹوٹا ہے پھر شروع ہوجائے گی یہ کراچی ہے ذرا سی بارش سے سڑکیں دریا کا روپ دھار لیتی ہیں ایسا نہ ہو آپ ٹریفک میں پھنس جائیں"۔ وہ فکرمندی سے بولا۔

"پھر کیا کیا جائے؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر فکرمندی سے بولی۔ "اوپر سے بھوک بھی لگ رہی ہے۔" آخری فقرہ اس نے آہستہ سے کہا۔ فہد نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا غالباً وہ اس کی بات سن چکا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو انتظار کرنا چاہیے۔ یقین کریں انتظار کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔" وہ کتاب بند کرکے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ظاہری بات ہے وہ ہی کرنا پڑے گا اب۔ چاہے خوشی سے یا مجبوری سے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

فہد کی باتوں سے اس کی وہ گھبراہٹ دور ہوگئی تھی جو ایک دم سے اسے سامنے دیکھ کر ہوئی تھی، دن کے تین بج رہے تھے پر اندھیرا دیکھ کر لگ رہا تھا کہ رات ہو رہی ہو۔

"ایک فیور دیں گی آپ مجھے....." اس نے یک دم بات بدلی۔ اس کے انداز سے بالکل ظاہر نہیں ہورہا تھا کہ وہ ادھر کتاب پڑھنے آیا ہے۔

"جی کیسی فیور؟" یک دم اس کی آنکھوں میں حیرت کا تاثر ابھرا۔

"ارے اتنا حیران نہ ہوں، ہم پچھلے تین سال سے ایک ہی کلاس، ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں، اس ناطے ایک ذرا سا فیور تو آپ دے ہی سکتی ہیں مجھے۔" وہ اب مزے سے بولا جیسے ان کے درمیان بہت گہری دوستی ہو۔

"جی کہیے۔" اس کے گلے سے پھنسی پھنسی آواز نکلی اور اندر ہی اندر وہ اس کی بے تکلفی پہ حیران ہورہی تھی۔ اس نے آج تک فہد کا یہ روپ دیکھا ہی کب تھا وہ تو بہت سنجیدہ اور ریزرو سا بندہ تھا۔

"مجھے بہت زور سے بھوک لگی ہے لیکن میری ایک کمزوری ہے یا یہ کہیں بری عادت میں اکیلے کھا نہیں سکتا پلیز میرے ساتھ کینٹین چلیں۔" انداز میں بیچارگی تھی۔

"لیکن مجھے تو بالکل بھوک نہیں۔" اس نے انکار کرنا چاہا۔

"میں جانتا ہوں لیکن پلیز میری خاطر سچ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔" اس کا اصرار بڑھا تو اس نے نو کے، کہہ کر ہامی بھری، سامنے کھڑے شخص کو انکار کرنا ویسے بھی اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

وہ لیبس اور اپنے لیے بریانی، سموسے اور ٹھنڈی ٹھنڈی کوک لے آیا تھا اور اب نہایت بے تکلفی سے چٹنی اور کیچپ میں سموسے ڈبو ڈبو کے کھا رہا تھا۔ وہ اتنا معصوم لگ رہا تھا کہ لیبس کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"میڈم پلیز آپ مجھے نوٹ کرنے کی بجائے اپنے لنچ پر توجہ دیں۔" وہ اس کو ہنستے دیکھ کر ناراضی سے بولا اور مزے سے سموسے کھانے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ سموسے کو چٹنی اور کیچپ کے ساتھ نہیں بلکہ ان دونوں کو سموسے کے ساتھ کھا رہا ہو۔ وہ بمشکل ہنسی روکتی بریانی کھانے لگی ساتھ دل ہی دل میں اس کا شکر ادا کرنے لگی۔ اسے سچ میں بہت بھوک لگ رہی تھی مگر ایسا اکیلے کھانا اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔

"آپ نے مجھے فیور دیا ہے جواباً میں بھی آپ کو ایک فیور دوں گا۔" وہ کوک کے گھونٹ بھرتا بڑی فیاضی سے بولا۔

"وہ کیا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"اس برستی بارش میں آپ کو گھر ڈراپ کر کے...... کیوں کہ یہ برسات تو شاید اب رات گئے تک جاری رہے گی تو میں آپ کو ڈراپ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"مگر میں تو اپنی کار میں ہی جاؤں گی۔" وہ جھٹ سے بولی۔

"تو کے تو چلیں ہم آپ کے ڈرائیور بن جاتے ہیں۔" وہ شرارت سے بولا۔

"شکریہ لیکن...... میں انکار نہیں کروں گی۔" جواباً وہ بھی اس ہی کے انداز میں بولی تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔ ایک انوکھی اور دلفریب مسکان اس کے لبوں پہ سج گئی تھی۔ وہ برسات محبت کی برسات تھی جو اپنے سنگ پیام محبت لائی تھی۔

"آج اتنے سالوں میں اس نے پہلی دفعہ مجھ سے بات کی۔" وہ رات کو سوچنے لگی، یہ سوچ خود بخود اس کے ذہن میں آئی اور لب مسکرانے لگے۔ خواب آنکھوں میں سجانے لگے، وہ آج بہت خوش تھی، اس کے ساتھ گزارے وہ لمحات اسے اپنی زندگی کا حاصل لگ رہے تھے۔

وہ اس سے تین سال سے خاموش محبت کرتی آئی تھی اور آج پہلی بار اس نے بات کی تھی...... اسے لگ رہا تھا جیسے وہ ہواؤں میں ہو، کسی پری کی طرح بادلوں میں اڑتی ہواؤں سے باتیں کر رہی ہو، آج تو اس کا ہر ڈھنگ ہی نرالا تھا۔ اس سے پہلے اسے برسات کا موسم اچھا نہیں لگتا تھا پر اب دل چاہ رہا تھا کہ ایسی محبت کی برسات روز ہو۔

وہ اس کی محبت میں کب مبتلا ہوا خود بھی نہیں جانتا تھا اسے شروع شروع میں لگتا تھا جیسے وہ آنکھیں ہر وقت اس کا تعاقب کرتی ہیں اور بلآخر اسے پتا چل گیا کہ یہ لیبس حسن کی گہری جھیل سی آنکھیں ہیں جن میں محبت ہی محبت جھلکتی تھی اور جو اسے ہر وقت اپنے حصار میں لیے رہتی تھیں اور کب یہ محبت گہری ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا۔ اسے پہلے پہل اچھی لگنے لگی تھی بہت اچھی پھر وہ پسندیدگی کب گہری محبت میں بدل گئی کچھ پتا ہی نا چلا...... وہ اس سے بات کرنے کا بہانہ تلاشتا رہتا لیکن اس کے سامنے آتے ہی لفظ گم ہو جاتے شاید اسے لگتا۔ بولنا جانتا ہی نہیں، اسی کشمکش میں وہ لوگ تھرڈ ائیر میں آ گئے اور اتنے عرصے میں آج پہلی بار اس نے ہمت کر ہی لی تھی۔

آج اچانک سے موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی وہ یونیورسٹی کی پارکنگ میں آیا تو سب ہی اسٹوڈنٹ جا چکے تھے کچھ تھے جو اپنی سواری کا انتظار کر رہے تھے۔ پارکنگ میں صرف لیبس کی گاڑی کھڑی تھی۔ اسے فکر ہوئی اتنی تیز بارش میں وہ گھر کیسے جائے گی جو پہلا خیال آیا وہ یہی تھا اور تب وہ اسے یونیورسٹی میں ڈھونڈتا لائبریری تک آ گیا تھا...... وہ اس وقت اشفاق احمد کی زاویہ کا مطالعہ کر رہی تھی...... اسے اس وقت وہ کتاب نہیں چاہیے تھی اس نے صرف بات کرنے کے لیے اس سے کتاب مانگی تھی پھر اسے لگا وہ اس سے گھبرا رہی ہے اس کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے اس نے مزاحیہ انداز اپنایا اور آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گئی تھی۔

وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ یہ پل اس کی حیات کا حاصل ہے وہ کتنا خوش ہے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

تم وہ لڑکی ہو جس کو دیکھ کر
ہر ایک پیار کی کہانی سچی لگتی ہے
جس کو دیکھ کر مجھ کو
ساری دنیا اچھی لگتی ہے

امتحان کا موسم شروع ہوتے ہی سب کی نیندیں اڑ جاتی ہیں وہ عام انسان سے صرف طلبہ بن جاتے ہیں اور پھر سوتے جاگتے بس ہر وقت امتحانی پیپر ہی دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میڈیکل کالج کی اسٹوڈینٹ ریحام کا آخری سمسٹر شروع ہونے میں بھی کچھ ہی دن رہ گئے تھے۔ اس لیے ریحام آج کمبائن اسٹڈی کے لیے مما کی اجازت سے کالج کے بعد سیدھی رمشہ کے ساتھ اس کے گھر آ گئی تھی لیکن گھر آ کر پتا چلا کہ ماما پاپا گھر پہ نہیں ہیں اور کھانے کو بھی کچھ نہیں، دونوں کو بھوک بھی بہت لگ رہی تھی اور وہ صوفے پر نڈھال سی گر گئی تھیں۔ انہیں تو پکانا بھی کچھ نہیں آتا تھا۔ گھر میں باورچی تھا جس کی وجہ سے کبھی ضرورت بھی نہیں پڑی تھی، اب کیا کیا جائے؟ یہ ہی سوچتے وہ چپ چاپ صوفے پہ بیٹھی تھیں اور تب ہی علی کو آتا دیکھ کر دونوں ہی کھل سی گئی تھیں۔

''علی تم آ گئے؟ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔''

رمشہ اپنی آواز میں شیرینی بھر کر بولی۔ ہر وقت لڑنے والی بہن کو اتنی محبت سے بات کرتا دیکھ کر علی نے حیرت سے دیکھا اور پھر صوفے پہ بیٹھی ریحام کو جو مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''نہیں ابھی آ ؤں گا۔'' وہ چڑاتے ہوئے بولا۔

''واہ علی تمہاری حس مزاح کتنی اچھی ہے۔'' وہ اس کے طنز کو نظر انداز کرتے محبت سے بولی۔

''میں اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں اور کسی فرمائش کو پورا کرنے کے موڈ میں بھی نہیں ہوں۔'' وہ رمشہ کی ساری چالاکی سمجھ کر صاف صاف بولا۔

''تم کیسی ہو ریحام؟'' وہ اب ریحام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اس سے خیریت دریافت کرنے لگا۔

''بہت بھوکی ہے بے چاری...... صبح سے ایک سلائس اور ایک گلاس جوس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں کھایا۔'' جواب رمشہ نے دیا، ایسے جیسے رمشہ کو اس پر ترس بہت آ رہا ہو۔ انداز بیچارگی لیے ہوئے تھا۔

''میں نے تمہاری خیریت نہیں پوچھی تھی موٹو......''

اس نے بہن کو چھیڑتے ہوئے کہا اور بس موٹو کا لفظ اپنے لیے سنتے ہی رمشہ کی تمام تر محبت و فرماں برداری اور برداشت اڑنچھو ہو گئی تھی۔

''علی اگر تم نے مجھے پھر سے موٹو کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' وہ انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتے غصے سے بولی۔

''وہ تو ہے بھی نہیں کوئی۔'' اس کے چہرے پر اب بھی شریر مسکراہٹ تھی۔

''علی تم کسی دن میرے ہاتھ سے ضائع ہو جاؤ گے۔'' وہ غصے سے اس کی طرف بڑھی ہاتھ میں کشن لیے۔

''ایک منٹ...... ایک منٹ...... یوں چڑیلوں کی طرح میری طرف نہ بڑھو مجھے کھا کر تمہاری بھوک بھی نہیں مٹنی، تم تو اتنی موٹو ہو اور میں تو اتنا معصوم ننھا منا سا تو ہوں۔'' وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آیا۔ ریحام کے لیے یہ سب نیا نہیں تھا وہ دونوں ہی اس طرح لڑتے تھے، دونوں میں محبت بھی بہت تھی۔

''چلو کیا یاد کرو گی تمہیں مزیدار سی بریانی کھلاتا ہوں اور پیزا بھی۔'' وہ فراخدلی سے کہتا واپس دروازے کی طرف بڑھا پھر یک دم پلٹا اور ریحام کی طرف دیکھ کر بولا۔

''یہ مہربانی میں صرف ریحام کے لیے کر رہا ہوں ورنہ چڑیلوں کا کون خیال کرتا ہے۔'' وہ جاتے ہوئے بھی اسے تنگ کرنا نہیں بھولا تھا۔ رمشہ کو سخت تاؤ آیا۔

''ہاں ریحام کے لیے ہی کیا کریں مہربانیاں...... وہ آپ کو مجھ سے زیادہ پیاری جو ہے محترم علی صاحب۔'' وہ جلے ہوئے انداز میں بولی۔

''بالکل وہ تو ہے مجھے عزیز۔'' وہ جواب دینے میں کہاں پیچھے رہتا، کچھ دیر بعد دوبارہ اندر آیا تو اس کے ہاتھ میں پیزا بریانی اور جوس کے کین تھے۔

"مجھے پتا تھا تم دونوں نے کچھ نہیں کھایا ہوگا اس لیے یونیورسٹی سے واپسی پہ لیتا ہوا آیا تھا۔" اس نے سارے شاپرز رمشہ کو دیے اور شرارت سے اس کی پونی ٹیل کھینچ کر بھاگ گیا، جب کہ رمشہ بھائی کی محبت پہ مسکرا دی تھی۔

"یار گرلز ایک بات بتاؤ یہ محبت ہوتی کیا ہے، تمہیں اگر کسی سے محبت ہو تو تمہیں احساسات کا پتا کیسے چلے گا؟" شام کو جب وہ سو کر اٹھا تو مما پاپا آ چکے تھے جبکہ ریحام اور رمشہ لان میں بیٹھی پڑھ رہی تھیں..... وہ بھی ان کے پاس بیٹھ گیا اور مزے سے پوچھنے لگا۔

"علی کیا تم نہیں چاہتے ہم پیپرز دیں اور اچھے نمبروں سے پاس ہوں؟" رمشہ نے معصومیت سے سوال کیا۔

"نہیں....." وہ بھی اسی معصومیت اور سنجیدگی سے بولا۔

"تو پھر تم فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ میں یہ پیپر ویٹ تمہارے سر پہ دے ماروں گی۔" رمشہ نے دھمکاتے ہوئے کہا۔

"تم تو ہو ہی جنگلی بلی..... ریحام تم بتاؤ کیسے محسوس ہوتی ہے یہ محبت؟" اب اس نے ریحام سے پوچھا۔

"محبت جب کوئی آپ کے پاس ہو..... چاہے آپ کے لیے نا سہی پھر بھی اس کا ہونا خوشی دے آپ کو، لڑنا جھگڑنا سب اچھا لگے، یہاں تک کہ تنہائی میں بھی جب کوئی بے حد پاس محسوس ہو، جب کسی کی غیر موجودگی آپ کو مضطرب کر دے، جب ذہن میں صرف ایک ہی شخص کے لیے سوچ ہو تو پھر سمجھو آپ کو اس سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے لگتا ہے ریحام محبت میں پی ایچ ڈی کر چکی ہے۔" رمشہ شرارتی انداز میں اپنا سر پکڑ کر بولی۔

"شٹ اپ یار۔" ریحام کو اس کے انداز پر بہت شرم آئی۔

"اچھا ریحام یہ بتاؤ اگر محبت ہو جائے تو اظہار کرنا چاہیے یا اسے خود ہی میری محبت کا احساس ہو جائے گا؟" دوسرا سوال جھٹ سے حاضر تھا۔

"علی خیر ہے ناں؟ میں آج کرتی ہوں امی سے بات۔" رمشہ بھی اب اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"او بہن محبت گناہ نہیں ہے..... اب دیکھو میں تم سے محبت کرتا ہوں ریحام سے کرتا ہوں سعد سے کرتا ہوں ماما پاپا سے کرتا ہوں..... کیا یہ غلط ہے؟" وہ عام سے انداز میں کہتا ہوا پھر بولا رمشہ کو ہنسی آ گئی وہیں ریحام کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ ریحام۔"

"محبت اظہار مانگتی ہے مگر جذبے خالص ہوں تو ایک دل سے دوسرے دل تک رسائی حاصل کر ہی لیتے ہیں مگر جس سے ہم محبت کرتے ہیں اسے بھی ہم سے محبت ہو ضروری تو نہیں۔ محبت میں اگر خلوص اور سچائی ہو تو یہ پتھر کو بھی موم کر دیتی ہے اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس سے تمہیں محبت ہو جاتی ہے اس تک تمہاری محبت کی خوشبو پہنچ ہی جاتی ہے۔" وہ کھوئے انداز میں بولی۔

"واہ یار تم کتنی صحیح ہو..... ایسا ہی تو ہوتا ہے۔" وہ ستائش سے بولا۔

"او کے گرلز بہت شکریہ مجھے اپنا قیمتی وقت دینے کا اور رمشہ میں دل سے چاہتا ہوں تم دونوں بہترین رزلٹ کے ساتھ پاس ہو۔" وہ محبت سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا، ساتھ میں جاتے ہوئے رمشہ کی پونی ٹیل کھینچنا نہیں بھولا تھا۔

آج موسم بہت خوشگوار تھا وہ مما کے ساتھ ماموں کے گھر آئی تھی۔ لیسی ٹیرس پر موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی وہ بھی ادھر آ گئی۔

"لیسی..... لیسی..... میں بہت بہت خوش ہوں۔" وہ لیسی کو کندھوں سے تھام کر گول گول گھماتے ہوئے کہنے لگی۔

"آرام سے بابا آرام سے اتنی خوشی میں مجھ معصوم کی جان لینے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ شرارت سے کہتی اسے لے

کر جھولے پر بیٹھ گئی کشن سے ٹیک لگائے وہ پوری طرح ریحام کی طرف متوجہ تھی۔

"میں تمہیں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔" وہ چمکتی آنکھوں سے لیبس کا ہاتھ پکڑے کہہ رہی تھی۔

"تم بے شک نہ بتاؤ مگر تمہارا چہرہ تمہاری خوشی کا اظہار کررہا ہے۔" وہ محبت سے اسے دیکھتے بولی۔

"ویسے کیا قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے؟" وہ رازدارانہ انداز میں شرارت سے بولی۔

"یہی سمجھ لو۔" اس نے تجسس پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اب باتیں نہ بناؤ جلدی سے کہو کیا بات ہے۔" وہ اس کو مصنوعی غصے سے چٹکی بھرتے ہوئے بولی۔

"اللہ کتنی ظالم ہو تم لیبس۔" اس نے بے اختیار اپنا بازو سہلایا۔

"اچھا بس نہ یار بہت ہوگئے ڈرامے اب بتاؤ کیا بات ہے، کہیں اس سے اظہار محبت تو نہیں کر آئیں؟" وہ شرارت سے بولی۔

"نہیں لیبس پر انہوں نے کہا کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" وہ سحر خیز لہجے میں بولی۔

"کیا پوری بات بتاؤ ناں۔" وہ اتنی سی بات سن کر ہی حیران رہ گئی اور بے چینی سے بولی پھر ریحام نے اس دن کا سارا واقعہ اسے کہہ سنایا۔

"ڈائریکٹ تو نہیں پر اظہار تو کیا ہے ناں یار۔" ریحام پوری بات بتا کر آخری میں خوش امیدی سے بولی۔

"ہاں...... لیکن یار جس طرح تم بتا رہی ہو کہ وہ تمہیں رمشہ کی طرح چاہتے ہیں تو مجھے تھوڑا ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بولی تو اس کی آواز میں اندیشے بول رہے تھے۔

"کیسا ڈر؟" اس نے چونکتے ہوئے ناسمجھی سے سوال کیا۔

"کہیں وہ رمشہ کی طرح تمہیں اپنی بہن تو نہیں سمجھ رہا......" اس کے خدشے نے الفاظ کا روپ دھارا۔

"کیسی باتیں کررہی ہو لیبس...... اس نے یہ بھی تو کہا کہ وہ مجھے رمشہ سے زیادہ اہم سمجھتا ہے۔" اسے لیبس کی

بات اچھی نہیں لگی تھی تب ہی برامان کر بولی۔

"اچھا چلو اللہ کرے میرا خدشا غلط ہو۔ تم آگے بتاؤ اور کیا کہا۔"

"انہوں نے پوچھا محبت میں اظہار ضروری ہے۔" وہ اسے سارا کچھ بتاتی چلی گئی۔

"آہم آہم...... تمہارے علی میاں تو بڑے رومینٹک ہورہے ہیں۔" ساری بات سننے کے بعد وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آئی۔

"پھر علی میاں۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی اور پھر لبیس کی معصوم صورت دیکھ کر جھٹ سے مسکرادی۔

"اچھا میں نے تو اپنی سنادی اب تم بتاؤ تمہارے رخسار کیوں گلابیاں جھلکا رہے؟" ریحام معنی خیزی سے بولی۔

"وہ اس لیے جناب کہ میری محبت کو معراج مل گئی۔ جس کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ جب بھی وہ میرے قریب آکر مجھ سے بات کرے گا تو میں گھبراہٹ سے مر جاؤں گی، اس کی پرسنالٹی مجھے یوں ہی نروس کردیتی تھی لیکن لاسٹ ویک میں بارش کے وقت وہ میرے پاس آئے، اس دن پہلی بار میں نے ان کی نظروں میں دیکھا، ان کی باتوں کی خوشبو محسوس کی اور مجھے احساس ہوا کہ اس سفر میں میں تنہا نہیں ہوں...... میں کہتی تھی ناں محبت میں اظہار نہیں احساس ضروری ہے، میں ٹھیک تھی...... اس دن مجھے محسوس ہوا وہ شخص مجھ سے بڑھ کر مجھے چاہتا ہے، میری پروا کرتا ہے، اس لمحے مجھے اپنی خوش قسمتی پر رشک آیا۔" وہ جگمگاتی آنکھوں سے بول رہی تھی۔ محبت کا نور اس کے چہرے پر رقصاں تھا، ریحام بہت محبت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

❋......❋......❋

"ملبیس۔" فہد نے اسے پارکنگ کی طرف جاتے دیکھ کر پکارا۔

"جی۔" اس نے پلٹ کر حیرت سے اس کو دیکھتے استفسار کیا۔

"اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو پانچ منٹ دے سکتی ہیں۔"

"جی۔" لبیس نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر ہامی بھرلی۔

"سارہ بتا رہی تھی کہ آپ ہمارے ساتھ پکنک پر نہیں چل رہیں۔" وہ بات شروع کرتا ہوا بولا۔

"نہیں۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"کیوں......؟" اب وہ دونوں نیم کے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں کھڑے تھے ہلکی ہلکی چلنے والی ہوا نے گرمی کا زور کم کردیا تھا اور گھنے پیڑ کی چھاؤں نے سورج کی تپش سے دونوں کو محفوظ بھی کررکھا تھا۔

"کیوں کہ میرا دل نہیں چاہ رہا...... اتنی گرمی میں تو یونی ورسٹی آنے کو دل نہیں کرتا پھر پکنک وغیرہ تو بہت دور ہے۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ گرمی کی شدت سے اس کی سفید رنگت سرخ ہورہی تھی اور عارض دہک رہے تھے۔

"یہ تو بہت فضول سا بہانہ ہے، ہم سب بھی تو جارہے ہیں...... وہاں جاکر گرمی کا احساس ہوگا ہی نہیں تمہیں۔" وہ اسے راضی کرتے ہوئے بولا۔

"لیکن فہد ہزار بار کی دیکھی جگہ ہے وہ۔" اس نے ایک اور دلیل پیش کی۔

"لیکن ہزار بار کی دیکھی جگہ پر میرے ساتھ تو نہیں گئی ناں۔" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

"آپ کے ساتھ...... کیا مطلب؟" اس نے ناسمجھی سے فہد کو دیکھا۔

"میرا مطلب تھا کہ ہمارے ساتھ...... ہم سب فرینڈز ایک ساتھ جائیں گے تو ہزار بار کی دیکھی جگہ کا حسن بھی اور بڑھ جائے گا۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"بات تو آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ لبوں میں دبا کر بولی۔

"اس کا مطلب آپ چل رہی ہیں ہمارے ساتھ۔" وہ خوشی سے چہکا۔

"جی...... کیونکہ کچھ لوگوں کی بات سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا؟" ایک اقرار فہد کرچکا تھا اور اب ایک اقرار

لیس نے کیا تھا۔ فہد کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی اس کے اظہار میں لپٹے جواب پہ۔

"ملیس......" فہد نے بڑے جذب سے اسے پکارا۔

"جی؟" ملیس نے بمشکل اس کی طرف دیکھا۔

"تھینک یو سو مچ میری زندگی میں اتنے حسین رنگ بھرنے کے لیے...... مجھے اتنے خوب صورت لمحات دینے کے لیے اور میرے سالوں لمحوں کو امر کرنے کے لیے۔" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا نہیں تھا ان نظروں میں پیار، عزت، مان، چاہت...... لیس کو لگا تھا سورج ٹھنڈک بکھیرنے لگا ہو، ہر سو بہار ہو اور محبت کا ساز بج رہا ہو۔

❁......❁......❁

دور تک پھیلا نیلا سمندر اور لہروں کا شور۔ لہریں اور سر خوشی جوش سے ساحل سے آ کر ٹکرا کر لوٹ جاتیں۔

یہ سمندر کا وہ نظارہ تھا جو اس نے نا جانے کتنی ہی بار اپنی نگاہوں میں قید کیا تھا، جس کا حسن اس نے جانے کتنی بار محسوس کیا تھا لیکن آج اسے یہ سب نیا نیا اور انوکھا لگ رہا تھا...... سب پہچان دیکھا، انجانا اور حسین لگ رہا تھا، کیا یہ محبت کا اثر تھا، کیا یہ سب فہد کے ساتھ ہونے سے تھا؟ وہ زندگی میں کبھی اتنی خوش نہیں ہوئی تھی، اسے اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اس کا دل کر رہا تھا وہ زور زور سے بولے اور چیخ چیخ کر سب کو بتائے کہ وہ اس لمحے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کر رہی ہے۔

"مجھے محبت کا مان بخشا گیا تھا، مجھے اس شخص کی محبت مل گئی، اس کی دھڑکنوں میں جگہ مل گئی جو میرے دل میں دھڑکن کی طرح ہے۔" اسے خود پر رشک آ رہا تھا، فہد نے اس کے ساتھ چلتے رک کر اسے دیکھا۔

"تم رو رہی ہو؟" اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"نہیں اپنے نصیب پر اللہ کا شکر ادا کر رہی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ ریت پر بننے والے ان کے قدموں کے نشان سمندر کی لہریں مٹا رہی تھیں لیکن ان کی زندگی کی ڈائری پر نقش ہوتے یہ نشان کوئی نہیں مٹا سکتا تھا، یہ یادیں، یہ لمحے، یہ پل انمول، بہت حسین اور ان مٹ تھے...... محبتوں کے امین بھی تھے۔

"چلو آؤ واپس چلتے ہیں...... باتوں باتوں میں احساس ہی نہیں ہوا کہ ہم اتنی دور گہرے پانی تک آ گئے۔" لہریں ان کے گھٹنے سے بھی اوپر تک انہیں چھو کر واپس جا رہی تھیں۔

لیس کو محسوس ہوا کہ اگر وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور گر گئی تو شاید پھر اس کی زندگی کی لو ہمیشہ کے لیے بجھ جائے گی۔ بس مزید سوچنے کی اس میں ہمت نا تھی۔ اس نے بنا ایک لمحے کی دیر کیے فہد کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا، فہد اس کی حرکت پر مسکرایا۔

کیا اس احساس سے بڑھ کر بھی دلفریب احساس ہو سکتا ہے کہ کوئی آنکھیں بند کر کے آپ پر بھروسا کر رہا ہو آپ کو اپنا سہارا سمجھ رہا ہو آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وہ ہر فکر سے آزاد ہو جائے۔ نہیں کوئی احساس اس احساس سے زیادہ دلفریب کیسے ہو سکتا ہے؟

"تمہیں ہارس رائڈنگ پسند ہے؟" وہ اب پانی سے نکل آئے تھے، ارد گرد بہت خوب صورت گھوڑے اپنے مالکان کے ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے تب ہی فہد نے انہیں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"بہت۔" وہ بچوں کے سے اشتیاق سے بولی۔

"چلو پھر آج گھڑ سواری کرتے ہیں۔"

"شیور...... لیکن میں اس سفید گھوڑے پر بیٹھوں گی۔" اس نے ایک طرف کھڑے خوب صورت سفید گھوڑے کو دیکھ کر کہا جس کی لگام ایک چھوٹے بچے کے ہاتھ میں تھی۔

"او کے چلو پھر۔" اس نے فوراً ہامی بھری۔ وہ کسی مغلیہ شہزادی کی طرح شان سے گھوڑے پر سوار ہوئی...... اس گھوڑے کی لگام اب فہد کے ہاتھوں میں تھی اور وہ بھی برابر چل رہا تھا، لیس کا دل چاہ رہا تھا یہ لمحے یہیں تھم جائیں، گھڑی کی سوئیاں رک جائیں اور یہ لمحے جن میں زندگی ہنس بول رہی تھی، گنگنا رہی تھی یہ بس یہیں تھم

جائے۔
گھوڑے نے اپنی رفتار میں اضافہ کیا لیکن اسے بالکل ڈر نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اس کی لگام فہد کے ہاتھ میں تھی اور وہ جانتی تھی وہ اسے کبھی گرنے نہیں دے گا تھوڑی دیر بعد وہ بنا ڈرے فہد کا ہاتھ تھام کر گھوڑے سے اتر آئی تھی۔ ان کے سارے دوست ساحل سے جڑے کاٹیج میں جمع تھے۔ وہ بھی سب کے پاس آ گئے تھے۔

لیس کو یقین آ گیا تھا کہ اگر من پسند ہم سفر ساتھ ہو تو تپتی ریت بھی ٹھنڈی آبشار لگتی ہے اور ہزار بار کی دیکھی ہوئی جگہ بھی نئی اور حسین لگنے لگتی ہے۔

❁......❁......❁

ان کے فائنل ایئر کا آج آخری دن تھا، وہ خوش بھی تھی اور اداس بھی، خوش اس لیے کہ ان کے ملن کے دن قریب آ گئے تھے، فہد نے اسٹڈی کے بعد اپنے پاپا کا بزنس سنبھالنا تھا اور اس کے بھائی کے آتے ہی پرپوزل لانا تھا جبکہ اداسی کی وجہ یہ تھی کہ وہ اب روز اس سے نہیں مل سکے گی لیکن خیر کچھ دنوں کی جدائی کے بعد ہر لمحہ محبت کا تھا...... وہ خود کو اطمینان دلا رہی تھی۔

"تم مجھے یاد کرو گی لیس؟" وہ دونوں باٹنی ڈپارٹمنٹ کے لان میں واک کررہے تھے جب فہد نے پوچھا۔

"ہاں بہت......" اس نے سچائی سے اعتراف کیا۔

"میں بھی تمہیں بہت یاد کروں گا۔" پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد فہد بولا۔

"میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں وعدہ کرو تم انکار نہیں کرو گی۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر وعدہ مانگا اور اس نے مسکرا کر بنا سوچے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور تب فہد نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی مخملی ڈبا نکال کر اس کی جانب بڑھایا اندر ایک بہت خوب صورت پینڈنٹ ہارٹ شیپ میں تھا جو گولڈ کی چین میں لپٹا ہوا تھا۔

"یہ بہت مہنگا ہے۔" وہ لینے سے ہچکچائی۔

"پلیز یہ کہہ کر میرے خلوص کو شرمندہ نہ کرو، تم وعدہ کر چکی ہو۔" فہد نے اپنی ہتھیلی پر رکھا ڈبا اس کی طرف بڑھایا۔

"میں چاہتا ہوں تم یہ ہر وقت اپنے گلے میں پہنے رکھو، چاہے ہم ساتھ ہوں یا نہیں...... یہ میری گزارش سمجھو یا خواہش۔" وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"او کے شکریہ پر یہ نہ کہو کہ ہم ساتھ ہوں یا نہیں...... ہم ہمیشہ ساتھ ہوں گے ان شاءاللہ۔" وہ خفگی سے بولی۔

"او کے بابا نہیں کہتا خوش؟"

"جی۔" جواباً وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

❁......❁......❁

وہ بہت خوش سی گھر لوٹی تھی اور گھر آ کر ماموں ممانی کو دیکھ کر اس کی خوشی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"السلام علیکم ماموں جان، ممانی جان۔" اس نے دونوں کو سلام کیا اور ماموں جان سے دعا لینے کے بعد ممانی کے گلے لگ گئی۔ "فارہ اور اسید نہیں آئے آپ کے ساتھ؟" ان سے الگ ہو کر اس نے اپنے کزنز کا پوچھا۔

"نہیں بیٹا فارہ کے پیپرز ہیں اور اسید آج کل تمہارے ماموں کے بزنس کو سنبھالنے میں بری طرح مصروف ہے۔" وہ اسے محبت سے دیکھ کر بولیں۔

"او کے...... آپ بیٹھیں میں دومنٹ میں فریش ہو کر آتی ہوں پھر مل کر لنچ کرتے ہیں۔"

"لنچ تو ہم کر چکے ہیں تم نے آنے میں دیر کر دی مگر کافی اب تمہارے ہاتھ کی ہی پئیں گے۔" ماموں جان مسکراتے ہوئے بولے۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں یوں گئی اور یوں آئی۔" وہ چٹکی بجا کر بولی، بیگ اور فائلز لیے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"تو یہ طے ہے آج کے دن سب اچھا اچھا ہو گا اس کی وجہ تم ہو فہد۔" وہ تصور میں اس سے ہمکلام ہوئی۔ ابھی نہا کر آئی تھی وہ اور آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی۔

"اف میں بھی ناں، سب انتظار کررہے ہیں میرا اور میں یہاں......" اس نے خود کو ڈپٹا اور جلدی جلدی بال بنا کر نیچے آئی۔ سب اس کا انتظار کررہے تھے۔

"اور بیٹا ماسٹر تو ہو گیا اب کیا ارادہ ہے؟" ماموں نے

کافی پیتے ہوئے اس سے سوال کیا۔
"ابھی تو کچھ نہیں سوچا، پیپرز کی تھکاوٹ اتری تو آگے سوچوں گی...... ویسے میرا ارادہ کوئی شارٹ کورس کرنے کا ہے۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔
"بھائی جان اب تو میرا ارادہ اسے کوکنگ سکھانے کا ہے پڑھائی تو بہت کرلی اس نے۔" ممانی جان نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

ہے جان چھوٹی ان اگیزیمز نامی بلا سے۔" وہ سخت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔
"چلو اب تو ختم ہو گئے پیپرز...... اب چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں...... اوہ اچھا اب سمجھ میں آئی ماتنے دن تم علی سے جو نہیں ملیں آہ ہم آغاز محبت میں ہی، ہم تو ڈوب گئے ریحام......" وہ ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر ڈرامائی انداز میں شرارت سے بولی۔

"آل رائٹ مما میں کل سے آپ کی کلاسز جوائن کرنے کے لیے تیار ہوں ان فیکٹ ابھی آپ کے لیے مزیدار مینگو شیک بنا کے لاتی ہوں۔" وہ خوش دلی سے کہتی نا صرف ان کی بات مان گئی بلکہ فوراً کچن کا رخ بھی کیا کیوں کہ مما کافی نہیں پیتی تھیں۔
"ماشاء اللہ ندرت تم نے لبیس کی بہت اچھی تربیت کی ہے ورنہ آج کل کے بچے کہاں اتنے فرماں بردار ہوتے ہیں۔" ممانی جان نے متاثر کن لہجے میں کہا تو مما خوشدلی سے مسکرائیں...... اولاد کی تعریف ماں باپ کو اپنی تعریف لگتی ہے۔

❁......❁......❁

"اللہ ریحام تم تو اپنے علی میاں کے ملتے ہی ہمیں بھول گئی ہو...... اب تو تمہیں یاد تک نہیں کہ تمہاری ایک کزن ہے اس کا حال چال ہی دریافت کرلوں۔" لبیس آج کافی دن بعد ریحام کی طرف آئی تھی اور آتے ہی شکوہ کیا۔
"ملبیس تم نے تو کبھی باز نہیں آنا...... میں تمہیں کتنی بار بتاؤں کہ مجھے یہ میاں لفظ سخت زہر لگتا ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔
"واہ میڈم تم تو سخت آدم بیزار لگ رہی ہو...... خیر تو ہے علی میاں سے لڑائی تو نہیں ہو گئی؟" وہ تفتیشی انداز میں بولی۔
"تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ میں میڈیکل کے آخری ایئر میں ہوں...... اتنی ٹف پڑھائی میں بندہ ایسے ہی ٹینشن میں رہتا ہے اور چڑچڑا بھی ہو جاتا ہے...... شکر

"اف تم سچ میں ایڈیٹ ہو۔"
"وہ تو میں ہوں۔" وہ اطمینان سے بولتی ریحام کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔
"ویسے تم بتاؤ یہ چہرے پر قوس قزح کیوں بکھری ہوئی ہے میڈم اور آج ہم غریب لوگوں کو شرف میزبانی کیسے بخش دیا۔" ریحام ریفریجریٹر سے انرجی ڈرنک کے کین نکال کر اس کی طرف اچھالتی ہوئی بولی۔
"چاہے جانے کا احساس چہرے کو حسین تر بنا دیتا ہے، قوس قزح خود ہی بکھر جاتی ہے چہرے پہ، اگر کوئی آپ سے سچی محبت کرتا ہو۔" وہ بڑے ناز سے بولی۔
"اف لبیس اتنا خوب صورت لاکٹ یہ کب لیا؟" اس کی نظر اچانک سے لبیس کی گردن میں جھولتے لاکٹ پہ پڑی اور وہ متاثر ہو کر بولی۔
"لیا نہیں...... گفٹ ملا ہے جناب۔" لبیس نے غیر محسوس انداز میں لاکٹ کی چین کو انگلیوں سے چھوتے ہوئے کہا۔
"اتنا مہنگا اور قیمتی تحفہ کس نے دیا؟" وہ حیرانی سے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو اور بڑا کرتے ہوئے بولی۔
"فہد نے......" وہ شرمائی۔
"ہو لالالا...... اس نے خود پہنایا تھا کیا؟" اس نے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔
"دفع ہو جاؤ...... وہ ایسا نہیں ہے اور نا ہی میں ایسی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی۔
"میں بھی کہوں لوگوں نے آنکھیں کیوں بدل لیں، محبوب کے آتے ہی دوست کو بھول گئے...... بے وفا

لوگ۔" وہ مصنوعی آہ بھر کر بولی۔

"بالکل اگر محبوب میں دوست بھی مل جائے تو دوست کو کون پوچھتا ہے اور اگر تمہاری طرح کی کھڑوس دوست ہو تو کوئی چانس بھی نہیں۔" وہ شرارت سے بولی۔

"اف کتنی چالاک ہو تم...... یہ قدر ہے میری تمہارے نزدیک۔" وہ حسب توقع چڑ گئی۔

"بھئی قدر تو بنانی پڑتی ہے اور تم نے بنائی ہی نہیں...... چچ چچ چچ۔" اب وہ اس پہ افسوس کررہی تھی۔

"تم میرے کمرے سے ابھی نکل جاؤ لیبس اور واپس کرو یہ جوس کا کین بدتمیز نا ہو تو، تمہاری جیسی بے وفا دوست کو میں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کرسکتی۔" ریحام کا پارہ چڑھ گیا اور اس نے غصے سے منہ پھیر لیا، اس کے انداز پہ لیبس کے منہ سے ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور اس نے ہنستے ہوئے اسے گلے لگالیا۔

"میری زندگی میں جو مقام تمہارا ہے وہ فہد بھی کبھی نہیں لے سکتا...... دوستی دنیا کا سب سے حسین تحفہ اور نایاب رشتہ ہے اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا اس لیے یہ ڈرامے کم کیا کرو۔" وہ خفگی سے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولی اور سچ ہی تھا دونوں ایک دوسرے کی بہترین سہیلیاں تھیں، ایک دوسرے کی راز داں ایک دوسرے سے محبت کرنے والی۔

❁......❁......❁

کوئی بھی کیفیت ہو خوشی یا غم ساری عمر کے لیے رہنے والی نہیں، خوشی اور غم بھی موسم کی طرح زندگی میں آتے جاتے رہتے ہیں...... لیبس کو اس بات کا بہت جلد احساس ہوگیا تھا۔ وہ دن شاید اس کی زندگی میں آنے والے ہجر کے آغاز کا دن تھا یا شاید اس کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

اس رات وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھی۔ جب مما پاپا اس کے کمرے میں آئے۔ وہ ان دونوں کو ایک ساتھ اپنے کمرے میں یوں اچانک دیکھ کر حیران ہی تو رہ گئی تھی۔ پاپا بہت کم اس کے کمرہ میں آتے تھے اور مما بھی صرف ضرورت کے وقت۔ آج اگر وہ دونوں یوں ساتھ آئے تھے تو ضرور کوئی خاص بات تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"کیسی ہو لیبس؟" پاپا اپنی ازلی شفقت سے مخاطب ہوئے۔ اس کا نام بھی پاپا ہی نے رکھا تھا۔ لیبس مطلب جو دل کے قریب۔ انہیں اس سے بہت محبت تھی۔

"جی الحمدللہ پاپا ٹھیک ہوں میں۔" وہ سعادت مندی سے بولی۔

"اور کیا مصروفیات ہیں آج کل میری گڑیا کی؟" وہ جیسے کچھ کہنے سے پہلے تمہید باندھ رہے تھے۔

"بس کوکنگ سیکھ رہی ہوں۔"

"اچھا گڈ...... دراصل بیٹا ہم دونوں تم سے ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری زندگی کے حوالے سے ایک اہم فیصلہ۔" انہوں نے اس بات کا آغاز کیا جو کرنا چاہتے تھے۔

"جی کہیں پاپا۔"

"دراصل تمہارے ماموں ممانی تمہارے لیے اپنے بیٹے اسید کا پروپوزل لائے تھے۔ ہمیں تو اسید ہر لحاظ سے تمہارے قابل لگا ہے۔ ماشاءاللہ اتنا اچھا کاروبار اور مزاجاً بہت ہی باوقار نیک بچہ ہے۔" پاپا اس کی حالت سے انجان اسید کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ مما مسکرا رہی تھیں۔ جب کہ وہ پریشان سی ہو کر ان کی بات کو سن رہی تھی۔ اچانک سے یہ پروپوزل۔

"ویسے فیصلہ تمہارا ہی ہوگا آرام سے سوچ کر ہمیں جواب دینا۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" پاپا نے اس کی پریشانی بھانپ کر تسلی دی۔

"اب تم آرام کرو۔" وہ مسکراتے ہوئے مما کے ساتھ واپس چلے گئے اور ان کے جاتے ہی اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ ایک وہ ایڈیٹ پروپوزل نہیں بھیج رہا اوپر سے یہاں نیا رشتہ چلا آیا تھا۔ "اف خدایا...... میں کیا کروں۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا اور فون اٹھا کر فہد کو کال کرنے لگی۔ تیسری بیل پہ اس نے کال

ریسیو کرلی تھی۔

"تم مجھ سے کل یونیورسٹی کے کیفے ٹیریا میں ملو۔" اس نے کال ریسیو ہوتے ہی کہا۔

"ریلیکس یار ایسی کیا افتاد آن پڑی ہے۔ نا سلام نا دعا۔" وہ حیران ہوتا ہوئے بولا۔

"سب بتاتی ہوں تمہیں صبح۔ فی الحال میں بہت پریشان ہوں بائے۔" وہ عجلت میں کہتی فون بند کرگئی تھی۔ اس وقت اسے اپنی محبت خود سے دور ہوتی محسوس ہورہی تھی۔

❁......❁......❁

پوری رات اس نے بہت اضطراب میں کاٹی اور صبح ہوتے ہی وہ ناشتہ کیے بنا یونیورسٹی پہنچ گئی تھی۔

"فہد پاپا میرا رشتہ میرے کزن اسید سے کرنا چاہ رہے ہیں۔ پلیز کچھ کرو، میں تمہارے سوا کیسے کسی کے ساتھ زندگی گزاروں گی۔" وہ دونوں اس وقت کیفے میں آمنے سامنے بیٹھے تھے جب وہ پریشانی سے بولی۔

"او...... ڈونٹ وری یار کچھ نہیں ہوگا۔ مجھ پہ یقین ہے ناں؟" اس نے تسلی دی۔ اس خبر کو سننے کے بعد بھی مطمئن نظر آرہا تھا۔

"تم پہ ہی تو بھروسا کیے بیٹھی تھی اب تک۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"اچھا اب بس بھی کرو۔ یہ دیکھو کتنے مزے کے سموسے ہیں کھا کر تو دیکھو۔" وہ لاپروائی سے سموسے کھاتا بولا، انداز ایسا تھا جیسے وہ آیا ہی سموسے کھانے ہو۔

"تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا ناں۔ تو ٹھیک ہے کھاؤ بیٹھ کر سموسے میں جارہی ہوں۔" وہ غصے سے بولتی اٹھ کر جانے لگی جب اس کا ہاتھ پکڑ کر فہد نے روکا۔

"میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جس کو سنتے ہی تم کھل اٹھوگی۔" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"مجھے نہیں سننی۔" وہ ہنوز ناراض تھی۔

"سوچ لو۔"

"سوچ لیا۔" وہ روٹھے انداز سے بولی۔

"ٹھیک ہے میں تو بس یہ بتا رہا تھا کہ آج ماما آرہی ہیں تمہارے گھر مگر تم تو سننا ہی نہیں چاہتیں۔" وہ سنجیدگی سے بولتا دوبارہ سموسے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"کیا......! کیا تم صحیح کہہ رہے ہو فہد؟" وہ سچ مچ کھل اٹھی۔

"تو کیا ایسی بات مذاق میں کہوں گا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اف مجھے یقین نہیں آرہا۔" وہ اب خوش ہوئی۔

"کرلو یقین میری جان کیونکہ یہ سچ ہے...... اب تم بہت جلد میری زندگی میں بہار بن کر آنے والی ہو۔" اس نے محبت سے لیس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

فہد کی بات پر جہاں اس کو ڈھیروں خوشی ہوئی وہیں اسے بہت شرم بھی آئی اس کے رخسار دہکنے لگے فہد نے بہت محظوظ ہوکر اسے دیکھا۔

"ارے یار تم تو شرما رہی ہو۔" وہ ہنس رہا تھا۔ اس سے پلکیں اٹھانا مشکل ہوگیا اب مزید وہ فہد کے سامنے نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ فوراً جانے کے لیے اٹھی۔

"ارے کہاں جارہی ہو؟" فہد اس کی ہر ادا کو جانتا تھا اس لیے شرارت سے بولا۔

"گھر جارہی ہوں بہت دیر ہورہی ہے۔" وہ کہہ کر پلٹی، فہد مسکراتے ہوئے اسے دور جاتا دیکھتا رہا تھا۔

❁......❁......❁

"ماشاللہ...... اتنی بڑی خبر...... فہد کا پرپوزل اور تم اتنے پھیکے انداز میں بتارہی ہو۔" ریحام نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا، ریحام اپنی پھوپو کے پاس جدہ گئی ہوئی تھی آج ہی لوٹی تھی اور پہلی فرصت میں اس سے ملنے آئی تھی اور لیس کے بتانے پر وہ بے حد خوش تھی اسے لگ رہا تھا جیسے لیس کو اس کی محبت مل گئی ہو۔

"چلو آؤ اس خوشی کو سیلیبریٹ کرتے ہیں...... لنچ کا ٹائم تو ہو ہی گیا ہے کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں لنچ کرتے ہیں۔" لیس نے جھٹ پروگرام بنالیا اور لنچ کرنے چل دیں۔

وہ دونوں بہت خوشگوار موڈ میں لنچ کر رہی تھیں اور ریحام سے فہد کی ڈھیروں باتیں کرتے ہوئے لبیس کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ خوشی عارضی ہے۔ لنچ کے بعد دونوں کا ارادہ شاپنگ کرنے کا تھا اس لیے دونوں شہر کے مشہور شاپنگ مال چلی آئی تھیں۔ دراصل کچھ دنوں بعد فہد کی سالگرہ تھی اس لیے لبیس کوئی گفٹ لینا چاہ رہی تھی۔ وہ اندر داخل ہوئی کہ یک دم ریحام کے چہرے پر انوکھے رنگ چمکے وہ بہت پرجوش نظر آرہی تھی...... لبیس تم علی سے ملنا چاہ رہی تھی ناں، وہ سحر زدہ سی بولی۔

''ہاں لیکن اس کا کیا ذکر ادھر؟'' ریحام کو ناسمجھی سے لبیس نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''دراصل وہ بھی اسی مال میں موجود ہے۔'' وہ خوشی سے بولی۔

''کہاں......؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''لبیس وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔'' اس نے دور کھڑے دو ڈیشنگ لڑکوں کی طرف اشارا کیا، لبیس نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو چونکی۔ وہ تو فہد تھا کسی سے باتوں میں مصروف۔

''گرے شرٹ میں؟'' اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''نہیں بلیک...... رکو میں اسے تم سے ملاتی ہوں۔'' وہ اب پرجوش سی اس کی طرف بڑھی لبیس کو لگا اسے غلط فہمی ہوئی ہے وہ فہد تھا وہ علی کیسے ہوسکتا ہے اس نے خود کو تسلی دی لیکن یہ تسلی محض ایک لمحے کی تھی کیونکہ ریحام، فہد کے ساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھی یوں جیسے وہ پہلے سے ہی ایک دوسرے کو جانتے ہوں، کیا تھا یہ سب...... لبیس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے، وہ اب شاید فہد کو لبیس کے بارے میں بتا رہی تھی، ریحام اس کی طرف اشارا کرنے لگی تب تک وہ پلٹ کر گاڑی کی طرف چل دی، اسے لگ رہا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہو رہی ہے وہ ٹھنڈے پسینے میں نہا گئی تھی۔

''کیا فہد ہی ریحام کا علی تھا؟'' اس کے دماغ میں سوال اٹھا۔

''نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' دل نے شدت سے نفی کی۔

''لیکن پھر وہاں فہد؟'' دماغ اندیشوں سے بھرا ہوا تھا لیکن دل تھا کہ یقین نہیں کر رہا تھا اسے فہد کی محبت پر اندھا اعتماد تھا اس نے اس کے جذبوں کی سچائی دیکھی تھی لیکن ریحام۔

''یااللہ میری مدد فرما۔'' اس نے صدق دل سے دعا کی۔

''یار تم وہاں سے اچانک کیوں چلی آئیں؟'' ریحام اسے ڈھونڈتے ہوئے پارکنگ میں آئی اور ناراضی سے بولی۔

''میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی ریحام۔'' وہ بمشکل بول پائی اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

''تم ٹھیک نہیں لگ رہیں، چلو گھر چلتے ہیں، تم آرام کرنا۔'' ریحام اسے لے کر گھر آگئی۔ گھر آکر اسے آرام کی ہدایت دے کر وہ جانے لگی تو لبیس نے پوچھا۔

''ریحام وہ کون تھا جس سے تم مال میں ملی تھی؟'' لبیس نے شدت سے چاہا کہ وہ علی کا نام نہ لے مگر ہر وقت قبولیت کا نہیں ہوتا۔

''وہ علی تھا تم نے دیکھا تھا ناں؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''میں اسے دیکھ نہیں سکی ریحام۔'' اس نے جھوٹ بولا اور آنکھیں بند کرلیں۔

❁ ❁ ❁

تین دن ہوگئے تھے اسے خود سے لڑتے، یقین دلاتے کہ جو شخص اسے جان سے بڑھ کر عزیز ہے وہ اس کی دوست کی بھی محبت ہے...... تین دن سے وہ بخار میں پھنک رہی تھی، مما، پاپا، ریحام، ماموں، ممانی سب ہی پریشان تھے اور روزانہ اس کی عیادت کے لیے آرہے تھے لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کیفیت سے گزر رہی تھی۔

کیا حال ہے اس کے دل کا...... کتنا تڑپ رہا ہے اس کا دل؟

"کیا میں فہد کے بنا زندگی کا تصور کر سکتی ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا لیکن جواب نہیں تھا۔

"لیکن کیا میں اپنی جان سے زیادہ پیاری دوست کا دل اجاڑ سکتی ہوں؟" دل نے شدت سے نفی کی۔ اس کا دل درد سے بھر رہا تھا اسے اپنی عزیز از جان دوست اور فہد میں سے کسی ایک کو چننا تھا، یہ اس کی زندگی کا سب سے مشکل فیصلہ تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ فیصلہ کرنے سے پہلے اسے موت آجائے۔

"لمیس تمہارے لیے تو میں علی کو بھی چھوڑ دوں وہ تم سے زیادہ اہم نہیں ہے۔" اس کے ذہن میں ریحام کے الفاظ گونجے۔

"وہ میرے لیے علی کو چھوڑ سکتی ہے تو میں اس کے لیے فہد کو کیوں نہیں چھوڑ سکتی؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"فہد......" اس کے دل نے سسکی بھری۔

"لمیس کیا تم فہد کے بغیر زندگی گزار لو گی، ان خوابوں کا کیا جو تم دونوں نے مل کر دیکھے تھے؟ محبت کے سفر میں تم تنہا تو نہ تھیں، فہد کا کیا قصور صرف یہ کہ اس نے اس لڑکی سے محبت کی جس کے لیے دوست کی خوشی سب سے اہم تھی۔" دل و دماغ سوال کر رہے تھے ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی اور آخر اس نے وہ فیصلہ کر ہی لیا۔ اب بس سب کو آگاہ کرنا تھا...... دل و دماغ خاموش ہو گئے تھے۔

"دوستی محبت سے بڑھ کر نہیں ہوتی...... ریحام کی خوشی کے لیے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔" اس نے خود کو مطمئن کر لیا تھا۔

❁......❁......❁

دونوں اس وقت پارک میں بیٹھے تھے، دونوں کے درمیان گہری خاموشی تھی، لمیس نے مما سے کہہ کر فہد کے پرپوزل کے لیے انکار کر دیا تھا اور اس ردعمل کے طور پر وہ دونوں اب پارک میں موجود تھے۔ وہ جانتی تھی اسے آخری بار فہد سے ملنا ہوگا اور اس کے لیے وہ پہلے ہی تیاری کر چکی تھی۔

"سوسوری فہد مما پاپا اس رشتے پر راضی نہیں تھے۔" لمیس نے خاموشی کو توڑا۔

"وہ راضی نہ تھے یا تم؟" فہد نے کاٹ دار لہجے میں سوال کیا۔

"ایسا تم کیسے کہہ سکتے ہو فہد؟" وہ تڑپ کر بولی۔

"ایسا میں نہیں تمہارا چہرہ، تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں...... کیوں کر رہی ہو تم لمیس یہ سب؟" فہد کو اس کی بے رخی تڑپا گئی۔

"کیا فرق پڑتا ہے انکار کس نے کیا۔ بس اتنا جان لو کہ ہماری قسمت میں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں لکھا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"کیوں کر رہی ہو تم یہ سب؟" فہد تڑپ اٹھا۔ وہ اپنا غصہ بھول کر بولا۔

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے فہد۔" وہ خود کو مضبوط کر کے بولی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سختی سے پیوست تھیں وہ ضبط کے آخری مراحل پر تھی۔

"لیکن میں جانتا ہوں اور میرے پاس ہے جواب۔ اس دن میں تمہیں جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔"

"کس دن؟" وہ چونک کر بولی۔

"مال میں جب ریحام میری طرف بڑھی اور تم پلٹ تھیں۔ تمہاری تو خوشبو سے ہی میں تمہیں پہچان لیتا ہوں۔ مجھے اتنا بے خبر تم کیوں سمجھتی رہیں۔ کیا تمہیں میری محبت پہ شک تھا۔"

"نہیں......" اس نے سچائی سے جواب دیا۔

"پھر کیا وجہ ہے اس سب کی؟" فہد نے پوچھا۔

"وجہ ہے فہد......" ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ریحام تم سے بے حد محبت کرتی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ میری عزیز از جان دوست ہے، اس کی خوشی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اس کے دل کو اجاڑ کر میں اپنا دل کیسے آباد کر سکتی ہوں۔" وہ ہار کر بولی۔

آنسو اس کے گالوں پر روانی سے بہہ رہے تھے۔ جبکہ فہد حیرت سے گنگ بیٹھا اب تک اس کے لفظوں کو سمجھنے کی

کوشش کررہا تھا۔ کیا کہہ گئی تھی وہ۔

"میں نے ہمیشہ ریحام سے محبت کی لیبس لیکن ایک بہن کی حیثیت سے، تب سے جب اس نے ہمارے سامنے روتے ہوئے کہا کہ وہ بھائی کی کمی محسوس کرتی ہے...... وہ ہمیشہ میرے لیے میری بہن رمشہ کی طرح رہی۔"

"جانتی ہوں فہد، جانتی ہوں لیکن تم اس کا ہاتھ تھام لو۔" وہ اپنے آنسو صاف کرتے التجا کرنے لگی تھی۔

"شٹ اپ لیبس...... تم میرے جذبوں کی انسلٹ کررہی ہو۔" وہ چلا کر بولا۔ "مجھے بس اتنا بتادو کہ کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے، کیا تم سچ میں مجھے چھوڑنے کا ارادہ کرچکی ہو؟"

"ہاں......" وہ قطعیت سے بولی۔

"او کے...... تو میں جارہا ہوں تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے۔" وہ سنگ دلی سے کہتا اسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ اب یہ تنہائی اس کا مقدر تھی اور لیبس نے اس کا انتخاب خود کیا تھا۔

ایک دن اس نے یوں ہی
ہنستے ہوئے مجھ سے پوچھا
بوجھو تو میں کہاں ہوں؟
میں نے کہا میرے دل میں
میری دھڑکن میں
میری روح میں
میری سانس میں
میرے دن میں
میری رات میں
میری ذات میں، میرے جذبات میں
یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا
پھر اس نے پوچھا
اور میں کہاں نہیں ہوں
یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے
اور میں نے کہا

میری قسمت میں

❁......❁......❁

آج اسے مانچسٹر آئے ایک سال بیت چکا تھا، دیکھا جائے تو وہ اپنی زندگی میں بہت آگے نکل چکی تھی، بس دل تھا کہ آج بھی وہیں اٹکا ہوا تھا...... محبت کے بغیر جینا دنیا کا مشکل ترین کام تھا خاص کر اس وقت جب یہ آپ کی دسترس میں ہو لیکن آپ خود اس سے ہاتھ چھڑا لیں...... یہ محبت راتوں کو جگاتی ہے تو دن میں تڑپاتی ہے، محبت کے ہجر میں آنکھوں سے آنسو نہیں خون بہتا ہے اور پھر وہ تو اپنے ہر عزیز از جان رشتے کو چھوڑ آئی تھی صرف اس سے دور جانے کے لیے لیکن یہاں آ کر اسے احساس ہوا کہ یہ میلوں کے فاصلے بھی اس کی جدائی پہ اثر نہ کرسکے۔

فہد کی محبت تو ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھ رہی تھی، وہ آج بھی اس کے دل میں تھا، اس کی آنکھیں آج بھی خود کو اس کے خواب دیکھنے سے روک نہ پا رہی تھیں۔ اس دن ریحام کا اقرار سننے کے بعد اس نے فیصلہ کرلیا تھا پاکستان سے جانے کا، یہ فیصلہ کتنا مشکل تھا یہ صرف وہی جانتی تھی، ماما پاپا نے کتنی مشکل سے اسے یہاں آنے کی اجازت دی تھی، اس گزرے سال میں بہت کچھ بدل گیا تھا، ریحام کی علی سے شادی ہوگئی تھی اور اب اس کا ریحام سے کوئی رابطہ نہیں تھا...... ماما بھی اب اس کا ذکر نہیں کرتی تھیں ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں بہت مصروف ہے اس کا آنا ہی نہیں ہوتا اور لیبس کے جانے کے بعد تو بہت کم ہوگیا ہے، مما کا کہنا تھا اب تم بھی لوٹ آؤ، ہم تمہاری خوشیاں دیکھنا چاہتے ہیں...... وہ اب مما کو کیا بتاتی کہ خوشی تو ایک خواب بن کر رہ گئی تھی اس کے لیے۔

لوٹ کر تو اسے آنا ہی تھا پر کیا وہ اب کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرپائے گی، اپنے خوابوں میں کسی اور نام کے رنگ بھر سکے گی، کیا کوئی اور شخص اس کے لبوں پر مسکراہٹ بن سکے گا؟ شاید کبھی نہیں...... اس نے دونوں ہاتھ مسل کر اپنی جیب میں ڈالے اور دیوار سے ٹیک لگا کر گھومتے پھرتے گلاس ونڈو سے باہر کا نظارہ کرنے لگی۔ آتی جاتی
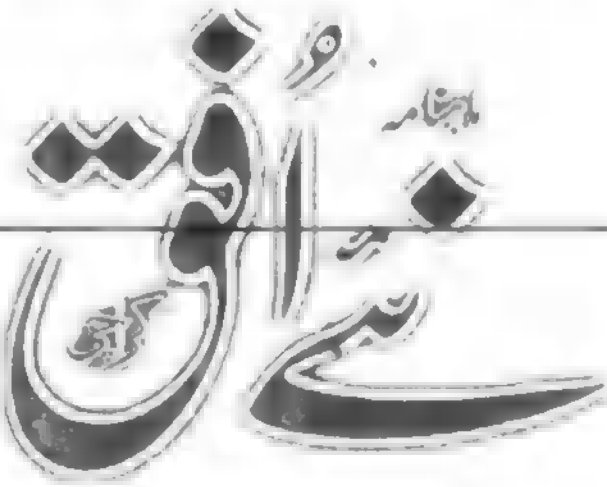
گاڑیوں پہ نظریں جمانے کے باوجود اس کی سوچ کا تسلسل نہیں ٹوٹ رہا تھا۔

"اور ریحام۔" اس نے سوچا۔

وہ اس کی سب سے پیاری دوست تھی، لیبس نے اس سے رابطہ اس کی خوشیوں کے لیے منقطع کیا تھا پر اس نے کیوں رابطہ نہ کیا دوبارہ؟ اس کے لیے آج بھی ریحام کی خوشیاں اپنی خوشیوں سے زیادہ اہم تھیں، وہ دوستوں پہ جان چھڑکنے والی لڑکی تھی، دوستی اس کے لیے آکسیجن کی سی حیثیت رکھتی تھی اور ریحام اس کی سے زیادہ بہترین دوست تھی اس نے بنا بتائے، بنا جتائے دوستی میں اپنی سب سے بہترین چیز اپنی محبت اپنی جان قربان کردی تھی..... دوستی کی یہ مثال شاید کوئی قائم نہیں کرسکتا تھا۔

"لیبس میں اور مارک شاپنگ پر جارہے ہیں کیا تم چل رہی ہو؟" یہ سبل تھی اس کی روم میٹ اور اس کی مانچسٹر میں واحد سہیلی۔

"نہیں سبل آج میرا بالکل موڈ نہیں ہے ہم کسی اور دن چلیں گے ساتھ۔" اس نے انکار کیا۔

"جی نہیں ہم آج ہی چل رہے ہیں تم جلدی سے ریڈی ہوجاؤ۔" وہ حتمی لہجہ میں بولی۔

"سبل پلیز سمجھنے کی کوشش کرو ناں۔"

"یار لیبس تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ تم جب سے یہاں آئی ہو میں نے کبھی تمہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا، تمہارا موڈ تو ہمیشہ سے ایسا ہی رہتا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اچھا چلو میں چل رہی ہوں۔" خلاف معمول وہ مان گئی۔

وہ تینوں گھومتے پھرتے کافی شاپ تک آگئے تھے، سارے راستے سبل اور مارک آپس میں باتیں کرتے آئے تھے، ان دونوں کی باتیں دلچسپ ہوا کرتی تھیں، وہ زیادہ تر آپس میں لڑتے رہتے تھے پھر بھی ساتھ تھے، درحقیقت ان کی لڑائی میں بھی محبت چھپی ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں ناں جو جتنا آپس میں لڑتے ہیں ان کے درمیان اتنی ہی گہری

محبت چھپی ہوتی ہے، ان کا لڑنا بھی محبت کی ایک ادا ہوتی ہے، یہی حال سبل اور مارک کا تھا اب بھی دونوں کی تکرار شروع ہو چکی تھی۔ مارک کا کہنا تھا کہ ہمیشہ بل وہی پے کرتا ہے آج سبل کرے گی۔

"مارک تمہیں شرم نہیں آئے گی مجھ سے بل پے کروا کے؟" سبل نے بہت معصومیت سے پوچھا۔

"بالکل نہیں، مجھے تو بہت خوشی ہوگی۔ کیا تم مجھے یہ خوشی نہیں دینا چاہو گی؟" وہ بھی مارک تھا ذرا جو اس کی باتوں میں آ جاتا۔

"مارک تمہیں کسی نے بتلایا نہیں کہ تم بہت بڑے ایڈیٹ ہو؟" وہ چڑ کر بولی۔

"اور تم سب سے بڑی چڑیل۔" وہ بھی پورے موڈ میں تھا۔

"مارک میں تمہاری جان لے لوں گی۔" وہ حسب توقع خود کو چڑیل کہے جانے پر سیخ پا ہوئی۔

"رکو...... رکو...... رکو کسی کو جان لینے کی ضرورت نہیں کافی کا بل میں پے کروں گی۔" ان کی لڑائی بڑھتی دیکھ کر لبیس نے صلح کرانے والے انداز میں کہا اور زبردستی ان دونوں کو لے کر کافی شاپ میں داخل ہوئی۔

وہاں بھی ان دونوں کی چھوٹی موٹی لڑائیاں جاری تھیں اور پھر سبل اور مارک کو اپنا کوئی فرینڈ نظر آ گیا تھا وہ دونوں اسے انتظار کا کہہ کر اس سے ملنے چلے گئے اور وہ بیزاری سے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ان کا انتظار کرنے لگی لیکن جب کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ نہیں لوٹے تو لبیس بھی واپس جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یوں ہی بے خیالی میں سر جھکائے ہاتھ لانگ کوٹ کی جیبوں میں گھسائے تیز تیز چل رہی تھی تب ہی وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی۔

"آئی ایم سو سوری۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے معذرت کی اور جیسے ہی نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ وہ ریحام تھی اور وہ بھی اتنی ہی حیران نظر آ رہی تھی جتنی کہ لبیس۔

"تم یہاں......؟" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"کیسی ہو ریحام اور یہاں کیسے؟" لبیس نے سنبھلتے ہوئے پوچھا۔ حیرانی پہ خوشی کا عنصر غالب آ چکا تھا۔

"الحمدللہ بہت اچھی اور تم کیسی ہو؟" وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"تمہارے سامنے ہوں بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟" وہ چہک کر بولی۔

"وہ نہیں لگ رہی جو تم ہو۔ کوئی کامیاب اداکارہ لگ رہی ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"کیا مطلب؟" لبیس کے چہرے کا رنگ اس بات پہ اڑا۔

"تم اتنی انجان کیوں بن رہی ہو؟" ریحام طنز کرنے سے خود کو روک نہ پائی۔

"اچھا چھوڑو تم یہ بتاؤ تمہارے علی میاں کیسے ہیں؟" لبیس نے موضوع بدلا۔

"بہت اچھے شاید اس دنیا کے سب سے اچھے شوہر ہیں وہ بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے۔" اس کے چہرے پر محبت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے جبکہ انداز میں علی کے لیے چاہت ہی چاہت تھی، علی کی محبت نے بہت بدل دیا تھا اس کو اب وہ لبیس کے میاں کہنے پر بھی نہیں چڑی تھی۔

"ماشاءاللہ...... اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔" اس نے صدق دل سے دعا دی۔

"تم نے پرپوزل سے کیوں انکار کیا لبیس؟" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔ لبیس ایک نظر بس اسے دیکھ کر رہ گئی، کیا وہ اب بھی انجان تھی یا اس کے زخموں کو کرید رہی تھی یا درد کی گہرائی ناپ رہی تھی۔

"نہیں ریحام ایسی نہیں ہے۔" لبیس کے دل نے کہا۔

"وہ میرے لیے پرفیکٹ نہیں تھا۔" وہ پھیکی ہنسی ہنس کر بولی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا؟" ریحام نے سوال کیا۔

"بس دل نے بتا دیا۔" اس کا انداز سرسری تھا۔

"تمہارے دل نے بتانے میں دیر نہیں کردی۔" اس کے سوال ختم نہیں ہورہے تھے۔

"میں جانتی ہوں اسے، وہ مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتا تھا ریحام۔" وہ زچ ہوکر بولی۔

"اس کی محبت سے انکار کتنا مشکل تھا۔" دل کراہ اٹھا۔

"اللہ کے واسطے لبیس ان کی محبت کو الزام مت دو تم سے زیادہ جانتی ہوں میں انہیں۔" وہ اب کی بار غصے سے بولی۔

"تم کیسے جانتی ہو ریحام" وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔

"بہت گہرا تعلق ہے ہمارا...... بہت قریبی رشتہ پھر بھی یہ سوال کررہی ہو۔" وہ طنزیہ ہنسی۔ لبیس اس کے انداز کو دیکھتی رہ گئی۔

"خیر یہ بتاؤ یہاں کیسے آئی، اکیلی آئی ہو کیا؟" لبیس اور وہ ادھر ایک بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔

"نہیں علی آئے ہیں میرے ساتھ۔" وہ خوشدلی سے بولی۔

"کہاں ہیں وہ؟" لبیس چونکی۔ "یااللہ میں اس شخص کا سامنا کیسے کروں گی؟ میں جو یہاں اتنی دور اس شخص کی یادوں سے فرار حاصل کرنے آئی تھی وہ خود یہاں آ گیا، میں کہاں جاؤں میرے اللہ؟" اس نے دل ہی دل میں اللہ سے فریاد کی۔

"وہ دیکھو وہ آرہے ہیں میرے میاں جی۔" اس نے دور اشارہ کیا لبیس کے لیے پلکیں اٹھانا مشکل ہوگیا۔

"کیا ہوا نگاہ کیوں جھکالی تم نے؟ کوئی غیر تھوڑی ہو پورا حق ہے تمہیں ان کو دیکھنے کا۔" وہ کچھ زیادہ ہی شوخ ہورہی تھی مجبوراً ضبط کرتے ہوئے اسے سامنے دیکھنا پڑا مگر یہ کیا یہ فہد تو نہیں تھا، اس نے ایک بار دو بار بار بار پلکیں جھپکائیں ریحام اب بہت مزاحیہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی جیسے اسے یہ سب بہت لطف دے رہا ہو۔

"یہ ریحام...... یہ ہے علی......" اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جی یہ ہیں میرے پیارے میاں جی ڈاکٹر سعد علی۔" وہ اب اس شخص کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بہت استحقاق سے کہہ رہی تھی۔ "اور سعد یہ ہیں میری جان سے بھی پیاری دوست لبیس۔" وہ اب اسے سعد سے متعارف کروا رہی تھی۔

لبیس کو ٹوٹ کر رونا آرہا تھا، آنسو جو کافی دیر سے بمشکل سنبھالے ہوئے تھے وہ بے قابو ہوکر گالوں پر پھسل رہے تھے۔

"یہ رو کیوں رہی ہیں ریحام؟" اسے روتا دیکھ کر جہاں ریحام مسکرائی وہیں سعد علی بوکھلا کر گویا ہوا۔

"میں نے بتایا ناں آپ کو بہت گہری محبت ہے ان کی...... بس اس لیے مجھے دیکھ کر آنسو نکل آئے ان کے اور تو اور میرے لیے ہنستے ہنستے جان بھی قربان کردے لبیس، بس یہ اسی محبت کے آنسو ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"سعد اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو آج کا دن میں لبیس کے ساتھ گزار سکتی ہوں؟" وہ اب سوالیہ نظروں سے سعد کو دیکھ رہی تھی۔

"شیور...... جس میں آپ کی خوشی ریحام۔" اس نے فوراً اجازت دی اور اسے لبیس کے ساتھ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

❀......❀......❀

"تم نے بہت غلط کیا لبیس...... تم نے میری خوشی کے خیال سے دو زندگیاں اجاڑ دیں...... ایک بار بتایا تو ہوتا میری جان، تمہیں میں اتنی خود غرض لگتی ہوں؟" وہ اس وقت لبیس کے اپارٹمنٹ میں موجود تھی، دونوں نے سارا دن ایک دوسرے کے ساتھ گزارا تھا اس وقت وہ دونوں سونے کے لیے لیٹی تھیں جب اچانک ریحام نے کہا۔

"تم بنا کچھ کہے سنے سب چھوڑ کر آگئیں...... ماموں ممانی کا بھی خیال نہیں کیا۔" وہ تاسف سے بولی۔

"اس دن جب تمہارے جانے کے ایک ہفتے بعد میں تمہارے گھر آئی تو تمہیں یہ بتانے کہ فہد جسے سب اس کے گھر میں علی بولتے تھے وہ مجھ سے محبت تو کرتا تھا پر بہنوں والی اور جس دن اس نے مجھے بتایا اور اسی دن میرے دل نے اسے پکارنا بند کردیا تھا، میں نے خود بھی

انہیں بھائی کا درجہ دے دیا تھا، مجھے احساس ہوا میں ان کو بھائی ہی سمجھتی تھی...... میرے دل میں ان کا وہی مقام تھا بس نا سمجھی میں اپنے جذبوں کو غلط نام دیتی رہی اور اس غلطی نے کتنے دل اجاڑ دیے، مجھے تب نہیں پتا تھا کہ علی ہی تمہارے فہد ہیں، مجھے یہ بات اس دن پتا چلی جب میں تم سے ملنے آئی مگر آنٹی نے بتایا تم مزید تعلیم حاصل کرنے مانچسٹر چلی گئی ہو۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ تم نے بنا مجھے اطلاع دیئے اچانک اتنا بڑا فیصلہ کرلیا میں پھر تمہارے کمرے میں آئی تو میز پہ تمہاری ڈائری رکھی ملی تھی میں پڑھنے کے لیے تمہاری ڈائری اٹھانے لگی تھی جب اس کے نیچے سے فہد کی تصویر نکلی، میں نے پلٹ کر دیکھا تو اس پہ لکھا تھا فہد میری محبت کا نور، میری خوشیوں کی ضمانت...... اس دن مجھ پر حقیقت کھلی اور میں بتا نہیں سکتی میری کیا حالت ہوئی تھی، اس دن کے بعد میں کبھی تمہارے گھر نہیں گئی، مجھے تم سے شکایت تھی، میں دل ہی دل میں تمہیں یاد کرتی لیکن کبھی کسی سے تمہارا نہیں پوچھتی...... ان ہی دنوں رمشہ اور فہد انکل آنٹی کے ساتھ سعد کے لیے میرا رشتہ لے کر آئے اور تب میں نے ہاں کردی تھی۔ سب کو سعد بہت پسند تھے اور مجھے بھی شادی کرنی ہی تھی اور سعد بہترین پارٹنر لگے۔" وہ شروع سے آخر تک ایک ایک بات بتاتی چلی گئی بے حد عام انداز میں۔

لیکن ریحام لیبس کو ایک بات نہیں بتا پائی تھی کہ اس نے پہلی بار لیبس سے جھوٹ بولا کہ ہاں جھوٹ ہی تو بولا تھا کہ وہ فہد کو بھائیوں جیسا مان دیتی تھی...... وہ محبت ایک بہن بھائی کی محبت تھی، اسے اپنی قربانی کا احساس مرتے دم تک نہیں ہونے دینا چاہتی تھی اس کی خوشیوں اور اپنے مان کے لیے ریحام کو جھوٹ بولنا پڑا تھا۔

❁......❁......❁

اچھا سا لگتا ہے
تمہارے سنگ سنگ چلنا
وفا کی آگ میں جلنا
تمہیں ناراض کردینا
تمہیں خود ہی منا لینا
تمہاری بے رخی پر بھی تمہیں خود ہی منا لینا
بہت گہرے خیالوں میں، جوابوں میں، سوالوں میں
محبت کے حوالوں میں
تمہارا نام آجانا
مجھے اچھا سا لگتا ہے
تمہاری آرزو کرنا
خود اپنی دھڑکن سے
تمہاری گفتگو کرنا
بہت اچھا سا لگتا ہے
تم ہی کو دیکھتے رہنا
تم ہی کو سوچتے رہنا
مجھے اچھا سا لگتا ہے

ایک سال گزر چکا تھا اسے گئے ہوئے اور ایک سال سے وہ اس کا عنایت کردہ ہجر کاٹ رہا تھا، وہ کسی سے اپنی تکلیف کا اظہار بھی نہیں کرسکتا تھا، ایک غلط فہمی میں اپنی دوست کی محبت میں وہ اس کی محبت ٹھکرا گئی تھی، اس کے جذبوں کا احساس تک نہیں کیا تھا۔

"کیوں میں نے اس بے وفا سے اتنی شدید محبت کی اتنی کہ اس سے محبت کرتے ہوئے خود کو فراموش کردیا۔" وہ خود سے لڑ رہا تھا، سوال کررہا تھا۔ "میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا...... اسے ان اذیتوں کا حساب دینا ہوگا، اسے اپنی تنہاؤں کی سزا دوں گا...... وہ کیوں میری محبت کو بے سول کرگئی؟" وہ جو سب کے چہروں پر مسکان بکھیرتا تھا آج کتنا ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کی ذمہ دار وہ تھی جس سے اس نے سب سے زیادہ محبت کی تھی۔

"محبت اتنا درد کیوں بھر دیتی ہے، اتنا تڑپاتی کیوں ہے؟ ایک مسلسل اذیت میں مبتلا کردیتی ہے...... کیوں یہ انسان کو اپنے حصار میں قید کرلیتی ہے اور پھر وہ چاہ کر بھی اس سے نکل نہیں پاتا؟" وہ خود سے لڑ رہا تھا۔

❁......❁......❁

وہ واپس پاکستان آ گئی تھی، حسن ولا پھر خوشیوں سے کھل اٹھا تھا مما پاپا کے کمزور چہروں پر یک دم بہار آ گئی تھی۔

"ممانی دیکھیں میں آپ کی لاڈلی کو واپس لے آئی..... اب مجھے میرا من پسند انعام چاہیے۔" ریحام کی شوخیاں عروج پر تھیں۔

"میری جان بتاؤ کیا چاہیے تمہیں؟" مما محبت سے بولی۔

"ابھی نہیں..... اکیلے میں مانگوں گی۔" وہ شرارت سے بولی۔

آہستہ آہستہ ہر شے اپنے مقام پہ آ گئی تھی، اب بس ایک مرحلہ باقی تھا، خوشیاں صرف ایک قدم کی دوری پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں لیکن یہ اس کا دل ہی جانتا تھا کہ وہ مرحلہ کتنا کڑا تھا۔

"فہد کیا دوبارہ سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لے گا؟ کیا وہ اسے معاف کر پائے گا۔" سوالوں کا جنگل تھا جس میں وہ بھٹک رہی تھی اور نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں دکھ رہا تھا..... اسے لگ رہا تھا کہ وہ سب کچھ پا کر بھی اسے حاصل نہیں کر پائے گی۔

"کیا ہوا لبیس..... کس سوچ میں کھوئی ہوئی ہو؟" ریحام نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ریحام میں فہد کے بارے میں سوچ رہی تھی؟" وہ اداسی سے بولی۔ "مجھے اب بھی وہ خود سے ہزاروں میل کے فاصلے پر کھڑا نظر آ رہا ہے۔"

"نظر آ رہا ہے ناں بس یہی کافی ہے اس وقت..... تم یہ سوچو کہ تم اب بھی اس کی محبت ہو، وہ اب بھی تمہیں سوچتا ہے تمہارا مقام وہ کسی کو نہ دے سکا تمہارے بعد اس کی نظر میں کسی کا چہرہ نہ جچ سکا۔" وہ اسے دلاسہ دیتے ہوئے بولی۔

"اور رہی بات اس کی ناراضی کی یہ تو اس کا حق بنتا ہے تم نے بغیر کسی جرم کے اسے سزا سنائی اب محنت تو کرنا پڑے گی تمہیں اسے منانے کے لیے۔" ریحام سنجیدگی سے بولی۔

"فکر نہ کرو لبیس تمہیں تمہاری محبت سے جدا کرنے کا سبب میں ہی بنی تھی اب تمہیں تمہاری محبت سے ملاؤں گی بھی میں ہی۔" اس نے دل ہی دل میں کہا۔

❁.....❁.....❁

"ہوا ہیں آج کل آپ کو دلفریب مہک نہیں محسوس ہو رہی فہد؟" وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جب فہد کو آتا دیکھ کر وہ جھٹ سے بولی۔ انداز شوخی سے بھرپور تھا۔ عرصہ ہوا اس نے فہد کو علی کہنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا مطلب؟" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"مطلب لبیس پاکستان آ چکی ہے۔" وہ شرارت سے بولی۔

"تو اب؟" وہ پانی کی بوتل سے منہ لگا رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس سے ضروری کچھ نہ ہو۔

"مجھے لگا تھا کہ آپ کہیں گے کون لبیس؟" وہ بھی ریحام تھی اتنی آسانی سے کہاں ہار ماننے والی تھی۔

"میں ایسا کیوں کہوں گا جبکہ وہ میری کلاس فیلو ہے اور آپ کی بیسٹ فرینڈ۔" وہ مصنوعی حیرانی سے بولا۔

"ذرا نیشنل جیوگرافک تو لگانا ریحام۔" وہ سنگل صوفے پہ بیٹھتا بولا۔ اب اس کا سارا دھیان ٹی وی کی طرف تھا۔ یوں جیسے کہ ریحام کوئی فضول بات کر رہی ہو۔

"اچھا چلو آپ کو دوسری نیوز سناتی ہوں وہ یقیناً آپ کے لیے اچھی ہوگی۔" خلاف معمول اس نے جلدی سے موضوع بدلا۔

"تم جو کہنا چاہ رہی ہو صاف صاف کہو ناں؟" وہ سنجیدگی کا خول اتار کر چڑتے ہوئے بولا، ان دونوں کی آپس میں کافی دوستی تھی، رمشہ کی شادی کے بعد سے وہ اپنا ہر کام اس سے کرواتا تھا وہ اس کے لیے ہمیشہ ہی رمشہ کی طرح تھی اس کی چھوٹی بہن، سعد سے شادی کے بعد بھی وہ اسے بہنوں والا مان دیتا تھا۔

"صاف صاف بات یہ ہے کہ کل تمہارے بھائی کا

برتھ ڈے ہے اور مجھے ان کے لیے گفٹ لینا ہے سرپرائز۔ کیا آپ مجھے شاپنگ پر لے چلیں گے؟" وہ مطلب کی بات پر آئی۔

"اف کتنا گھماتی ہو تم بھی۔ جاؤ تیار ہو جاؤ چلتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ وہ دومنٹ میں بیگ لے کر چلی آئی۔ مال پہنچنے کے بعد اس نے فہد کو کہا۔

"آپ یہیں پارکنگ میں انتظار کریں میں بس دس منٹ میں آئی۔" گفٹ پہلے ہی وہ آرڈر کرچکی تھی اب بس پیسوں کی ادائیگی کرکے اسے لینا تھا لیکن اب فہد کو انتظار کرتے کرتے آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا لیکن اس کا کوئی پتا نا تھا۔

"اف..... شاید مجھے ہی اندر جانا پڑے گا۔" وہ جیسے ہی کار لاک کرکے پارکنگ سے نکلنے لگا سامنے سے اسے ریحام آتی دکھائی دی لیکن یہ کیا اس کے ساتھ تو وہ بھی تھی جس نے فہد کی شوخ رنگوں سے سجی زندگی کو بے رنگ کردیا تھا۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا لیس۔" فہد نے اس دشمن جان کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔

"آئم سوسوری آپ کو انتظار کرنا پڑا فہد..... دراصل یہ لیس مل گئی تھی مجھے۔ اس کی کار خراب ہوگئی رکشے سے جانے لگی تو میں نے روک لیا۔ آپ ڈراپ کردو گے ناں فہد لیس کو؟" وہ شاپنگ بیگز گاڑی میں رکھتی عجلت میں بولی۔

"کس خوشی میں؟" اس نے تیکھے انداز میں پوچھا۔ "یہ ٹیکسی میں بھی جاسکتی ہیں، میں ڈرائیور نہیں ہوں جو ہر کسی کو پک اینڈ ڈراپ کرتا پھروں۔" لیس کو نہایت شرمندگی محسوس ہوئی۔

"کیسی بات کررہے ہیں فہد..... یہ آپ کی کلاس فیلو اور میری عزیز دوست ہے۔" ریحام برامان کر بولی۔

"صرف تمہاری خاطر میں آج ان کو ڈراپ کردوں گا..... نیکسٹ ٹائم امید نہیں رکھنا۔" ■ خشک لہجے میں بولا۔

"رہنے دو ریحام میں کیب سے چلی جاؤں گی۔" اسے جو پہلے ہی اس کے تاثرات خوف میں مبتلا کررہے تھے اب اس کا انداز بھی ناگوار لگا، لیس نے بھی لفٹ لینے سے صاف انکار کردیا۔

"آجاؤ پلیز مجھے پہلے ہی دیر ہورہی ہے..... میرے دیور جی اتنے برے نہیں ہیں جتنا پوز کررہے ہیں۔" ریحام نے جھٹ سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

"اور فہد بھائی پلیز گاڑی دھیان سے چلائیے گا ایسا نہ ہو ہمارا ایکسیڈنٹ ہی کروادیں۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔ اس کا مطلب سمجھتے ہوئے فہد کو نا چاہتے ہوئے بھی مسکرانا پڑا تھا۔

"فہد آپ کو پتا ہے کہ ہم نے لیس کا پروپوزل فائنل کردیا ہے۔" اب وہ بہت سرسری انداز میں کہہ رہی تھی ساتھ ساتھ اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ میسج ٹائپنگ میں مصروف تھے فہد کے پیر تیزی سے بریک پر پڑے۔

"اللہ کا شکر ہے ابھی ٹریفک کا رش نہیں تھا ورنہ بہت برا ایکسیڈنٹ ہوجاتا..... کیا ہوگیا ہے فہد بھائی؟ میں نے کہا بھی تھا کہ دھیان سے گاڑی چلانا۔" وہ اپنی سانس درست کرتے ہوئے بولی۔ اچانک بریک لگنے سے اس کے ہاتھ سے موبائل بھی چھوٹ کر گر گیا تھا اور خوش قسمتی سے ٹوٹنے سے بھی بچ گیا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔" کچھ دیر پہلے ملنے والی خبر سے اسے جو جھٹکا لگا تھا وہ اب اس سے سنبھل گیا تھا یا شاید ایسا ظاہر کررہا تھا۔

"تھینک یو۔" جواب ریحام کی طرف سے آیا۔ لیس ہنوز گردن جھکائے ہوئے تھی، اس کا سارا دھیان اپنے گود میں رکھے ہاتھوں پر تھا۔

"ہاں لیس آج اپنا برائڈل ڈریس ہی تو پسند کرنے آئی تھی۔"

"تو کرلیا پسند؟" وہ دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ لیس کو خواہ مخواہ اس پر غصہ آنے لگا۔

"ہاں ان شاء اللہ نیکسٹ ویک تک تیار ہو جائے گا، اتنا خوب صورت ڈریس ہے ہماری لبیس تو چاند نگر کی شہزادی لگے گی۔" وہ اپنا شاپنگ بیگ اٹھاتے ہوئے بولی۔ گھر آچکا تھا۔

"فہد...... دھیان سے چھوڑ آنا لبیس کو گھر پندرہ دن بعد اس کا نکاح ہے۔" وہ تاکید کرتی اتر گئی۔

"تو آخر آپ کو آپ کا مسٹر پرفیکٹ مل ہی گیا۔" ریحام کے اترتے ہی وہ طنزیہ بولا۔

"جی؟" لبیس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کم آن اتنی بھولی نہ بنا کرو کم از کم میرے سامنے تو بالکل بھی نہیں...... میں جان چکا ہوں تمہیں اچھی طرح سے۔" وہ انتہائی غصے سے بولا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں فہد۔" لبیس کو خواہ مخواہ رونا آنے لگا۔

"خبردار اگر تم نے میرے سامنے رونے کے ڈرامے کیے، میں تمہاری جان لے لوں گا۔"

"بس بہت ہوگیا فہد...... مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ روکیں گاڑی یہیں۔" اس کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔ اپنی ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتی وہ سختی سے بولی۔

"میں بھی کوئی خوشی سے نہیں لے جارہا تمہیں۔" وہ بنا اس کے غصے سے متاثر ہوئے بولا۔

"پتا نہیں کون سی گھڑی تھی جب آپ سے سامنا ہوا۔" وہ بڑبڑائی۔

"شاید بہت ہی بری گھڑی تھی تب ہی اس کی سزا بھگت رہا ہوں میں۔" وہ طنز کے تیر چلانے سے باز نہیں آیا، نا جانے کیوں اسے اتنا غصہ آرہا تھا، وہ تو سوچ چکا تھا کہ لبیس سے بالکل بھی بات نہیں کرے گا۔ اسے گھر کے سامنے ڈراپ کرکے وہ تیزی سے گاڑی بھگا لے گیا، لبیس نے تاسف سے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔

❁......❁......❁

"بڑی دیر لگا دی فہد...... کہیں آئس کریم کھلانے تو نہیں لے گئے تھے اپنی کلاس فیلو کو؟" اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر ریحام نے شرارتی انداز میں کہا جو کہ اس کی طبیعت کا خاصہ تھی۔

"ریحام پلیز اگلی بار مجھے لبیس کو ڈراپ کرنے کو مت کہیے گا میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اب۔" وہ اس کی شرارت کے جواب میں سنجیدگی سے بولا تو ریحام ہکا بکا سی اس کی صورت دیکھتی رہی۔

"جو کچھ ہوگیا ہے آپ اسے بھول کیوں نہیں جاتے فہد، آپ اس سے بہت محبت کرتے تھے ناں؟" وہ آس سے بولی۔

"کیسے بھول جاؤں کہ وہ میری محبت کو ٹھوکر مار کر چلی گئی تھی، اس نے میری محبت کو مذاق بنادیا تھا، اتنا بڑا فیصلہ کرتے ہوئے اس نے ایک بار بھی میرا نہیں سوچا۔" وہ تلخی سے بولا۔

"درست کہہ رہے ہو آپ۔ وہ اپنی زندگی اب پھر سے شروع کرنے جارہی ہے۔ بس زندگی ختم گئی ہے تو آپ کی۔ اس لیے ہم نے آپ کا رشتہ بھی پکا کردیا ہے۔" وہ ایک دم سنجیدگی سے بولی۔

"یہ کیسا مذاق ہے؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے اور آج لبیس سے میں آپ کو اس وجہ سے ہی ملوانا چاہتی تھی...... ہماری ملاقات اتفاق نہیں بلکہ میرے پلان میں شامل تھی، میں دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا اب بھی آپ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو؟ مگر مجھے احساس ہوا ہے کہ آپ ایک دوسرے کو بھول چکے ہیں۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولی۔

"تم لوگ میرے پوچھے بغیر میری زندگی کا فیصلہ کیسے کرسکتے ہو؟" اسے بہت غصہ آیا، اس کا لہجہ بہت ترش ہوا۔

"کیا ہوا فہد اتنا غصہ کیوں ہورہے ہو؟" آواز سن کر مما پاپا بھی ادھر آگئے۔ جب کہ سعد گھر پہ نہیں تھے۔

"مما...... فہد اس بات پر غصہ ہورہا ہے کہ ہم نے اس کی اجازت کے بغیر رشتہ کیوں پکا کردیا۔" ریحام سنجیدگی

سے بولی۔

"فہد تم بے فکر رہو، ہم تمہارے لیے کوئی غلط فیصلہ نہیں کریں گے اور ویسے بھی تمہاری کون سی کہیں کمٹمنٹ ہے جو اتنا غصہ ہو رہے ہو۔" مما سنجیدگی سے سمجھانے والے انداز میں بولیں، وہ سب بہت مطمئن تھے، ریحام اسے مما پاپا کے حوالے کر کے جا چکی تھی۔

قسمت تو کچھ اور ہی فیصلہ کیے بیٹھی تھی ان دونوں کے لیے۔

"کیا لبیس کا ساتھ میرے مقدر میں نہیں ہے، کیا ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں؟" وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔ "نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔" اس نے شدت سے اپنی ہی بات نفی کی تھی۔

"لیکن پاپا آپ لوگ بنا مجھے اطلاع کیے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟" وہ اب بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا ہٹ دھرمی سے بولا۔

"بس بہت ہو گیا، ہم نا صرف تمہارا رشتہ پکا کر چکے ہیں بلکہ نکاح کی تاریخ بھی طے کر چکے ہیں...... لاڈ پیار ایک طرف پر اب میں کچھ نہیں سنوں گا۔" پاپا ایک دم غصے سے بولے اور اٹھ کر چلے گئے، مما نے بھی ان کی تقلید میں قدم اٹھائے اور وہ بے بسی سے ان کو جاتا دیکھتا رہا۔

❁......❁......❁

سنا ہے مل کر چلنے سے
مقدر جاگ اٹھتے ہیں
یہی بات آزمانے کو
چلو ایک ساتھ چلتے ہیں

"میں اپنی زندگی کی نئی شروعات کرنے سے پہلے تم سے ملنا چاہتا ہوں لبیس۔" اس نے ٹیکسٹ کر کے موبائل ایک طرف رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

تین دن کی مسلسل کشمکش کے بعد بالآخر فیصلہ ہو گیا تھا یہ طے تھا کہ کچھ بھی ہو جائے لبیس کی محبت اس کی زندگی سے کبھی ختم نہیں ہو سکتی، اسے یوں لگتا تھا کہ انسان جہاں بھی چلا جائے محبت میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں زندہ رہتی ہے اور آپ کے پاس پلٹ کر ضرور آتی ہے یہ محبت ہی تو ہوتی ہے جو اپنا آپ منوا لیتی ہے۔ اسے بھی لگا تھا کہ لبیس کی محبت اس کی دسترس میں ہے وہ جہاں بھی چلی جائے وہ اس کی ہی رہے گی، وہ ملنے آئی تو وہ اس سے ناراض تھا، اس نے سوچا تھا کہ ناراضی کا اظہار کرے گا اور جب وہ منائے گی تو مان جائے گا پر

❁......❁......❁

وہ پارک میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا، اس کی توجہ سامنے کھیلتے بچوں پر تھی، کتنے بے فکر اور خوش تھے وہ حالانکہ موسم بہت اداس تھا، زرد پتے پیڑوں سے جھڑ کر گر رہے تھے، خزاں کی زردی ہر شے پر چھائی ہوئی تھی، جیسے ایک خزاں نے اس کے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا وہ کاش اپنے بچپن میں لوٹ سکتا...... اس نے شدت سے خواہش کی، وہ سامنے کھیلتے بچوں میں اس قدر مگن تھا کہ احساس نہ ہوا کہ لبیس کب اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی، اسے احساس تب ہوا جب ہوا کے دوش پر اٹھنے والی اس کی خوشبو نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

"کیسی ہو؟" اس کے انداز میں نہ غصہ تھا نہ خوشی نہ ناراضی یہاں تک کہ اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تک نہ تھا اسے لگا اگر دیکھے گا تو ضبط کھو دے گا۔

"میں ٹھیک ہوں فہد، تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔" وہ تشویش سے بولی۔

"نہیں تو میں ٹھیک ہوں اور میں تب بھی ٹھیک تھا جب تم مجھے اپنی زندگی سے نکال کر باہر چلی گئی تھیں۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھا۔

"پلیز فہد مجھے معاف کر دو، میں جانتی ہوں مجھے یوں اکیلے ہم دونوں کی زندگی کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ اس کی طرف آس، امید اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

"لبیس میں تم سے ناراض نہیں ہوں...... بھلا میرا کیا حق ہے کہ میں تم سے ناراض رہوں۔" وہ شکستگی سے بولتا اس کا دل چیر گیا۔

"سارے حق آپ کے ہی تو ہیں، آپ مجھ سے لڑ بھی سکتے ہیں، ناراض بھی ہو سکتے ہیں، بہت محبت کی تھی میں نے آپ سے اور اب بھی کرتی ہوں اور یہ محبت ہی کا مان تھا جو بنا پوچھے اتنا بڑا فیصلہ کرلیا اور اب بھی آپ کی محبت ہی تھی جس کی وجہ سے میں واپس آ گئی ہوں اور اب پلیز مان جائیں ناں اور بھول جائیں سب۔"

موسم اچھا ہو تو خزاں میں بھی پھول کھل سکتے ہیں..... اس کے اردگرد بھی محبت نے اپنا حصار کھینچ لیا تھا، محبت کی مہک ہر سو پھیل گئی تھی۔ ریحام جیسی دوست کے لیے محبت کی قربانی کیوں دی لیس نے اسے اب اندازہ ہوا تھا۔ اگر آپ کے پاس مخلص پیارا اور محبت کرنے والا دوست ہو تو اس کے آگے ہر جذبے کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

"ہاں..... اب تو سب بھولنا ہی پڑے گا، راستے جدا جدا ہو گئے ہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا..... آواز میں کچھ کھو دینے کی نمی شامل تھی۔

"کیا بھول رہے ہیں آپ..... اب ہی تو راستے ہموار ہوئے ہیں۔" وہ شوخ ہوئی۔

"کیا مطلب۔" وہ اس کی آواز میں شامل خوشی کی کھنک جان کر چونکا اور نا سمجھی سے سوال کیا۔

"فہد ہمارا نکاح ہو رہا ہے..... کیا اس سے بہتر کوئی رشتہ خوب صورت ہو سکتا ہے اب..... ہم ساری زندگی کے لیے ایک راستے کے مسافر بننے جا رہے ہیں۔" نگاہ جھکا کر بولی۔ چہرے پر دھنک کے ساتوں رنگ بکھرے ہوئے تھے، خوشیاں اس کے چہرے پر رقصاں تھیں۔

"کیا کہہ رہی ہو تم.....! تمہیں پتا بھی ہے؟" وہ بے یقینی سے بولا۔

"اب پلیز یہ مت کہیے گا کہ آپ کو اس بارے میں پتا ہی نہیں تھا۔"

"اس کا مطلب..... یہ سب تم لوگوں کا پلان تھا۔" اسے اب سب سمجھ میں آیا۔ "تو یہ سب ریحام کے کارنامے تھے اپنی دوست کے چہرے پر مسکان لانے کو، اس کی روٹھی محبت منانے کو۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"اب پلیز دوبارہ سے ناراض مت ہو جایئے گا میں سچ کہہ رہی ہوں، مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ اس بات سے انجان تھے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

فہد کا سارا غصہ بھاپ بن کر اڑ گیا، ایک انجانی خوشی نے اس کے وجود کا احاطہ کرلیا تھا، اسے اندازہ ہوا کہ دل کا

"مجھے آج سچ میں جیلسی ہو رہی ہے کاش میرے پاس بھی تمہارے اور ریحام جیسی دوست ہوتی۔" اس نے سچائی سے کہا۔ ناراضی کا سارا رنگ دھل گیا تھا۔

"تو پھر آج ہم پھر دوست بن جاتے ہیں۔" جواباً لیس بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"مگر ہم تو اب کسی اور ہی خوب صورت بندھن میں بندھنے جا رہے ہیں۔" وہ شرارت سے اسے دیکھ کر بولا۔ اس کی نظر میں محبت اور چاہت کے بے شمار رنگ تھے۔

خلوص دل سے دی جانے والی قربانی کبھی رائگاں نہیں جاتی۔ لیس کو یقین آ گیا تھا وہ محبت جو اسے اپنی دسترس سے بہت دور نظر آ رہی تھی جو اس سے روٹھ چکی تھی وہ اس کے حصار میں لوٹ آئی تھی ان کی زندگی میں آنے والی خزاں اپنی مدت پوری کر چکی تھی اب تو بس بہار کی آمد تھی۔

"تو کیا ہوا دوستی تو ہر رشتے میں ہوتی ہے اور بے حد ضروری بھی۔" جواباً فہد بھی مسکرا دیا، دونوں نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تھے، فہد کے سنگ چلتے خوشی کے جذبے سے سرشار وہ دونوں محبت کی بارش میں بھیگتے جا رہے تھے۔

راشدہ رفعت

ستارہ خوب صورت ہے کہ ذرہ خوب صورت ہے
ابھی یہ فیصلہ ہونے کو ہے، کیا خوب صورت ہے
یہ مانا عشق کی تقدیر میں اُجرت نہیں کوئی
مگر یہ بھی تو دیکھو، کام کتنا خوب صورت ہے

لیاز کو میرے بٹنوں والے موبائل فون سے جس قدر چڑ تھی مجھے اپنا یہ فون اسی قدر عزیز تھا۔ چھ برس پہلے جب میں رخصت ہو کر بابل کی دہلیز چھوڑ رہی تھی تو اپنے پرس میں اس موبائل فون کی وجہ سے مجھے بہت ڈھارس ملی تھی۔ مہندی والی رات امی نے خاص طور پر بڑے بھیا سے یہ فون میرے لیے منگوایا تھا۔ میں خاندان کی پہلی لڑکی تھی جو بیاہ کر اتنی دور جا رہی تھی۔ میرا میکہ کراچی میں تھا جب کہ قسمت کے ستارے رحیم یار خان جا ٹکرائے تھے۔ لیاز ابا کے چچازاد بھائی کے بیٹے تھے خاندان تو ظاہر ہے دیکھا بھالا تھا لیکن دوری کی وجہ سے ان لوگوں کے مزاج اور عادتوں سے اتنی آشنائی نہ تھی۔

شادی سے پہلے مجھے یہ سوچ سوچ کر ہی ہول اٹھتے تھے کہ میں اپنے گھر والوں سے اتنی دور ایک اجنبی سے سسرال میں کیسے گزارا کر پاؤں گی اور میرے خدشات کے عین مطابق شروع شروع میں سسرال میں خود کو ڈھالنے میں مجھے قدرے دشواری پیش آئی ایسے کڑے وقت میں میرے موبائل نے میرا بڑا ساتھ دیا تھا۔ چنے کی دال کا حلوہ میکے میں ہم سب بڑے شوق سے کھاتے تھے [illegible] سا پتا چلانا بھی جانے کا تردد کیا۔ روایتی پکوان تو صرف ماں کے ہاتھ کے اچھے لگتے ہیں ہم بہن بھائیوں کا کام صرف فرمائش کرنا ہوتا تھا اور میری پیاری ماں بہت خوش دلی سے اپنے چھ عدد بچوں کی فرمائشیں پوری کرنے پر کمر بستہ رہتی تھیں۔

سسرال میں فرمائشیں بڑی کی جاتی تھیں، میری بڑی نند جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زیادہ تر میکے پائی جاتی تھیں میری شادی سے پہلے اللہ جانے ان کی فرمائشیں کون پوری کرتا تھا ساس بے چاری تو موٹاپے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے عاجز تھیں۔ باقی دو نندیں چھوٹی اور پڑھ رہی تھیں۔ شادی کے ایک ہفتے بعد ہی ساس نے مجھے کچن کی ذمہ داریاں سونپ دی تھیں۔

روزانہ کی دال سبزی تو میں بہت آسانی سے پکا لیتی لیکن بڑی آپا کی میکے آمد پر ان کی فرمائشوں کو پورا کرنے کے لیے مجھے اپنے موبائل کی مدد درکار رہتی، اپنے کمرے میں چپکے سے امی سے فون پر کبھی چنے کی دال کے حلوے کی ترکیب پوچھ رہی ہوتی تو کبھی نرگسی کوفتوں کی۔ حلیم میں دال، گوشت اور مصالحوں کا تناسب بھی فون پر امی سے ہی پوچھتی۔ لاجواب حلیم پکانے پر البتہ تعریف میرے حصے میں آتی، دونوں چھوٹی نندیں اور اکلوتا دیور تعریف میں بخل سے کام نہ لیتے تھے۔ سسر تو خیر کب کے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے لیکن ساس محترمہ بھی میرے کام کاج میں اتنی مین میخ نہ نکالتیں۔ کبھی زیادہ ہی اچھا مزاج ہوتا تو تعریف کے دو بول بھی بول دیتیں، ہاں بڑی آپا نکتہ چینی کا کوئی نہ کوئی موقع ضرور ڈھونڈ نکالتیں، ان کی تنقید کے بعد میری ساری محنت پر پانی تو پھرتا ہی ساتھ ہی ڈھیروں رونا بھی آتا تھا۔

شادی کے اولین دنوں میں شاید ہر لڑکی ہی میری طرح زود رنج اور حساس ہوتی ہے یا میرا دل واقعی بہت چھوٹا تھا، اتنی عقل ضرور تھی کہ اپنے دکھی دل کے فسانے شوہر کو سنا کر ان کے گھر والوں کے خلاف ان کے کان نہ بھروں، ابھی لیاز کے مزاج کا اندازہ جو نہ تھا اگر میری ہمدردی میں گھر والوں سے جواب طلب کر بیٹھے تب بھی میرا نقصان اور اگر مجھے لگائی بجھائی کرنے والی

بہو جان کر مجھ سے بدگمان ہو گئے تب بھی مجھے کیا حاصل؟ بس یہ ہی سوچ کر سارے گلے شکوے دل میں دفن کر لیتی اور جب دل زیادہ بھر آتا تو تنہائی میں امی سے بات کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔ امی مجھے ہمیشہ صبر اور حوصلے کی تلقین تو کرتیں ساتھ ہی ادھر ادھر کی ڈھیروں مثالوں سے مجھے یہ بھی باور کرواتیں کہ بہت سی لڑکیاں اس سے ہی زیادہ اوکھے (مشکل سسرالوں میں صبر شکر کر کے رہ رہی ہیں اور یہ کہ میرا سسرال مثالی سسرال نہ سہی پھر بھی یہ لوگ بہت سوں سے بہت اچھے ہیں) ماں کی باتوں سے جی کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا اور بڑی آپا کی دل دکھانے والی باتوں کو نظر انداز کرنے کی ہمت بھی آ جاتی۔ اللہ جانے بڑی آپا کو مجھ سے کیا پرخاش تھی۔ ان کے طنز کے تیر، طعنوں اور گلے شکوؤں کے باوجود سسرال میں میرے قدم جمتے ہی گئے اس سب میں میرا کمال نہ تھا بلکہ یہ امی کی رہنمائی اور نصیحتیں تھیں جو بذریعہ فون مجھے ملتی رہیں۔ شادی کے ڈیڑھ برس بعد میرا بیٹا ریان گود میں آیا تو زندگی مزید پرسکون ہو گئی۔ ریان گھر بھر کا لاڈلا تھا۔ اب سب کی توجہ کا مرکز ریان ہوتا لیکن بڑی آپا اب بھی مجھ پر طنز اور تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتیں لیکن اب میں ان کی باتوں کو ہنس کر نظر انداز کر دیتی جن پر کبھی پہروں کڑھتی تھی۔ آنے والے برسوں میں زندگی بہت تیزی سے تبدیل ہوئی تھی۔

میری ساس کی صحت تیزی سے بگڑنے لگی تھی۔ انہوں نے دونوں چھوٹی بیٹیوں کی چھوٹی عمر میں ہی شادیاں کر دیں۔ فرح بی اے کی طالبہ تھی تو نادیہ نے ابھی انٹر ہی کیا تھا۔ دونوں کے رشتے میری ساس کے بھانجوں سے طے تھے لیکن انہیں اپنی زندگی کے بارے میں ایسی بے اعتباری ہو گئی کہ نادیہ اور فرح کی تعلیم کا سلسلہ مکمل ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور دونوں کو ان کے گھر بار کا کر دیا۔ دونوں بیٹیوں کی شادی کے کچھ عرصے بعد ایک رات انہوں نے چپکے سے آنکھیں موند لیں تو سب کو احساس ہوا کہ ان کے خدشات کس قدر صحیح تھے۔

لیاز سمیت ان کے سب بہن، بھائی ماں کے انتقال کر جانے پر بری طرح نڈھال تھے تو کم افسردہ میں بھی نہ تھی۔ یہ سچ تھا کہ انہوں نے مجھ پر بھی زیادہ شفقت نہ لٹائی تھی کسی قدر سخت گیر بھی تھیں لیکن پھر بھی ان کا شمار بری ساسوں میں نہیں کیا جا سکتا اور یہ میری ماں نے سمجھایا تھا کہ اگر کسی کا شمار بروں میں نہ کر سکوں تو وہ یقیناً بہت اچھائیاں رکھنے والا شخص ہوگا اور دنیا سے چلے جانے کے بعد تو صرف انسان کی اچھائیاں ہی یاد رکھنی چاہیے میں اگر مرحومہ ساس کی یاد میں آنسو بہاتی تھی تو وہ ڈراما یا دکھاوا نہ تھا پھر بھی جانے کیوں سب مہمانوں کی موجودگی میں

بڑی آپا نے بہت تنفر سے میری طرف اشارا کر کے میرے رونے کو دکھاوا قرار دیا تھا اور ضبط کر کے میں خاموش رہی تھی۔

بڑی آپا کی دل دکھانے والی باتوں پر کبھی پہلے پلٹ کر جواب نہ دیا تو آج تو ایسا موقع ہی نہ تھا کہ میں ان سے بحث کرتی یا اپنی صفائی میں کچھ کہتی۔ ساس کے بعد حالات بہت بدل گئے تھے۔ دونوں چھوٹی نندیں اب اپنے اپنے گھروں کی تھیں، جب بھی میکے آتیں بہت فراخدلی سے تسلیم کرتیں کہ ماں کے بعد ان کا میکہ بھائی بھابی کے دم سے آباد ہے۔ میں خود مقدور بھر کوشش کرتی کہ انہیں کبھی احساس نہ ہو کہ اب میکے میں ان کا مان رکھنے والا کوئی نہیں۔ چھوٹا دیور پڑھائی کے لیے باہر گیا تو پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اس نے وہیں ایک پاکستانی لڑکی میں شادی کر لی تھی۔ وہ وہاں بہت خوش تھا تو اس کی خوشی میں ہم بھی خوش تھے، فقط بڑی آپا انہیں جواب میکے کا رخ بہت کم کرتی تھیں حالانکہ ماں کی زندگی میں ان کا بیشتر وقت یہاں گزرتا تھا۔ میں ان کا مسئلہ سمجھ سکتی تھی جس بھاوج کو انہوں نے ہمیشہ جوتی کی نوک پر رکھا تھا اب ان کی راجدھانی میں قدم رکھنا ان کی انا کو گوارا نہ تھا ظاہر ہے اب گھر کے سیاہ سفید کی مالک میں تھی۔ لیاز صبح آفس کے لیے نکلتے تو شام گئے لوٹتے تھے، وہ ویسے بھی مردوں والا لاابالی فطرت کے مالک تھے وہ بہنوں سے محبت تو کرتے تھے لیکن رشتے نبھانا اور بہنوں کا مان رکھنا ان کے بس کی بات نہ تھی یہ میں تھی جو ہر موقع ہر تہوار پر انہیں یاد دہانی کرواتی کہ انہیں بہنوں کو کیسے پوچھنا ہے اور کیا دینا دلانا ہے۔ پھر بھی جانے کیوں میں لیاز کی بڑی بہن کے دل تک رسائی حاصل نہ کر پائی تھی انہیں یقیناً میرا ہر عمل دکھاوا لگتا تھا۔

''میں آخر کیا کروں امی کہ بڑی آپا کا دل میری طرف سے صاف ہو جائے اگر یہ نند بھاوج کی روایتی چپقلش بھی تھی تو اتنے برسوں بعد تو انہیں میری فطرت کا اندازہ ہو جانا چاہیے تھا۔ میں نے تو ہمیشہ لیاز کی بڑی بہن ہونے کے ناتے ان کی عزت ہی کی ہے۔'' میں نے امی کو افسردگی سے مخاطب کیا۔

مجھے ہر معاملے میں اب بھی ماں کی رہنمائی ہی درکار رہتی تھی۔ گھر کی ذمہ داریوں کے باعث میکے کا چکر لگے تو مدت بیت جاتی ہاں فون پر امی سے باقاعدگی سے بات چیت ہوتی تھی۔ اب میرے پاس پرانے بٹنوں والے موبائل کی جگہ جدید ترین اسمارٹ فون تھا۔ شادی کی پچھلی سالگرہ پر میرے منع کرنے کے باوجود لیاز نے مجھے زبردستی دلوادیا تھا۔ میرا پرانا فون اب بھی بالکل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا تھا جتنے برسوں میں اس میں فقط ایک خرابی ہوئی تھی کہ بنا اسپیکر آن کیے آواز ایسے آتی کہ کال سننے والے کے علاوہ پاس بیٹھے دو چار لوگ بھی آسانی سے گفتگو سے فیض یاب ہو جاتے۔ میں نے لیاز سے بہترا کہا کہ فقط یہ خرابی درست کروادیں مجھے اتنے مہنگے فون کی ضرورت نہیں مگر لیاز نے میری ایک نہ سنی۔

''تمہیں اپنی عزت کا نہ سہی مجھے اپنی عزت کا ضرور خیال ہے اتنی شرمندگی ہوتی ہے مجھے جب ہر جگہ تم کسی کی کال آنے پر اپنے ہینڈ بیگ سے یہ فون برآمد کر کے کال سنتی ہو۔ لوگ کیا کہتے ہوں گے کتنا کنجوس شوہر ہے خود چالیس ہزار کا موبائل لیے پھرتا ہے اور بیوی کو بابا آدم کے زمانے کا فون لے کر دیا ہوا ہے۔'' لیاز کی اپنی ہی منطق تھی اس لیے میں نے بھی بحث میں پڑنے سے گریز کرتے ہوئے خوش دلی سے تحفہ قبول کرنے کو ترجیح دی، اس فون کے بعد یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ ماں بہنوں سے بات کرتے ہوئے جب جی کرتا ویڈیو کال ملا کر شکل بھی دیکھ لیتے۔ امی ہر بار مجھے یہی نصیحت کرتیں کہ ساس کے بعد مجھے اپنی نندوں کو ہمیشہ میکے میں اپنائیت کا احساس دلوانا ہے، میں جب بڑی آپا کی بیگانگی کا شکوہ کرتی تب بھی الٹا امی مجھے ہی سمجھاتیں اور میں افسردہ ہو کر کہتی۔

''اپنی طرف سے تو بھرپور کوشش کرتی ہوں امی لیکن بڑی آپا کو اپنا دل چیر کر تو نہیں دکھا سکتی کہ میرے جذبوں میں کوئی کھوٹ یا دکھاوا نہیں ہے۔'' میں نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔ امی نے دو چار الفاظ تسلی کے کہے اور پھر کال منقطع کر دی اور میں گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

چند دن بعد کی بات ہے کہ لیاز کے سیل فون میں کوئی چھوٹی موٹی خرابی ہو گئی تھی۔

''اپنا پرانا فون دینا ثمرہ، فی الحال اپنی سم اس میں ڈال کر اپنا فون نادر کو دے دوں، اس کا بھانجا ماہر ہے موبائل ریپئرنگ میں، صحیح کروا دے گا میرا فون۔'' لیاز نے اپنے دوست کا نام لیا۔

''پرانا فون کیوں، میرے نئے فون میں ڈال لیں سم۔'' میں نے مشورہ دیا۔

''ایک دو دن کی بات ہے پرانے والا ہی دے دو۔'' لیاز کے کہنے پر میں نے فون انہیں تھما دیا۔ شام میں لیاز کو واپس آنے میں دیر ہو گئی میں نے کال کی تب وہ بڑی آپا کے گھر بیٹھے تھے۔

''نادر کے ہاں سے آپا کی طرف آ گیا ہوں یار اور آپا کھانا کھائے بغیر آنے نہیں دے رہیں۔ واپسی پر کچھ دیر ہو جائے گی۔'' لیاز نے بتایا۔

''اتنے دن بعد آپ کو بڑی آپا کے گھر جانے کی فرصت ملی ہے لیاز میں کب سے کہہ رہی تھی کہ آپا کے ہاں کا چکر لگاتے ہیں

اور مجھے پتا ہے آپ بالکل خالی ہاتھ تشریف لے گئے ہوں گے۔ کوئی پھل فروٹ ہی لے جاتے۔" میں نے انہیں مخاطب کیا وہ بس آں ہاں ہی بول پائے۔

"اچھا ایک بات اور سنیں لیاز ہو یک اینڈ پر فرح اور نادیہ آ رہی ہیں، فرح کی فرمائش پر حلیم پکانے کا ارادہ ہے۔ حلیم تو بڑی آپا کو بھی بہت پسند ہے آپ اپنی طرف سے ہی انہیں بھی دعوت دے دیجئے۔ میرے فون کرنے پر تو پتا نہیں آئیں یا نہیں۔ بچوں کے لیے بریانی اور کباب وغیرہ پکالوں گی۔ بچے حلیم اتنے شوق سے نہیں کھاتے۔" میں نے فوراً ہی مینیو بھی ترتیب دے ڈالا۔

"ٹھیک ہے بس یا اور کچھ۔" لیاز جانے کیوں فون بند کرنے کی عجلت میں تھے۔

"بس بڑی آپا کے آنے کا پروگرام پکا کر کے آیئے گا۔ کتنے دن ہو گئے ہیں سب کو اکٹھا ہوئے۔ ریان بھی ساری پھوپیوں سے مل کر کتنا خوش ہو جائے گا بلکہ اسے بتاؤں گی تو وہ آج سے ہی انتظار شروع کر دے گا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو کے پھر کھانے کے بعد آتا ہوں۔" لیاز نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ رات گھر واپسی پر لیاز مسکرا کر بولے۔

"شکر ہے آج فون پر تم نے کوئی جملہ معترضہ نہیں بولا۔ میں آپا کے لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھا تھا اور تمہارے فون میں سے ساری آوازیں باہر آ رہی تھیں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا، میں نے پہلے کبھی آپ کی بہنوں کے لیے کوئی جملہ معترضہ بولا ہے کیا؟" میں نے لیاز کو گھورا۔

"ارے نہیں بھئی میرا مطلب ہے کہ تم نے میرے لیے جان، جانو یا جان من کا صیغہ استعمال نہیں کیا جو اکثر و بیشتر تم شوخی میں کرتی رہتی ہو میں وہاں بہن، بہنوئی اور بھانجے بھانجیوں کے ساتھ بیٹھا تھا کتنا شرمندہ ہوتا اگر تم اچھا جان اللہ حافظ کہہ کر فون بند کرتیں۔" لیاز کے کہنے پر میری بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

چار دن بعد فرح اور نادیہ سے بھی پہلے بڑی آپا بچوں سمیت آن پہنچیں، میں نے انہیں جس گرم جوشی سے سلام کیا انہوں نے اس سے بھی زیادہ تپاک سے مجھے اپنے گلے سے لگا لیا۔ وہ دن ایک یادگار دن رہا تھا۔ سب مل بیٹھے تھے لندن سے یاسر بھی وقتاً فوقتاً وڈیو کال کے ذریعے ہماری محفل میں شامل ہو جاتا وہ بار بار میرے ہاتھ کے پکے کھانوں کو یاد کر رہا تھا۔ سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا اور رخصت ہوتے ہوئے بڑی آپا نے مجھے گلے لگا کر یہ جملہ کہا کہ ماں باپ کے بعد ہمارا میکہ بھائی بھاوج کے دم سے آباد ہے تو مانو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ میری آنکھیں جھلملا گئی تھیں۔

دو دن بعد لیاز کا سیل فون واپس آیا تو انہوں نے مجھے میرا پرانا فون واپس لوٹا دیا۔ میں نے اسے پھر سے سنبھال کر رکھ دیا تھا۔

"بہت محبت ہے اس فون سے۔" لیاز نے ہنس کر چھیڑا۔

"محبت کی کیا بات ہے دوبارہ بھی تو ضرورت پڑ سکتی ہے۔" میں برا منائے بغیر بولی تو لیاز نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے لفظ ضرورت جس مفہوم کے تحت استعمال کیا تھا وہ یقیناً ان تک نہ پہنچ پائے تھے لیاز کو تو میں نے سنا تا غیر ضروری خیال کیا لیکن آپ سے کیا چھپاؤں اس روز جب لیاز نے مجھے بتایا کہ وہ بڑی آپا کے ہاں بیٹھے ہیں تو میرے ذہن میں ایک خیال کوندا، لیاز مجھ سے اس فون پر محو گفتگو تھے جس میں سے آواز نکل کر دور تک پھیلتی تھی۔ میں بڑی آپا کو اپنا دل چیر کر تو نہ دکھا سکتی تھی جس میں کوئی دکھاوا، بغض یا منافقت نہ تھی لیکن میں اللہ کی طرف سے موقع ملنے پر بڑی آپا کا دل اپنی طرف سے صاف کرنے کی ایک کوشش تو کر سکتی تھی میں نے دانستہ ایسی گفتگو کی جس سے بڑی آپا کو احساس ہو جائے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کے لیے محبت بھرے جذبات رکھتی ہوں۔ اللہ کے کرم سے میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ٹھہری۔ میری اس کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کروانے والا کوئی اور نہیں بلکہ میرے میکے کی سوغات، میرے جہیز کی نشانی پرانی وضع قطع کا بے ڈھنگا سا بٹنوں والا موبائل تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل شادی شدہ لڑکیوں کا گھر خراب کرنے میں اس موبائل کا بڑا ہاتھ ہے۔ دلمحہ بہ لمحہ کی رپورٹنگ کر کے سسرال کی ہر بات میکے پہنچاتی ہیں اور وہاں سے الٹی سیدھی پٹیاں پڑھ کر اپنا گھر خراب کرتی ہیں جبکہ مجھے تو قدم قدم پر اس فون کے ذریعے اپنی ماں کی مثبت رہنمائی ملی اور اب اسی فون نے میری زندگی کا ایک اور مسئلہ کتنی آسانی سے حل کر دیا تھا۔ میری دعا تو یہ ہی ہے کہ مجھے زندگی میں دوبارہ اس فون کی اس قسم کے استعمال کی ضرورت نہ پڑے لیکن اگر کبھی کسی موقع پر ضرورت محسوس ہوئی تو یہ فون دوبارہ بھی کام میں لیا جا سکتا ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟

قسط نمبر بتیس

اکائی

عشنا کوثر سردار

ڈسنے لگی ہے اب شب فرقت کی تیرگی
آجاؤ صبح روئے منور لیے ہوئے
ہر غم پر ہے اک نئی الجھن کا سامنا
ہم آئے ہیں عجب مقدر لیے ہوئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اکرام الحق جنت بی بی پر زور ڈالتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی برباد نہ کریں اور ان سے شادی کر کے ایک خوش حال زندگی گزاریں پر جنت بی بی کے دل و دماغ میں کیا چل رہے یہ بات رب اور ان کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہوتی اور وہ شادی کی بات پر سنی ان سنی کر دیتی ہیں۔ فاطمہ بی بی تخلیقی عمل سے گزر رہی ہوتی ہے اور اس وجہ سے ان کی طبیعت بہت حساس ہو جاتی ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر وہ تردد کا شکار ہونے لگتی ہیں اور ان کو یہ بھی شک و بدگمانی ہو جاتی ہے کہ وقار الحق ان کو چھوڑنے والے ہیں یا وہ ان سے محبت نہیں کرتے اور ایسے میں ان کو وقار الحق کی طرف سے شدید بدگمانی ہو جاتی ہے اور وہ پریشان ہو کر اپنی طبیعت خراب کر بیٹھتی ہیں۔ آیت جہانگیر کا عجیب رویہ سمجھنے کی کوشش میں ہلکان ہو جاتے پر وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پاتی اور جہانگیر میں اپنی دل و دماغ کی کیفیت سے لڑتے ہوئے تھکنے لگتا ہے اور شکست خوردہ سا ہو جاتا ہے۔

اب آگے پڑھئے

❁.....❁.....❁

"یہ کیا ہونے جا رہا تھا، وقار الحق نے کیا طے کر لیا تھا، کیا وہ فیصلہ کر چکے تھے؟" فاطمہ بی بی کاغذات کو دیکھ کر حیران ہوئیں۔

"فاطمہ آپ نے یہ کاغذات ڈرائیور کو دے کر بھجوایا نہیں؟" وقار الحق ان کے قریب آئے تو فاطمہ بی بی سر جھکا گئیں اور وقار الحق کی آواز کو سن کر جس فائل کو جلدی سے بند کی تھی اب وقار الحق کی طرف بڑھا دی۔ وقار الحق نے خاموشی سے جیسے ان کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا۔

"کھانا کھائیں گے آپ؟ ہم آپ کے لیے کھانے کی میز لگوا دیتے ہیں۔" فاطمہ بی بی نے ان کی طرف دیکھے بنا کہا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہم جلد لوٹ آئیں گے اور رات کا کھانا آپ کے ہمراہ کھائیں گے فی الحال عجلت میں ہیں۔ ایک اہم میٹنگ ہے ہمیں تاخیر ہو جائے گی آپ کھانا وقت پر کھالیجیے گا آپ کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔" انہوں نے عجلت میں کہہ کر پلٹنا چاہا مگر کچھ سوچ کر رکے اور فاطمہ بی بی کی پیشانی پر اپنی پیار کی مہر خاص ثبت کی اور فوراً پلٹ گئے۔ فاطمہ بی بی قدرے حیرت سے تکتی رہ گئیں۔

کیا یہ محبت تھی؟ ایک طرف وہ رشتہ ختم کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف ایسی محبت، یہ وقار الحق کیا کر رہے ہیں، کیا وہ تذبذب کا شکار ہیں، ہم کچھ سمجھ نہیں پا رہے ہیں؟ اپنی محسوسات کی کوئی سمت اختیار کرنے سے گریزاں ہوں؟ سفر موقوف کرنا ہو تو راستوں کو بدلا جاتا ہے نہیں، کیا وہ اس امر سے واقف نہیں؟

"آہ وقار...... آپ کیا ہیں، اس قدر گہرے کیوں ہیں؟ آپ سے محبت کس قدر تھکا دینے والا عمل ہے۔ ہم بیچ میں تھکنے لگے ہیں۔ اس وقت ہم آپ پر انحصار کر رہے ہیں آپ کی مرضی تا آپ کی چاہ تا آپ کی ضرورت تا آپ کی خواہش، آپ کی مرضی جو طے کریں آپ کریں اور ہم...... ہم ہر بات کے لیے آپ کی طرف کیوں دیکھتے ہیں؟ آپ کو رشتہ ختم کرنا ہے تو کر دیں ناں، ایسے لٹکا کر کیوں رکھا ہے۔ ایک ہی بار میں مار دیجیے آپ کی مرضی تا آپ کی خواہش اور ہم کیا؟" وہ جیسے اپنے اندر کے جذبات پر برہم ہوئیں۔

"ہم کیوں مبتلائے عشق ہوئے، یک طرفہ محبت بہت بڑی سزا ہے، کاش آپ جان سکتے وقار تا آپ کو دو کشتیوں کا سوار نہیں ہونا چاہیے، دو کشتیوں کے سوار کو کبھی منزل نہیں ملتی...... اور ہم اگرچہ آپ سے محبت کرتے ہیں مگر ہم خود غرض نہیں، ہم چاہتے ہیں آپ خوش رہیں تا آپ کی خوشی ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم ہے۔" فاطمہ بی بی گہری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

شام وصال کی منتظر نظریں
پگھلتے ہوئے لمحوں کو تکتے
لمحوں کی گنتی بھی عجب شے ہے
دھڑکنیں رکی نہیں تھمی نہیں
اعداد و شمار میں
وجود کا دہکتا ہوا کرب
سونے دے تو
کچھ خواب بن لیں
تتلیاں پکڑ لیں
تپتی دوپہروں کی جھلستی ہوئی دھوپ
اندر کی خاموشیوں کو بڑھاتی جاتی ہے
جینے مرنے کی خواہش...... اور
اک تیرے ساتھ کی خواہش
چار دن شمار کر بیٹھے
چار دن ہے تو شمار کر کے تمام لے لو
مگر ایک پل لوٹا دو
بس ایک پل
جس میں زندگی کو رگوں میں دوڑتا دیکھوں
وحشت کو کر دور خصت
کرب کو بھول جاؤں
جینے مرنے کی خواہشوں سے پرے
ایک لمحہ ہی جی لینے دو
وجود کے کونوں کھدروں میں وہی محبت
چھپ کر بیٹھی دیکھتی ہے تو جان جاتی ہے
خواب کے پیمانوں کو گوشہ چشم سے پرکھیں
اے عشق زچ نہ کر
آ ہاتھ پکڑ، میرے ساتھ رہ تا ہمراہ چل
آج ایک خواہش پھر جاگی ہے دل میں
کوئی ناشنیدہ راز انگلی تھامے
پھر سے وقت کی رفتار پیچھے چھوڑ دے
ننگے پاؤں محبت کی راہ پر چلنے کو منتظر

سانس رو کے بے خبر
کسی نگاہ مسلسل منتظر
اور وہ نگاہ جانے کب مہربان ہو گی؟
بس ایک پل کو
میری جان
بس ایک لمحے کو
عمر بھر نہیں، چار دن بھی نہیں
بس ایک لمحہ
نواز دے مجھ کو
بس ایک لمحہ
ہاں بس ایک لمحہ
کافی ہے محبت کے لیے

بے قراری ختم نہ ہوئی تھی بلکہ بڑھ گئی تھی۔ تقریب سے لوٹنے کے بعد جہانگیر کی تمام رات آنکھوں میں بسر ہوئی تھی۔

"یارب کچھ نہیں چاہتا، تیرے کرم بے شمار ہیں، تو نے جو نوازا اس کے لیے شکر گزار ہوں، تیری نعمتوں کا شمار ممکن نہیں اور میں تیرا بندہ کن کن عنایتوں کا شکر ادا کروں؟ تو نے جو دیا مولیٰ بہت ہے، بس ایک معافی سے تیری عنایتوں کے در وا ہو جاتے ہیں تو نے بنا مانگے بہت کچھ نوازا ہے کیا مانگوں؟ بس اتنا چاہتا ہوں وہ نواز دے جو جائز ہے اور جس کا میں حق دار ہوں۔ یہ تو میں بھی نہیں جانتا مگر...... بس سکون چاہتا ہوں میرے مولیٰ۔ بہت انتشار ہے اندر باہر، اس انتشار کو سمیٹ لے میرے رب، تیرا ذکر میرا سکون ہے مگر کوئی ہے جو اندر باہر فشار میں مبتلا کرتی ہے اور میں چاہ کر بھی اس سے نظر نہیں چرا سکتا۔ اسے بھول نہیں سکتا۔ اسے چھو نہیں سکتا پھر ایسا کیوں ہے میرے رب......" وہ با آواز بلند دعا مانگ رہا تھا۔

"میں تھک گیا ہوں میرے مولیٰ۔ میں عجب الجھن میں گھر گیا ہوں، کیا کروں؟ کسی سے وفاداری نہیں نبھا پاؤں گا تو گناہ ہوگا اور میں جو پہلے سے بٹا ہوا ہوں خود کو کہاں کہاں سے سمیٹوں؟ کیسے خود کو ایک جگہ اکٹھا کروں؟ میرے وجود کو سمیٹ میرے مولیٰ، میں جو فیصلہ لے چکا ہوں اس فیصلے پر قائم رہنا چاہتا ہوں لیکن جیسے میری سوچیں بکھرتی ہیں یا میرا دل مائل نہیں ہوتا تو اس کا کیا کروں؟ میں جس رشتے میں بندھنے جا رہا ہوں، میں وفادار رہنا چاہتا ہوں، پورے دل اور دماغ سے اس رشتے کو قبول کرنا چاہتا ہوں، پورے دل اور دماغ سے اس رشتے کو قبول کرنا چاہتا ہوں مگر نہیں ہو پا رہا۔ کیا ہوگا اگر میں اس رشتے میں ہو کر بھی نہ ہو سکا۔ یہ سوچ مجھے سکون لینے نہیں دے رہی۔" وہ اپنے رب سے مخاطب تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"میں جی نہیں پا رہا، سانس نہیں لے پا رہا، گھٹن ہے میرے اندر، میں چیخنا چاہتا ہوں میرے مولیٰ۔ اس گھٹن کو اپنے اندر سے نکال باہر پھینکنا چاہتا ہوں مگر ایسا ممکن نہیں ہو رہا، میں کیا ہوں میرے رب؟ میرے اختیار میں کچھ نہیں، میں کیا کروں۔" وہ بچوں کی طرح رونے لگا۔

آیت جو پانی پینے کی غرض سے نیند سے جاگی تھی۔ باورچی خانے کی طرف بڑھتے ہوئے جہانگیر کے کمرے کے باہر سے گزری تو آواز سن کر رک گئی۔

"میرے مولیٰ کوئی کرم کر، میری فریاد سن، میرے اندر کی اس گھٹن کو ختم کر، کوئی اسباب بنا میں بےبس ہوں میرے مولیٰ میں بےاختیار ہوں مجھے کوئی راہ دکھائی نہیں دے رہی، میں جس مقام پر رکا ہوا ہوں وہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ نہ پیچھے پلٹنے کی کوئی راہ ہے۔ میں کیا کروں، کس راہ پر گامزن ہوں میں، کیا ہے میرے پاس کسی کو دینے کے لیے کچھ نہیں، کیا دے سکوں گا؟ میں خالی ہاتھ ہوں۔ میں نہیں جانتا تو نے میرے لیے کیا سوچ رکھا ہے۔ میں تیری رضا میں خوش ہوں، میرے مالک...... مگر...... اس دل کا کیا کروں؟ کیوں بنایا یہ دل اور دل بنایا تو مجھے اختیار کیوں نہ دیا؟ اس بات کا فیصلہ میں خود کیوں نہ کرسکا؟ مجھے کس کے ساتھ رہنا ہے، کس کے ہمراہ چلنا ہے؟ کس کے لیے جینا ہے، کس کو چاہنا ہے، کس کو دل میں رکھنا اور کس سے محبت کرنی ہے۔ کس سے نہیں، ان باتوں کا اختیار مجھے کیوں نہ دیا، آج کس قابل ہوں میں؟ دل میں کسی اور کی محبت رکھ کر میں کسی اور کا ہاتھ کیسے تھام سکوں گا؟ یہ جو نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہے اسے کیسے لاؤں گا، کیسے مناؤں گا دل کو اور کیسے اپنی مرضی کے منتخب راستوں پر چلاؤں گا، میں کیا کروں میرے رب؟ کیا تو مجھے ایک اور دل نواز سکتا ہے یا میرے دل سے کسی کے نام کی محبت کھرچ کر نکال سکتا؟ میں کیا کروں میرے رب؟ کیا کروں؟ کوئی کرم کر کوئی راہ دکھا۔ میرے رب مجھے اس طرح اکیلا نہ چھوڑ، میں اکیلا سوچنے کے لائق نہیں، میں تیرے احکامات کا پابند ہوں، تیری سمت دیکھتا ہوں، تیری رضا پر سر جھکاتا ہوں، مجھے بتا کیا کروں؟ کیا کرنا اس مسئلے کا حل ہے؟ کیا کرنا مجھے سکون دے سکتا ہے، کیا کروں؟ کون سا فیصلہ؟" جہانگیر کی آواز اس کے قدموں تلے سے زمین کھینچ رہی تھی۔

"یہ جہانگیر کیا کہہ رہے تھے؟ کیا تھا ان کے دل میں؟" وہ بےسبب پریشان نہ تھی۔ جہانگیر کے الفاظ جیسے اس کے دل پر ہتھوڑے برسا گئے تھے، وہ کون سا رشتہ بنانے جارہی تھی اور اب جبکہ سب طے پا گیا تھا۔ ان کے نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی تھی اس وقت، کیا کرے گی وہ؟ وہ جو جہانگیر کی محبت میں سرتاپا ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ اس سے دوری کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"میرے رب مجھے حصوں میں نہ بانٹ، میں دل نہیں بدل سکا، میں کسی کی محبت سے منکر نہیں، میں نے چاہا آگے بڑھ جاؤں مگر ایسا نہیں ممکن ہوا، کیا کروں، میرے رب؟" اس کی آواز میں درد تھا۔

جہانگیر کا دل کہیں اور مائل تھا اور وہ خود کو زبردستی کسی اور راہ پر دھکیل رہے تھے وہ کیسے جبر سے گزر رہے تھے۔ ان کی کیفیت پر آیت کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ آیت کا دل چاہا ان کے سامنے جا کھڑی ہو اور ان کے بہتے آنسوؤں کو پونچھے اور ان سے کہے کسی بات کی کوئی فکر نہ کریں۔ میں آپ کو آزاد کرتی ہوں۔ اس محبت سے آزاد کرتی ہوں جو میں آپ سے کرتی ہوں۔ جیسے آپ کی محبت آپ کے اختیار میں نہیں، ویسے ہی میری محبت میرے اختیار سے باہر ہے مگر میں آپ کو اس قید سے رہا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ دکھی نہ ہوں میں آپ کو اپنی محبت کی قید میں نہیں رکھ پاؤں گی۔ نہیں رکھنا چاہوں گی آپ کو اس قید میں محبت یک طرفہ ہو تو اذیت دیتی ہے۔ میں آپ کے ساتھ مخلص ہوں آپ کو تکلیف کی کیفیت میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی۔ چاہے یہ درد میرے اندر بڑھے اور روح فنا کردے مگر میں آپ کو جبر سے گزرتا نہ دیکھ پاؤں گی۔" اس نے دستک دینے کو دروازے پر ہاتھ رکھا مگر پھر جانے کیوں قدم واپس موڑ لیے اور پلٹ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

"آہ یہ محبت، ایسی دردناک محبت کس کرب میں مبتلا کردیتی ہے؟ میرے رب جہانگیر کو سکون دے، میں اس کے حصے کی بےسکونی اور بےقراری جھیلنے کو تیار ہوں، میں اس کرب سے گزرنے کو تیار ہوں۔ میرے رب اس کے دل کو راحت سے ہمکنار کردے۔ تیرے لیے کیا ناممکن ہے اس کی محبت کو اس سے ملادے میرے مولیٰ۔ اسے نواز دے مجھے وہ بھلا سا شخص اس لمحہ درد سے کرلاتا اچھا نہیں لگ رہا۔ میں اس کا درد سمجھ سکتی ہوں۔ اس کی کیفیت کو سمجھ سکتی ہوں۔ وہ بھلا سا شخص ایک ہمدرد دل رکھتا ہے۔ اس کے دل کو سکون دے۔" آیت نے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے سوچا۔

"تم جاگ رہی ہو آیت بیٹی؟" اباجان کی آواز آئی تو وہ چونکی۔
"کہیں اباجان نے جہانگیر کی باتیں سن تو نہیں لیں، انہیں کہیں خبر تو نہیں ہوئی کہ جہانگیر کسی اور سے محبت کرتے ہیں؟ یااللہ۔" اس نے دل پر ہاتھ رکھا۔
"بیٹا تو ٹھیک ہے؟" اباجان کی آواز دہلیز کے پار سے آئی اس نے خشک حلق سے بمشکل آواز نکالی۔
"جی اباجان، ہماری آنکھ گہری نیند سے اچانک کھل گئی ہم باورچی خانے کی طرف گئے تھے پانی پینے کی غرض سے۔ آپ کو کسی شے کی ضرورت تو نہیں؟"
"نہیں، بیٹا تو سو جا۔" ابا نے کہا آیت نے گہری سانس لے کر آنکھیں موند لیں مگر آنکھوں پر آئے عکس کو دیکھ کر وہ بے قرار ہوگئی۔
"کیسے...... کیسے جی پاؤں گی میں آپ کے بنا جہانگیر آپ جیسے شخص کو کیسے بھول پاؤں گی؟ مجھے لگا تھا میرے رب نے میری دعا سن لی ہے، اس نے مجھے نواز دیا ہے۔ میری خوشیوں کی عمر لمبی ہے مگر......" وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔
"میں آپ سے بے حد محبت کرتی ہوں جہانگیر اور مجھے اس بات پر بھی کوئی افسوس کہ میں آپ سے یک طرفہ محبت کرتی ہوں اور کوئی شرمندگی بھی نہیں کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے یا آپ کا دل میرے لیے کچھ نہیں محسوس کرتا، یہ دلوں کے کھیل انوکھے ہیں جہانگیر، میں اپنے دل کو آپ کے خلاف نہیں کرسکتی۔ آپ سے محبت کرتے رہنے سے نہیں روک سکتی۔ سو میں سمجھ سکتی ہوں کہ آپ اپنے دل پر جبر نہیں کر پائیں گے۔ آپ کا دل آپ کے اختیار میں نہیں اور میرا دل میرے اختیار سے باہر ہے۔ ہم دونوں محبت میں مبتلا ہیں مگر دونوں کی محبت کا رخ ایک سمت نہیں۔ ہم دونوں کی محبت اپنے طور پر گہری ہے اور مخالف سمتوں میں بہتی ہے۔ کوئی پیمانہ نہیں۔ جو ان دونوں محبتوں کو ناپ سکے مگر میں آپ کی محبت کو بہت اہم سمجھتی ہوں، جس طرح آپ کی خوشی میرے لیے اہم ہے، ویسے ہی آپ کی محبت بھی میرے لیے قابل احترام ہے، مجھے کوئی حسد محسوس نہیں ہو رہا، کوئی معمولی سی جلن بھی نہیں ہو رہی، میرا دل آپ کے دل کو سمجھ رہا ہے، میں درحقیقت اس یک طرفہ محبت کو اچھے سے سمجھ رہی ہوں کیونکہ میں خود اس یک طرفہ محبت میں مبتلا ہوں۔ ہم میں کوئی غلط نہیں کیونکہ محبت کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔" اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں اور آنکھوں کے کناروں سے آنسو بہتے ہوئے تکیے میں جذب ہونے لگے تھے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

فاطمہ بی بی گہری نیند میں تھیں۔ وقار الحق جب دیر تک کام کرنے کے بعد کمرے میں لوٹے تو فاطمہ بی بی کے قریب آئے۔ دھیان ان کے چہرے پر گیا۔ بچوں کی سی معصومیت سے سوتی وہ تمام توجہ اپنی طرف کھینچ لے گئیں۔ وقار الحق نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر ان کے چہرے پر آئے بالوں کی لٹ کو پیچھے سرکایا۔ ان کا چہرہ نیند میں بھی پریشان اور فکروں کا غماز لگا۔ وقار الحق خاموشی سے تادیر انہیں دیکھتے رہے۔
"فاطمہ...... ہمیں معاف کردیجیے۔" ان کے لب آہستگی سے ہلے وقار الحق نے ایک پل میں ان کے چہرے سے نگاہ ہٹائی اور پھر فوراً واپس پلٹ گئے اور دوسری جانب سے جا کر پلنگ کے دوسرے کونے پر اپنے لیے جگہ بنائی، وہ فاطمہ بی بی کی نیند میں خلل ڈالنا نہیں چاہتے تھے اس وجہ سے یہ تمام کارروائی دبے پاؤں کی اور اس خیال سے فاطمہ بی بی کے کمبل کو بھی خود پر لینے کی زحمت نہ کی کہ کہیں ان کی پرسکون نیند خراب نہ ہوجائے۔
جانے کیوں توجہ دوبارہ فاطمہ بی بی کے چہرے پر گئی۔ وہ کروٹ بدل کر فاطمہ بی بی کی طرف چہرہ کر کے لیٹ گئے

اور چپ چاپ فاطمہ بی بی کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ وہ کسی پچھتاوے کے زیر اثر تھے یا یہ کوئی محبت کا پہلو تھا؟
اب اگر محبت تھی تو ایسی پوشیدہ اور محتاط کیوں تھی؟ ان کا حق تھا وہ اس محبت کو جتانے کا مکمل حق رکھتے تھے ایسی کیا بات تھی جوان کو اس استحقاق کو جتانے سے روک رہی تھی؟ وہ فاطمہ بی بی سے اس درجہ فاصلے پر خود کو کیوں رکھنا چاہتے تھے؟ مکمل کر ان کو بتانے سے گریزاں کیوں تھے کہ محبت ہے؟ کیا یہ محتاط رویہ اپنے اندر کوئی اسرار رکھتا تھا؟ وقار الحق یک ٹک اس چہرے کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں نیند کی آمد سے بوجھل ہوئیں اور پھر یک دم بند ہوگئیں اور وہ گہری نیند میں چلے گئے۔

فاطمہ بی بی کی اچانک آنکھ کھلی وقار الحق ان کی طرف کروٹ لے کر سو رہے تھے، فاطمہ بی بی نے فوراً اٹھ کر ان پر اپنا کمبل ڈالا اور پھر کروٹ بدل کر دوبارہ لیٹ گئیں۔
"وقار آپ کی مکمل بے توجہی کے باوجود آپ ہمارے دل کے بہت قریب ہیں اور ہم آپ سے کبھی دور جانا نہیں چاہتے۔ ہمارے لیے اتنا احساس کافی ہے کہ آپ ہمارے ہمراہ ایک چھت تلے موجود ہیں۔ محبت کی اتنی قربت کافی ہوتی ہے یہ احساس کافی ہوتا ہے کہ کوئی آس پاس موجود ہے۔ ہمارے لیے یہ احساس بہت خاص ہے۔ ہم اس سے زیادہ توقع نہیں رکھتے۔" انہوں نے خاموشی میں وقار الحق سے دل کی باتیں کہہ دیں۔ جسے نہ وقار الحق نے سنا نہ کمرے کی فضا نے مگر اس سوچ نے ان کو بہت اطمینان دیا اور وہ دوبارہ گہری نیند میں چلی گئی تھیں۔

❀......❀......❀

جہانگیر جانے کب جاگے اور کب دفتر چلے گئے وہ دانستہ جیسے سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے مگر آیت ان کے گریز کی وجہ سمجھ رہی تھی۔ تمام دن اسی طرح گزر گیا تھا۔
"یہ جہانگیر ابھی تک نہیں لوٹا، اس کے دفتر کا کوئی نمبر درج ہے ڈائری میں؟" کرم دین نے فکرمندی سے دریافت کیا۔
"جی ابا جان نمبر تو درج ہے آپ کال کر کے دیکھ لیجیے۔ شاید وہ کسی کاروباری مصروفیت میں گھرے ہوں۔" آیت نے دل کو تسلی دینے کو کہا اور ڈائری ابا جان کی طرف بڑھائی اور خود کمرے سے باہر آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ابا جان بھی باہر آئے اور بولے۔
"وہ ایک کاروباری میٹنگ میں ہے ایک گھنٹے بعد فارغ ہوگا تو گھر کی راہ لے گا۔ بیٹا تم کھانا پکاؤ جہانگیر باہر سے کھانے کا عادی نہیں اس لیے اس کے آنے تک کھانا پک جانا چاہیے۔" کرم دین نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ وہ جانتی تھی جہانگیر دانستہ باہر ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ کیوں ہے۔
"جہانگیر...... آپ غلط نہیں، میں کیا الزام دوں آپ کو؟" وہ خود سے الجھنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

❀......❀......❀

گھر میں مالی کی ضرورت تھی اور ڈاکٹر اکرام الحق نے کسی کے حوالے سے بات کی تھی اور جنت بی بی سے کہا تھا بھلا شخص ہے آئے تو اسے نوکری پر رکھ لینا۔ بے چارہ ضرورت مند ہے۔ ملازمہ نے ابھی اس کے بارے میں آ کر بتایا تھا۔ جنت بی بی نے ملازمہ کو اس شخص کو اندر بھیجنے کا کہا، کچھ دیر میں جو سامنے آیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھیں۔ وہ اور کوئی نہیں ریحان میاں تھے۔
"جنت بی بی آپ؟" ریحان میاں کی باچھیں خوشی سے کانوں سے جا لگیں۔
"ہم تو سمجھے تھے آپ بلوائیوں کے ہاتھوں ماری گئیں، آپ کو اس گھڑی زندہ دیکھ کر ہم کتنے خوش ہیں۔" وہ مارے

خوشی کے جیسے جھوم اٹھے۔

"یہ آپ ہیں جنت بی بی، آپ ہی ہیں ناں، احترام لازم ہے آپ کو چھو کر نہیں دیکھ سکتے مگر یا اللہ تیرا شکر ہے۔" ریحان میاں نے اپنی حیرت بیان کی، جنت بی بی نے سر ہلایا۔

"ہم بھی خوش ہیں تمہیں سامنے دیکھ کر زندگی بہت الجھی ہوئی شے ہے یہاں اس کی ہر پرت میں راز پوشیدہ ہے، اس اسرار کو کوئی نہیں سمجھ پاتا، ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ہم سانسیں بھرنے کے عمل سے گزر رہے ہیں اور زندگی کو تیور بدلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔" جنت بی بی سرد لہجے میں بولیں۔ ریحان میاں ان کو دیکھتے رہ گئے۔

"سچ ہے ہم خود کو مجرم سمجھ رہے تھے کہ آپ ہجرت نہیں کرنا چاہتی تھیں اور ہم نے آپ کو زبردستی مائل کیا، اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو ہم تمام عمر خود کو مجرم سمجھنے میں گزار دیتے۔" ریحان میاں نے صد شکر ادا کیا۔ جنت بی بی نے سر ہلایا۔

"خیر، کیا کر رہے ہو آج کل...... ڈاکٹر اکرام الحق نے آگاہ کیا کافی ضرورت مند ہیں آپ...... آپ کو کام پر ضرور رکھ لیا جائے۔" جنت بی بی نے سرسری انداز اختیار کیا تو ریحان میاں مسکرا دیے۔

"برے حالوں کو تو ہم واقعی پہنچ گئے ہیں جنت صاحبہ، تقسیم کرنے پر جو جائیداد ملی تھی وہ ہم جوئے میں ہار گئے اور اس رات آخری نشہ کیا جو ایسا ہرن ہوا کہ عقل ٹھکانے آ گئی۔ اب یہ حال ہے کہ چھوٹی چھوٹی محنت مزدوری کرنے لگے، ہزار منتیں کر کے خود کو ملازمت پر رکھوانا پڑا ہے آپ کے حضرت ڈاکٹر اکرام الحق سے بھی پیٹرول پمپ پر سرسری سی ملاقات ہوئی، وہ کھاتے پیتے معقول گھرانے سے لگے تو فوراً عرضی رکھ کہ صاحب جی کوئی ملازمت دلوا دیجیے انہوں نے ترس کھا کر یہاں بلوا لیا۔ آپ کے خاوند نیک انسان معلوم ہوتے ہیں اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ کسی اجنبی پر کوئی اعتبار کرنے کو تیار نہیں، مدد کون کرتا ہے؟" ریحان میاں نے کہا۔ جنت نے کوئی وضاحت نہ دی۔

"ٹھیک ہے تم کل سے نوکری پر آ سکتے ہو۔"

"نہیں بی بی صاحبہ نوکری کی ضرورت تو ہمیں تھی مگر ہم آپ کے ہاں کام نہیں کریں گے۔" ریحان میاں نے فوراً معذرت کی جنت بی بی حیران ہوئی۔

"تمہیں کام کی ضرورت نہیں...... تھوڑی دیر پہلے تو تم ضرورت مند تھے؟" جنت بی بی کو حیرت ہوئی۔

"بیگم صاحبہ، دل کا معاملہ ہو تو بیوپار نہیں چلتا، ہم نے ملازمت کرنا تھی مگر اب نہیں، معذرت چاہتے ہیں آپ سے مل لیے خوشی ہوئی بس اتنا کافی ہے، اللہ آپ کو ہنستا بستا رکھے، دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔" وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جنت بی بی نے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور فوراً پرس اٹھا کر کچھ نوٹ نکالے اور اس کی طرف بڑھائے ریحان میاں مسکرا دیے۔

"دل والے ہیں بی بی صاحبہ، دعاؤں کے بدلے پیسے نہیں لیتے، خوش رہیے، آپ سے مل لیے سمجھے طبیعت سیر ہو گئی۔ خالی پیٹ بھی بھر گیا۔ اب بھوک نہیں، ہم دل کے غریب نہیں ہٹ دھرم ہیں، کل کو گھر لوٹ جائیں گے ابا جان سے معافی مانگ لیں گے تو جھٹ سے گلے لگا لیں گے۔ ابا کا سب کچھ ہمارا ہی تو ہے ناں۔" وہ مسکرائے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ جنت بی بی نے ہاتھ میں موجود نوٹوں کو دیکھا۔

"زندگی عجیب ہے بیچ میں اور کیا کیا دکھانا باقی ہے؟ ریحان میاں معذرت چاہتے ہیں کہ آپ کو حقیقت نہیں بتائی مگر ہم آپ کی دل آزاری نہیں چاہتے جو بھی ہے، ہم دل ٹوٹنے کی تکلیف سے واقف ہیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا ہم آپ کی خوشیوں کے لیے دعا کریں گے۔ یقین تو نہیں مگر شاید ہماری دعا قبولیت کا شرف پا جائے آپ نے پاکستان لانے کا جو کام کیا شاید یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ وقت چاہتا تھا کہ ہم زندگی کا از سر نو جائزہ لیں۔ ہم نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے اور

بھی سیکھ لیں گے دنیا میں سیکھنے کے عمل سے گزرنے ہی تو آئیں ہیں سیکھتے رہیں گے۔" وہ تلخی سے مسکرائیں۔

"چچا جان ہم نے وہ جگہ دیکھ لی جہاں پاکستان کی قرارداد منظور ہوئی تھی۔ ہمارے چچا بھی پاکستان آ گئے تھے وہی ہمیں وہ جگہ دکھانے لے گئے تھے۔" شیر دل آج وقار الحق سے ملنے آیا تھا۔ وہ اپنے ننھے دوست سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔

"ننھے دوست آپ کے یہاں آنے سے ہم واقعی بہت خوش ہوئے، آپ کی باتیں اور معصومیت ہمارے اندر کی کثافتوں کو بہا لے گئی۔ سلامت رہیے۔" وقار الحق نے دل سے دعا دی تو شیر دل مسکرا دیے۔

"ہمیں آپ کی بہت یاد آ رہی تھی چچا جان...... ہم امی جان سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں آپ کے پاس لے آئیں، دراصل امی جان معروف تھیں اس وجہ سے ہمیں یہاں آنے میں تاخیر ہوئی لیکن ہم آپ کی ملکہ سے ملنے کو بہت بے قرار تھے، ہمیں کہانیوں کی شہزادیاں، ملکائیں بہت دلچسپی کا باعث لگتی ہیں۔" شیر دل بولے تو وقار الحق مسکرا دیے۔

"ہماری ملکہ کہانیوں کے کرداروں جیسی خوب صورت ضرور ہیں مگر وہ کہانیوں کا کردار نہیں۔ آئیں آج ہم آپ کو ہماری ملکہ سے ملواتے ہیں چھوٹے دوست۔" وقار الحق نے ان کو گود میں اٹھایا اور فاطمہ بی بی کے قریب آ گئے۔

"چچا جان...... آپ خوش ہیں ناں؟" جانے کیا سوچ کر ننھے شیر دل نے پوچھا، وقار الحق اس کی بات پر چونکے مگر پھر مسکرا دیے۔

"ہم خوش ہیں میاں، آپ نے اتنا بڑا سوال کیسے کر لیا، بلا کے ذہین ہیں آپ، اپنی باتوں سے ہمیشہ ہمیں حیران کرتے آئے ہیں مگر بچے ایسی بڑی باتیں نہیں کرتے۔" وقار الحق نے ان کی چھوٹی سی ناک دبائی۔ شیر دل مسکرا دیے اور ان کی گود سے اتر کر فاطمہ بی بی کی طرف دوڑ گئے۔ فاطمہ بی بی کچھ ہی فاصلے پر تھیں جانے انہوں نے فاطمہ بی بی کا آنچل تھام کر کیا کہا کہ فاطمہ بی بی نے مسکراتے ہوئے جھک کر ان سے ہاتھ ملایا اور پھر گلے لگا لیا۔ وہ بچہ واقعی حیران کن تھا اپنے لب و لہجے اور گفتگو سے دل جیتنے کا فن جانتا تھا وقار الحق، فاطمہ بی بی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر اطمینان سے مسکرائے۔ فاطمہ بی بی شیر دل کی انگلی تھام کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں۔ شاید وہ کوئی خاص فرمائش کر رہا تھا۔ بہر حال فاطمہ بی بی کو پرسکون دیکھ کر وقار الحق نے گہری سانس خارج کی تھی۔

عشق نے خاک میں ملا دیا آخر
ایک دل جو پہلو میں شور کرتا تھا
اب نہیں کرتا
اب نہیں سنتا
اب نہیں کہتا
باتیں کتنی تھیں کہنے کو
سننے کو سماعتیں میسر نہ ہوئیں
ہائے وہ حرف ہزار
حروف میں قصے ہزار
عشق کے عروج و زوال

خاک ہوئے بے پر کے سوال
ان کی باتیں کہیں تو کیا کہیں؟
اب ان قصوں کو دہرائیں تو کس لیے؟
خاک ہاتی ہے نا
عمر وجاتی ہے نا گر سو قمر
ہتھیلی پر رکھیں ستارے تو کس کے لیے؟
تارے بھی توڑ لائیں مگر کس کے لیے؟
اے عشق دلاسا دے
مرہم رکھ دل پر
رفوگری نہ سہی منہ سہی
مگر آ بیٹھ پاس کچھ حرف تو کہہ
مزاج کیسا ہے اک بار تو پوچھ
اے عشق ملامت کر
الزام دے
ہم تیرے کرم کے منتظر
اک نگاہ کے انتظار میں
صدیوں کا سفر کر آئے ہیں
اور خالی ہتھیلیوں کو تکتے
مات پر مات کھاتے چلے آئے ہیں
اے عشق غیر نہ بن
آ ذرا میری سن
اک عمر تجھے چاہتے ہوئے گزری ہے
ہر اک سانس پر ہم نے نام لیا ہے تیرا
ہر اک قدم پر بس تیری تمنا کی ہے
ایسا سرد نہ بن
ایسے ستم نہ کر
پاس بیٹھ ذرا بات سن
جیت اور مات سے سروکار نہیں اب کچھ
بس ایک ذرا سی کسک ہے دل میں
اب نہ خواہش ہے کوئی اور نہ ملال
بس ایک ٹیس سی اٹھتی ہے کہیں دل میں
ہم نے چاہا اور چاہنے کی حد کردی

مات کھائی تو پھر مات کھانے کی حد کردی
ہم ہارے ہوئے
تھکے ہوئے
گھٹنوں کے بل چلے، چلتے گئے
اب جو تھک کر پڑے ہیں تو جیسے
کوئی شمس جیسے ٹوٹ کر آ گرے پستی میں
ایسے پست نہ تھے جیسے ہو گئے ہم مستی میں
عشق نے خاک کیا
خاک میں ملا دیا آخر
ہم جو عرش پر تھے کہیں اب خاک میں ملیں گے
خاک بھی ایسی کہ ہمیں جگہ دے سندے
اے عشق خیر ہو، کہیں رقیبوں سے نسبت تو نہیں تیری؟
عشق نے خاک میں ملا دیا آخر
اک دل...... جو کہیں پہلو میں شور کرتا تھا
نہیں رہا کہیں باقی نہیں
عشق آئے تو اسے بتا دینا
قصہ کوئی پوچھے تو بنا تامل سنا دینا

جہانگیر رات بھر گھر سے باہر رہا، بلاسبب گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا، جان بوجھ کر گھر نہ گیا۔ وہ بے حد شرمندہ تھا جیسے چاہے کوئی نہ جانتا تھا مگر وہ خود کو سمجھ سکتا تھا، اپنے اندر کی کیفیت اسے شرمندہ کر رہی تھی، کوئی زبردستی ان کے گلے نہیں پڑ رہا تھا انہوں نے اپنی مرضی سے خود آپ حامی بھری تھی، خود سے پوری رضامندی اور دل کے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا، اس لیے اب یہ باتیں کیا معنی رکھتی تھیں؟ اب کیا جواز تھا انکار کا، ایک جھلک اپنی محبت کو کیا دیکھ لیا کہ خود پر اختیار باقی نہ رہا، یہ کیا ہوا تھا؟ ایسی بے بسی کہاں سے عود کر آئی تھی؟

کیا ہوا تھا اچانک سے، جس محبت کو اپنے اندر دبا دیا تھا۔ اپنے اندر کہیں تھک کر سلا دیا تھا، اب اچانک سے کہاں سے بیدار ہوگئی تھی؟ وہ بھی اس موقع پر جب وہ کسی کے لیے خود کو وقف کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ جب اپنا دل کسی کے نام کردینے کا ارادہ کرلیا تھا تو یہ کیا ہوا تھا؟ اس کے لیے یہ سب بے حد حیران کن تھا وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔ محبت کے یہ کیسے اسرار تھے؟ کیا بھید تھے عقل حیران تھی۔

"صبر آ گیا تھا، خود کو سمجھا لیا تھا تو پھر یہ اچانک کیا افتاد آئی، محبت ایسی عجیب کیوں ہے؟ فقط ایک نگاہ سرسری ڈالنے سے کیا قباحت تھی؟ فقط ایک سرسری سی بے معنی ملاقات سے جو کہ براہ راست بھی نہ تھی۔" کیا کیا طوفان اٹھا دیے تھے دل میں جہانگیر حیران تھا۔

کیا عجب ہے یہ دل اور اس سے بھی عجیب محبت اور اس سے بھی عجیب انسانی فطرت خواہش کرتے رہنے کی عادت جاتی نہیں۔

❁......❁......❁

کرم دین چاچا جلد سو جانے کے عادی تھے انہوں نے دفتر فون کر کے اطمینان کرلیا تھا کہ جہانگیر مصروف ہے اس لیے وہ عشا کی نماز پڑھنے کے بعد فوراً سونے کے ارادے سے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ جہانگیر لوٹا یا نہیں اور آیت ان کی نیند خراب کرنا یا ان کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ بے حد پریشان ہوگئی تھی۔

''ہم یقین نہیں کر پا رہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ہم سے ایسے عاجز ہوگئے ہیں اور اس رشتے سے تو بھاگ بھی نکلے ہیں؟ کیا اس قدر نالاں اور بیزار ہوگئے ہیں آپ کہ آپ گھر لوٹنے کو بھی تیار نہیں، کیا بتائیں ابا جان کو؟ ہم ان کو بتانے کا حوصلہ نہیں رکھتے، کیا کریں؟''

''آ...... آ...... ی...... یت......'' وہ ابھی کھڑکی سے لگی کھڑی تھیں جب کرم دین چاچا کی آواز نے انہیں متوجہ کیا۔ اسے لمحہ بھر کو اپنی سماعت کا دھوکہ لگا۔

''آ...... ی...... ت......'' ابا جان کی آواز پھر سنائی دی تو وہ ابا جان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ وہ دل پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آیت کو دیکھ رہے تھے۔

''ابا جان......'' وہ تڑپ کر آگے بڑھی۔

''خادم حسین...... فوراً گاڑی نکالو، ابا جان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' وہ چیخیں۔

''ابا جان فکر نہ کریں کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ کہہ کر خادم حسین کے کمرے کی طرف بھاگی اور دستک دیتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

فاطمہ بی بی کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ وہ نیند سے جاگیں تو کیفیت ایسی تھی کہ بستر سے اٹھا نہ گیا۔ تب وقار الحق ان کو بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی کی طرف دوڑے۔ فاطمہ بی بی درد سے کراہ رہی تھیں۔

''کچھ نہیں ہوگا آپ کو...... ہم اسپتال جا رہے ہیں۔'' وقار الحق نے مدہم لہجے میں کہا اور فاطمہ بی بی نے درد سے آنکھیں میچ لیں۔

''بیٹا...... فکر مند نہ ہو، فاطمہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' ہاجرہ اماں نے کہا مگر وقار الحق کو کچھ سنائی نہ دیا۔

وقار الحق نے ہر بات کی پروا کیے بنا سوچے سمجھے ایسی رفتار سے گاڑی دوڑائی کہ وہ کچھ ہی دیر میں اسپتال پہنچ گئے۔ فاطمہ بی بی کو فوری امداد دی گئی تھی۔ مسلسل ذہنی تناؤ کے باعث ایسا ہوا تھا کہ ان کی کوکھ میں جو جان پل رہی تھی وہ باقی نہیں رہی تھی۔ ان کی جان کو خطرہ تھا اور ڈاکٹر ان کے لیے سخت متفکر تھے۔

''یہ کیا ہوگیا تھا؟'' وقار الحق بھونچکا رہ گئے، وہ ولی عہد جس کے آنے کی خوشی میں وہ جھوم اٹھے تھے اب ساکت کھڑے تھے۔

مسلسل تناؤ کیا تھا جو فاطمہ بی بی کو اس نہج پر لے آیا تھا، یہ انتشار کس شے کا تھا، کیا شے ان کے دماغی سکون کو رخصت کرنے کا باعث بنی تھی؟ فی الحال کسی نتیجے پر پہنچ پانا ممکن نہیں تھا۔ ہر بات سے ہٹ کر فاطمہ بی بی کی زندگی تھی اور فی الحال اسی کو بچانے کی تگ و دو جاری تھی۔

❁......❁......❁

جہانگیر سخت شرمندہ تھا وہ پو پھوٹتے ہی گھر پہنچا تھا اور تب ہی ملازمین سے خبر ہوئی تھی کہ کرم دین چاچا کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی اور انہیں فوراً اسپتال لے کر گئے ہیں۔

اللہ کا شکر تھا کرم دین چاچا کی طبیعت بروقت طبی امداد ملنے سے سنبھل گئی تھی۔ وہ خطرے سے باہر تھے مگر جہانگیر ان کا سامنا نہ کر پا رہا تھا۔ آیت کونے میں چپ چاپ کھڑی تھی۔ جہانگیر کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے قریب جائے اور اس

سے کرم دین چاچا کے بارے میں پوچھیے۔ اس نے ڈاکٹرز سے ان کی بابت دریافت کیا اور کرم دین چاچا کو دیکھنے آ گیا تھا۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ابا جان خطرے سے باہر ہیں۔" آیت نے سرد انداز میں کہا، جہانگیر نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا۔

"کوئی وضاحت مت دیجیے گا سب بے سبب ہوگا۔" آیت نے بھیگی آنکھوں سے شکوہ کیا۔ جہانگیر جو پہلے ہی شرمندہ تھا اب بالکل خاموش ہو گیا تھا۔

"میں کوئی وضاحت نہیں دے رہا نہ کوئی بہانہ گھڑ رہا ہوں مگر...... میں واقعی شرمندہ ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"ہم آپ سے کوئی سوال نہیں پوچھ رہے...... کسی بات کی کوئی وضاحت طلب نہیں کی ہم نے۔" آیت نے نگاہ ملائے بنا شکوہ کیا، جہانگیر خاموش رہا پھر آہستگی سے بولا۔

"چاچا جان جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔" جہانگیر نے تسلی دینا چاہی۔

"جانتے ہیں ہم......" آیت نے اجنبی لہجے میں کہا۔

"ہم کچھ وقت اپنے ہمراہ گزارنا چاہتے تھے، ہم نہیں جانتے تھے ایسا ہوگا۔ ہم اپنے اختیار میں نہیں تھے اور اس بات کے لیے ہم معافی چاہتے ہیں۔" جہانگیر نے مدھم لہجے میں کہا آیت نے جواباً خاموشی اختیار رکھی۔

❁......❁......❁
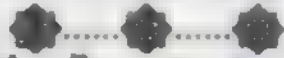
جس خوشی کی آمد میں جشن منائے گئے تھے وہ خوشی باقی نہ رہی تھی، وہ ننھی سی جان جو پل کا سا کام کر سکتی تھی باقی نہیں رہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان جتنے فاصلے آئے تھے شاید وہ اس سے خود بھی واقف نہیں تھے۔

"کیسی ہیں آپ؟" وقار الحق نے فاطمہ بی بی قریب آ کر آہستگی سے ان کا ہاتھ تھاما، فاطمہ بی بی نے نگاہ پھیر لی اور ان کی آنکھوں کے کناروں سے نمکین سمندر بہہ کر بالوں میں جذب ہونے لگے تھے۔

وقار الحق خود ہمت ہار گئے تھے، وہ کسی اور کو کیا تسلی دیتے ماں کے خواب تو جیسے ایک لمحہ میں مسمار ہو گئے تھے مگر وہ کسے الزام دیتے؟

"فاطمہ...... تسلی رکھیے، جو ہونا تھا ہو گیا...... زندگی میں ناممکنات کی جگہ ہمیشہ رہتی ہے کوئی بھی راہ آخری نہیں ہوتی ہے ناں۔" ان کی آواز بھرائی اور وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔

"وقار...... ہم کسے الزام دیں؟ ناممکنات کو ممکنات بنتے دیکھا ہے اور ناممکنات کو ممکنات یہ کہانی بڑی عجیب ہے اور اس سے بھی عجیب، ہمارا رشتہ ہے۔ اس رشتے کی کبھی کوئی سمت نہیں رہی اور ہم نے زبردستی خود کو اس رشتے کا آپ پر مسلط کرنے کی حد کر دی۔" فاطمہ بی بی عجیب کیفیت سے گزر رہی تھیں۔

انتہائی درد تھا اور مداوا کچھ نہ تھا ایک مدھم سی امید جاگی تھی اس ننھی سی جان کے دنیا میں آنے کی خبر سے مگر اب وہ بھی نہ رہی تھی۔ وہ جن کے انتظار میں وہ کئی خواب بن چکی تھیں۔ پالنے میں جھلانے سے لے کر گود میں لے کر ان کو اپنے ساتھ بھینچنے کے لیے کس قدر تمنا تھی۔ آہ کیا ہو گیا تھا۔ کیا ان کی قسمت میں خوشیوں کا کوئی گزر نہ تھا، کیا ان پر خوشیوں کے دروازے بند تھے؟ کیسی حرماں نصیب تھیں وہ پہلے خاوند کی محبت میں تڑپتی ان کی محبت اور وہ وفاداری کی تمنا میں جلتی اور کڑھتی رہیں اور اب ایک تحفہ اللہ نے دینے کو راہ بنائی تھی مگر اب وہ امید بھی جاتی رہی تھی۔ ان کی قسمت میں بیوی بن کر کسی کے دل پر راج کرنا نہیں لکھا تھا اور ماں بن کر اپنے بچے کو گود میں کھلانے کا خواب بھی جاتا رہا تھا۔ کیسا درد تھا۔ کیسی کیفیت تھی جان بچ گئی تھی مگر کس کام کی تھی یہ زندگی، اس زندگی کا مصرف کیا تھا؟

''یا اللہ ہم تھک گئے ہیں اس زندگی سے، اس جینے کے عمل سے اور اس پردرد کیفیت سے اب اور نہیں مولیٰ۔'' وہ تڑپ رہی تھیں۔ درد لامتناہی تھا اور دکھ کی کیفیت ختم ہونے کو نہ آرہی تھی۔

❁......❁......❁

''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی چاچا جان؟'' جہانگیر نے ان کا ہاتھ تھام کر توجہ سے پوچھا۔ کرم دین نے سر ہلا دیا۔
''بیٹا...... کچھ بھی ہوجائے، میری بچی کا خیال رکھنا، بہت تنہا رہ جائے گی وہ۔'' کرم دین بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ جہانگیر نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی ان کے ہاتھ پر رکھا اور سر ہلاتے ہوئے بولے۔
''چاچا جان...... ہم آپ کے ہمراہ ہیں آپ پلیز کچھ ایسا ویسا مت سوچیے، آپ جلد صحت یاب ہوجائیں گے۔'' جہانگیر نے ان کو تسلی دی۔ وہ مسکرا دیے اور آہستگی سے بولے۔
''بیٹا...... موت کا پتا نہیں، کیا خبر کون سی گھڑی کہاں لے جائے۔ موت برحق ہے بیٹا...... اس کی تیاری پہلے کرنا چاہیے اور فکر بھی۔'' کرم دین چاچا نے مدھم سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہا۔ ''ہم آیت کے لیے متفکر ہیں۔ ان کو اپنے گھر کا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں سو ہماری جان سکون سے نکل سکے اور دنیا سے رخصت ہوتے اطمینان ہو۔''
''چاچا جان...... کمال کرتے ہیں، آپ ایسی باتیں نہ کریں ہم کسی طرح کا کوئی وعدہ نہیں کرسکتے مگر...... ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو کسی طرح کی شکایت کا موقع نہ دیں، ہم نے آپ کو زبان دی ہے ہم اپنے آپ کو ان الفاظ کو پورا کرنے کا پابند تصور کرتے ہیں۔ کسی طرح کا کوئی یقین ہم نہیں دلا سکتے۔ ہم خود نہیں جانتے وقت کے ہاتھ کیا رکھا ہے۔'' جہانگیر مسکرائے اور ان کا ہاتھ آہستگی سے دبایا انداز بھرپور تسلی دینے والا تھا۔
''چاچا جان تمام فکروں کو بھول جائیے اللہ نے آپ کو نئی زندگی دی ہے آپ ضرور بھلے چنگے ہوجائیں گے۔'' جہانگیر نے کہا تو کرم دین نے سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

ہم نے رستوں کو چلتے دیکھا نہ ملتے دیکھا
ساز زندگی کو عجیب ڈھنگ میں سنا
سروں میں تال دیکھی نہ میل دیکھا
دلوں کے تذکرے ہائے
شگوفے پھوٹتے دیکھے نہ دلوں کو ملتے دیکھا
سنا ہے محبت تذکرہ ہے
سو تذکرہ ہی رہا
جینے کی بڑھتی گئی امنگ
قدموں کو مسلسل جامد دیکھا
ہم نے منزل کے ذکر کو بھی سنا
سنگ میل کے دھوکے بھی ملے
جزا بھی دیکھی
سزا بھی کاٹی
خواب بھی دیکھے

نیند بھی لی
ہجر بھی جھیلا سحر بھی جھیلا
عمر کو ریت کی طرح ہاتھ سے پھسلتے دیکھا
راستوں کو رکتے، مڑتے، بچھڑتے دیکھا
ہم سفر بھی ملا
مگر سفر کو ادھورے پن میں
نہ گزارا..... نہ سنوارا..... نہ رنگوں کو کھلتے دیکھا
امید پیہم میں جیسے مرتے
ہم نے ایک خواب میں خود کو خواب میں ڈھلتے دیکھا
ہم ایک ہمراہی کی چاہ میں جیتے
مرتے گئے روز جیتے گئے اور فنا ہوتے گئے
ہائے اعتبار دل کی کیا کہیے
وعدہ کو سنا وعدوں کو جیا
وعدوں کو ٹوٹتے اور مرتے دیکھا
فقط حرف..... اور بس حرف
اور ان حرفوں کے آگے کی کہانی کیا ہے؟
اک سفر سے آگے کی نشانی کیا ہے؟
جینے کی مرنے کی
بے سبب تڑپنے کی
کیا یہ داستان عشق ہے؟
تو حقیقت کیا ہے؟
فاطمہ نے درد کی کیفیت سے آنکھیں میچ لی تھیں۔
''میں مسلسل دوا دے رہا ہوں۔ نواب زادہ وقار الحق صاحب آپ کی اہلیہ کی حالت بہتری کی طرف کیوں نہیں آ رہی؟ اکثر مائیں اس کیفیت سے گزرتی ہیں۔ ان کی کوکھ کا اجڑنا ایک بڑا صدمہ ہوتا ہے اور وہ ڈپریشن میں چلی جاتی ہیں۔ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہوں آپ دعا کریں اللہ بہتری کرنے والا ہے۔ ہم تو دوا کر سکتے ہیں سو کر رہے ہیں۔'' ڈاکٹر نے وقار الحق کو سمجھایا۔
''لیکن ڈاکٹر اس کیفیت کی بھی کوئی دوا ہوگی ناں؟ اگر وہ مایوسی کا شکار ہیں تو کیا دوائیں انہیں اس کیفیت سے باہر لانے کو مددگار نہیں؟'' وقار الحق نے بے بسی سے کہا تو ڈاکٹر نے سر ہلا دیا۔
''آپ ان کے شریک حیات ہیں، میں آپ کی کیفیت سمجھ سکتا ہوں نواب صاحب مگر فی الحال ایسا ہی ہے دعائیں معجزات کا سا کام کرتی ہیں..... آپ دعا کریں اللہ اسباب بنانے والا ہے۔'' ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا تسلی دی اور ڈاکٹر باہر نکل گیا۔
وقار الحق بے بسی سے فاطمہ بی بی کو دیکھ کر رہ گئے۔ کس کو علم تھا ایسا ہوگا؟ کیا وہ مجرم تھے۔ انہوں نے قریب آ کر فاطمہ

بی بی کا ہاتھ تھاما۔
"فاطمہ..... اس حادثے کی جو کیفیت آپ پر طاری رہی ہم بھی اسی کے زیر اثر ہیں۔ ہم نے اپنا ولی عہد، اپنا سپوت گنوایا ہے، کیا یہ دکھ معمولی ہے؟" انہوں نے مدہم لہجے میں کہا مگر فاطمہ بی بی نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی۔
"فاطمہ..... ہماری طرف دیکھیے، آپ سن رہی ہیں ناں ہمیں۔" وقار الحق نے بے چینی سے پکارا۔ تب ہی ان کی نگاہ دروازے کی سمت گئی وہاں جو شخص کھڑا دکھائی دیا اسے دیکھ کر وقار الحق چونکے۔ جہانگیر نے ان کو دیکھ کر سر کے اشارے سے سلام کیا اور آگے بڑھ آیا۔
"ہم کریم دین چاچا سے ملنے آئے تھے۔ آپ کی اہلیہ کی بابت خبر ہوئی تو ہم نے سوچا آپ سے خیریت دریافت کرلیں۔" جہانگیر نے اپنے آنے کا جواز دیا۔ وقار الحق نے سرسری انداز میں سر ہلا دیا۔ جہانگیر نے فاطمہ کی طرف دیکھا جو گردن موڑے ساکت لیٹی تھیں۔
"آپ کے ولی عہد کے گزر جانے پر بہت افسوس ہوا۔ ہم لفظوں سے مداوا نہیں کرسکتے نواب صاحب، کسی کے درد کو کہہ سن کر بانٹا جاتا ہے بس اللہ پاک آپ کی اہلیہ کو شفا دے اور آپ کو بھی ہمت دے کہ آپ اس کیفیت سے باہر نکل سکیں۔" جہانگیر نے آہستگی سے کہا۔ وقار الحق نے مردہ تاثر سر ہلا دیا۔
جہانگیر نے فاطمہ بی بی کے چہرے کی سمت دیکھا وقار الحق خاموشی سے فاطمہ بی بی کا ہاتھ تھامے بیٹھے رہے۔ فاطمہ بی بی کے چہرے پر غنودگی کے باوجود ایک انتہائی درد کی کیفیت تھی جہانگیر کے اندر غبار بڑھنے لگا۔
"ہم چلتے ہیں۔" اس نے کہا اور باہر کی راہ لی۔
کاش وہ کسی کے درد کو ختم کرسکتا۔ زندگی میں سب سے بڑی اذیت کسی اپنے کو، پیارے کو درد کی کیفیت میں مبتلا دیکھنا ہے اور اسے اس کیفیت سے نہ نکال پانا ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے کسی اپنے پیارے کو تڑپتے دیکھنا سب سے بڑا عذاب ہے، بظاہر کوئی رشتہ نہ تھا، کوئی تعلق کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ براہ راست کچھ پوچھنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ ہاتھ تک تھامنے کی گستاخی نہیں کرسکتے تھے۔ کجا ان کی تکلیف کا کوئی مداوا کرنا یا ان کا ہاتھ تھامنا زندگی کیا تھی، کیا چاہتی تھی، کس بات کی متقاضی تھی۔ اتنے تعلق..... واسطے اور سب بے معنی۔ کہیں کوئی واسطہ نہ تعلق۔
"ہم تو یہ تک کہہ نہیں سکتے نہ دل آباد ہے خیالوں کا سفر ہے اور ایک جہاں اس میں سمویا ہوا ہے اور بس ایک ذکر کی بازگشت ہر طرف پھیلی ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ اس بات کی خبر ہمیں خود بھی ہو۔ ہم اس سربستہ راز کو خود سے بھی چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ یا اللہ کسی کو راحت نصیب فرما، کسی کے حصے کا درد ہمیں سونپ دے، ہم اس کیفیت میں بھی جئیں گے تو کسی کے لیے دعائیں خیر کریں گے۔ کسی کی دنیا میں خوشیاں بھر دے میرے مولیٰ۔ کسی کی راہوں کے تمام کانٹے نکال دے اور ہمارے دل میں پیوست کردے، ہم آہ کریں گے نا فریاد، ہماری دعاؤں کو سن لے میرے رب، کسی کی دنیا میں سکون اور راحت بھر دے۔" جہانگیر نے دل ہی دل میں دعا کی۔

❁.....❁.....❁

"فاطمہ..... میری بچی..... تو ٹھیک ہے؟" تاج بیگم نے فاطمہ بی بی کا ہاتھ تھام کر دریافت کیا۔ فاطمہ بی بی نے کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بس آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا۔
"میری بچی۔" تاج بیگم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔
"میری بچی تو بہت بہادر ہے، میں چاہتی ہوں تو اس درد کی کیفیت سے بھی کامیابی سے نبرد آزما ہو..... تو نے زندگی میں ہر تکلیف کا مقابلہ کیا ہے۔ زندگی سے لڑی ہے تو بنا ہمت ہارے تو نے موت کو کئی بار شکست دی ہے۔ میں چاہتی

ہوں میری بچی تو اس بار بھی فاتح رہے، یہ درد اس درد کے سامنے کچھ نہیں، اگرچہ تو نے ایک بڑا دکھ سہا ہے، ایک بڑی پُردرد کیفیت سے گزری ہے مگر اللہ بہتر کرنے والا ہے۔ اس نے اگر تجھے انعام دیا اور واپس لے لیا تو پھر سے تیری زندگی میں رونق دے گا۔ تیرے نصیب کی خوشیاں تجھے مل کر رہیں گی میری بچی۔ کسی شے کو دل پر نہ لے۔ تیرے حصے کی خوشیاں تجھے مل کر رہیں گی۔ اللہ پاک تجھے شاد و آباد رکھے تیری زندگی میں پھر سے رنگ آئیں گے۔ تیری گود دوبارہ ہری ہوگی۔ اللہ تجھے چاند سا سپوت دے گا۔ تیری دنیا آباد ہے میری بچی تو شاد و آباد رہے گی غم نہ کر۔" تاج بیگم نے ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

فاطمہ بی بی خاموشی سے دیکھتی رہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ تاج بیگم نے ہاتھ بڑھا کر ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور ان کو ساتھ لگایا۔ فاطمہ بی بی تھر سی بنی ان سے لگی رہیں اور تاج بیگم جو ان کی ہمت بڑھانے آئی تھیں وہ خود بھی رونے لگی تھیں۔

❁ ❁ ❁

کرم دین چاچا کی طبیعت خاصی سنبھل گئی تھی اور ان کو اسپتال سے گھر منتقل کر دیا گیا تھا۔ جہانگیر ان کا بہت خیال رکھ رہا تھا۔ کوئی بیٹا جس قدر خدمت کر سکتا ہے اس سے بھی کہیں زیادہ وہ پیش پیش تھا۔

"بیٹا...... تم نے ہمارے لیے اپنے کاروبار تک کو وقت نہیں دیا، ہم اب بہتر محسوس کر رہے ہیں اب تم اپنا کام سنبھالو اور توجہ دو کاروبار کوئی مذاق بات نہیں، ایک دن کی چھٹی ساری محنت پر پانی پھیر سکتی ہے۔" کرم دین چاچا نے کہا۔ جہانگیر نے سر ہلا دیا۔

"آپ کی صحت ہر شے سے زیادہ اہم ہے چاچا جان اور آپ کی خدمت کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں، برائے کرم ہمیں اس سے منع مت کیجیے۔" جہانگیر نے گویا درخواست کی۔

"اللہ تم جیسا بیٹا ہر ماں باپ کو دے۔ جیتے رہو، اپنی سگی اولاد بھی اتنا نہیں کرتی جتنا تم کر رہے ہو۔ رات بھر جاگتے رہے ہو، وقت پر دوا کھلاتے رہے ہو، ایک لمحے کو بھی ہمارے پاس سے نہیں اٹھے۔ کوئی اپنی اولاد ہوتو وہ بھی ایسی توجہ نہیں دے پاتی۔" کرم دین چاچا نے جہانگیر کو دیکھ کر کہا۔

"ہم کچھ زیادہ نہیں کر پائے چاچا جان، آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔ اگر خادم حسین بروقت آپ کو اسپتال نہ پہنچا پاتے تو ہم خود کو کبھی معاف نہ کر پاتے۔" جہانگیر پرملال دکھائی دیا۔ کرم دین نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔

"بیٹا وہ ذات ہے جس کے ہاتھ سارے اختیار ہیں۔ ہمارے جینے اور مرنے کے بھی۔ سو جب تک اس کی مرضی نہ ہو کوئی شے ہمیں زک نہیں پہنچا سکتی، اس ذات پاک نے زندگی لکھی ہے تو ہم اپنی زندگی کی سانسیں اس وقت تک لیں گے۔ سارے اسباب وہی بناتا ہے اور تم کیا کر سکتے تھے جو اس قدر پرملال ہو۔ میاں تم بہترین وصف رکھتے ہو ایک نیک بچے ہو۔" جہانگیر نے سر جھکائے سنا تو دھیان اپنے ماں باؤجی کی طرف چلا گیا۔

"کاش ہم ایک نیک اور ذمہ دار اولاد بن پاتے۔" وہ دل ہی دل سوچ کر رہ گیا۔

"شاید ہم اس کا ازالہ کر رہے ہیں جو خدمت ہم اپنے ماں باپ کی نہیں کر سکے، وہ کسی اور کی کر کے اپنے حصے کا بوجھ اتار رہے ہیں۔ ہم اپنی ذات کے عذاب کو کم کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ چاچا جان اپنی اپنی قسمت اور حصے کا بوجھ ڈھو کر اپنے حصے کے ثواب کماتے ہیں۔ سوچیے تو خودغرض ہیں ہم اپنی غرض کو سب کام کرتے ہیں آپ کو نہیں خبر آپ اسے ہماری اچھائی اور نیک سیرت قرار دے رہے ہیں اور ہم اپنے حصے کے ازالے میں مست ہیں اللہ کو منہ دکھانا ہے، کیا کریں، جواب وہی کی فکر ہمیں سونے نہیں دیتی، ہم اپنے حصے کے عذاب کو کم کر رہے ہیں۔ خودغرض ہیں ہم کیا

کریں؟" وہ دل ہی دل خود سے مخاطب رہا آیت آئی تو اس نے چائے کی پیالی سامنے رکھ دی۔

"وقت تو کھانے کا ہے مگر آپ کے چہرے سے تھکن کا احساس اس قدر نمایاں لگا کہ چائے بنادی۔ بہرحال آپ چائے پی کر تازہ دم ہو جائیں ہم کھانے کی میز سجاتے ہیں۔ ابا جان کی فکر نہ کریں ان کو کھانا ہم خود کھلا دیں گے آپ آج نیند پوری کیجیے گا ہم خود سب سنبھال لیں گے۔" آیت جہانگیر کا خیال کر کے بولی۔

"نہیں...... یہ کوئی بڑی بات نہیں، ہم خود سنبھال لیں گے۔" جہانگیر نے آیت کی سمت نگاہ کیے بنا کہا۔ آیت اس کو دیکھ کر رہ گئی۔ ابا جان کے سامنے بحث ممکن نہ تھی اس لیے خاموش رہی۔

❁......❁......❁

"فاطمہ۔" وقار الحق نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ "کوئی بڑا نقصان نہیں ہے فاطمہ، ہم نے ایک خوشی کھوئی ہے، اس بچے کی قسمت میں دنیا میں آنا نہیں تھا۔ اللہ کی مرضی اسی میں تھی۔ اللہ جو کرتا ہے اس میں اس کی کوئی بہتری ہوتی ہے۔" وقار الحق ان کو نرمی سے سمجھا رہے تھے مگر وہ ایک حرف نہ بولیں۔ ان کی طبیعت جوں کی توں تھیں، کوئی دوائی اثر نہیں کر رہی تھی۔ ان کی طبیعت مسلسل گر رہی تھی، ان کو ہمت دلانا ضروری تھا، ان کی فکروں کو کم کرنا ضروری تھا، ایک ہم سفر سے زیادہ کوئی سکون نہیں دے سکتا۔ ہم سفر جیسی تسلی کسی اور کے پاس نہیں وقار الحق جانتے تھے وہ متفکر تھیں مگر شاید وہ توجہ کے انداز نہیں جانتے تھے چاہ کر بھی ان کو جتانا نہیں آیا تھا اب بھی جب وہ ان کا ہاتھ تھام کر تسلی کے حرف کہنا چاہتے تھے یک دم ساکت ہو گئے تھے۔

"وہ...... وہ تو نہیں آئے گا ناں، وہ تو اس دنیا سے چلا گیا؟" فاطمہ بی بی عجب اجنبی انداز میں بولیں۔ وقار الحق ان کو دیکھ کر رہ گئے۔

"اسی میں اللہ کی بہتری تھی فاطمہ، اللہ کی رضا اسی میں تھی۔"

"نہیں...... اللہ ایسا نہیں چاہتے تھے، ایسا آپ نے چاہا...... آپ...... آپ نے کہا تھا کہ ہم خوش رہیں۔" وہ وقار الحق کو جیسے الزام دے رہی تھیں۔

وقار الحق نے ان کو ساتھ لگا لیا اور وہ ان کی گرفت سے نکلنے کو مچلنے لگیں اور پھر بے بس ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"آپ نے یہ گھاؤ دیا ہمیں...... ہم جو آپ کی محبت میں پاگل تھے آپ نے یہ زخم دیا ہے ہمیں، سنا آپ نے۔" وہ چیخیں اور پھر وقار الحق کی بانہوں میں ہی بے ہوش ہو گئیں۔

وقار الحق نے چیخ کر ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے وقار الحق کو کمرے سے جانے کا اشارہ کیا اور فاطمہ بی بی کو طبی امداد دینے لگے۔ وقار الحق انتہائی متفکر انداز میں باہر آ گئے تھے۔

❁......❁......❁

"کرمو دین چاچا کی طبیعت سنبھل رہی ہے، ہمیں اطمینان ہے ورنہ ہم خود کو معاف نہیں کر پاتے۔" جہانگیر نے آیت کے سامنے بیٹھتے آہستگی سے کہا۔ وہ اس بات کے لیے اگرچہ آمادہ نہیں تھا مگر آیت کے پاس جیسے کہنے کو بہت کچھ تھا اور وہ بات کرنے کی خواہاں تھی اس لیے اس نے جہانگیر کو روک لیا اور جہانگیر اس بابت اگرچہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ان کا راز پا گئی ہے مگر وہ پھر بھی کنی کتراتے دکھائی دے رہا تھا ان کی گفتگو یا سوالوں سے بچنے کے لیے اس نے بے سبب گفتگو کا آغاز کر دیا تھا۔ آیت کی بات کا سرا کھینچ کر کسی اور سمت نہ لے جائیں۔

"ہم نے ان کے ڈاکٹر سے بات کی ہے...... ان کا کہنا ہے کہ جو دوائیں ان کو دے رہے ہیں اسے جاری رکھیں وہ

کوئی دوا فی الحال تبدیل نہیں کررہے۔ ان کے مطابق چاچا کرم دین کی حالت خاصی بہتر ہے۔ وہ دوائیں کافی معاون ثابت ہورہی ہیں اور فکر کی کوئی بات......"

"آپ ایسے بے سبب گفتگو کیوں کررہے ہیں؟" آیت نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"آپ کس بات پر پریشان ہیں؟" آیت نے اسے خاموش دیکھ کر مزید کہا۔

"آپ کو کوئی بات بہت پریشانی میں مبتلا کررہی ہے جہانگیر، ہم آپ کی آنکھیں پڑھ سکتے ہیں، آپ کے چہرے سے جان سکتے ہیں کوئی ایسی الجھن ہے تو آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے؟ کیا آپ کو لگتا ہے کہ ہم آپ کو کوئی معقول مشورہ نہیں دے پائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہے آیت۔" اس نے آیت کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔ آیت نے اس بات کو محسوس کیا مگر کہا نہیں۔

"آپ نے تمام رات سڑکوں پر بھٹکتے ہوئے گزاردی تو کوئی نہ کوئی سبب تو ہوگا ناں؟ کوئی کاروباری پریشانی ہے، کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ ہم دراصل جاننے کی کوشش کررہے ہیں اور ایک اور بات آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں اگر آپ وقت پر موجود نہ رہے ہر انسان کی ایک نجی زندگی اور اس کے تقاضے ہوتے ہیں ہم نکاح کرنے جارہے ہیں مگر ضروری نہیں ہماری طرف کی تمام ذمہ داریاں سنبھالنا آپ پر فرض ہوجائے، ہم سمجھتے ہیں ہر انسان کو کچھ جگہ اپنے لیے درکار ہوتی ہے، رشتے میں رہنا اور قید ہونا دو مختلف باتیں ہیں۔" آیت بہت پرسکون انداز میں بات کررہی تھی۔ جہانگیر اس کی سمت دیکھنے لگا۔

"ایسا مت کہیے ہمارے لیے کوئی شے بوجھ نہیں، ہم نہیں سمجھتے یہ رشتوں کا کوئی اضافی بوجھ یا ذمہ داری ہے یا کوئی رشتہ قید ہے۔" جہانگیر نے آہستگی سے جتایا۔

"ہاں ٹھیک ہے، ہم نے مان لیا آپ کی ذمہ داری بن گئی مگر اب اگر آپ اپنی پریشانی میں الجھے اور ہم سے نہ کہا تو اس میں ایسا کوئی شرمندہ ہونے والی بات نہیں...... خیر ہم آپ کو کوئی الزام نہیں دے رہے نہ دینا چاہتے ہیں ہاں آپ کو سننا ضرور چاہتے ہیں۔ آپ کی الجھن سلجھانا ضرور چاہتے ہیں۔" آیت نے نرمی سے کہا۔

"آیت آپ بہت اچھی اور سلجھے ہوئے مزاج کی لڑکی ہیں۔ بہرحال ہم ایسے ملائم رویے کے مستحق خود کو نہیں سمجھتے۔" وہ اپنے اندر کے معاملات پر خود کو ملامت کرتے ہوئے بولا۔

"ابا جان نے آپ سے درخواست کی ناں ہم سے فوری نکاح کرنے اور ہمارا ساتھ دینے کی، اس بات کا کوئی بوجھ ہے دل پر کیا؟" آیت نے کہا تو جہانگیر چونکا۔

"ہم نے اس رشتے کو کبھی بوجھ نہیں سمجھا آیت، ہم نے اپنی مرضی سے پوری رضامندی اور دل کے ساتھ اس رشتے کی حامی بھری تھی، برائے کرم ہماری نیت پر شک مت کیجیے، ہم جانتے ہیں نکاح کی تاریخ مقرر ہوچکی ہے، ہم نکاح سے نہیں بھاگ رہے نہ بھاگنا چاہتے ہیں۔" جہانگیر نے وضاحت دی۔

"نہیں ہم نے ایسا کوئی الزام عائد نہیں کیا آپ پر نہ آپ کی نیت پر کوئی شک کیا...... ہم جانتے ہیں آپ میں لحاظ اور مروت ہے اور آپ ایک بہت نفیس انسان ہیں۔" جہانگیر مسکرادیا۔

"اتنی تعریفیں ٹھیک نہیں ہوتی محترمہ۔"

"کیوں اتنی تعریفیں کرنے سے کیا ہوتا ہے؟"

"بندہ بگڑ جاتا ہے۔"

"ہم ایسا نہیں سمجھتے جہانگیر جو اچھا ہے اس کی تعریف کرنا ضروری ہے۔"

''ہمیں یہ تعریف کم اور الزام زیادہ لگ رہا ہے۔'' وہ مسکرایا۔
''یا اللہ..... آپ ہماری نیت پر شک کررہے ہیں جہانگیر؟''
''نہیں ایسی بات نہیں، ہم آپ پر کوئی شک نہیں کررہے نہ کرسکتے ہیں مگر ہم خود کو ان تعریفوں کا مستحق نہیں سمجھتے۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا تو آیت خاموشی سے اسے دیکھنے لگی جہانگیر کچھ نہیں بولا۔
''کچھ کہیے۔''
''کیا کہیں؟'' وہ شوخ ہوئے۔
''آپ نظر کیوں نہیں ملا رہے؟''
''ہم تھکن سے بے حال ہیں، کیا ہم آرام کرسکتے ہیں؟'' جہانگیر نے کہا تو آیت شرمندہ ہوکر رہ گئی۔ تب ہی آہستگی سے سر ہلا کر اس کو آرام کرنے کی اجازت دے دی۔
''معذرت چاہتے ہیں آپ کو روک لیا، آپ آرام فرمایئے ہم بعد میں بات کریں گے۔'' آیت نے آہستگی سے کہا۔ جہانگیر نے سر ہلایا اور پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

وقار الحق جیسے ایک الجھن میں مبتلا تھے۔ وہ پچھتاوے میں دکھائی دیے، فاطمہ بی بی ان کو اپنے بچے کا قاتل قرار دے رہی تھیں یہ الزام معمولی نہیں تھا۔
''ہم ایسا کیونکر کرسکتے ہیں فاطمہ؟ وہ ہمارا بھی بچہ تھا۔ ہم ابھی اس کے آنے کے اسی شدت سے منتظر تھے، ہم بھی ان کو گود میں لینے کے لیے بے قرار تھے، ہم ان کی جان کیسے لے سکتے ہیں؟ اور..... ان باتوں سے بھی کہیں زیادہ آپ کی صحت اہم ہے فاطمہ، ہم آپ کا دکھ سمجھتے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ آپ اس وقت کس کیفیت سے گزر رہی ہیں، ایک والد ہونے کے ناطے ہم یہ صدمہ جھیل گئے مگر آپ ایک ماں کا دل رکھتی ہیں اور ماں کا دل ایسے سچ کو قبول کرنے میں تامل کرتا ہے۔ ماں کے لیے آسان نہیں ہوتا کہ وہ اس صدمے کو سہے یا دل سے قبول کرے۔ ہم آپ کے خلاف نہیں جاسکتے فاطمہ۔''
''نواب صاحب.....'' نرس چیخی۔
''جلدی ادھر آیئے۔ آپ کی اہلیہ کی حالت بگڑ رہی ہے۔'' وقار الحق اٹھے اور سرعت سے دوڑتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔
''یا میرے مولیٰ فاطمہ کو زندگی دے، ان کو تندرستی والی لمبی زندگی دے، ان کی حالت میں بہتری لا میرے رب، انہیں زندگی دے۔'' ان کے دل سے دعا نکلی مگر.....

(ان شاءاللہ اگلی قسط آئندہ شمارے میں)

ماہ نور نعیم

جب خواب نہیں کوئی کیا زندگی کا کرنا
ہر صبح کو جی اٹھنا ہر رات کو مرجانا
سقراط کے پینے سے کیا مجھ پہ عیاں ہوتا
خود زہر پیا میں نے تب اس کا اثر جانا

عورت ہمیشہ محبت کی محتاج رہی ہے۔ کم سنی اس کو محبت سے جینا سکھاتی ہے۔ وہ محبت میں جیتی آئی اور محبت میں ہی زندہ رہتی ہے۔ پہلے بھائی اور باپ کی محبت اور اس کے بعد جب اس کا دل کسی ان دیکھے جذبے کے تحت کسی کو دیکھ کر دھڑک اٹھتا ہے تو اسے محبت کا کامل یقین ہو جاتا ہے۔ محبت کی یہ چادر اوڑھے وہ ساری زندگی گزار دینا چاہتی ہے۔ محبت کے گھنے شجر تلے اس کی سانسوں کو قرار آ جاتا ہے اور اس کا وجود جیسے اسی محبت میں حلول ہو جاتا ہے۔

''فطرت نے محبت بھی کیا شے بنائی ہے؟'' آم کے گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں تلے وہ صحن میں چارپائی پر اکیلی ہی بیٹھی تھی۔

''ٹھنڈی ہوا، گھنا پیڑ اور اس کچے آم کی طرح کھٹی میٹھی زندگی۔'' کیری کا چھوٹا سا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے وہ مسکرائی۔ اچانک ہی اس کے ساتھ چارپائی پر کوئی دوسرا آ کر بیٹھا تھا۔

''درست فرمایا آپ نے۔ محبت تو بند آنکھوں اور زبان تالو سے لگا کر پڑھنے والا وظیفہ ہے جو محبوب کا نام لیتے نہیں تھکتا۔''

''ہاہاہا.....'' وہ کھلکھلا کر ہنسی اور وہ اس کی بانسری کی سی لے پر مترنم ہنسی میں جیسے کھو گیا تھا۔

''آپ کب آئے؟'' اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جب آپ نے یاد کیا۔''

''ہم تو ہر وقت ہی آپ کی یادوں میں گم رہتے ہیں۔''

''تو ہم بھی ہر لمحہ آپ کے آس پاس ہوتے ہیں۔ جب آپ شدت سے ہمیں یاد کرتی ہیں تو ہم آپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔''

''اماں بلا رہی ہیں آپ کو۔'' حرا اپنی چوٹی ہلاتے رشنا کو بلانے آ دھمکی اور چھلاوے کے طرح ہی مہروز وہاں سے غائب ہوا تھا۔

''تائی اماں کے ساتھ نجانے مسئلہ کیا ہے۔ سب کام نبٹا کر ہی یہاں آم کے درخت تلے آ کر بیٹھی تھی، مگر ان کی کچی نیند ہر بار ہی میرا مزہ کرکرا کر کے دوبارہ سے کچی ہو جاتی ہے۔''

''اب چلیں بھی..... اماں نے کہا ہے کہ.....''

''آ رہی ہوں۔'' اس نے ناک بھوں چڑھائی اور آدھے گھنٹے بعد وہ تائی اماں کے پاؤں دابنے کے بعد دوبارہ سے اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھی مگر اس بار ساتھ

دوپہر میں پکایا جانے والے پلاؤ کی ایک پلیٹ اور اس کے ساتھ آم اور لیموں کا اچار بھی لائی تھی۔ اب وہ تھی اور اس گرم دوپہر میں چاولوں کی پلیٹ کے ساتھ اس کی یادیں، جنہیں وہ آنکھوں میں سجائے نہ تھکتی تھی۔ ان ہی حسین یادوں کو ہر صبح وہ کاجل کی طرح آنکھ میں سجاتی تو اس کی ہر صبح ہی روشن ہو جاتی تھی۔

”مہروز بھیا میری چپل بالکل ٹوٹ گئی ہے۔ اب یہ پہننے کے بھی قابل نہیں رہی۔“ اس نے پلاسٹک کی چپل کو سوئی سے سینے کی آخری ناکام کوشش کی تھی۔

”کوئی بات نہیں گڑیا..... اب کی بار شہر سے آؤں گا تو تمہارے لیے بہت پیاری چپل لے کر آؤں گا۔“ اور جب اس نے گلابی چپل میں اپنے پاؤں پھنسائے تو خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

”یہ میرے ہی پاؤں ہیں ناں؟“ اس نے بے یقینی سے اپنے دودھیا پاؤں دیکھے تو وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

مگر اس کی آنکھوں میں یہ خوشی ایک روز تک ہی ٹھہر پائی۔ مہروز کے جاتے ہی اماں نے اس سے چپل اتروا کر حرا کو دے دی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں آنسو چھپائے وہ خاموشی سے ناشتے کے برتن اٹھا کر کچن میں آ گئی تھی۔

بہت چھوٹی عمر میں ہی اس کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ بابا کچھ عرصے تک اس کی دل جوئی کرتے رہے مگر ٹھیک دو سال بعد وہ دیارِ غیر میں جا بسے۔ شروع میں اس کا خرچا ہر ماہ تائی اماں کو ملتا رہا جو کم ہوتے ہوتے ایک دن بابا نے بھجوانا ہی بند کر دیا۔ تب مہروز دسویں جماعت میں اور حرا آٹھویں میں تھی۔ اس کی پڑھائی چھٹی جماعت کے بعد ادھوری رہ گئی۔ اب اس کی آنکھوں میں حرا اور مہروز کی کتابوں نے جیسے اپنا رنگ جما لیا جو دھیرے دھیرے معدوم ہوتا چلا گیا تھا۔

اب اس کے بابا نہیں تھے، مگر دس سال تک اس نے اپنے بابا کا اتنا لاڈ حاصل کیا کہ ان کے جانے کے بعد اس کی زندگی میں جیسے ایک تشنگی سی رہ گئی تھی۔ بابا کے جانے کے بعد یہ محبت اسے مہروز سے ملی جو اپنی بہن سے

بڑھ کر اس کا خیال رکھتا تھا۔ اس کی بھوک پیاس کا خیال اسے تڑپا کر رکھ دیتا تھا۔ وہ اس کی محبت کی جیسے عادی ہوتی جارہی تھی۔ اس سے دوری کا احساس بہت ہی جان لیوا تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں دیکھے بنا اسے چین ہی نہیں آتا تھا۔ بابا کے جانے کا غم اتنا جان لیوا تھا کہ ان کے جانے کے بعد وہ شدید بیماری کی حالت میں بستر سے لگ گئی تھی۔ مہروز نے شہر کے بڑے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ ایک سال کے بعد جب وہ گاؤں آیا تو اس کی آنکھوں میں دھنک کے ساتوں رنگ اتر آئے تھے۔

"بھیا......!" اماں اور حرا کے سامنے اسے خود سے لگاتے ہوئے ایک لمحے کے لیے وہ جھجکا تھا۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ ایک سال پہلے والی گڑیا ہے۔ کیا خوب صورت نین نقش تھے اس کے۔ اوپر سے گلابی رنگت، گلابی ہونٹ اور سیاہ نم دار آنکھیں۔ وہ پورے ایک ماہ کے لیے گھر آیا تھا۔ اماں تو اس کی خدمت کرتے نہیں تھک رہی تھیں۔ دو دن بعد ہی اس نے محسوس کیا کہ رشنا اس کا سامنا کرنے سے گریز کررہی ہے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ اس سے بات کرے مگر وہ سامنے آتی تب ناں۔ ماں بہن نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا اور وہ بیچاری کچی دیواروں والے پرانے کچن میں گھسی رہتی یا پھر اپنے کمرے میں۔ اس نے اماں اور حرا کا اسے نازیبا سلوک بھی دیکھا مگر لب بھینچ کر رہ گیا۔

اس دوپہر وہ گھر کے پچھواڑے میں ہرے بھرے درختوں کے سائے میں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پرانا رسالہ اور کچھ آم کی آخری پھانک تھی جب ہی وہ وہاں چلا آیا۔ تائی اماں نے اسے مہروز کے سامنے آنے سے منع کردیا تھا۔ شاید مہروز کی آنکھوں کی چمک سے اس کے رخساروں پر ابھرنے والی لالی سے وہ خوف زدہ ہوگئی تھیں۔ اس دوپہر انہوں نے بہت باتیں کیں۔ وہ جانتی تھی کہ محبت اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے رسالے کے کچھ صفحات کی زینت ہے اور بس۔ اس سے زیادہ وہ کچھ جاننا بھی نہ چاہتی تھی مگر جب دوپہر گزرنے کے بعد مہروز کے سنگ وہ وہاں سے اٹھی تو محبت کے بوجھ سے اس کا دامن بھاری ہورہا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ محبت کوئی بوجھ نہیں بلکہ اس درخت کے سائے کی مانند تپتی دھوپ میں خوش گوار احساس ہے۔

تائی اماں مہروز کے جانے کے بعد اس سے بہت زیادہ کام کروانے لگی تھیں۔ گھر کی صفائی ستھرائی اور کھانا پکانے سے لے کر سلائی کڑھائی تک، ہر کام میں وہ ماہر ہوگئی تھی۔ حرا اب دسویں جماعت میں تھیں۔ تائی اماں اس کا رشتہ دیکھ چکی تھیں۔ رشنا کے ذمہ اس کے جہیز کی تیاری کا کام بھی تھا۔ رات میں جب وہ ڈھیروں کام نبٹا کر چارپائی پر لیٹتی تو ستاروں بھرے سیاہ آسمان کو دیکھتی رہتی۔ اب اسے مہروز سے خیالوں میں باتیں کرنے کی عادت ہوچکی تھی۔ ہر رات وہ آسمان پر مہروز کا چہرہ تلاشتی اور ہر دن اس کی باتوں کو ہم خیال بنائے کام میں مگن رہتی تھی۔

✿......✿......✿
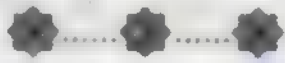
حرا کی رخصتی کے بعد مہروز نے ایک سال کے لیے پڑھائی کا ارادہ ترک کیا اور جب تائی اماں مہروز کے بجائے اس پر غصہ کرنے لگیں تو وہ حیران ہی رہ گئی۔

"اماں، میں انہیں پڑھائی سے کیوں روکوں گی۔" سیاہ نم دار آنکھیں لیے وہ تائی اماں کی چارپائی کے سامنے مجرم بنی کھڑی تھی اور وہ تن کر بیٹھی تھیں اور شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھور رہی تھیں مگر انہیں یقین نہ آنا تھا سو نہ آیا۔

"مہروز بھیا آپ کیوں کررہے ہیں میرے لیے یہ سب...... آپ کے لیے آپ کی پڑھائی اہم ہونی چاہیے۔" اس روز مہروز اس کے لیے کتابیں لے کر آیا تو وہ نادم ہوئی تھی۔

"کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم کم از کم میٹرک کرلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے اس کے صبیح چہرے کو دیکھا تھا۔

"اور تائی اماں......" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم اماں کی فکر نہ کرو۔ بس ان کی خدمت اور دیکھ بھال میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔" وہ دونوں ٹیوب ویل کے

ٹھنڈے پانی میں پاؤں ڈالے بیٹھے تھے۔
ایک سال میں وہ اسے آٹھویں کا نصاب مکمل کراچکا تھا اور جب وہ بی اے کر کے گاؤں لوٹا تو وہ اے گریڈ سے میٹرک کر چکی تھی۔ دونوں کی یکساں خوشی نے دونوں کی محبت کو انمول کر دیا تھا۔
محبت ایک ہی تال پر بجنے والا ایک ایسا سر ہے جو جھیل کے پانی پر خوب صورت رقص کرتا ہے یا مور کے ان دلکش پروں کا رقص جو دیکھنے والے کو بھی اپنے حسین اڑتے ہوئے رنگوں سے مبہوت کر دیتا ہے۔

⁂⁂⁂

اس شام وہ بڑے سے صحن میں پانی کے چھڑکاؤ سے مٹی بٹھا رہی تھی جب تائی اماں کے ساتھ دروازے سے داخل ہونے والی خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر چونکی۔ اس شہری لڑکی کا نام مینا تھا جو ایف اے کرنے کے بعد اپنی خالہ کے ہاں رہنے آئی تھی۔ اس دن سے اس پر ایک اور ذمہ داری بڑھ گئی تھی۔ حرا کے تو کیا ہی نخرے تھے جو اس سے چھوٹی ہوتے ہوئے بھی وہ اٹھاتی آئی تھی، مگر اس لڑکی کے تو مزاج ہی نہ ملتے تھے۔ وہ تھک جاتی تھی، مگر مہروز کی روشن آنکھیں معلوم نہیں کہاں سے اسے حوصلہ دینے آ جاتیں۔ محبت، محبت ہی رہی اور محبت میں تشنگی بھی جوں کی توں رہی۔ حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہ دانتوں میں انگلی دبائے بس کھڑی دیکھتی ہی رہی۔ اماں نے مہروز بھیا سے ان کی شادی کی بات کی تو اس نے رشنا کا نام ان کے سامنے رکھ دیا۔ اماں کے تو سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی تھی۔

⁂⁂⁂

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے تو۔" وہ آگ بگولہ ہوئی تھیں۔
"یہ بکواس نہیں اماں، آپ کے بیٹے کی خواہش ہے۔" وہ ان کی چارپائی کی پائنتی پہ بیٹھا تھا اور اپنی محبت کے لیے انہیں راضی کر رہا تھا۔
"تیری خواہش کے آگے، ماں کی خواہش کی کوئی اہمیت نہیں؟" ہمیشہ سے ہی اپنی بات منوانے کے لیے اماں کے دوپٹے کا پلو، ان کی آنکھ میں آئے ان دیکھے آنسوؤں کو صاف کرنے کے کام آتا تھا اور وہ یہ بات بہت اچھی طرح جانتا تھا اس لیے سر جھکا کر بولا۔
"وہ میری محبت ہے اماں۔" اس نے سچ اگلا۔
"تیری محبت؟" اماں نے حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھا جب ہی رشنا دوپٹے سے اپنی پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے وہاں وارد ہوئی۔
"اماں..... تمام مرچیں اور ثابت دھنیا صاف کرنے اور سکھانے کے بعد انہیں ان کی جگہ پر رکھ دیا ہے۔ اب میں تھوڑا آرام کرلوں؟ سر میں بہت درد ہے۔" اس کے لہجے میں عاجزی تھی۔
"ہاں ہاں..... جا آرام کر۔ بھلا میں نے کب تجھے کبھی آرام سے روکا ہے؟" اماں اسے اس وقت وہاں سے ہٹانا چاہتی تھیں، تب ہی اسے اگلا کام سونپے بغیر اسے آرام کی اجازت دے دی۔ اس نے ایک اداس نظر مہروز پر ڈالی تو اس کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔ جب سے مینا یہاں آئی تھی، وہ مہروز کے آگے پیچھے پھرتی اور اسے مہروز کے سنگ جو کچھ لمحات سکون کے نصیب ہوتے تھے وہ بھی اس سے چھن گئے تھے۔ وہ آرام کرنے اپنے چھوٹے سے کمرے میں آ گئی، جہاں زیادہ تر گھر کا فالتو سامان رکھا ہوتا تھا۔
"میں بھی تو گھر کا فالتو سامان ہوں۔" اس نے آزردگی سے سوچا۔
"فالتو سامان کے لیے مہروز کی چاہت نہیں ہے جبکہ تمہارے لیے وہ خاص جذبات رکھتے ہیں، محبت کرتے ہیں تم سے۔" کوئی اس کے اندر سے بولا تھا۔
"محبت؟" وہ قہقہہ لگا کر ہنسنا چاہتی تھی۔
"مہروز بدل رہے ہیں، ان کی محبت کا رخ بھی بدل رہا ہے۔" آج اس کا رسالہ پڑھنے کا موڈ نہ تھا۔ بے دلی سے اس نے رسالہ ایک جانب رکھ دیا تھا۔
"مہروز بدل رہے ہیں، ان کی محبت میں تمہارے

لیے کمی آئی ہے ناں......ان کی چاہت تمہارے لیے کبھی کم ہوگی ہے۔" اچانک ہی وہ اس کے سامنے آ بیٹھے تو وہ اچھل پڑی۔

"آپ......"

"ہاں میں......کیا میں یہاں نہیں آ سکتا۔"

"ارے نہیں ایسا کب کہا میں نے۔" وہ پوچھ نہ سکی کہ تائی اماں نے انہیں کیسے یہاں آنے دیا۔ اچانک ہی اس کی چارپائی کے نیچے سے بلی نکل کر بھاگی تو وہ چونک کر اسے دروازے سے نکلتے ہوئے دیکھنے لگی اور جب سامنے دیکھا تو مہروز وہاں موجود نہ تھے۔

"اوہ......تو یہ ایک سراب تھا۔" وہ بے سدھ لیٹ گئی، اس دن کے بعد سے اسے سرابوں میں جینا آ گیا اور وہ سرابوں میں رہنی لگی تھی۔

......

"رشنا ادھر آ میرے پاس۔" ایک شام گھڑے سے ٹھنڈا پانی پینے کے بعد وہ ابھی باقی کے بستر ٹھیک کرنے ہی لگی تھی جب تائی اماں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔

"جی اماں۔" اس نے اپنے ہاتھ میں پڑی آخری سرخ کانچ کی چوڑی کو دیکھا جو اماں کے ہاتھ تھامتے ہی ٹوٹ کر نیچے جا گری تھی۔ پانی کے چھڑکاؤ سے پورے صحن سے مٹی کی سوندھی خوشبو آ رہی تھی۔

"دیکھ پتر، میری جو منہ بولی بہن پچھلے گاؤں میں رہتی ہے ناں......" انہوں نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"خالہ حمیدہ کی بات کر رہی ہیں آپ؟" اس نے تصدیق چاہی تو اماں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں ہاں وہی......وہ آج کل بہت بیمار ہے۔ اکلوتا بیٹا اس کا ملک سے باہر رہتا ہے اور شوہر کئی سال پہلے دنیا سے چل بسا تھا۔" وہ ان کی بات کو سمجھ نہیں پائی۔ ہوا چلنے سے اس کا آنچل سر سے اتر کر کاندھوں پہ آ گرا تھا۔ نم دار آنکھوں میں اداسی شام کے منظر کی طرح خوب صورت نظر آ رہی تھی۔

"تو اس کے ہاں کچھ دن کے لیے چلی جا۔ دیکھ مجھے انکار نہ کرنا۔ میں اس سے کہہ بیٹھی ہوں کہ کچھ دن تو ان کے ہاں رہ لے گی۔ زیادہ کام کاج نہیں کرنے تجھے وہاں۔ بس حمیدہ کے ساتھ رہنا ہے۔"

"لیکن اماں......"

"بس تو اپنا سامان تیار کر۔ میں خود تجھے وہاں چھوڑ آتی ہوں۔ میری فکر نہ کر۔ میرے ساتھ مینا ہے، وہ میرا بہت اچھے سے خیال رکھے گی۔" مینا کے وہاں آتے ہی تائی اماں کا لہجہ بدل گیا تھا۔ مینا نے آتے ہی ان کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

"جیتی رہ میری بچی......اٹھ گئی۔" انہوں نے اس کی بلائیں لے ڈالیں اور ایک لمحے کو اس کو بھی بھول گئی تھیں۔

"ہونہہ......" اس نے بڑی سی جمائی لیتے ہوئے ایک بھرپور انگڑائی لی، وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی، اس نے رخت سفر بمع سامان باندھ لیا تھا۔

"مہروز بھیا......ان سے ملے بنا ہی چلی جاؤں۔" ایک لمحے کے لیے کپڑے رکھتے اس کے ہاتھ رکے، مہروز ایک ہفتے کے لیے شہر کسی کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔

"اچھا، میں بھی ایک ہفتے میں آ جاؤں گی۔ کون سا پورے مہینے کے لیے جا رہی ہوں۔" اس نے خود کو تسلی دی، سامان باندھ کر وہ اماں کو بتانے گئی، جب مینا کو قہقہہ لگاتے ہنستے دیکھ کر اس کے اندر کچھ ہوا تھا کسی محرومی نے سر اٹھایا تھا وہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی تھی۔

......

اور پھر وہ چلی گئی۔ اس کا ایک ہفتہ اور دو ہفتے پورے مہینے میں بدل گئے، مگر اماں اسے لینے نہ آئیں۔ حمیدہ خالہ بالکل تندرست تھیں۔ شاید اکیلے پن سے انہیں گھبراہٹ ہوتی تھی۔ زندگی کی ناؤ ایک ایسے دریا میں آ نکلی تھی جس کا کنارا اس سے کہیں کھو گیا تھا۔ اس ایک

ماہ میں اس نے مہروز کو اتنا یاد کیا کہ اکثر تو خود کو بھی بھول جاتی تھی۔ وہ ہوتی، چاند تارے اور مہروز کی دلکش باتیں۔
اس روز نجانے کیوں دل اداسیوں میں گھر گیا تھا آنکھوں میں بار بار پانی آ رہا تھا اور مہروز کی محبت اس کو چین لینے نہیں دے رہی تھی۔
"خالہ حمیدہ......" آنکھوں میں آنسو بھر کے وہ ان کے سامنے آئی تو وہ دہل ہی گئیں۔
"الٰہی خیر...... کیا ہوا؟" وہ اپنا پاندان بھول کر اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔
"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔" ان کے سامنے مسہری پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تو وہ چونکیں۔ وہ ان کے اس طرح دیکھنے پر حیران ہوئی۔
"اپنے گھر...... کون سے اپنے گھر؟" ان کی بات سن کر وہ ششدر رہ گئی۔
"میں یہاں ایک ہفتے کے لیے آئی تھی خالہ۔" اس کے الفاظ تو منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔ شاید اس کے ساتھ دھوکا ہوا تھا اور پھر خالہ نے اسے بتایا کہ اس کی تائی اماں نے اسے یہاں اپنے کسی مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا تھا تاکہ اس کی غیر موجودگی میں وہ اپنا کام کرلیں وہ ان کی بات سن کر دل برداشتہ ہوئی اور رونے لگی مگر پھر اس نے سوچا کہ وہ گھر ضرور جائے گی اور جب خالہ حمیدہ سے ضد کرکے ان کے ساتھ وہ اپنے گھر آئی تو اس کے سر پہ آسمان تھا نا زمین۔
"کہاں گئی تھیں تم؟" مہروز کا کھردرا لہجہ سن کر وہ لرز کر رہ گئی۔
"میں...... وہ اماں نے مجھے......"
"نام مت لو میری ماں کا۔" جذبات سے عاری سخت لہجہ مہروز کا تھا وہ یقین کرنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔
"میرے پاس اپنی صفائی کے لیے الفاظ ہیں تا ہی میں گھر چھوڑ کر گئی تھی۔" وہ ذرا سنبھل کر بولی۔
"میں تمہارے بارے میں سب جان گیا ہوں۔"
"کیا جان گئے ہیں آپ میرے بارے میں؟" وہ دو قدم آگے بڑھی۔
"یہی کہ تم محبت میں مجھے بے مول کر گئیں۔" وہ تھکا ہارا وہیں چارپائی پر جیسے گر سا گیا۔
"ایسا تو کچھ نہیں ہے۔" دھیرے دھیرے اس نے تائی اماں کی خواہش کے بارے میں اسے سب بتایا تو وہ اسے دیکھتا رہا۔
"اماں میرے ساتھ ایسا کیسے کرسکتی ہیں؟" وہ خاموش رہا۔ "انہوں نے مجھے بتایا کہ تم اپنی مرضی سے یہ گھر چھوڑ گئی ہو اور اب کبھی واپس نہیں آؤ گی۔"
"اوہ میرے خدایا......" وہ بھی وہیں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔
"مہروز...... ہم شادی کرلیتے ہیں۔ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی۔ میں آپ کی محبت کے بنا بالکل نہیں رہ سکتی۔ آپ کی محبت میری روح کی پیاس ہے جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔" آج پہلی بار اس نے اسے بھائی کہے بنا پکارا تو وہ ساکت رہ گیا۔
"کیا ہوا...... آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے؟" اس کا دل دھڑکا، مہروز اٹھ کر کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔
"مہروز......" اس کے دل کی دھڑکن آج پرانی لے پر دھڑک رہی تھی۔ جب اس نے رشنا سے پہلی بار محبت کا اعتراف کرکے اس نازک اور خوب صورت لڑکی کے دل کی زمین کو اپنی چاہت سے سیراب کیا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی۔
"اے...... تو کب آئی۔" تائی اماں کی آواز پر ایک جھٹکے سے وہ پیچھے مڑی، ساتھ ہی گلابی لباس میں، گلابی ہی لپ اسٹک لگائے مینا ساتھ کھڑی تھی اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مینا آگے بڑھی اور مہروز کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر اسے اپنے ساتھ لے گئی۔
"مہ...... روز......" وہ بے پروائی سے پیچھے دیکھنے لگی۔ وہ کسی اور کا ہو چکا تھا۔ تائی اماں کی سازش کامیاب ہوگئی تھی۔ انہوں نے رشنا کی غیر موجودگی میں مہروز کے

دل کو اس کی جانب سے بری طرح بدگمان کر دیا تھا اور مینا...... وہ تو تھی ہی خوب صورت بلا...... اپنی اداؤں سے مہروز کو گھائل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

"تم نے میرا انتظار تک نہ کیا۔" وہ بری طرح سسکی۔

"تم نے مجھے مار دیا
تم نے مجھے بے موت سلا دیا
ایسی موت کہ میں زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ نہیں
اور میری محبت......
وہ تمہارے لیے کیوں نہیں مر جاتی
خدا کرے اسے بھی موت آ جائے"

اس وقت سے اس نے اپنی محبت کو خود میں دفنانا شروع کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے صبر کی سرخی یوں چھلکتی کہ جیسے سرخ آندھی میں ڈوبتے ہوئے تانبے کے سورج کے اردگرد پھیلا سرخی مائل طوفان۔

❁......❁......❁

محبت ماہی بے آب جیسی ہے، جو مل جائے تو حیات نا ملے تو دل کے بے موں ہونے کا احساس اور جذبات کی موت ہے۔ جیتے جی جیسے وجود مجسمہ ہو جاتا ہے اور وہ بھی مجسمہ ہوگئی تھی۔ زندگی کے نازک معاملات میں جب ہار اس کا مقدر بنی تو ہر رشتے سے اس کا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ وقت کیسے پر لگا کر اڑا، اسے احساس نہ ہوا۔ ایک سال ہونے کو تھا۔ جب ہی خالہ حمیدہ چلی آئیں۔ اس روز حرا بھی آئی ہوئی تھی۔ انہیں دیکھ کر اسے پھر سے اپنا وقت یاد آ گیا تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی، جب ہی حرا اس کے پاس آ بیٹھی۔

"خالہ حمیدہ کسی اور مقصد کے لیے آئی ہیں۔" اس نے رشنا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تو اس نے خالی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ اپنے بیٹے کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے آئی ہیں۔"

"کیا؟" اس نے بے یقینی سے حرا کو دیکھا۔

"سکندر بھیا پردیس سے واپس آ گئے ہیں۔ اپنی شادی کی ذمہ داری انہوں نے خالہ اماں پر ڈال دی ہے۔ خالہ کہہ رہی تھیں کہ سب سے پہلے انہیں تمہارا ہی خیال آیا اور وہ تمہارا ہاتھ مانگنے آ پہنچیں۔" اس نے بے زاری سے اس کی بات سنی۔

"تم میری بیٹی کو سنبھالو۔ میں ذرا ان کی خاطر مدارت کر لوں۔" وہ شازی کو اس کی گود میں لٹا کر جاتے ہوئے مڑی۔ زرد بلب کی روشنی میں اس کا چہرہ خوشی کے مارے دمک رہا تھا۔ شادی کے بعد وہ بالکل بدل گئی تھی۔

"بہت خوش رہو گی تم۔ بھیا اور خالہ بہت اچھے لوگ ہیں۔" کہہ کر وہ جا چکی تھی اور اس کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی۔ اس کی محبت تو اس سے دور ہوگئی تھی۔

"اب زندگی میں خوشی اور سکون کا کیا عمل دخل۔"

اس نے شازی کے ننھے ننھے ہاتھ تھام کر انہیں چوما، کتنے پیارے تھے اس کے ہاتھ۔ بالکل سفید اور چہرہ تو جیسے کسی پری کا تھا۔ وہ ایک سال ایک ماہ کی ہوگئی تھی۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ خوب صورت ہے مگر قسمت کے ہاتھوں ہاری ہوئی لڑکی تھی۔ ماں زندہ تھی نہ باپ کا کوئی اتا پتا۔ ایک محبت ہی باقی تھی جو ذرا سی ہی تھی۔

❁......❁......❁

اگلے ڈیڑھ ماہ میں اس کی رخصتی متوقع تھی۔ شادی کے دن تیزی سے قریب آ رہے تھے۔ تائی اماں اس کی شادی کے لیے جہیز کی تیاری کر رہی تھیں مگر اسے اس سب سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ مہروز مینا کے ساتھ بہت خوش تھے اور اب باپ بھی بننے والے تھے۔ وہ مایوں بٹھا دی گئی اور خاموشی سے سب کو اپنے کاموں میں مگن دیکھتی رہتی۔ مہندی کی رات اس کی زندگی سے آنے والی یہ خوشی بھی چھن گئی۔ وہ رسم کے بعد اندر لے جائی جا چکی تھی۔ باہر کے شور ہنگامے سے بے خبر کھڑکی میں کھڑی اپنے زرد دوپٹے کا کونا ہاتھ میں تھامے وہ اس آنگن میں بتائے جانے والے وقت کو سوچ رہی تھی، جب ہی اچانک باہر عجیب سا شور اٹھا اور چونک کر صحن میں لگے بلب کی روشنی میں وہاں دیکھنے لگی اور باہر سے آنے والی وہی آوازوں نے اس کے دل کو بجھا کر رکھ دیا اور پھر خاموشی سے آ کے

اپنا زرد لباس تبدیل کرلیا۔

"میں دوسری بیوی نہیں بن سکتی۔" حرا کے سوال کرنے پر اس نے دھیرے سے اسے اپنا جواب دیا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے حوصلہ دیتے کر وہاں سے چلی گئی۔

سکندر دیار غیر سے تو لوٹ آیا تھا مگر اپنی خفیہ شادی کی خبر کسی کو بھی نہ دی تھی۔ اس کی بیوی اپنے ایک بچے کو لیے اس کا پیچھا کرتی ہوئی آخر کار اس تک پہنچ گئی تھی۔ حمیدہ خالہ پر تو جیسے گھڑوں پانی گر پڑا تھا۔ جو جہاں سے آیا تھا خاموشی سے لوٹ گیا۔ وہ جس مقام پہ تھی، وہیں کھڑی رہ رہی۔ مہروز بھی شرمسار تھے۔ وہ اس کے پاس معافی مانگنے آئے مگر اس نے انہیں دروازے سے ہی لوٹا دیا۔

دل بسمل کو سکون کیسے نصیب ہو۔ کیا دل کا سکون خوشی میں پوشیدہ ہے یا محبت میں؟ شاید محبت میں۔ وہ مان گئی تھی کہ محبت کے بنا تو تارے بھی آسمان پہ ٹمٹماتے نظر نہیں آتے، وہ تو پھر ایک جیتی جاگتی روح تھی۔ زندگی کے دن گزرتے رہے اور مینا کی ڈلیوری قریب آگئی مگر مینا ڈلیوری کے وقت ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی اور اس کا بچہ بھی اس دنیا میں نہ آسکا۔ مہروز کی حالت بہت خراب تھی۔ تائی اماں الگ پریشان تھیں۔ سوگ کے ساتھ گھر بھر میں بے سکونی کا راج تھا۔ ایک وقت تھا جب اسے منظر سے ہٹا کر اس کا حق مارا گیا تھا اور سب سکون میں تھے۔ آج وہی لوگ جنھوں نے اس کی محبت اس سے چھینی تھی وہ بے قرار تھے جب سے اس کے دل میں بے پناہ سکون تھا۔

اس نے اپنا سر جھٹک کر خود کو ان سوچوں سے آزاد کرایا اور گھر والوں کا دکھ بانٹنے لگی۔ کم از کم وہ ان بے حس لوگوں جیسی بننا نہیں چاہتی تھی۔ دھیرے دھیرے سب کو صبر آگیا مگر خاموشی یوں اس گھر پر نازل ہوئی کہ اکثر تو وہ بھی اس خاموشی سے گھبرا جاتی تھی۔ اب تائی اماں بھی پہلے کی طرح اس پر رعب جتاتیں نہ کسی کام کے لیے کہتیں۔ ویسے بھی اس نے پورا گھر سنبھالا ہوا تھا۔ تائی اماں کی خدمت کرتے ہوئے اس کے چہرے پر بہت سکون ہوا کرتا تھا۔ مہروز صبح کے نوکری پر گئے ہوئے رات کو گھر لوٹتے اور خاموشی سے کھانا کھانے کے بعد صحن میں بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ جاتے۔ اس رات بھی وہ سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد تائی اماں کی ٹانگیں دبانے لگی تھی جب وہ اٹھ کر بیٹھیں اور اسے بہت پیار کیا۔ شاید بابا کے جانے کے بعد پہلی بار انھوں نے اسے یوں پیار کیا تھا۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ ہی لیٹ گئی اور کب آنکھ لگی اسے اندازہ نہ ہوا۔ صبح اٹھی تو جیسے روح اندر تک سرشار تھی اور زمانے کی تھکن بھی اتر گئی تھی۔ تائی اماں نے اسے دل سے بیٹی تسلیم کرلیا تھا اور اس سے معافی بھی مانگی تھی، جس پر وہ رو پڑی تھی۔ مہروز آج ناشتہ کیے بنا ہی چلے گئے تھے، اسے دکھ ہوا۔ ہر روز تو وہ ان کے اٹھنے سے پہلے ہی ان کا ناشتہ بنا دیتی تھی۔

گاؤں میں ایک گھر سے اس کا رشتہ آیا تھا، تائی اماں اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھیں۔ انہوں نے مہروز سے بات کی تو وہ ہونق چہرے سے انہیں دیکھنے لگا تھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے؟ میں اس سے کیوں شادی کروں اور اب تو وہ بھی مجھے تسلیم نہیں کرے گی۔" اماں کی بات سن کر وہ بدکا۔ رشنا سے شادی کا خواب، خواب ہی رہ گیا تھا۔

"کیوں تسلیم نہیں کرے گی۔ وہ میری کوئی بات رد نہیں کرتی۔" اماں نے بڑے فخر سے کہا۔

"آپ کب اسے اس کی زندگی جینے دیں گی اماں...... وہ خوش ہے، بہت خوش ہے وہ۔ ان چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا ہی اس کی زندگی کا مقصد ہے اور اسے اب زندگی میں کچھ نہیں چاہیے۔ میں بھی نہیں۔" آخری جملہ اس نے منہ میں ادا کیا، ایک نظر صحن میں بچھی چٹائی پر ڈالی جہاں وہ گاؤں کے بچوں کو تعلیم دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بلا کا سکون تھا۔ اس نے محبت کے آثار اس کے چہرہ پر تلاشنے کی کوشش کی مگر نا کام ٹھہرا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے مہروز...... وہ دل کی بہت

اچھی اور صاف ہے۔ شادی تو اسے ایک دن کرنی ہی ہے اور میں اسے خود اور اس گھر سے اب ہرگز دور نہیں بھیج سکتی۔" انہوں نے پیار بھری نظر صحن میں کرسی پر بیٹھی ہوئی رشنا پر ڈالی، جس کی خدمات کا وہ دم بھرتے نہیں تھکتی تھیں۔

"لیکن اماں....."

"لیکن ویکن کچھ نہیں تو آج کل میں اس سے ایک بار بات کرلے۔ پھر مجھے بتا وہ کیا کہتی ہے۔" انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسا دیتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گیا۔

رشنا سے بات کرتے ہوئے وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔ شام ڈھلتے ہی وہ رات کا بے تابی سے انتظار کررہا تھا۔ اماں سوگئی تھیں۔ وہ خاموشی سے اسے لیے سیڑھیوں پر آبیٹھا، چاند کی چمک ان کے چہروں پر یوں پڑ رہی تھی کہ دونوں ایک دوسرے کا عکس مقابل کی آنکھوں میں دیکھ سکتے تھے۔

"پتا ہے مہروز....." وہ چاند پر نگاہیں جمائے مہروز سے ہم کلام ہوئی۔

"کبھی مجھے آپ کی محبت پہ بے پناہ اعتماد ہوا کرتا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ آپ مر کر بھی میرے کردار کے خلاف کوئی بات نہیں سنیں گے مگر پتا ہے مہروز پھر کیا ہوا؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"اعتبار یوں کم ہوا کہ محبت کسی ٹوٹے ہوئے تارے کی مانند رات کے سیاہ آسمان سے غائب ہوگئی۔ وہ محبت جو میں رات کے اندھیروں میں چاند تاروں میں ڈھونڈا کرتی تھی، اسے دیکھ کر مسکرایا کرتی تھی، وہ مجھ سے دور ہوگئی۔ بالکل ایسے ہی جیسے یہ مدہم ستارہ ٹوٹ کر ڈوبنے والا ہے، ایسے ہی محبت بھی ڈوب گئی۔" اس نے تاروں سے جھلملاتے آسمان پر ایک مدہم سے تارے کی جانب ہاتھ کی انگلی سے اشارا کرتے ہوئے کہا تو وہ بھی اسی جانب دیکھنے لگا۔

"کیا اگر میں بیوہ یا طلاق یافتہ ہوتی تو بھی آپ مجھے اپنا لیتے؟" کچھ دیر تک وہ دونوں آسمان کو تکتے رہے، جب ہی وہ اس کی آواز سے چونکا۔ اس کی عجیب وغریب باتیں سن کر وہ حیران ہورہا تھا۔ اس کی منطق اسے بالکل سمجھ نہ آرہی تھی۔ صاف محسوس ہورہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں کررہی ہے تاکہ وہ اسے خود سے بدظن کرسکے۔ اسے لگا کہ وہ محبت کے ایسے مزار پر بیٹھا ہے جہاں محبت قبر میں سوئی کب کی خاک ہوچکی ہے اور اس کے پاس محبت کے اس مزار پر پھول چڑھانے کے علاوہ کوئی چارا بھی نہیں۔

"میں تمہیں بالکل مجبور نہیں کرسکتا رشنا تم جہاں کہوگی میں وہیں تمہاری شادی کراؤں گا اور بہت دھوم دھام سے تمہیں اس گھر سے رخصت کروں گا۔" وہ کہہ کر ٹوٹے دل سے وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

"میں دوسری بیوی نہیں بن سکتی۔" رات کے اندھیرے میں اس کے دماغ میں رشنا کی کہی یہی بات گونجتی رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کل اسے ماں کو کیا جواب دینا ہے۔

❁......❁......❁

وہ دلہن بنی تیار بیٹھی تھی۔ شادی سے ایک ہفتہ پہلے ہی اس کا نکاح ہونا قرار پایا تھا مگر شومئی قسمت کہ نکاح کے لیے آنے والے مہمان روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوگئے اور اگلے ہی گھنٹے انہوں نے اس جگہ شادی سے انکار کردیا۔ وہ ایک بار پھر وہ انتظار کی راہ میں کھڑے کھڑے تھکنے لگی تھی۔ وہ بری طرح ہار چکی تھی، جب ہی تائی اماں اس کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں اور وہ انہیں انکار نہ کرسکی اور اگلے پندرہ منٹ میں وہ رشنا مہروز بن گئی تھی۔

محبت خواب تھا ایک سہانا، جواب اسے اچھا نہ لگتا تھا۔ وہ محبت سے اپنی آنکھ کو نم کرنا نہ چاہتی تھی۔ دل کی بساط تو وہ کب کی ہار چکی تھی، بس اب تماشا دیکھنا باقی تھا۔ کبھی دل کی دھڑکن اسے دیکھتے ہی رقص میں آجاتی تھی مگر اب اسے لگتا کہ وہ کوئی مجسمہ ہے۔ حسین مورت، سیاہ

آنکھیں، کانچ کا بدن۔ دل تو آخری بار تب دھڑکا تھا، جب اس کی محبت موم کا گھر ثابت ہوئی تھی۔ جب مینا کو اس کی دلہن بنے پورا ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔

"یہ تمہارے لیے۔" سرخ عروسی لباس میں اس کا وجود کیا غضب ڈھا رہا تھا۔ مہروز نے سونے کے کنگن اس کی جانب بڑھائے مگر خود پہناتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ اپنی نابی پلکیں اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھا پھر خاموشی سے وہ کنگن تھام لیے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔" اس نے تمہید باندھی۔

"مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔" اس نے پرانے قصوں کی کتاب کھولنی نہ چاہی۔

"ہوں......" مہروز نے ایک نظر اس کے ستے ہوئے اداس چہرے پر ڈالی پھر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

وقت کے گزرنے کا بالکل احساس نہ ہوا۔ وقت یوں دبے پاؤں اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا کہ اسے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ اس کی شادی کو پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ سردیوں کی اس دوپہر بھی آم کے پیڑ کے نیچے بیٹھی وہ ماضی کو یاد کر رہی تھی۔ اگرچہ تائی اماں کا رویہ اس کے ساتھ سخت ہوتا مگر پھر بھی وہ دن کتنے اچھے ہوتے تھے۔ حسین اور خوب صورت دھنک کے رنگوں کی مانند اور مہروز...... کتنا خیال رکھتا تھا وہ اس کا۔ ہر بار وہ اس کی طرف داری کرتا اور تائی اماں سے ڈانٹ کھاتا، مگر پھر بھی اسے پروا نہ ہوتی تھی۔ وہ مسکرا دی تھی۔ آم کے پیڑ کے ساتھ گولائی میں چکر کاٹتے ہوئے وہ ہنس پڑی تھی۔

"اور اب...... اب تو زندگی بہت ہی روکھی اور بے رنگ ہوگئی ہے۔ شاید محبت کے دھنک رنگ بکھر گئے یا پھر محبت کا فلک ہی نہیں رہا۔" اس نے اپنی اور مہروز کی گھٹی بندھی زندگی کے بارے میں سوچا، ہوا چلنے سے درخت کے پتوں نے اس کی سوچوں میں اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ دوپٹا کاندھے پر آ ٹکا تھا اور سیاہ بال ہوا میں لہرانے لگے تھے۔

"وقت نے اس کی جھولی میں ڈالا ہی کیا تھا؟ ماں کا پیار نہ باپ کی شفقت۔" آنکھوں میں آنسو نہ آ سکے۔ کب دوپہر ڈھلی، کب شام کا دھندلکا چھایا، اسے احساس ہی نہ ہوا۔

اسی شام تائی اماں کی طبیعت کی خرابی کا سن کر خالہ حمیدہ اپنے بیٹے کے ہمراہ اس کے ہاں آ پہنچی تھی۔ سکندر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ جھجکی تھی مگر پھر اپنی پرانی جون میں آ گئی تھی۔ ان لوگوں کو شربت پیش کرتے ہوئے اس نے مسکرا کر خالہ سے ان کا حال احوال پوچھا اور پھر شام کے کھانے کی تیاری کے لیے کچن میں آ گئی تھی، جب ہی اپنے پیچھے خالہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔ وہ تائی اماں سے سوال کر رہی تھیں۔ وہی سوال جو ان کے گھر آئی ہوئی ہر عورت اس کے بارے میں تائی اماں سے پوچھتی تھی۔

"مہروز کے یہاں کوئی خوش خبری ہے؟"

"اللہ کرم کرنے والا ہے بہن۔" تائی اماں بس اتنا ہی کہتی تھیں۔ اب وہ ہر عورت کو یہ تو نہیں بتا سکتی تھیں کہ...... اس نے لب بھینچتے ہوئے کچن کا رخ کیا تھا۔

"سوری...... آپ ماں نہیں بن سکتیں۔" اپنی رپورٹ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آخری بار آنسو آئے تھے اور آج تین سال بعد اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ شروع میں مہروز نے اسے کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا مگر آہستہ آہستہ وہ اس سے لاپروا ہوتا چلا گیا تھا۔ تب ہی وہ کہتی تھی کہ محبت کے رنگ بکھر چکے تھے یا شاید محبت کا آسمان ہی نہ رہا تھا۔

"آہ......" بے خیالی میں پیاز تلتے ہوئے اس کا ہاتھ دیگچی سے ٹکرایا تو گلابی لب کھل اٹھے تھے۔

"دھیان سے۔" اسے خبر ہی نہ تھی کہ کب سکندر وہاں آیا تھا۔ وہ جو شیلف سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھاما مگر وہ جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا گئی۔

"کیا چاہیے آپ کو؟" رخ موڑ کر اس نے سکندر سے سوال کیا۔

"آپ......" اس نے دھماکا کیا۔

"آپ کو تمیز نہیں ہے بات کرنے کی۔" اس کی آنکھوں سے لپکتے شعلوں سے سکندر کو خود کو بچانا محال تھا۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے خود کو متوازن کیا اور بے تغیر لہجے میں بولا۔

"ایم سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے رسماً معذرت کی پھر ایک نگاہ اس کے گلابی ہلکے لباس پر ڈالی۔ اپنی شادی کے روز وہ دنیا کی حسین ترین دلہن لگ رہی تھی۔ اداسی نے جیسے اسے مزید روپ بخشا تھا۔ یہ سکندر کی خود ساختہ سوچ نہیں تھی بلکہ سب کی رائے یہی تھی مگر آج اس کا اجڑا روپ دیکھ کر اسے صدمہ پہنچا تھا۔

"آپ باہر چلیں، میں کام نبٹا کر آتی ہوں۔" مسلسل خاموشی اور اس کی موجودگی سے وہ گھبرا رہی تھی۔ ٹھیک سے کام بھی نہ ہو رہا تھا۔ گرے رنگ کے کاٹن کے لباس میں وہ شاندار لگ رہا تھا۔ وہ خاموش وہیں کھڑا رہا۔

"کچھ کہنا چاہتے ہیں کیا؟" چولہے کی آنچ مدھم کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"آپ سننا ہی کب چاہتی ہیں؟" اس کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، اس کے لہجے کی آگ تیز ہوئی۔

"جی کہیں...... میں سن رہی ہوں۔" اس نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"مہربانی......" کہہ کر وہ خاموش ہوا۔ کئی لمحوں کے بعد بھی اس کی جانب سے کوئی پیش رفت نہ ہوئی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ جا چکا تھا۔ اس کا دل ایک لمحے کے لیے پریشان ہوا۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا یا پھر کوئی بات اس سے شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسے دکھ ہوا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد سکندر اپنے گھر لوٹ گیا جبکہ خالہ کچھ دن تائی اماں کے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھیں۔

مہروز بھی سونے کے لیے جا چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے مہروز اور سکندر کا موازنہ کیا۔ آج کیسے سکندر اس کا ذرا سا ہاتھ جلنے پر پریشان ہوا تھا اور مہروز...... اس کے سامنے وہ کھائی میں بھی جا گرے تو اسے پروانہ ہو۔ وہ خود پر ہنسی یا شاید محبت کا انجام دیکھ کر اسے دکھ ہوا تھا۔

اگلی شام بچوں کو ٹیوشن دینے کے بعد وہ انہیں رخصت کر رہی تھی۔ شام کا ڈوبتا سورج، بس ڈوبنے ہی کو تھا وہ آسمان پر ایک نظر ڈال کر کچن کی طرف بڑھ گئی، جب دروازے پر دستک کی آواز سن کر اس نے دروازے تک جانا چاہا مگر دستک دینے والا دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا اور وہ ساکت رہ گئی۔

"بابا......" لبوں تک الفاظ کی رسائی نہ ہو سکی۔ وہ ساکت کھڑی کچن سے ہی انہیں دیکھتی رہی۔ "جوانی میں کتنے خوب صورت ہوا کرتے تھے بابا اور اب تو بالکل ہی بوڑھے لگ رہے ہیں۔"

"ہاں بڑھاپے میں بوڑھا ہی لگتا ہے انہیں۔" وہ خود ہی ہنس دی۔ اپنی بے وقوفی، اپنی نادانی پر۔ تائی اماں اور خالہ سے ملنے کے بعد وہ چارپائی پر بیٹھ گئے تھے۔ اس نے انہیں پانی پیش کرنے جانا چاہا، مگر جا نہ سکی۔ مہمان سمجھ کر ہی مگر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی۔

"آپ کیوں آ گئے بابا؟" اس کی آنکھوں سے آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔ "آپ نا ہی آتے تو اچھا تھا۔ میرے دل میں اب کسی کے لیے محبت نہیں، میں محبت کے بنا جی رہی ہوں۔ آپ اب اس عمر میں محبت کے لیے ہی تو آئے ہیں۔ بڑھاپے میں اولاد کی محبت آپ کو مجھ سے دور نہیں رکھ سکی مگر میں اس دل کا کیا کروں جسے اب محبت پر اعتبار ہی نہیں۔" بابا کی تلاشتی نگاہیں یقیناً اسے ہی تلاش کر رہی تھیں۔ آنکھیں بنجر تھیں، ہمیشہ کی پیاسی ہوں جیسے۔ محبت کی ترسی ہوئی۔ وہ رخ موڑ گئی تھی۔ اسے بابا سے نہیں ملنا تھا، نہیں ملنا تھا، بس نہیں ملنا تھا۔ وہ وہیں فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ گھٹنوں میں سر دیئے اس کا وجود ہچکیاں لے رہا تھا۔ روتے ہوئے اس کی آنکھیں درد کرنے لگیں۔ اسے وہاں بیٹھے بہت دیر ہو گئی تھی، جب ہی کسی کی موجودگی کے احساس سے وہ چونک پڑی۔

"بابا......" ان کو اپنے سامنے بیٹھا دیکھ کر وہ روتے ہوئے چپ ہوگئی۔

"مجھے معاف کردے میری بچی۔" اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے انہوں نے کہا۔ پھر خاموشی سے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بنایا۔ دونوں اب مل کر رو رہے تھے۔ کتنے عرصے بعد اسے کسی کے ساتھ کا احساس ہوا تھا۔

سنوری رشنا پر ڈالی اور جیسے ایک بار پھر دل ہار بیٹھا۔

"کتنا غلط کر رہا ہوں میں اس لڑکی کے ساتھ۔" بے اعتنائی کی چادر اتنے لگی بلند پذ کھانا سب نے کھایا۔

"رشنا......" چاند کی روشنی میں مہروز نے اس کا ہاتھ تھاما۔ سب سو چکے تھے۔ اس نے حیرانی سے مہروز کو دیکھا، جس نے آج شاید تین سال بعد اس سے یوں رات کی تنہائی میں بات کی تھی۔

"اور زندگی کے کس موڑ پر بابا واپس آئے؟" وہ روتے ہوئے ہنس دی۔ بابا نے اس کی سرخ آنکھوں میں تیرتے شبنم کی مانند قطرے دیکھے پھر اسے ہنستا دیکھ کر حیران ہوئے۔

"ہنس کیوں رہی ہے میری گڑیا؟" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ایسے ہی بابا، آپ نہیں سمجھیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج بہت سالوں بعد تمہارے لبوں سے بابا سننا بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ورنہ تو میری اولاد ہی مجھے اس عمر میں چھوڑ گئی جب مجھے ان کی ضرورت تھی۔" جھریوں زدہ لہجہ، بالکل ان کے چہرے کی طرح۔ اس نے گردن اٹھا کر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ نے دوسری شادی کرلی تھی بابا؟" اس کے لب ہلے۔

"ہاں......اور ساری زندگی جس عورت اور اولاد کے لیے دیارِ غیر کی دھول چاٹی، وہی آج مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔" بابا نے دھما کہ کیا۔

"اوہ......تو یہ وجہ تھی جو مجھے بالکل ہی بھول گئے تھے۔" کچھ دیر پہلے کی جذباتیت اڑنچھو ہوگئی تھی۔ وہاں سے اٹھتے ہوئے اس نے بابا کو بھی اپنا ہاتھ تھما کر کھڑا کیا اور شام کے کھانے کی تیاری میں مگن ہوگئی۔ آج اس نے بابا کی پسند کا کھانا پکانا تھا۔ وہ جی جان سے کھانا پکانے لگی اور پھر نہا دھو کر ایک خوب صورت جوڑا پہنا، بہت خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ مہروز نے بھی ایک نظر بنی

"چاند کتنا خوب صورت ہے ناں؟" اس نے چاند کی جانب دیکھتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

"شاید......" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کو سنبھالا۔ مہروز کو دکھ ہوا، کبھی چاند کی روشنی میں وہ مچل جایا کرتی تھی۔

"ہاں...... سچ کہہ رہے ہیں آپ...... آنگن میں چاندنی نہ اترے تو سانسوں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے پوری کائنات سے اس کے حسین رنگ چھین لیے گئے ہوں مہرو۔" رشنا کی بات سن کر بالکل ساکت رہ گیا، آج جب اس نے اسے اس کا حق دینا چاہا تو رشنا نے اس کی کہی بات دہرائی، اس وقت کی بات کی جب مہروز نے اسے اس کی کمی کا احساس دلایا تھا۔

"رشنا......" مہروز نے اسے پکارا۔ اس نے مہروز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"آپ تائی اماں کی بات مان کیوں نہیں لیتے۔" رشنا کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"رشنا......" مہروز کا لہجہ بکھرا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے مہرو......اگر میں آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتی تو آپ ضرور شادی کرلیں۔ میں آپ کا پورا پورا ساتھ دوں گی۔" چاند کی روشنی میں مہروز نے اس کی آنکھوں میں واضح نمی دیکھی۔

"لیکن میں کیسے......"

"ایسے ہی جیسے مینا سے شادی کے بعد مجھ سے کی۔ ایسے ہی آپ کسی اور سے شادی کرلیں۔ مجھے آپ سے

کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔" اس نے آگے بڑھ کر مہروز کے لبوں کو ہاتھ رکھ دیا۔ مہروز نے اس کے ہاتھ تھام کر محبت سے چوم لیے پھر چاند کی روشنی ہی ان کی محبت کی گواہ بنی تھی۔ محبت کے رنگ پھر سے بکھرنے لگے تھے رشنا کو تو یہی لگا تھا۔ وہ مہروز کے سینے سے لگ گئی اور اسے لگا کہ جیسے اس کی سالوں کی تھکاوٹ اتر گئی ہو۔ اس نے رشنا کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

❁......❁......❁

"بابا...... اٹھ جائیں، ناشتہ کرلیں۔" اگلی صبح اس نے آنکھوں پہ رکھا بابا کا بازو ہٹایا۔

"بابا......" اس نے دوبارہ ان کو پکارا تو دل بے قابو ہوا۔

"بابا......" گھٹی گھٹی آواز سے اس نے ایک بار پھر بابا کو پکارا، مگر اسے احساس ہوا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر آئے، بابا اب اس کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ بس زندگی کے آخری ایام میں اس سے ملنے آئے تھے۔ جنازہ اٹھا تو روتے ہوئے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ ہوش آیا تو بابا ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے جا چکے تھے۔

اس رات نیم بے ہوشی کی حالت میں اس کی آنکھ کھلی جب کمرے میں مدہم روشنی میں اس نے مہروز کو تلاشنا چاہا مگر بستر خالی تھا۔ جب ہی کسی کی سرگوشی کی آواز کان میں پڑی تو وہ چونکی۔ حواس ایک دم بحال ہونے لگے تھے۔

"یااللہ، میں بندہ ناچیز تیری آزمائش کے قابل نہیں لیکن اگر تو نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا ہے تو میری مدد فرما...... اولاد کی خواہش ہر انسان کو ہوتی ہے مگر میں اندیشہ میں ہوں کہ کہیں اولاد کی خاطر میں رشنا کو کھو نہ بیٹھوں۔ یہ معاملہ میری سمجھ سے باہر ہوتا جا رہا ہے، میری مدد فرما، مجھے بہتر فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔" اس کے بعد مدہم سسکیوں کی آواز پر اس نے تھوڑا سا سر اٹھا کر دیکھا تو مہروز اللہ کے آگے سجدہ ریز تھا۔ ایک فیصلہ لیتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

❁......❁......❁

"تائی اماں۔" اگلی شام وہ تائی اماں کے بال سلجھا رہی تھی آنکھوں میں نمی اور لبوں پر تبسم تھا۔

"ہم مہروز کے لیے کوئی دلہن ڈھونڈ لیتے ہیں تاکہ یہ آنگن بچوں کی قلقاریوں سے گونج اٹھے۔" اس کی بات سن کر تائی اماں خاموش رہیں۔

"دیکھیں ناں...... صحن کی مٹی جوں کی توں پڑی رہتی ہے۔ یہ بچے ہوتے ہیں جو مٹی سے کھیل کر مٹی کی ترتیب اتھل پتھل کر دیتے ہیں۔" اس نے یاسیت سے مٹی کے کچے صحن کو دیکھا۔ آنکھوں میں حسرت عیاں تھی۔ تائی اماں کے سر کا مساج کرتے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے۔

"ہاں لیکن......" وہ خود بھی یہ بات سوچتی تھیں لیکن لبوں پر لانے کی ہمت نہ تھی۔ نجانے کس دل سے اس نے یہ بات کہی تھی۔ دل نے کبھی اپنی محبت تقسیم نہ کرنا چاہی مگر یہ دوسری بار تھا جب مہروز اس سے دور ہو رہا تھا۔

"شاید ہمیشہ کے لیے وہ مجھ سے دور ہو جائے یا شاید یہ میرا وہم ہی ہو۔" اس نے سر جھٹکا۔

تائی اماں کو راضی کرنا حقیقت میں مہروز کو منانے کے برابر تھا جلد ہی اس گھر میں ایک بار پھر شادی کے شادیانے بج اٹھے تھے۔ اپنے ہی شوہر کی خوشی کی خاطر اس نے خود کو قربان کر دیا تھا۔

"کیا میں نے یہ سب ٹھیک کیا؟" دلہن کو کمرے میں لے جاتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ کانپے مگر لبوں پر بجی مسکراہٹ کو کم نہیں کیا۔ دل کی حالت کس پر عیاں تھی۔

❁......❁......❁

پاریہ ایک اچھی لڑکی تھی جو چند ہی دنوں میں اس سے کافی گھل مل گئی تھی۔ گھر کے کام کاج میں بھی وہ اس کی بہت مدد کیا کرتی تھی۔

"بیٹا......" صحن میں بڑے سے نیم کے شجر تلے تائی

اماں اور مہروز بیٹھے تھے جب اچانک نلکا چلاتے اس کے ہاتھ رکے۔

”بیٹا...... رشنا بھی تیری بیوی ہے، جتنا حق ماریہ کا تجھ پر ہے، برابر کا رشنا کا بھی ہے۔ کچھ وقت اسے بھی دیا کر میرے لال۔“ ماریہ کی محبت، مہروز کو اپنا اسیر بنا رہی تھی۔

”میں جانتا ہوں اماں لیکن ماریہ نئی نویلی دلہن ہے لہٰذا اس کو وقت دینا چاہیے اور چونکہ وہ یہاں نئی ہے، یہاں سیٹ ہونے میں اسے کچھ وقت تو لگے گا ہی ناں۔“ مہروز کی بات سن کر اس کے لبوں پر ایک زخمی مسکراہٹ آئی۔

”ہاں لیکن اس کی قربانیوں کو مت بھولنا۔ بہت صبر والی ہے میری بچی۔“ تائی اماں کی بات سن کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔

”جب زندگی آم کے پیڑ پر لگے کچے پھل کی طرح آزمائشوں سے بھری ہو تو ناشکری کیسے کی جا سکتی ہے؟“ کروٹ لیتے ہوئے اس نے ایک بار پھر مہروز کی بے وفائی یاد کی۔

”مگر یہ بے وفائی نہیں، کم ہمتی ہے، یقیناً ماریہ کی موجودگی اسے میرے پاس آنے سے روکتی ہے، ایسے ہی جیسے چند سال پہلے تائی اماں کی موجودگی میں وہ میری محبت سے آنکھیں چرا کر اپنی ماں کی باتوں میں آ گیا تھا۔“

محبت چیز ہی ایسی ہے جو کبھی محبوب کی بے وفائی کو کم ہمتی تو کبھی نادانی سمجھ کر محبوب کو ہر الزام سے بری کر دیتی ہے کیونکہ محبت آم کے شجر کی مانند گھنی اور روح کے زخم مندمل کر دینے والی ہے۔

❁......❁......❁
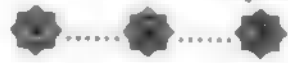
وقت مزید سرکا، ماریہ کے ہاں ایک خوب صورت بچی کی پیدائش گھر بھر میں خوشیاں لے آئی تھی۔ مہروز نے بہت خوب صورت سونے کی چوڑیاں ماریہ کو تحفے میں دی تھیں۔ رشنا کو اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ اسے بس اس گھر کی خوشیاں عزیز تھیں۔ اپنی ذات تو وہ کب کی دفن کر بیٹھی تھی اور اب پورے گھر کی ذمہ داریوں میں اس پر ایک ذمہ داری مزید بڑھ گئی تھی۔

”ماشاء اللہ، بہت خوب صورت ہے یہ۔“ جیسے ہی رشنا نے ننھی پری کو گود میں لیا، بے ساختہ ”ماشاء اللہ“ کہا تھا۔ اپنی خوشی اور نیک نیتی میں وہ ماریہ کی شکن آلود پیشانی دیکھ نہ پائی تھی۔ تائی اماں کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ تو اس کو دعائیں دیتے نہ تھکتی تھیں۔

”اس کا نام دعا رکھ دیتے ہیں۔“ ننھی گڑیا کو ہاتھوں میں لیے وہ بے پناہ خوش تھی۔

”نہیں اس کا نام مجھے ستارہ رکھنا ہے۔“ فوراً ہی ماریہ نے خشک لہجے میں کہا تو کمرے میں موجود ہر شخص خاموش ہو گیا۔

”ماریہ......“ مہروز نے اسے گھرکا۔

”کوئی بات نہیں، ہم اس کو ماما کی پسند کا نام دیتے ہیں کیوں ستارہ۔“ اس نے مسکراتے ہوئے بات ختم کی مگر مہروز اور اماں کے ساتھ حرا نے بھی رشنا کے ساتھ اس کا خشک رویہ محسوس کر لیا تھا۔

”رشنا۔“ ستارہ کے لیے کھچڑی بناتے اس کے ہاتھ رکے، دن بدن رشنا سے اس کا رویہ بگڑتا جا رہا تھا۔ وہ ستارہ کو کبھی بھی رشنا کے حوالے نہ کرتی تھی۔ تائی اماں اور مہروز کی موجودگی میں تو اکثر رشنا کاموں میں ہی مصروف رہتی تھی۔

”بولو ماریہ۔“ اس نے پلٹتے ہوئے کہا۔

”آپ شاید اشاروں کی زبان نہیں سمجھتیں، اسی لیے آج میں آپ کو اپنی ستارہ سے دور رہنے کا کہوں گی۔“ بے ساختہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”لیکن کیوں؟ میں بہت پیار کرتی ہوں ستارہ سے۔ وہ میری بھی بیٹی ہے۔ اس کی سیاہ آنکھیں مجھ پر گئی ہیں۔“ مدہم لہجے میں اس نے جواب دیا۔

”وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں۔“ وہ بھول گئی کہ رشنا ہی اسے اپنے شوہر سے بیاہ کر لائی

تھی۔ بدتمیزی کی تمام حدیں اس نے پار کردی تھیں۔

"پلیز ایسا مت کرو، ستارہ کو مجھ سے دور مت کرو۔" وہ رو دینے کو تھی مگر سامنے ایک سخت دل عورت کھڑی تھی۔

"پہلے مہروز تم سے دور ہوا۔ بہت محبت کرتا تھا ناں وہ تم سے، لیکن دیکھو کیسے میں نے اسے اپنی محبت کی زنجیروں میں باندھا کہ وہ تمہارے پاس بھی نہیں آتا۔" رشنا کو اس کی ہنسی بہت مکروہ لگی۔

"مہروز کو تم سے چھیننے کے بعد اب ستارہ کو بھی میں تم سے دور کردوں گی۔ دیکھنا تم۔" یہ کہہ کر وہ کچن سے چلی گئی، پھکڑی کو پھکار لگاتے ہوئے اسے محسوس ہوا کہ گرم تمی کے چھینٹے اس کے دل پر گرے ہوں۔

وہ ہمیشہ صابرین میں رہنا چاہتی تھی، لہٰذا کسی کو جواب دینا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا اور وہ جانتی تھی کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

"لیکن کیا مہروز میری محبت کو سمجھتے نہیں ہیں یا ماریہ کی محبت ان کے وجود میں رچ بس گئی ہے؟" رات بستر پر لیٹتے اس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوچا۔

"شاید اللہ مجھے وہ سب عطا کردے، جس کی مجھے خواہش ہے۔" آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"مہروز......" اگلی شام وہ گھر سے نکلنے ہی لگا تھا جب رشنا نے اسے روکا، ایک نظر سادہ سی رشنا پر ڈالی، ماریہ ان دونوں کے بیچ میں کیا آئی، رشنا کو اپنی محبت کی اڑان بے رنگ لگنے لگی تھی۔ اسے لگتا کہ جیسے کوئی بے رنگ مور اپنے بدصورت پاؤں پر کھڑا ناچ رہا ہو۔

"ہاں بولو۔" وہ جیسے بہت جلدی میں تھا۔

"تائی اماں کی دوا ختم ہوگئی ہے، آتے ہوئے لیتے آیئے گا۔" کہہ کر وہ اس کی نگاہوں سے دور ہوئی، وقت گزرنے کے ساتھ اسے مہروز کی بے توجہی نے خود سے غافل کردیا تھا۔ بہت خاموشی سے وہ ان دونوں کے بیچ سے ہٹ گئی تھی۔ اسے اولاد کی خواہش نے اپنی ہی محبت سے دور کردیا تھا۔

"مہروز کی توجہ حاصل کرنے کے لیے تمہیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔" تائی اماں نے گلے سے لگا کر اس کے وجود کی ویرانیوں کو ڈھانپا۔

"نہیں اماں، اب مزید نہیں، مجھ میں حوصلہ نہیں کہ ایک بار پھر مہروز کی محبت پانے کے لیے......"

"میری بچی، تو ماریہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔" وہ تڑپ اٹھیں۔

"میں اسے اولاد نہیں دے سکتی۔" وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

"یہ اللہ کی مرضی ہے۔ اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔" تائی اماں نے سمجھایا۔

"محبت کا رنگ پھیکا کیسے پڑ سکتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بیٹا، مرد کو محبت کے ساتھ اولاد بھی چاہیے ہوتی ہے لیکن ماریہ کا جادو زیادہ عرصہ چلنے کا نہیں، جلد ہی اسے تیری محبت کی قیمت کا احساس ہو جائے گا۔" تائی اماں اور بھی نجانے کیا کیا کہتی رہیں مگر اسے بس اپنی بے بسی ہی نظر آرہی تھی۔

"دیکھنا، بہت جلد تیری قربانیاں رنگ لائیں گی۔" تائی اماں نے کہا تو اس نے بے دردی سے آنسو پونچھ لیے تھے۔

❁......❁......❁

دس سال کا عرصہ بہت تیزی سے گزرا گیا تھا۔ تائی اماں کا لاغر وجود کب کا منوں مٹی تلے جا سویا تھا۔ آج بھی اس بڑے سے کچے صحن کا منظر ذرا سی تبدیلیوں کے بعد ویسا ہی تھا۔ مٹی سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو ماحول کو معطر بنائے ہوئے تھی۔ تین چار پائیاں ایک قطار میں بچھی تھیں۔

"ستارہ......" اس نے صحن میں دوڑتی ہوئی ستارہ کو پکارا۔

"جی مما......" گلابی فراک میں ملبوس ستارہ نے اسے جواب دیا۔

"بیٹا یہ جوس پی لو۔" دن بھر کا تھکا ہارا سورج اپنے ٹھکانے کی جانب گامزن تھا۔ اس نے فالسہ کا شربت بنایا تھا۔

"بس آئی مما۔" ستارہ نے اپنی اونچی پونی ٹیل ہلاتے ہوئے سارے چوزے ڈربے میں بند کیے، ٹھنڈا ٹھار شربت پینے کے بعد اسے قلبی سکون ملا تھا۔

"مما! آج بابا ابھی تک نہیں آئے۔" اپنی گہری سیاہ آنکھیں گھماتے ہوئے اس نے رشنا سے پوچھا۔

"آ گئے بابا۔" رشنا کے جواب دینے سے پہلے ہی، مہروز دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔

"بابا......" وہ مسکراتی ہوئی بابا سے لگ گئی۔ اس نے جی بھر کے اسے پیار کیا، رشنا اس کے لیے بھی ٹھنڈا ٹھار جوس لے آئی، خاموشی سے گلاس اسے تھما کر وہ دوسری چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"ماریہ کیسی ہے؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس نے پوچھا، کبھی بھی اس کا دل رقابت کی آگ میں نہیں جلا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" محض اسے ٹالتے ہوئے اس نے ہلکا سا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"بابا، یہ دیکھیں، آج میں نے اپنی گڑیا کے لیے یہ لہنگا بنایا ہے، کیسا ہے یہ؟" ستارہ اپنی آج کی مصروفیات کے بارے میں باپ کو بتانے لگی جبکہ وہ خاموشی سے اٹھ کر کچن میں آ گئی، باپ بیٹی دونوں ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔

زندگی سات سروں والا ایک گٹار ہے، جو اپنی ہی دھن پر بجتا ہے۔ اس کا صبر اور سب سے بڑھ کر اللہ کی ذات پر اس کا پختہ ایمان ہی آج اسے اس مقام پر لے آیا تھا کہ اللہ نے نہ صرف اسے اس کا شوہر بلکہ اولاد بھی اسے عطا کر دی تھی۔ ماریہ کو اس کی ناشکری کی سزا ملی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی فرمائشیں اور اخراجات اتنے بڑھ گئے تھے کہ ایک دن مہروز نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"کیا مطلب مہروز...... گرمیوں میں ہر کوئی اپنی ضرورت کے مطابق کپڑے بنانا ہے اور پھر یہ میرا حق بھی ہے۔" مہروز نے اسے "فضول خرچی" سے روکا تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔ بات بڑھتے بڑھتے جھگڑے تک پہنچ گئی اور ماریہ ستارہ کو لے کر اپنے میکے جا بیٹھی۔ مہروز تو ویسے ہی اس کے رشنا کے ساتھ غلط رویے سے اکتانے لگا تھا، وہ جب بھی رشنا سے بات کرتا، وہ بیچ میں آ جاتی اور پھر دھیرے دھیرے مہروز کی آنکھوں میں صرف رشنا کی پرانی محبت کی یادیں آنے لگیں۔ تائی اماں کے کہنے پر بھی وہ اسے لینے نہ گیا۔ ایک روز خلع کے کاغذات ماریہ نے مہروز کو بھیج دیے۔ اس نے تڑپ کا پتا پھینکا تھا۔

"یا میرے اللہ۔" تائی اماں تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔ مہروز بہت غصے میں گھر سے نکلنے لگا تھا۔

"مہروز......" جب ہی رشنا نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔

"ماریہ ناسمجھ ہے۔ خدارا آرام سے بات کیجیے گا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر واویلا نہیں کرتے، مسئلوں کو سلجھایا بھی جا سکتا ہے۔"

"اگر میں کہوں کہ اس نے مجھے تمہیں طلاق دینے کی بات کی تھی۔"

"کیا مجھے۔" اس کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"اس کی بات نہ ماننے پر وہ مجھ سے کئی دن سے خفا تھی۔ اس نے فساد برپا کر دیا تھا۔ اس نے جھگڑا کرنا شروع کر دیا تو کیا یہ سب جان کر بھی تم اسی کی طرف داری کرو گی۔" رشنا صدمے کی کیفیت میں گھری کھڑی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"ہاں پھر بھی میں آپ کو آپ کا گھر برباد نہیں کرنے دوں گی۔" دھیرے سے کہتے ہوئے وہ مسکرا دی تھی۔

"اللہ کے واسطے، کبھی تو اپنا حق دوسروں کو نا دیا کرو۔" ایک جھٹکے سے رشنا سے اپنا بازو چھڑا کر وہ گھر سے چلا گیا تھا۔ آج سے پہلے کبھی مہروز نے اتنے غصے سے اس سے بات نہیں کی تھی۔ وہ تائی اماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہاں ماریہ اور مہروز کے درمیان کیا بات ہوئی مگر تلخ کلامی ضرور ہوئی تھی اور نوبت

یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ماریہ نے خود کو ختم کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے مہروز کو کمزور کرنا چاہا۔ وہ ابھی بھی رشنا کے لیے اپنے دل میں حسد لیے بیٹھی تھی۔ اس نے اپنی بات کو جلد ہی عملی جامہ پہنا دیا اور رقابت کی آگ میں جلتے ہوئے پاس رکھی ہوئی شیشے کی بوتل اس نے اپنے سر پہ دے ماری تھی۔

❋......❋......❋

ماریہ کی ماں اور مہروز سکتے میں رہ گئے تھے۔ اس کے دل میں کدورت بھری ہوئی تھی۔ نو سال گزر جانے کے بعد، آج تک وہ کومہ میں تھی اور جب سے ہی اسپتال میں ہی اس کا علاج جاری تھا۔ مہروز اکثر ہی اس کا حال احوال پوچھنے اس کی ماں کے پاس اور پھر اسپتال جایا کرتا تھا اور یوں رشنا کو اپنے رب کی جانب سے صبر کا پھل مل گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کچن کی کھڑکی سے باہر ہنستے مسکراتے مہروز اور ستارہ کو دیکھا، اسی لمحے مہروز نے بھی اسے دیکھا اور اس کی جانب چلا آیا۔

"محبت کی پاسداری بہت ضروری ہوتی ہے رشنا، بصورت دیگر محبت ماضی کی ہواؤں کے سنگ دور کہیں کائنات میں غائب ہو جاتی ہے اور کسی لمحے مجھے احساس نہیں ہوا کہ تم نے مجھے استعمال کرنا چاہا ہو، ہر لمحہ مجھے سمجھا اور سمجھایا۔ خود اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر......"

"میں قناعت پسند ہوں مہرو۔" چاول چنتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر رشنا نے پیچھے مڑ کر مہروز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"جانتا ہوں جناب۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے معاف کر دو رشنا، تمہاری ثابت قدمی نے آج مجھے احساس دلایا ہے کہ جہاں تمہارے حق کی بات ہوتی تھی، جہاں مجھے تمہارے لیے بولنا چاہیے تھا، میں وہیں خاموش ہو جایا کرتا تھا۔" مسکراتے لب ایک دم سکڑ گئے تھے۔

"میں نے اللہ سے جو چاہا، مجھے وہ عطا کر دیا گیا، اب مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔"

"رشنا......" مہروز نے اسے پکارا۔

"ماریہ کو ہوش آ گیا ہے۔ ڈاکٹر اسے کل تک ڈسچارج کر دیں گے۔" مہروز کی بات سن کر اسے لگا کہ جیسے اچانک وہ دہکتی آگ میں گر گئی ہو اور اس کے چاروں جانب آگ کی دیوار کسی نے کھڑی کر دی ہوں۔

"مہروز میں ستارہ کو......" وسوسے ناگ بن کر ڈسنے لگے تھے۔

"ہاں میری جان، ستارہ اب تمہاری بیٹی ہے۔ تم پریشان نہ ہو، میں ماریہ کی امی سے بات کر چکا ہوں۔" اس کی سانس میں سانس آئی۔

"یا اللہ، اب مزید کسی آزمائش کی مجھ میں سکت نہیں۔" دل ہی دل میں وہ اللہ سے دعا کرنے لگی تھی۔

"ادھر باہر چلو میرے ساتھ۔" رشنا کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔ وہ اسے سہارا دیتے ہوئے باہر لے آیا۔

"ستارہ بیٹا، مما کے لیے پانی لے کر آؤ جلدی سے۔" ستارہ ماں کی خراب حالت دیکھ کر پریشان ہوئی اور کولر سے اس کے لیے پانی لینے بھاگی۔

"مما پانی۔" ماں کو پانی پلا کر وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"پریشان نہ ہو بیٹا، بس گرمی کی وجہ سے تمہاری ماما کا بلڈ پریشر تھوڑا لو ہو گیا ہے۔" ستارہ کا پریشان چہرہ دیکھ کر اس نے خود کو سنبھالا۔

"اگر ماریہ، ستارہ کو مجھ سے لینا بھی چاہے تو ستارہ کبھی بھی اس کے ساتھ جانا پسند نہیں کرے گی۔" اس نے بھینچ کر ستارہ کو ساتھ لگایا، اگلے کئی روز تک وہ پریشان رہی مگر ماریہ ان کے ہاں نہ آئی۔

"اولاد کو کھو دینے کا احساس بہت جان لیوا ہوتا ہے۔" اس نے سوچا۔

"اور ماریہ...... ماریہ کیسے اپنی اولاد کے بغیر رہے گی۔ ... عورت جس نے نو ماہ اپنی اولاد کو اپنی کوکھ میں سنبھال کر رکھا ہو، کیسے اس سے کنارہ کر سکتی ہے۔" اسی شام

ماریہ اپنی ماں کے ہمراہ ان کے ہاں آئی مگر وہ مطمئن تھی۔ وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ آنکھوں میں ندامت کی سرخیاں تھیں۔ تب ہی رشنا نے ایک فیصلہ کیا۔

"ماریہ آپ کے عقد میں ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو اسے اس گھر میں جگہ دے دیں پھر اس کی بیٹی بھی اس گھر میں موجود ہے۔ آج ہی آنٹی سے بات کرلیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔" اس نے مہروز سے کہا تو وہ کاٹ کھانے والی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ خاموش رہی، ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی مہروز نے اس سے کوئی بات نہ کی، وہ پریشان اور خدشات کے ساتھ سارے گھر میں پھرتی رہی۔

"مہروز...... آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں؟ میں نے انسانیت کے تحت اور ماریہ سے بھلائی کے ناتے ہی یہ بات کہی تھی۔" سیاہ آسمان پر جھلملاتے ستاروں کو دیکھتے ہوئے وہ سوچوں میں گم تھا جب اچانک وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"ماریہ اب میرے نکاح میں نہیں ہے رشنا۔"

"کیا......؟" وہ گنگ رہ گئی۔

"پریشان نا ہو۔ تمہاری پریشانی مجھے کمزور کردیتی ہے۔" یہ کیسا انداز تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ماریہ کو میں نے نو سال پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔ اسی روز جب اس نے میرے سامنے دو ہی آپشن رکھے تھے۔ ایک ہی صورت میں وہ میرے ساتھ چلنے کے لیے راضی تھی کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔" اس نے رشنا کے ہاتھ تھامے۔

"میں کیسے تمہارے بنا رہ سکتا ہوں، میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں رشنا۔ تم نے مجھے حقیقی معنوں میں محبت نبھانا سکھائی ہے۔" اس نے مان سے اس کے ہاتھ دبائے۔

"وہ آج یہاں اپنی ماں کے ساتھ ستارہ کو ہی لینے آئی تھی۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، رشنا نے ایک نظر گہری نیند میں سوئی ہوئی ستارہ پر ڈالی۔

"پھر......"

"پھر یہ کہ اسے خوش باش اور مطمئن دیکھ کر وہ خاموشی سے لوٹ گئی، اسے خالی ہاتھ ہی رہنا ہے۔ اسے اپنی خود غرضی کی سزا ملی ہے اور اب ہمیشہ تڑپنا ہی اس کا مقدر ہے۔" رشنا کو لگا کہ آج صحیح معنوں میں اس کی دعائیں بر آئی تھیں۔

"کیا ایسا بھی ہوتا ہے؟" اس نے جیسے تھک کر ساتھ بیٹھے مہروز کے سینے پر اپنا سر ٹکایا۔ ان کی محبت کے درمیان اب کوئی بھی نہ تھا۔

وہ ہمیشہ محبت کے معاملے میں بہت کمزور ثابت ہوئی تھی۔ محبت اسے ملتی ہی نہ تھی۔ وہ ماہی بے آب کی مانند تڑپتی تھی، مگر کبھی بھی اس نے محبت کو مذاق نہ سمجھا تھا کیوں کہ اسے یقین تھا۔

محبت کی کامیابی پر
اپنی یقین کی سچائی پر

اپنی نیک نیتی اور بے ریا جذبوں کو کبھی اس نے غلط سمت جانے ہی نہ دیا تھا۔ وہ مستقل مزاج تھی۔ مستقل مزاجی سے تڑپتے رہنا پسند کرتی مگر کبھی محبوب پہ الزام نہ دیا کہ وہ باوفا عورت تھی۔

"اپنی وفا کے صدقے بارہا محبوب کی نادانیوں کو بخش کر، ایک دن محبت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔" اس نے مطمئن انداز میں سوچا، دور کہیں سیاہ فلک پر ملن کا ستارہ بہت زور سے ٹمٹمایا تھا۔

خوشیوں کی زنجیر

سلمیٰ غزل

افسردگی کے ہاتھوں جل جل تھک گئے ہیں
اے دل ذرا ٹھہر! ہم چل چل کے تھک گئے ہیں
جیسے کہ بے یقینی تعبیر ہو چکی ہو
ہم اہلِ خواب آنکھیں مل مل کے تھک گئے ہیں

میری زندگی بڑی سادہ اور خوشیوں سے بھرپور تھی، ہم دو بہنیں اور ایک بھائی بھر چاہنے والے اور اولاد پر جان چھڑکنے والے ماں باپ۔ ویسے تو دنیا کے سارے ماں باپ اپنی اولاد کو چاہتے ہیں لیکن ہمارے امی ابو عام ماں باپ سے مختلف تھے اور ہم دونوں بہنوں میں تو جیسے ابو کی جان تھی زندگی میں کوئی بہت زیادہ آسائش نہیں تھی تو کوئی کمی بھی نہیں تھی، میں دونوں بہن بھائی سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے سب کی محبت کا محور تھی خاص طور پر باجی مجھ سے بے تحاشہ محبت کرتی تھیں وہ "ایم ایس سی" کے فائنل میں تھیں اور میری "بی ایس سی" کی ابتدا ہوئی تھی۔ کاشف بھی ابلاغ عامہ میں ماسٹرز کر رہے تھے اردو ادب سے مجھے خصوصی لگاؤ تھا بچپن ہی سے لکھنے لکھانے کا رجحان تھا اور میرے مضامین مختلف رسائل میں چھپتے بھی رہتے تھے جس پر میرے ابو سب سے زیادہ خوش ہوتے تھے۔ اکثر لوگ حیران ہو کر کہہ بھی دیتے تھے کہ "سائنس کی اسٹوڈنٹ" اور اردو ادب سے لگاؤ۔ اس مشترکہ لگاؤ کی وجہ سے میری کاشف سے کافی دوستی ہوگئی تھی جو جانے کب محبت میں ڈھل گئی لیکن ہم نے کبھی ایک دوسرے سے کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی لیکن ہماری نگاہیں جانتی تھیں کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ کاشف ایک میگزین سے وابستہ تھے جو انہوں نے ایک دوست کی شراکت میں مل کر نکالا تھا ایک بار اپنی ایک نظم ترنم سے میں نے اسٹیج پر پڑھی جس پر مجھے کافی داد ملی بعد میں کاشف نے میرے پاس آ کر دھیرے سے کہا۔

"عرشیہ اس نظم کی میرے میگزین کو ضرورت ہے۔" صبح سب سے پہلے یہ نظم میں میگزین کے لیے پوسٹ کردی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب بجیا نے "ایم ایس سی" کرلیا تھا اور رزلٹ آنے میں ابھی دیر تھی اس لیے امی بجیا کو ایک سگھڑ لڑکی بنانے میں مصروف ہوگئیں کیونکہ سادگی، فرماں برداری اور اطاعت بجیا کی سرشت میں تھی۔ ان میں ایک مشرقی لڑکی کی تمام خوبیاں موجود تھیں اور وہ مجھ سے بھی زیادہ پیاری تھیں، بجیا کا سارا وقت اب کچن میں گزرتا تھا اور میرے اور بھائی جان کے مزے آ گئے تھے کہ دسترخوان پر روزانہ ہی انواع واقسام کے کھانے ہوتے اور اکثر ابو مذاق میں یہ کہتے تھے۔

"یار اس ماہ لگتا ہے میری بیٹی ضوفشاں میرا بجٹ ہی آؤٹ کردے گی اور میرا وزن بھی بڑھ جائے گا۔" بجیا مجھ سے پانچ سال بڑی تھیں مگر بچوں کی طرح میرا خیال کرتی تھیں جس کا میں خوب فائدہ اٹھاتی تھی وہ جتنی سنجیدہ اور کم

گو تھیں میں اس قدر شوخ، چنچل اور باتونی، میری کہانیاں میگزین میں چھپتیں تو سب بے حد خوش ہوتے سوائے امی کے۔

”بھلا بتاؤ لوٹھا کی لوٹھا ہوگئی ہے مگر بچی بنی رہتی ہے، کل کو پرائے گھر جائے گی تو یہ کہانیاں نہ کھانا پکائیں گی نہ سی کر پہنائیں گی۔“

”[illegible] باد“ میں شوخی سے کہتی ”ٹیلر ماسٹر پائندہ باد۔ امی آپ کیوں فکر کرتی ہیں میں نوکر رکھ لوں گی کسی غریب کا بھلا ہی ہوجائے گا۔“ اور امی کا پارہ آسمان پر چڑھ جاتا ایسے میں باجی حوصلہ افزائی کرتیں۔

”دیکھنا امی ایک دن عرشیہ دنیائے ادب پر راج کرے گی چاند بن کر چمکے گی۔ اوج ثریا پر پہنچے گی۔“

❁ ..... ❁ ..... ❁

ابو کے ایک دوست کے بیٹے کی شادی میں ہم سب مدعو تھے وہیں ابو کے ایک اور دوست کے بیٹے نے بجیا کو پسند کرلیا میں ان سے پہلے بھی کئی مرتبہ مل چکی تھیں لیکن بجیا کو انہوں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا وہ مجھے چھوٹی بہن کا درجہ دیتے تھے۔ مجھے تنہا دیکھ کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آئے تھے۔

”عرشیہ اگر میں تمہارا سچ مچ کا بھائی بن جاؤں تو......“

”کیا مطلب ہے ضرغام بھائی۔“ میں واقعی نہیں سمجھی تھی۔

”ہاں...... بالکل ہی کہہ رہا ہوں میں تمہاری بہن ضوفشاں کے لیے اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے تمہاری بہن کی اپنے بارے میں رائے جاننا بھی ضروری ہے۔“ وہ بے تابی سے بولے۔

”ضرغام بھائی یہ اچانک......؟“ میں حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

”بس میں پہلی نظر میں ہی گھائل ہوگیا ہوں یقین کرو اور برا بھی مت ماننا تمہاری بہن نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔ پتا نہیں ضوفشاں کو دیکھ کر میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہے میں بتا نہیں سکتا شاید پہلی نظر کی محبت اس کو کہتے

ہیں؟'' ضرغام بھائی بے بسی سے بولے تو مجھے ہنسی آ گئی۔

''اور اس کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟'' میں نے شوخی سے کہا تو ہنس پڑے۔

''جو میری بہن مانگے۔'' انہوں نے ایک جذبے کے عالم میں کہا تو مسکراہٹ میرے لبوں کو چھونے لگی بجیا سے تو نہیں لیکن امی اور بھائی کو میں نے بتایا تو وہ دونوں ہی بہت خوش ہوئے کہ ضرغام بھائی سب کو ہی پسند تھے خوش مزاج، خوش اخلاق اور خوب صورت، ابو کے اس خاندان سے پرانے تعلقات تھے مگر ضرغام بھائی پڑھائی کی وجہ سے یونیورسٹی لاہور میں پڑھ رہے تھے اس لیے ہم لوگوں کی کم ہی ملاقات ہوتی تھی ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے عام چھورے لوگوں کی طرح بجیا سے براہ راست بات نہیں کی کیونکہ بجیا تنہائی پسند اور خاموش طبع تھیں دوسرے ہمارے گھر کا ماحول بھی کھلا ڈلا نہ تھا اس لیے وہ بجیا کو صحیح اور جائز طریقے سے اپنانا چاہتے تھے ان ہی دنوں بجیا کے لیے ذیشان بھائی کا بھی رشتہ آ گیا جو ایک دور کے رشتہ دار کے بیٹے تھے دونوں میں کوئی خاص فرق نہ تھا خوب صورت اور مالی طور پر مستحکم، ابو کو دونوں رشتے پسند تھے لیکن قرعہ فال ذیشان بھائی کے نام نکلا حالانکہ ہم سب کا ووٹ ضرغام بھائی کے لیے تھا لیکن ابو کی وہی روایتی سوچ۔

''خاندان کا بچہ ہے پھر ضرغام آرائیں ہے اور ہم جاٹ اس لیے رشتہ برادری سے باہر نہیں ہو سکتا۔'' امی بھائی اور میں نے بہت سمجھایا کہ دنیا بدل گئی آپ ابھی تک برادریوں کے حصار سے باہر نہیں نکلے، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غلام تھے ان کی شادی اپنے خاندان میں کروی تھی مگر ہم مسلمانوں کی یہ خاص سوچ ہے کہ اپنے مطلب کے لیے ہمیں قرآن کا حوالہ اور حدیث وغیرہ سب یاد آ جاتا ہے لیکن جہاں ہمارا ارادہ نہ ہو ہم اسلام کے تمام اقوال زریں بھول جاتے ہیں مگر ابو کا فیصلہ اٹل تھا اور بجیا کو کوئی فرق نہیں پڑا کہ ان کے لیے تو دونوں رشتے برابر تھے مگر ضرغام بھائی ایک دم میرے سامنے آ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

''مجھے معلوم ہے انکل کے علاوہ سب نے میرا ساتھ دیا مگر میری قسمت ہی خراب تھی اور ذیشان کا ستارہ عروج پر کہ اس کو ضوفشاں جیسا ہیرا مل گیا۔'' پھر ضرغام بھائی نے اپنا ٹرانسفر کسی اور شہر کروا لیا، والدین بھی ساتھ ہی چلے گئے کہ وہ اکلوتے بیٹے تھے۔ بجیا ذیشان بھائی کے ساتھ بہت خوش تھیں اور ان کو خوش دیکھ کر ہم سب بھی مطمئن تھے کیونکہ ذیشان بھائی بجیا کو بے انتہا چاہتے تھے مگر ہماری خوشیوں کی عمر بہت کم تھی۔ بجیا ذیشان بھائی کے ساتھ ان دنوں گھر آئی ہوئی تھیں ابو اور ذیشان بھائی جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد چلے گئے بھائی جان بخار کی وجہ سے نہیں جا سکے شاید اس میں بھی اللہ کی مصلحت تھی، نماز کے دوران تخریب کاروں نے بم دھماکہ کر دیا اور میری ماں اور بہن ایک ساتھ بیوہ ہو گئیں، بڑا مشکل اور کٹھن وقت تھا دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر گھنٹوں روتیں کہ دونوں کا غم سانجھا تھا، گھر کا ماحول آسیبی ہو گیا تھا جہاں ہر کوئی ڈرا، ڈرا اور سہما ہوا رہتا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں نے جانا کہ غم کیا ہوتا ہے، اپنوں کے بچھڑنے کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔ پانچ ماہ ایسے گزر گئے جیسے پانچ صدیاں، بھائی جان کا ابو کی زندگی میں ہی باہر یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا تھا مگر اب وہ جانے کے لیے تیار نہیں تھے مگر جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ان کا خواب تھا وہیں ابو کی آرزو بھی ہم سب نے روتی آنکھوں سے انہیں باہر جانے پر مجبور کر دیا اور گھر میں ہم تینوں خواتین ایک دوسرے کا غم بانٹنے کے لیے تنہا رہ گئے، میں سمجھتی تھی کہ اب طوفان کے بعد ٹھہراؤ آ رہا ہے مگر میں نہیں جانتی تھی کہ یہ خاموشی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہے امی اپنا اور بیٹی کا صدمہ برداشت نہ کر سکیں اور ایک دن ایسی سوئی کہ پھر اٹھ ہی نہ سکیں یہ صدمہ ایسا جان لیوا تھا کہ ہمارے آنسو بھی خشک ہو گئے اب میں تھی اور کمزور سا تو ان بجیا جو پہلے ہی کم بولتی تھیں اب تو جیسے انہوں نے چپ کا روزہ رکھ لیا تھا اور پھر مجھ جیسی کمزور کھلنڈری اور

شوخ لڑکی نے چولا اتار کر حوصلہ، ہمت، استقامت اور عزم کی چادر اوڑھ لی اور ایک آہنی چٹان بن گئی اور بیس برس کی لڑکی حالات کا مقابلہ کرنے لگی۔

ہمارا گھر کافی بڑا اور دو منزلہ تھا ابو کے مخلص دوستوں کی مدد سے ہم اوپر شفٹ ہو گئے اور نیچے کا گھر کرائے پر دے دیا اور اب میں نے خود کو ماں کی جگہ رکھ کر بجیا کے مستقبل کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا میرے افسانے اب المیہ ہونے لگے جس پر سب سے زیادہ تشویش کاشف کو تھی جبکہ میں ہمیشہ مزاحیہ اور طربیہ تحریریں لکھا کرتی تھی لیکن نہ اس نے پوچھا اور نہ میں بتا سکی کہ ایک سال میں ہمارے گھر پر کتنی قیامتیں گزر گئیں مگر میں جانتی تھی کہ کاشف تم میرے دل کی مسند پر سب سے اونچی جگہ براجمان ہو چکے ہو اور دل کے دروازے کسی اور پر نہ کھلنے کے لیے بند ہو چکے ہیں ہمارے گھر کا ماحول اتنا آزاد اور بے باک نہیں تھا کہ علی الاعلان اظہار محبت کر سکیں اس لیے روح کی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ تمہیں چاہنے کے باوجود میں تمہیں ایک لفظ بھی ایسا نہ کہہ سکی جو میرے جذبات اور احساسات کا ترجمان ہو ادھر تمہارا بھی وہی حال تھا حالانکہ موبائل پر دن میں کئی مرتبہ بات ہو جاتی تھی اب میں سوچتی ہوں کہ محبت کے سفر میں نگاہوں سے زیادہ اظہار کی اہمیت ہے تاکہ انسان ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جائے۔

❁......❁......❁
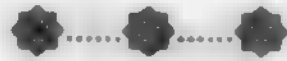
ان دنوں میں بجیا کی طرف سے سخت پریشان تھی وہ دن بہ دن قنوطی اور آرام بیزار ہوتی جا رہی تھیں اور اتنا پڑھ لکھ کر بھی وہ ملازمت کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں وہ گھنٹوں خالی بیٹھی خلاؤں میں جانے کیا تلاش کرتی رہتی تھیں انہوں نے خود کو ذیشان بھائی کی یادوں تک محدود کر لیا تھا وہ اپنے ماضی میں زندہ رہنا چاہتی تھیں میں نے کمیشن کا امتحان پاس کر کے کالج میں ملازمت کر لی تھی وہیں میری ملاقات طلال سے ہوئی بے حد سنجیدہ اور معتبر جن کی گفتگو میں تجربات کا نچوڑ تھا مجھ سے تقریباً بیس سال بڑے تھے لیکن میرے ساتھ ان کا انداز ہمیشہ مشفقانہ اور بردبار ہوتا تھا میری تحریروں پر مفید مشوروں کے ساتھ کڑی تنقید بھی کرتے تھے بالکل فرحان بھائی کی طرح، اسی طرح تعریف بھی بالکل ابو کی طرح حوصلہ افزا اور اصلاح سے بھرپور ہوتی تھی آہستہ آہستہ ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر میں نے انہیں اپنی زندگی کے ہر پہلو سے آگاہ کر دیا سوائے اپنے کاشف سے وابستگی کے یکطرفہ بھی ایک مخلص دوست، شفیق باپ، غمگسار بھائی اور محبت کرنے والی ماں کی طرح مجھے تسلی دینے لگے تب انہوں نے اپنی زندگی کے رخ سے بھی پردہ اٹھایا ان کی بیوی جو ان کی محبت بھی تھی دس سال پہلے دو کم عمر بیٹے چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئی ان کی بہت کم عمری میں شادی ہوئی تھی انہوں نے شادی کے بعد تعلیم مکمل کی تھی دونوں بیٹے اے لیول کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیرون ملک چلے گئے تھے دونوں کو باپ کی قربانیوں کا احساس تھا اس لیے وہ جانے کو تیار نہیں تھے اور کہہ کر گئے تھے کہ آپ شادی کر لیں ورنہ ہمیں وہاں بھی سکون نہیں ملے گا اور آپ کی فکر رہے گی یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگے۔

”بھلا بتاؤ اس عمر میں، میں شادی کرتا اچھا لگوں گا؟ انہوں بچوں کی خوشیاں دیکھنے کا انتظار ہے۔“

”کمال ہے۔“ میں نے کہا۔ ”کہیں سے بھی آپ عمر رسیدہ نہیں لگتے اتنے تو گریس فل ہیں۔ آپ کہیں تو میں کوشش کروں؟“ میں نے کہا تو ان کے لبوں پر ایک بزرگانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”بی بی میری چھوڑو اپنی فکر کرو، میں اپنی زندگی سے خوش ہوں۔“ تب میرے کے ذہن میں ایک خیال آیا جس نے پھر جڑ پکڑ لی خوشتاں باجی کے لیے طلال صاحب سے اچھا کوئی رشتہ ہو ہی نہیں سکتا تھا مگر باجی کو منانا کوئی آسان نہ تھا پھر سر طلال سے بات کرنا میں عجیب کشمکش کا شکار تھی اسی دوران چھٹیوں میں سر طلال کے دونوں بیٹے بھی پاکستان آ گئے بے حد شوخ، شریر لیکن مہذب اور شائستہ میرے لیے بہانہ بن گیا سب کو گھر

دعوت پر بلالیا باجی بھی گم صم اور خاموش خاموش سی دعوت میں شریک ہوئیں نبیل اور شرجیل نے مجھے خود ہی باجی کہنا شروع کردیا تھا اور اعلان کردیا تھا کہ ہماری کوئی بہن نہیں اس لیے آج سے آپ ہماری باجی، کھانے کے دوران اچانک نبیل نے گفتگو شروع کی۔

"باجی آپ ہمارے ابو کے لیے کوئی لڑکی کیوں نہیں ڈھونڈتیں؟"

"لڑکی......" شرجیل نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"کیوں بھئی ابو کیا کسی سے کم ہیں آج بھی ہمارے ساتھ جائیں تو ان کی گریس فل شخصیت کے سامنے ہمیں کوئی نہیں پوچھتا، خیر مجھے تو کبھی کبھی جیلسی فیل ہونے لگتی ہے۔" صاف لگ رہا تھا کہ دونوں مسخرے پن سے طلال صاحب کو موضوع کی طرف لانا چاہ رہے ہیں۔ سر طلال نے ڈپٹ کر کہا۔

"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں، میری نہیں اپنی شادی کی فکر کرو میں اکیلا بہت خوش ہوں۔" میں نے کن انکھیوں سے ضوفشاں باجی کی طرف دیکھا وہ لاتعلقی کے ساتھ کھانے میں مصروف تھیں۔ دونوں میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے میں نے آہستہ سے نبیل سے پوچھا۔

"میری باجی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نیک خیال ہے۔" نبیل کی جگہ شرجیل نے آہستہ سے جواب دیا۔

"لیکن آپ کو دیکھ کر تو ہم کچھ اور ہی سوچ بیٹھے تھے۔" نبیل نے بھی سرگوشی کی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مذاق کر رہے تھے۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا تو سر طلال نے گھور کر دونوں کی طرف دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

میں نے فرحان بھائی سے بھی بات کی ہے انہیں پاکستان آنے میں وقت لگنا تھا اس لیے انہوں نے نہ صرف رشتہ کے لیے بلکہ فوراً شادی کے لیے بھی رضا مندی دے دی پھر باجی کو میں نے کس طرح راضی کیا یہ ایک علیحدہ کہانی ہے انہوں نے صرف شادی کے لیے حامی بھری تھی مگر کس سے اور کب اس کے بارے میں نہ انہوں نے پوچھا نہ میں نے بتایا۔ سر طلال بھی راضی ہوگئے میرے ناتواں کاندھوں پر ذمہ داری کا بوجھ آ گیا تھا مگر ابا کے مخلص دوستوں کی مدد سے شادی کی تاریخ طے ہوگئی مگر مجھے معلوم نہیں تھا ابھی میری مزید آزمائش باقی ہے تب اچانک وہ ہوگیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

ضرغام بھائی کو اپنے سامنے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں انہوں نے شفقت سے گلے لگایا تو سارے زخم ہرے ہوگئے رو تو وہ بھی رہے تھے مگر باجی کا خیال آتے ہی میں کانپ اٹھی اپنے طور پر باجی کی بیوگی کے بعد میں نے کہاں کہاں انہیں تلاش نہیں کیا تھا کنوئیں میں بانس ڈال دیئے تھے کیونکہ باجی ان کی پہلی محبت تھیں اور آخری بھی ان کے وہ الوداعی الفاظ مجھے آج تک یاد تھے۔

"عرشیہ، ضوفشاں میری قسمت میں نہ تھی اللہ اس کو ہمیشہ خوش رکھے مگر دل کی اس سرزمین پہ کسی اور کے قدم نہیں پڑ سکیں گے دل کی دنیا ضوفشاں کے بغیر اجاڑ، ویران اور ادھوری رہے گی دل کا مکان خالی ہے اور اس میں کسی کا پڑاؤ نہیں ہوگا۔" میں نے غور سے ان کی طرف دیکھا ان کا سرخ و سفید رنگ زردی مائل ہوگئی تھی آنکھوں میں دکھ کے سائے ہلکورے لے رہے تھے لیکن وہ دل کا درد چھپائے متانت سے باتیں کر رہے تھے مگر ان کے ظاہری خول میں جذباتی ہلچل مچ رہی تھی وہ بہت تھکے تھکے لگ رہے تھے میں ان کا درد سمجھ رہی تھی مگر اب کوئی فائدہ نہیں تھا پچھلی باتیں دہرانے کا اس لیے میں نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"ضرغام بھائی اپنے آنے میں دیر کردی باجی کی شادی طے ہوگئی ہے......" پھر جیسے ضبط کا دامن ان کے

ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

"میں نے صحرانوردی کی مگر تمہاری باجی کو بھلا نہ پایا میرے والدین بھی میری شادی کی حسرت لیے دنیا سے چلے گئے مجھے تو ان کی بیوگی کا پتا ہی نہیں چلا وہ تو اتفاقاً ایک دوست نے ذیشان کی شہادت اور ضوفشاں کی دوسری شادی کا بتایا تو میں خود کو روک نہیں سکا اللہ کے واسطے عرشیہ مجھ پر یہ ظلم مت کرو، اللہ نے مجھے اپنی محبت پانے کا یہ آخری موقع دیا ہے میں جانتا ہوں ضوفشاں کو پہلے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور اب بھی نہیں پڑے گا لیکن میں بے موت مارا جاؤں گا۔ تم میری بہن جیسی ہو خدارا مجھ پر یہ ظلم مت کرو۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور میں سناٹے میں آ گئی تھی۔

"تم میرا درد سمجھتی ہو خدارا عرشیہ مجھے مایوس مت کرنا میں چاہتا ہوں ضوفشاں کے سارے دکھ بانٹ لوں اس کو زندگی کی ہر خوشی دوں تم یہ نہ سمجھنا کہ میں موقع سے زیادہ فائدہ اٹھا رہا ہوں میں خاموش اس لیے رہا اور دور چلا گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا ضوفشاں کو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت تھی مگر اب جبکہ قدرت نے مجھے یہ موقع دیا ہے تو میں اسے گنوانا نہیں چاہتا بار بار کی شکست مجھے توڑ دے گی اور مجھ میں اب حوصلہ نہیں ہارنے کا، تم جانتی ہو مجھ سے زیادہ ضوفشاں پر کس کا حق ہوسکتا ہے۔" ضرغام بھائی مسلسل بول رہے تھے اور میں سناٹے میں تھی، میری کشتی بری طرح بھنور میں پھنس چکی تھی میں نے اور سر طلال کے بیٹوں نے بڑی مشکلوں سے ان کو شادی کے لیے تیار کیا تھا اب میں ان سے کیا کہوں گی؟ ایک طرف کھائی تھی تو دوسری طرف کنواں۔

❁......❁......❁

پوری رات سوچتے ہوئے گزر گئی صبح نماز فجر میں، میں نے اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا مانگی کہ مجھ میں فیصلے کی قوت دے پھر میں ایک فیصلے پر پہنچ کر مطمئن ہوگئی۔ کالج میں کسی کو بھی سر طلال کی شادی کے بارے میں علم نہیں تھا

یوں بھی وہ کافی سینئر تھے اور ان کو پرنسپل کی جگہ ملنے والی تھی اور ان کو بیسواں گریڈ بھی ملنے والا تھا۔ میں کالج سے نکل کر سیدھی ان کے گھر پہنچی وہ مجھے اپنے گھر دیکھ کر حیران ہوئے دونوں بچے کہیں گئے ہوئے تھے۔

"عرشیہ آپ پریشان لگ رہی ہیں خیریت تو ہے؟" میں نے ان کو شروع سے سب کچھ بتادیا سوائے اپنے اور کاشف کی جذباتی وابستگی کے جنہوں نے آج تک الفاظ کا روپ نہیں دھارا تھا مگر دونوں خاموشی کی زبان سمجھتے تھے اس لیے کہنے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟ شادی کا فیصلہ بھی میں نے آپ کے اور بچوں کے دباؤ میں کیا تھا اور اب بھی آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہوگا میں ضرغام کی محبت میں دیوار نہیں بنوں گا۔" مجھے خود کو سنبھالنا مشکل ہوگیا جو بات میں کہنا چاہ رہی تھی وہ کہنے کے لیے ہمت کہاں سے لاتی زبان پر جیسے تالے پڑ گئے ہوں، زبان خشک ہوکر تالو سے چپک گئی تھی پھر میں نے ہمت کر کے کہہ دیا۔

"آپ مجھ سے شادی کرلیں......" اس کے بعد مجھ سے رکا نہیں گیا اور میں بھاگتی ہوئی ان کے گھر سے نکل گئی اور گھر پہنچ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس میں اپنی محبت کا ماتم بھی شامل تھا وہ محبت جو اظہار کی محتاج تھی اور سفر نگاہوں میں طے ہوا تھا میں سر طلال کے سامنے کہہ تو آئی تھی مگر اب مجھ میں ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی، اس لیے دو دن چھٹی کی درخواست دے دی۔ شام کو جب ضوفشاں سو رہی تھی تب نبیل اور شرجیل گھر آئے اور مجھے حیرت میں مبتلا کردیا۔ دونوں باقاعدہ بھنگڑا ڈال رہے تھے اور مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انہیں کیسے روکے پھر وہ دونوں میرے قدموں میں بیٹھ گئے۔

"باجی ناراض مت ہوئیے گا ابا ہمارے والد نہیں دوست بھی ہیں انہوں نے ہمیں ماں بن کر پالا ہے انہوں نے جب ساری سچویشن بتائی تو ہمارا دل چاہا کہ خوشی سے ناچنے لگیں ہمیں آپ پہلے دن ہی پسند آگئی تھیں مگر عمر کے فرق کو دیکھتے ہوئے ہم ایسے سوچنے سے کترا رہے تھے۔ ابا نے جب ساری تفصیل بتائی تو ہماری خوشی کا ٹھکانا نہیں رہا کہ آپ تو ہماری سوچ سے بھی زیادہ اعلیٰ ظرف ہیں، اپنی بہن کے لیے اتنی بڑی قربانی دینا کسی عام انسان کا کام نہیں آپ کی عظمت کو سلام ہے اور آپ یقین کیجیے آپ ابا کے ساتھ بہت خوش رہیں گی، آپ کی یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی، ابا کو بھی آپ بہت پسند ہیں مگر عمر کے تفاوت کی وجہ سے وہ تیار نہیں تھے بقول ان کے انہوں نے آپ کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا تو ہم نے سمجھایا کہ اب دیکھ لیں۔" پھر کس طرح سارے مراحل طے ہوئے فرحان بھائی بھی امریکہ سے آگئے انہوں نے بھی عرشیہ کے فیصلے کو سراہا ضوفشاں لاعلم رہی اور رخصت ہوکر ضرغام کے ساتھ دوسرے شہر چلی گئی جہاں سے اسے پھر امریکہ شفٹ ہوجانا تھا۔

❁......❁......❁

طلال باہر سے آئے تو بڑے ہشاش بشاش تھے میں نے حسب معمول چائے دم کی ہوئی تھی جیسے ہی نکالنے لگی موبائل بجنے لگا۔

"طلال دیکھ لیں کس کا فون ہے میں ذرا چائے نکال رہی ہوں۔"

"بھئی کوئی کاشف صاحب ہیں تم سے بات کریں گے۔" میرے پیروں تلے زمین نکل گئی، اپنی موجودہ حیثیت اور حالت کا احساس تیر بن کر دل میں اتر گیا، موبائل چھین لینے کی شدید خواہش کے باوجود نظریں آنکھوں کی راہ دل میں اتر کر ہر راز جان سکتی ہیں، میں نے اپنی بے بسی اور بے چارگی چھپاتے ہوئے بمشکل سے ہیلو کہا۔

"محترمہ مسز طلال صاحبہ آپ پر میرا اب کیا اتنا بھی حق نہیں کہ کسی افسانے کا مطالبہ کرسکوں میرا خیال ہے اتنا تو حق میرا بنتا ہے۔" کاشف کی آواز میں مایوسی تھی میں نے جواب دیئے بغیر موبائل بند کردیا۔

"کیا ہوا پریشان لگ رہی ہو کس کا فون تھا؟"

"میگزین سے فون تھا کسی افسانے کا تقاضہ کررہے

تھے؟" میں نے کوشش کر کے اپنی آواز کی لغزش پر قابو پاتے ہوئے سرسری انداز میں جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں تم اداس ہو، لکھنا تمہارا شوق ہے مگر نوکری اور پھر گھر کی ذمہ داری، تمہیں لکھنے کے لیے یکسوئی حاصل نہیں۔ میں تم سے شرمندہ ہوں عرشیہ کے تمہارے شوق کی حوصلہ افزائی نہیں کرسکا مگر اب ایسا نہیں ہوگا میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ لکھنے کا موقع فراہم کروں۔" طلال نے پیار سے میری ناک کھینچی تو میں ہوش کی دنیا میں واپس آ گئی اور میرے دل میں ان کی محبت اور عقیدت دو چند ہوگئی واقعی کتنے عظیم انسان ہیں کہ میری کسی بات کو غلط انداز میں نہیں لیتے ایسا پیارا اور سادہ لوح انسان جو ہر وقت میرا فائدہ اور میری خوشی ملحوظ رکھتا ہے۔

"اچھا چلو تیار ہو جاؤ کہیں باہر چل کر کھانا کھاتے ہیں۔" مجھے خاموش پا کر طلال نے آفر کی تو مجھے ندامت محسوس ہونے لگی ایسے شخص کو دکھ دینا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ ہوٹل سے واپسی پر طلال نے میرا ہاتھ پکڑ کر سرگوشی کی۔

"عرشیہ تمہارے آنے سے لگتا ہے میں جی اٹھا ہوں، زندگی میں بہار آ گئی ہے، اب تم میری پہلی اور آخری خوشی ہو۔" ان کی اس محبت پر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے سوچا تم کیا جانو طلال کہ اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے میں نے اپنے پہلے اور آخری پیار کی قربانی دی ہے لیکن مجھے کوئی پچھتاوا نہیں کیونکہ میں ایک فقیرنی عورت ہوں اور ایک مسلمان عورت کے لیے کسی غیر کا سوچنا بھی گناہ ہے مگر میرا کاشف سے صرف روحانی رشتہ تھا اور میں اپنے شوہر کے ساتھ مخلص اور وفادار بھی ہوں کیونکہ یہ شخص ہے ہی پیار کیے جانے کے قابل...... اسی لیے میرے دل پر میرے شوہر کی حکمرانی ہے۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" طلال نے مسکرا کر پوچھا۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہے دل گھبرا بھی رہا ہے اور متلا بھی رہا ہے جب سے کھانا کھایا ہے گھبراہٹ ہو رہی ہے؟" کچھ کہے بغیر طلال نے گاڑی کا رخ موڑ لیا۔

"یہ آپ مجھے کہاں لے جارہے ہیں؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"خاموش رہو تمہیں ذرا اپنی فکر نہیں ہے ہم ڈاکٹر کے پاس چل رہے ہیں۔" پھر ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد جب مبارک باد دی تو مجھے تو جیسے سکتہ ہوگیا اور طلال پر شادی مرگ۔

"اس عمر میں باپ بننے کی خوشی مجھ سے سنبھالی نہیں جارہی، سب سے پہلے گھر چل کر نبیل اور شرجیل کو خوش خبری سنائیں گے۔" طلال نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

"اللہ کے لیے ابھی کچھ نہ بتایئے مجھے شرم آئے گی۔" خوشی تو مجھے بھی بہت تھی اور نو مہینے بعد جب خوب صورت گول مٹول سی بچی میری گود میں آئی تو میں پرسکون ہوگئی۔ خبر سنتے ہی دونوں بھائی فوراً پہنچ گئے۔

"بس اب آج سے آپ سے بہن کا رشتہ ختم کیونکہ اب ہماری بہن آ گئی ہے اب ہم آپ کو ماما بلائیں گے۔" انہوں نے کائنات کو پیار کرتے ہوئے اعلان کیا تو میری آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے مجھے لگا کہ اب کائنات نے ہماری زندگی اور خوشیاں دونوں مکمل کردی تھیں، میں ایک وفادار بیوی ہی نہیں ماں کے درجے پر پہنچنے والی مقدس ماں بھی تھی اور خوشیوں کی زنجیر کا سرا بے شک اللہ رب العزت کی حکمت ہے۔ ایسی خوشیوں کی زنجیریں ہر ایک کے حصہ میں آئیں۔ یہ دعا کرتے ہوئے میں نے اپنی آنکھیں سکون کے ساتھ موند لیں۔

غزل نور

خوشبو سے ہواؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
موسم کی اداؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
مل جائیں تو جیون کو سجا دیتے ہیں لیکن
بچھڑیں تو دعاؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ

"حمزہ...... کیا بات ہے دوست؟ شیئر نہیں کرو گے مجھ سے۔" کافی کے گرم گرم کپ کو لبوں سے لگاتے نہایت چونک کر اس نے واصف کو دیکھا تھا۔

"کس بارے میں؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔" لیکن اگلے ہی پل وہ اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ "یہ ہر چوتھے دن تمہیں وہم کیوں ہو جاتا ہے؟ اس بے مطلب اصرار کا فائدہ۔" اس کے لہجے میں اکتاہٹ در آئی تھی۔

"کس سے چھپا رہے ہو اور اگر میں واقعی ہی غلط ہوں تو اتنی بیزاریت کیوں ہے تم میں؟ سب سے بھاگو ڈاکٹر حمزہ سوائے واصف رضا کے۔" اس کے پر یقین انداز پر گہرا سانس بھرتے ہوئے سر صوفے کی پشت پہ ٹکا دیا۔

"کیوں تباہ کر رہے ہو خود کو، اچھی بھلی زندگی ہے تمہاری، نکل آؤ ماضی سے۔"

"واصف...... تم سے میری دوستی کینیڈا سے نہیں 'پاکستان' سے ہے۔ تم میری زندگی کے ہر پہلو سے آشنا ہو، ماضی جیسا کچھ نہیں۔" رسانیت سے بات کرتے ہوئے اس نے جیسے اسے یقین دلانا چاہا۔

"کینیڈا میں گزرے پانچ سالوں کی بات کر رہے ہو تو 'ہاں' لیکن پاکستان میں تمہارے گھر اور محلے میں گزری زندگی سے میں مکمل ناآشنا ہوں۔" اس کی بات پر اس نے تیکھی نظروں سے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں، لیکن سامنے صوفے پہ براجمان شخص صرف اس کا دوست ہی نہیں شہرت کا حامل معروف سائیکاٹرسٹ بھی تھا۔ لہٰذا خود پر ضبط کرتے ہوئے اس نے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

"کافی کے لیے شکریہ، تمہارے پاس یقیناً ریسرچ کے لیے مریضوں کی کمی نہیں، لہٰذا مجھے اجازت دو۔" اس سے پہلے کہ وہ جانے کے لیے قدم بڑھاتا اس نے ایک آخری کوشش کی۔

"تم سے ایک کونسلر نہیں دوست ہونے کے ناتے کہہ رہا ہوں، اگر خود کو بدل نہیں سکتے تو ایک فیصلہ کر کے خود کو اس بے جا اذیت سے آزاد کردو۔" جاتے ہوئے وہ پلٹا۔

"زینب سے بات ہوئی ہے تمہاری؟" اس کے تیز و تند لہجے پر بے اختیار اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر اس بے وجہ بکواس کا مطلب۔" اس نے جتنے غصے میں کہا تھا اسے جواب اتنے سکون سے ملا تھا۔

"میرے گھر میں بہت سے شیشے لگے ہیں، کسی میں بھی شکل دیکھ لینا اپنی جاتے ہوئے جواب مل جائے گا۔" سر کو جھٹک کر وہ گھر چلا گیا اور رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کرتی رہی تھی۔

❁......❁......❁

حسب معمول میز پر ہر چیز موجود تھی لیکن وہ اخبار ہاتھ میں پکڑے کسی گہری سوچ میں گم تھا اتنا کہ زینب کے پکارنے پر بھی متوجہ نہیں ہوا، جیسے وہ کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتا تھا۔ ایک خوب صورت وفا شعار تعلیم یافتہ بیوی، پریوں جیسی بیٹی، یقیناً وہ ایک بہترین زندگی جی رہا تھا، جس کا لوگ خواب دیکھتے ہیں۔ وہ زندگی گزار رہا تھا مگر ماضی کے کرب سے اس نے جیسے جھرجھری لی۔ ننھے ننھے پسینے کے قطرے اس کے ماتھے پر نمودار ہو گئے تھے۔ اسے یوں سوچ میں ڈوبا دیکھ کر زینب نے بے اختیار کندھا ہلایا۔

"حمزہ......" بری طرح چونکتے ہوئے اس نے جن خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا اسے اپنا آپ بے جان ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" سر کو اثبات میں ہلاتے اس نے رخ پھیر لیا تھا۔ اس کی بے رخی پر وہ ضبط کا گھونٹ پی کر رہ گئی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ خود کو سنبھالتی گویا ہوئی۔

"حمزہ...... آج آپ کو اکیلے ہی جانا ہوگا، میری آج نائٹ شفٹ ہے۔" جونہی اس نے اس کی سمت دیکھا ضبط سے اس نے آنکھیں میچ لی تھیں۔ وہ چھری کانٹے کے ساتھ کھیلتے وہ اتنا مشغول تھا کہ اسے احساس تک نہ ہوا کہ کب انڈے کے ٹکڑے کرتے ہوئے وہ اپنا ہاتھ زخمی کر گیا، دل تو چاہا اسے جھنجھوڑ کر رکھ دے، اپنا جرم پوچھے، اس اذیت سے بھری زندگی جینے پر لیکن یہ محبت بڑی ظالم چیز ہوتی ہے کند چھری سے ذبح کرتی ہے اور آہ بھی نہیں کرنے دیتی۔ بے اختیار نیپکن سے اس نے اس کا ہاتھ دبایا اور پشیمان نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"زینب......" اس نے اس کی جھکی نظروں کو دیکھا اور ایک سرد آہ بھری، دل ہی دل میں لفظوں کو ترتیب دیا۔

"شاید میں وہ انسان نہیں ہوں جو تمہارے قابل ہو، مجھے اعتراف ہے لیکن......" اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتا کہ وہ فوراً بولی۔

"کیا آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں؟" اس کے دوٹوک انداز میں بات کرنے پر وہ کئی لمحوں تک خاموش رہا جبکہ وہ

سولی پر لٹکی رہی۔
"میں پاکستان جارہا ہوں، کب آؤں گا، کیوں جارہا ہوں، مجھ سے کچھ مت پوچھنا کیونکہ میں بتا نہیں پاؤں گا۔" لمحے بھر کو اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا۔
"اور میں......" جانے وہ کیوں سننا چاہتی تھی وہ سمجھ کر انجان بنا رہا تھا۔
"تمہیں اپنا فیصلہ خود کرنا ہوگا لیکن سچ جان کر۔" ستم کی انتہا کرتے ہوئے وہ اٹھ کر چلا گیا جب کہ اپنے احساس زیاں کا احساس کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ پائی اور پھر واقعی اپنے کہے کے مطابق آج وہ روانگی کے لیے تیار کھڑا تھا۔ اپنی بیٹی لائبہ سے ملنے کے بعد جونہی اس نے زینب کو دیکھا وہ بے بسی کی تصویر بنی اسے دیکھ رہی تھی اور وہ لب پہ چپ کا پہرا بٹھائے بنا کچھ کہے چلا گیا اور جہاز میں بیٹھے ہوئے ماضی اور حال کو سوچتے ہوئے عجیب مسرت اور بیک وقت اداسی کا شکار ہوا تھا۔ ابھی فلائٹ کے ٹیک آف میں کچھ وقت تھا۔ دل کی دھڑکنوں کا شور وہ صاف سن سکتا تھا۔ رن وے دوڑتے اور پرواز کرتے وقت بھی اسے جہاز سے زیادہ دل کی رفتار تیز محسوس ہو رہی تھی۔ کتنے احساسات تھے جو جاں لیوا تھے۔ ندامت، پشیمانی، اذیت، دکھ، کرب، آہ کیا کچھ نہیں تھا۔ سیٹ بیلٹ کھول کر اس نے سر کرسی پر ٹکایا اور آنکھیں موند لی تھیں۔

❁......❁......❁
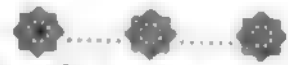
"خالہ......خالہ جان۔" اس جانی پہچانی آواز اور لب و لہجے پر اس نے تڑپ کر اطراف میں دیکھا لیکن نظریں ناکام لوٹ آئی تھیں، جہاز کا مخصوص ماحول تھا خود کو بہلاتے ہوئے اس نے مسافروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی لیکن جانی پہچانی بازگشت نے سارا منظر دھندلا دیا تھا۔
"خالہ......خالہ جان۔" کچن میں کام کرتے ثروت بیگم نے وہیں سے آواز دی تھی۔
"اندر کچن میں آ جاؤ جنت میں یہیں ہوں۔"
"کہاں حمزہ کدھر ہے۔" آتے ہی کچن کے دروازے میں کھڑی وہ خاصی اونچی آواز میں بولی تھی جب کہ برتن مانجھتی خالہ نے اس کے نپے تلے انداز پر مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔
"اندر سو رہا ہے، کوئی کام ہے کیا؟"
"تو اور کیا۔" کہہ کر وہ اندر چلی گئی تھی، موسم میں ہلکی سی ٹھنڈک تھی وہ چادر تان کر سو رہا تھا۔ کچھ چادر کھینچے جانے اور چلانے کا اثر تھا کہ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا۔
"حمزہ، حمزہ جلدی اٹھو۔" لیکن اگلے ہی پل اس نے کچھ اس انداز میں انگڑائی لی کہ سنگل بیڈ کے ساتھ کھڑی جنت اس پر گرتے گرتے بچی تھی۔ اس تصادم کو روکنے کے لیے آدھی کھلی اور آدھی بند آنکھوں سے اس نے اس کی سرخ کانچ کی چوڑیوں والی دونوں کلائیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا تھا اور اگلے ہی پل چھن چھن کی آواز کے ساتھ دونوں ہاتھوں کی چوڑیاں اس نفاست سے توڑی تھیں کہ اس کے ہاتھ تو کیا حمزہ کے اپنے ہاتھ میں بھی ایک خراش تک نہ آئی تھی۔ وہ جو لمحے بھر پہلے شرمندہ تھی ایک دم آگ بگولا ہو کر سیدھی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی اپنی خالی کلائیوں کو دیکھا اور شعلہ بار لہجے میں اس پر برس پڑی تھی۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے، میری چوڑیاں کیوں توڑیں تم نے؟" بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اس کے غصے پر مسرور ہوتا خاصے جتلاتے لب و لہجے میں وہ گویا ہوا۔
"مجھے جگانے پر سزا دی ہے تمہیں؟" اگلے ہی پل اس کی بتیسی پر وہ جل بھن کر رہ گئی تھی۔
"ایک دن ایسی سزا دوں گی کہ ساری عمر بیٹھ کر روتے رہو گے تم۔" کہہ کر وہ ایک جھٹکے سے مڑی تھی اور لمبے بالوں کی چوٹی نے بھی اس کا مکمل ساتھ دیا تھا۔ اسے مڑتے دیکھ کر وہ جلدی سے بولا تھا۔
"اب اٹھا لیا ہے تو، وجہ بھی بتا دو یہ زحمت کیوں کی تم نے۔"
"بھاڑ میں جاؤ تم۔" کہہ کر وہ چلی گئی تھی، پر پہلی کروٹ بدلتے ہی اسے اس کی درجنوں کے حساب سے ٹوٹی چوڑیوں کا احساس ہوا تھا، اماں کے ڈر سے ساری

چوڑیاں اٹھا کر اس نے کھڑکی کے راستے باہر گلی میں پھینک دی تھیں اور دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

"اس دن پتا ہی نہیں چلا جنت کیسے آئی اور چلی گئی، بتایا اس نے تمہیں کیا کام تھا اسے تم سے۔" صحن میں موجود تخت پر بیٹھ کر چاول صاف کرتی اماں کو کتاب پڑھتے حمزہ نے لحہ بھر کو دیکھا اور دوبارہ مشغول ہو گیا تھا، چونکہ امتحان قریب تھے اس لیے وہ آج گھر میں ہی تیاری کر رہا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں حمزہ؟" اسے ہنوز مصروف دیکھ کر دوبارہ پوچھا تھا۔ پر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا باہر سے اس کی سریلی آواز سنائی دے گئی تھی۔

"خالہ...... خالہ کدھر ہیں آپ؟"

"اپنے گھر سے ہی کیوں نہیں آواز دے لیتیں بے وقوف۔" اس نے بس سوچا تھا اماں کے سامنے کہہ نہیں سکا تھا۔ دعا و سلام کے بعد اسے مکمل نظر انداز کر کے وہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔

"اماں نے بریانی پکائی تھی، یہ آپ کے لیے بھیجی ہے۔" بڑی سی پلیٹ کو کپڑے سے ڈھانپے اس نے ثروت بیگم کو مخاطب کیا تھا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی میں بھی بریانی ہی پکا رہی تھی۔" کہتے ہوئے وہ صحن میں موجود چھوٹے سے کچن میں چلی گئی تھیں۔

"تو اچھا ہے ناں خالہ، آپ یہ رکھ لیں، مجھے اپنی کھلا دیجیے گا، ویسے بھی آپ کی بریانی کا اماں سے کیا مقابلہ۔" بریانی کو برتن میں ڈالتی وہ اس کی تعریف پر مسکرائی تھیں۔

"کیوں نہیں ضرور، جتنی مرضی کھانا تم۔" وہیں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر براجمان ہوتے وہ بریانی کا انتظار کرتی ثروت بیگم سے باتوں میں مشغول ہو گئی تھی۔

"اس دن تم اتنی جلدی میں آئیں اور چلی گئیں، پتا ہی نہیں چلا مجھے۔"

"کس دن؟" پھر اگلے ہی پل وہ منظر یاد آنے پر اس کے بدن میں غصے کی ایک لہر سی اٹھی تھی۔

"کوئی کام تھا حمزہ سے؟"

"وہ تو ہے ہی پکا بد حرام خالہ، چھوڑیئے اسے۔" تبھی آندھی طوفان کی طرح چلا آیا تھا۔

"ابھی کیا بکواس کر رہی تھیں تم، ذرا دہرانا پھر سے۔" اماں کا لحاظ اس پل اس نے غصے کے باعث بالائے طاق رکھ دیا تھا۔

"بہرے ہو جو پھر سے کہوں...... ویسے وہی کہا جو سچ ہے۔"

"اپنے بارے میں محترمہ کا کیا خیال ہے، ذرا ہم بھی تو سنیں، واہ بھئی عجوبہ۔" سینے پر بازو باندھے جارحانہ انداز میں وہ خاصا فارغ معلوم لگ رہا تھا۔

"میں تمہارے منہ لگنا پسند نہیں کرتی، کتابی کیڑے۔" تیکھے لہجے میں حساب بے باق کرتے اس نے رخ موڑ لیا تھا۔

"مجھے بھی ایسا کوئی شوق نہیں۔" انہیں نوک جھونک کرتا دیکھتی ہوئی، کب سے خاموش تماشائی بنی ثروت بیگم کے دماغ میں ایک خیال آیا تھا پر اگلے ہی پل اپنے خیال کی نفی بھی کر دی تھی کہ ایسا ممکن کہاں تھا۔ جنت تو شروع سے ہی اپنے تایا کے بیٹے سے منسوب تھی۔ دونوں لڑتے جھگڑتے اب سکون سے بات کر رہے تھے وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھیں۔

❁......❁......❁

"نہایت عاجز ہوں میں تمہارے ابا سے لیکن انہیں سمجھائے کون ایک ہی دن ہوتا ہے چھٹی کا وہ بھی دوستوں کے ساتھ سرگشت میں نکال دیتے ہیں، خیال نہیں ذرا کہ گھر میں تھوڑا وقت گزاریں، سو کام ہوتے ہیں کرنے والے پر یہاں پروا کسے ہے، سوائے میرے۔" شیو کرتے ہوئے شیشے میں نظر آتے اماں کے عکس کو دیکھ کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے میں نے تمہیں، شیو حجام سے کروا لیا کرو، پر کوئی سنے تو ناں میری۔" اب توپوں کا رخ اس کی طرف ہو گیا تھا پر اس نے مطلق اثر لیے بغیر اپنا کام جاری رکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ شیو کر کے تولیے سے منہ صاف

کر کے تخت پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ خوب صورت لمبی آنکھیں، بھرے بھرے ہونٹ، مغرور ناک، اجلی رنگت، محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ثروت بیگم نے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔

"آج آجائیں تمہارے ابا خبر نہیں ان کی۔" پر اب کی بار لہجہ قدرے نرم تھا اور تب ہی نصیر احمد کھلے دروازہ سے اندر داخل ہوئے تھے۔ حمزہ کو پیار کرتے ہوئے وہ قریب ہی ثروت بیگم کے پاس تخت پر براجمان ہو گئے تھے۔

"خیر سے کوئی خیال ہے، آپ کو شادی سر پر ہے اور آپ لگے پڑے ہیں آوارہ گردی میں۔" بیوی کی بات پر وہ قدرے بوکھلائے تھے۔

"ہفتے میں ایک ہی تو دن ہوتا ہے نیک بخت چھٹی کا، ذرا تفریح کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔" نصیر احمد اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے، نہایت محنتی، دیانت دار اور سنجیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جوان کی بات پر نرم پڑی تھیں اگلے ہی پل ان کی کمزور یادداشت کے باعث ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

"شادی کس کی ہے؟" بے ساختہ منہ سے نکلا یہ جملہ انہیں کافی مہنگا پڑ گیا تھا۔

"میری بہن نصرت کی بڑی بیٹی جنت کی شادی ہے اس کے جیٹھ کے بڑے لڑکے قادر کے ساتھ۔" اس تفصیلی تعارف پر وہ کھسیانے سے ہو گئے تھے، جبکہ ان کی حالت پر محظوظ ہوتا حمزہ صحن میں رکھے پودوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہاں..... یاد آیا، بس ذرا یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔"

"خیر سے مجھے ہی نا بھول جایئے گا کسی دن۔" ان کے غصہ سے کہنے پر وہ بے ساختہ مسکرا کر آہستگی سے بولے تھے۔

"ہم ایسے خوش قسمت کہاں۔"

"کچھ فرمایا آپ نے۔"

"نہیں، چائے تو پلادیں۔"

"بچی کی اتنی عمر تو نہیں، کچھ جلدی نہیں کر رہی بہن آپ کی۔" نصیر احمد کے بات بدلنے پر وہ اٹھتے ہوئی دوبارہ بیٹھ گئی تھیں۔

"خیر سے پیچھے دو اور ہیں، بارہ سال کی ہما اور چھ سال کی حنا اور رہی بات عمر کی تو میرے دو بچے تھے اس کی عمر میں ہائے کیا یاد دلا دیا آپ نے۔" انہیں حسن اور آمنہ کی یاد آئی تھی، جو بچپن میں ہی کسی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔ ان کی رنجیدگی محسوس کرتا حمزہ ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا، ساتھ ہی محبت سے ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر دیے تھے۔ آنکھوں میں نمی لیے وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی تھیں کہ نصیر احمد نے بھی موضوع بدل دیا تھا۔

"یاد ہے آپ حمزہ کی آمد پر کتنا خوش ہوئی تھیں، وہ تو چھوڑیے، کتنی مشکل سے راضی کیا تھا میں نے آپ کو، اس کو اسکول جانے کے لیے، اگر آپ وقت پر مان جاتیں تو آج اس کا ایف اے مکمل ہو چکا ہوتا۔"

"خیر سے حمزہ اور جنت ہم عمر......" کہ تب ہی جنت کی آمد کے باعث بات ادھوری رہ گئی تھی۔

"خالہ..... خالہ جان۔"

"اندر آ جاؤ بیٹا۔" لان کے پرنٹڈ سوٹ میں سلیقے سے دوپٹا اوڑھے اس نے دونوں کو سلام کیا تھا۔ ساتھ ہی آنے کی وجہ بھی بتائی تھی۔

"وہ اماں بلا رہی ہیں آپ کو بازار جانا ہے۔"

"تم بیٹھو ساتھ ہی چلتے ہیں۔"

"نہیں میں چلتی ہوں، گھر میں کچھ کام ہے۔" کہہ کر وہ کھڑے کھڑے پلٹ گئی تھی، اس کے جاتے ہی اماں کو دوبارہ موضوع پر آتے دیکھ کر وہ اندر چلا گیا تھا۔

"کوئی پرسان حال نہیں ہے میرا یہاں، شاپنگ کے نام پر ایک روپیہ جو دیا ہو آپ نے۔" پر ابھی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر انہوں نے ثروت بیگم کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ پیسے ہاتھ میں آتے ہی وہ مزید غصے میں آ گئی تھیں۔

"بس اس میں کیا کروں میں، آپ کے کپڑے، حمزہ کے کپڑے اور میرے، ملتا کیا ہے اس میں اور بچی کو کچھ نہیں دینا، حد کرتے ہیں آپ تو۔"

"بیگم...... یہ تو صرف ابھی کے لیے ہے باقی شاپنگ کراؤں گا میں آپ کو، رہا سوال بچی کا تو آج جا رہی ہیں آپ فرنیچر کے لیے کہہ دیجیے گا ہم تحفہ میں دیں گے۔" مسکراہٹ کے ساتھ وہ خوشدلی سے بولی تھیں۔

"اتنے پیسے ہیں آپ کے پاس؟"

"بیٹیوں کو دینے سے اضافہ ہوتا ہے۔" اگلے پل وہ خوشی خوشی جانے کو تیار تھیں۔

مہندی کے کپڑوں میں ملبوس وہ بہت پیاری لگ رہی تھی یہ الگ بات تھی کہ اس پل وہ نہایت غمگین تھی۔ سب سے نظر بچا کر وہ اسٹیج پر اس کے قریب آ کر قدرے جھک کر ہولے سے بولا تھا۔

"جنت...... کیا بات ہے، کوئی مسئلہ ہے کیا؟" ہمدردانہ لب و لہجے پر چونک کر اس نے قریب کھڑے حمزہ کو اور پھر مہمانوں کو دیکھا تھا، سب ہلے گلے میں مصروف تھے۔

"نہیں...... کچھ بھی نہیں۔" اس کے جواب پر کندھے اچکا کر اس نے اس کی چوڑیوں کو دیکھا تھا اور بے ساختہ تعریف کی تھی۔

"تمہاری چوڑیاں بہت اچھی ہیں۔" نظریں اٹھا کر وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

"ایسا سوچنا بھی مت۔"

"کیسا؟" نظریں اس کے چہرے پر گاڑھے وہ ناسمجھی سے بولا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتی کسی کے بلانے پر وہ پلٹ گیا تھا۔ بارات کا انتظام چونکہ پیچھے کھلی جگہ میں شامیانہ لگا کر کیا گیا تھا۔ تو ایسے میں ہر ذمہ داری حمزہ کے سپرد تھی۔ مہندی کا فنکشن ختم ہوتے ہی وہ چند دوستوں اور کزنز کے ہمراہ کھانے اور دیگر انتظامات میں مشغول ہو گیا تھا۔ بارات سے قبل سب لوگ تیار ہو گئے تھے، باقی سب تو کپڑے بھی بدل چکے تھے۔ سوائے اس کے، وہ بھی آخری بار انتظامات کا جائزہ لیتے ہوئے تیار ہونے جانے ہی والا تھا کہ نوید بھاگا بھاگا چلا آیا تھا۔

"بھائی...... اندر گڑبڑ ہو گئی ہے، لڑکے کا کوئی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔" اس کی بات پر بنا کچھ کہے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا گھر کی طرف آیا تھا پر یہاں تو معاملہ ہی اور معلوم ہو رہا تھا، لوگ گرج برس رہے تھے، سب کو نظر انداز کر کے اس نے ثروت بیگم کو تلاش کیا تھا، وہ بھی شاید اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ قریب آ کر رنجیدگی سے بولی تھیں۔

"قادر بدبخت کی پہلی بیوی آ گئی ہے، باہر سے دو بچے لے کر کتنا ظلم ہو گیا۔ بھلا بچوں میں کوئی ایسا کرتا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی ردعمل دیتا نصیر صاحب کی آواز سن کر ان کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

"ادھر آؤ حمزہ۔" پاس آنے پر اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب کھڑی جنت کی والدہ نصرت بیگم کو مخاطب کیا تھا۔

"نصرت...... میں نے تمہیں بہن کہا ہی نہیں مانا بھی ہے، یہ ہے میرا بیٹا، پسند ہے تو بارات لے کر آ جاتا ہوں، ورنہ تمہاری مرضی، میرا اختیار بس یہیں تک ہے، حمزہ میرا غرور ہے، مجھے یقین ہے وہ کچھ نہیں کہے گا۔" ان کی بات پر نصرت بیگم نے اپنے شوہر حبیب احمد کو دیکھا تھا، انہوں نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا جبکہ پاس کھڑا حمزہ زندگی کے اتنے اہم فیصلہ پر ایک لفظ بھی نہیں بول سکا تھا نصیر احمد کے سب کے سامنے اتنے اعتماد سے کہنے پر اس نے لبوں کو سی لیا تھا اور پھر سب کی باہمی رضامندی سے چند گھنٹوں میں نکاح اور رخصتی انجام پا گئی تھی۔ اپنے گھر قدم رکھتے ہی حمزہ نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا۔

استقبال کے نام پر ثروت بیگم نے دونوں پر ڈھیروں پھول نچھاور کیے تھے جو لوگ شادی پر آئے تھے وہ جنت کے گھر مقیم تھے۔ لہٰذا یہ گھر مہمانوں سے خالی تھا۔ دلہن کے لیے گھونگھٹ کے باعث حمزہ نے نا اسے دیکھا تھا نا کوئی خواہش دل میں بیدار ہوئی تھی۔ وہ کچن میں ہی اماں کے پاس چلا آیا تھا۔ اپنی دیرینہ خواہش کو پورا ہونے پر وہ بے حد خوش دکھائی دے رہی تھیں۔

"اماں...... چائے بنا دیں۔" محبت سے اس کے بالوں کو سنوارتی وہ چائے بنانے لگیں پھر جونہی وہ خالی کپ سنک میں رکھ کر جانے کو مڑنے ہی والا تھا کہ ان کی

بات پر رک گیا تھا۔
"یہ انگوٹھی لے جاؤ، دلہن کو رونمائی میں دینا تمہارے ابا نے مجھے دی تھی۔" ان کی بات پر وہ قدرے چڑ کر بولا تھا۔
"خاندانی ہار تک تو سنا تھا یہ رونمائی کی انگوٹھی نسلوں میں چلنا سمجھ سے باہر ہے۔" مسکرا کر انہوں نے اسے ایک چپت رسید کی تھی۔
"جلدی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس جلدی لفظ پر وہ قدرے بدمزہ ہوا تھا۔
"جلدی میں بندہ خالی ہاتھ بھی جا سکتا ہے۔" کہہ کر وہ کچن سے باہر چلا گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتے ہی اس نے ایک نظر جنت کو دیکھا تھا۔
"اسے ٹھکراؤں تو کہانی بنے گی یا اپناؤں تو......" لمحے بھر کو دل میں خیال آیا تھا۔ "پر یہ زندگی تھی، دلہا اٹھارہ کا ہو یا تیس کا جذبات ایک سے ہی ہوتے ہیں۔" پھر ہر خیال کو جھٹک کر سلام کے رسمی تقاضے پورے کر کے وہ بیڈ پر بیٹھ گیا تھا اور اگلے ہی پل گھونگھٹ اٹھانا چاہا جسے دو حنائی ہاتھوں نے مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ فطری شرم سمجھ کر وہ مسکرا کر بولا تھا۔
"اب یہ کیا ہے؟"
"پہلے رونمائی۔" اس انکشاف پر حیران ہونے کے ساتھ ہی دماغ میں اماں کا خیال آیا تھا۔
"ابھی آتا ہوں۔" کہہ کر جونہی وہ کچن میں آیا تھا۔ دودھ گرم کرتی اماں اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔
"کیا ہوا؟" ان کے استفسار کرنے پر وہ منہ بسور کر شکایتی لب و لہجے میں بولا تھا۔
"رونمائی۔" ہنسی کو ضبط کر کے انہوں نے دوبارہ انگوٹھی پیش کر دی تھی۔
"اس کے علاوہ۔" کہہ کر اگلے ہی پل اس نے انگوٹھی مسترد کی تھی۔ تب ہی وہ ذہن پر زور ڈالتی ہوئی اسے رکنے کا کہہ کر اندر چلی گئی تھیں اور چند ہی پل بعد واپس آئیں ان کے ہاتھ میں ایک ڈبا تھا۔ جو آتے ہی اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔
"تمہاری بیوی کے لیے یہ سیٹ بنوایا تھا، افراتفری میں جانے کیسے دماغ سے نکل گیا۔" سیٹ کو دیکھ کر وہ اماں کے گلے لگ گیا تھا۔
"ٹھیک ہے چلے گا۔" اسے مسرور دیکھ کر وہ بھی خوش ہو گئی تھیں۔
"دوڑے گا۔" کہہ کر وہ اندر بھاگا تھا۔ تحفہ پیش کر کے جونہی اس نے گھونگھٹ اٹھایا تھا، اگلے ہی پل دل پر ہاتھ رکھ کر بستر پر گرا تھا۔ سفید رنگت، تیکھے نقوش، متناسب سراپا اور اس پر سرخ رنگ کے خوب صورت جوڑے میں بیوٹیشن کے کمال پر وہ قیامت لگ رہی تھی۔ گہرے گہرے سانس لیتے خود کو سنبھال کر اس نے اس کی سرخ کانچ کی چوڑیوں سے بھری کلائی تھام لی تھی۔
"چوڑیاں مت توڑنا، خالہ کیا کہیں گی۔" شرمائے شرمائے انداز میں وہ منت و سماجت کرتی مدھم آواز میں نظریں جھکائے بولی تھی۔
"مجھے پورا حق حاصل ہے۔" محبت سے چور لہجے میں کہنے کے ساتھ ہی اس نے نفاست سے اس کی ساری چوڑیاں توڑ دی تھیں۔

***

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اپنا کام مکمل کر کے اس نے گھڑی کو دیکھا تھا۔ ارادہ پانی پی کر سونے کا تھا پر نظر جونہی خالی جگ پر پڑی وہ دروازہ کھول کر باہر چلا آیا تھا۔ پر سامنے ہی صوفے پر، جنت خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی، اس کے ایف ایس سی کے امتحانات کے باعث اس خیال کے تحت کہ وہ بے آرام نہ ہو وہ پچھلے ایک ماہ سے باہر صوفے پر سو رہی تھی۔ دو کمروں کا گھر، چھوٹا سا کچن تھا ایک طرف خالی جگہ تھی جس کو حمزہ کے تعلیم مکمل ہونے کے بعد تعمیر کرنے کا ارادہ تھا وہ تو شکر تھا کہ صحن بند تھا۔
"کتنا کہا ہے میں نے اندر سویا کرو نہیں سب آرام ہوتا میں، پر یہ لڑکی مانے تب ناں۔" کتنی ہی دیر وہ اسے کھڑا دیکھتا رہا تھا۔ سفید کلائیوں پر نیلی چوڑیاں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ جگ ایک طرف رکھ کر وہ اس کے قریب زمین

پر بیٹھ گیا تھا، ساتھ ہی دھیرے سے انگلی سے اس کی چوڑیوں کو چھیڑا تھا، رات کے سناٹے میں ہلکی سی ارتعاش ہوئی تھی، وہ کسمسا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"آپ سوئے نہیں ابھی تک، کچھ چاہیے کیا آپ کو؟" لمبے بالوں کا جوڑا بناتی وہ پوچھ رہی تھی۔ جب کہ اگلے ہی پل اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مدمقابل کھڑا کرتے ہوئے اس نے اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"کیا کرر ہے ہیں، صبح آپ کا آخری پیپر ہے۔" ہچکچاتے ہوئے اس نے وضاحت پیش کی تھی۔

"ہماری شادی کو دو ماہ اور جدائی کو ایک ماہ ہونے والا ہے، رہا سوال آخری پیپر کا تو اردو کا پیپر ہے صبح، تیاری تو میں میڈیکل میں ایڈمیشن لینے کی خاطر کر رہا تھا۔" سر کو اثبات میں ہلاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یونہی محبت کی چھیڑ خانیوں میں وقت گزر گیا۔

اس روز وہ دونوں کچن میں کام کرنے میں مصروف تھیں، جب باہر سے حمزہ کی چہکتی ہوئی آواز آئی تو خالہ نے وہیں سے آواز دی تھی۔

"اندر آجاؤ حمزہ، ہم کچن میں ہیں۔" اندر آتے ہی دوپہر کا کھانا پکاتی جنت کو اس نے پیار بھری نظروں سے دیکھا تھا اور ہاتھ میں پکڑا اخبار اسے پکڑا دیا تھا اور خود ثروت بیگم کے گلے لگ گیا تھا۔ اس کے گلے لگانے پر وہ محبت سے بولی تھیں۔

"ذرا کچھ بتاؤ تو سہی بیٹا۔" جب کہ وہ آنکھیں بند کیے ہی بولا تھا، خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"میں نے پورے صوبے میں ٹاپ کیا ہے۔" اور اسی پل اس نے بھی اخبار میں اس کی تصویر دیکھ لی تھی، مارے خوشی کے ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے، میرے بچے کی محنت رنگ لائی۔" ماتھے کو چوم کر دعائیں دیتی وہ شکرانے کے نوافل ادا کرنے چلی گئی تھیں، جب کہ چولہا بند کر کے وہ جنت کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا تھا۔

"میں اتنی خوش ہوں حمزہ لفظوں میں بتا نہیں سکتی۔"

"بس ایسے ہی، مجھے یقین تو دلاؤ۔"

"مطلب؟" وہ جو اخبار میں اس کی مسلسل تصویر دیکھنے میں مشغول تھی، حیرانگی سے نظر اٹھا کر بولی تھی اور اس کا اشارا سمجھ کر مسکرا دی تھی۔ اسے خوش دیکھ کر اس نے خالہ کی چند پل پہلے کہی گئی بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

"حمزہ...... ہمیں اب اپنی فیملی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔" جھجک کو ایک طرف رکھ کر وہ روانی میں بولی تھی، وہ جو بیڈ پر نیم دراز اس کی چوڑیوں سے کھیل رہا تھا اٹھ بیٹھا تھا۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا کہ میڈیکل میں جانا میرا خواب ہے پھر اس کے بعد ہاؤس جاب اور اسپیشلائزیشن کے لیے باہر جانا دوسرا خواب ہے، اس میں بچے نہیں آتے مسز جنت حمزہ۔" اس کی بات پر ابرو اچکا کر وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

"اس میں، میں کہاں ہوں مسٹر حمزہ۔"

"تم......" اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے وہ آنکھیں موندھتے ہوئے بولا تھا۔

"میرے خوابوں کی ملکہ ہو۔" اس کی شوخیاں بڑھتے دیکھ کر وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"پلیز......اس طرف غور کرو۔"

"ہمارے درمیان پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے، جب میں اسپیشلائزیشن کر کے آؤں گا تب بچوں کی پلاننگ کریں گے۔" اس کے اتنے لمبے منصوبہ پر وہ بھڑک گئی۔

"پانچ سال میڈیکل کے، پھر ہاؤس جاب کے پھر...... حد پار مت کریں آپ اتنی بھی۔" اسے ناراض ہوتا دیکھ کر وہ ڈھیلا پڑا تھا۔

"ابھی میں انہیں وہ نہیں دے پاؤں گا، جو چاہتا ہوں۔"

"اللہ کا دیا سب ہے ہمارے پاس۔"

"وقت کی بات کر رہا ہوں، میں ہر لمحے کو انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔"

"مثلاً؟"

"ہمارے بچے کا پیدا ہونا، اس کی پہلی ہنسی، پہلی

شرارت، اسکول جانا، سب کچھ اور بہت کچھ۔" اس کی بات پر وہ کانوں تک سرخ ہوگئی تھی، اس پر اس کی شوخیاں بڑھتی دیکھ کر وہ ہاتھ چھڑا کر اٹھی تھی پر اس نے بھی دروازے کے پاس جا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"حمزہ پانچ سال تک بس بہت ہے پلیز۔" مسکرا کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

* * *

صحن میں رکھے استری اسٹینڈ پر کپڑے استری کرتی جنت کو ثروت بیگم نے غور سے دیکھا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ کتنی مرجھائی مرجھائی سی رہنے لگی تھی۔ وہ جو حمزہ کے کپڑے اندر رکھنے جارہی تھی، خالہ کو بغور اپنا معائنہ کرتے دیکھ کر مسکرادی تھی۔

"کیا بات ہے خالہ، اتنے غور سے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟" انہوں نے جواب میں مسکرا کر اشارے سے اپنے پاس بلایا تھا، وہ کپڑے ایک طرف رکھ کر ان کے پاس تخت پر بیٹھ گئی تھی۔

"حمزہ کی طرف سے کوئی مسئلہ ہے کیا؟" ان کے پوچھنے پر اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا تھا۔ اب وہ خالہ کو کیا بتاتی، اس کی بے رخی کا، جو شاید تھی بھی یا نہیں، شاید وہ سچ میں مصروف ہی ہو، پڑھائی میں، اسے سوچ میں گم دیکھ کر انہوں نے اس کے الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"بنا سنورا کرو جنت، خیر سے حمزہ کا آخری سال ہے ڈاکٹری میں، کل کی بات لگتی ہے جب تم شادی کر کے آئی تھیں، ویسے ہی مسکرایا کرو، بنا سنورا کرو۔" مسکرا کر اس نے خالہ کو تسلی دینا چاہی تھی، اب انہیں کیا بتاتی کہ پچھلے چھ ماہ سے وہ کتنا مصروف تھا، نظر تک اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا تو بناؤ سنگھار کا ایسے میں کیا فائدہ؟

"وہ ہما کی شادی کی مصروفیت کے باعث تھک جاتی ہوں خالہ، ویسے کوئی بات نہیں ہے۔" انہیں مطمئن کرتے ہوئے ساتھ ہی کپڑے اٹھا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"حمزہ سے کہنا وقت پر آئے ہر فنکشن میں، بہنوئی ہی نہیں بڑا بھائی بھی ہے وہ ہما کا۔" اثبات میں سر ہلاتی وہ اندر چلی گئی تھی اور پھر مہندی سے لے کر ہر فنکشن تک حمزہ نے مکمل ذمہ داری نبھائی تھی اپنی ساری مصروفیات پس پشت ڈال کر اور وہ جو اس کی بے رخی پر پریشان تھی پھر سے جی اٹھی تھی اس کی توجہ پا کر...... بارات والے دن وہ جونہی کھانے کا کام نبٹا کر ہوٹل کے داخلی دروازے سے اندر آیا تھا سامنے ہی وہ دشمن جاں نظر آئی تھی، بلیک سوٹ جس پر سلور کام تھا، نفاست سے کیے ہوئے میک اپ پر بالوں کو جوڑے میں مقید کیے بڑے بڑے آویزوں میں اپنی اجلی رنگت پر کھڑے نقوش کے باعث وہ دل کے قریب محسوس ہوئی تھی۔ وہ جو کتنے مہینوں سے اپنی مصروفیت کے باعث اسے نظر انداز کررہا تھا، اس پل فراغت ملتے ہی احساس ہونے پر دل تلافی پر مصر ہوا تھا۔ کلائی تھامے اگلے ہی پل وہ اسے ایک کونے میں لے آیا تھا۔

"کوئی کام ہے آپ کو؟" شادی کے مسئلوں میں الجھی وہ اس کی آنکھوں میں موجود شرارت دیکھ ہی نہیں پائی تھی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو، ایف اے پاس۔" اس کے کانوں کے قریب سرگوشی کرنے پر وہ شرم سے لال ہوگئی تھی مگر اظہار کیے بنا خفگی سے بولی تھی۔

"تو نظر آگئی میں آپ کو شکر ہے۔" اس کی بات پر سر کھجاتے ہوئے وہ شرمندگی سے مسکرایا تھا۔ جب ہی اطراف میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھ کر اس نے اسے گھور کر اسے احساس دلایا۔

"احساس تو ہر لمحہ رہتا ہے، بس یہ مصروفیت۔" لبوں کو دانتوں تلے دبا کر کچھ اس ادا سے کہا تھا کہ وہ ساری خفگی لمحوں میں بھول گئی تھی۔ مسکرا کر اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ جانے کو پلٹی تھی کہ اس کی کانچ کی چوڑیوں بھری کلائی اس کے ہاتھ میں آگئی تھی اور پھر ایک مدت بعد اس نے وہی پرانی شرارت کی تھی۔ اس کی شرارت پر برہم ہو کر اس نے اپنی خالی کلائیوں کو دیکھا تھا پھر اگلے ہی پل مسکرا کر اس نے باہر بیٹھی چوڑیوں والی کی طرف اشارہ کیا تھا اور اس کے ساتھ باہر چلا آیا تھا۔

"خالہ...... کالی چوڑیاں ہیں آپ کے پاس۔"

ٹوکرے سے ڈھیر ساری کالی چوڑیاں جونہی اس نے نکال کر سامنے کی تھیں اس کے دل کو تسلی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں بھر کروہ جیسے اندر جانے کو مڑی تھی کہ حمزہ نے پیچھے سے پکارا تھا۔

''رکو جنت میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔'' پیسے دے کر وہ اس کے قریب چلا آیا تھا۔

''یہ چوڑیاں زیادہ خوب صورت نہیں پہلی والی سے۔'' اس کی بات پر اس نے اپنی دونوں کلائیوں کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جو محبت پاش نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر مسکرا رہا تھا۔

''وہ بھی اچھی تھیں حمزہ۔'' اس پل اس کے مدمقابل کھڑے حمزہ کو جانے کیا سوجھی تھی کہ اگلے ہی لمحے چھن کی آواز کے ساتھ ساری چوڑیاں فرش پر بکھری پڑی تھیں۔ اس کے مکمل غصے میں آنے پر اس نے پاس بیٹھی چوڑی والی کی طرف مسکرا کر دیکھا تھا۔ غصے سے اسے ایک طرف کر کے اب کی بار چوڑیاں پہن کر وہ رکی نہیں تھی۔

''بات تو سنو۔'' اسے چوڑیاں پہن کر اندر جاتے دیکھ کر وہ پیچھے سے بولا تھا۔

''اب نہیں۔'' مسکرا کر کہتی وہ اندر بھاگ گئی تھی۔

ہما کی شادی بخیر و عافیت سے ہوگئی تھی۔ مہینہ ہی ہونے کو آیا تھا کہ ایک شام ثروت بیگم کی حالت یوں بگڑی کہ سنبھلی ہی نہیں۔ ان کی اچانک ناگہانی وفات پر سب ٹوٹ گئے تھے۔ جہاں ایک طرف نصیر صاحب کو چپ لگ گئی تھی تو دوسری طرف حمزہ تھا جسے دو ماہ گزرنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا تھا کہ اس کی ماں یوں اچانک چلی گئیں، پر گزرتے وقت اور کچھ نصیر صاحب اور جنت کے سنبھالنے پر وہ بہ مشکل سنبھلا تھا چونکہ آخری سال تھا لہٰذا سب کے سمجھانے بجھانے پر وہ پڑھائی کی طرف متوجہ ہوگیا تھا پھر وقت مہینوں کی رفتار سے گزرتا چلا گیا تھا۔ وقت کی رفتار میں خالہ کی کمی کا احساس بڑھنے لگا تھا۔ حمزہ کی ہاؤس جاب شروع ہوئے بھی دو سال ہوگئے تھے۔ اس نے خود پر مصروفیت کو اور سنجیدگی کو یوں طاری کرلیا تھا کہ وہ بس اسے بے بسی سے تکتی رہ جاتی تھی۔ ایسے میں اس کا وعدہ کیا خاک یاد دلاتی۔

سب کے مشوروں اور علاج کرنے کی تلقین پر وہ الگ پریشان ہوجاتی تھی، آج ہما کے تیسرے بچے کی آمد کا سن کر اس نے آج حمزہ سے بات کرنے کا پکا ارادہ کیا تھا پر رات کو اس کے لیٹ آنے کے باعث وہ صبح بات کرنے کا ارادہ کرتی وہ اسے کھانا دے کر جونہی بستر پر لیٹی تھی کہ دوسرے کمرے سے نصیر صاحب کے کھانسنے کی آواز سن کر دوبارہ اٹھی تھی۔ حمزہ بھی باپ کے کھانسنے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ان کی طبیعت کافی دنوں سے خراب تھی۔

''ہاؤس جاب کی مصروفیت کے باعث پتہ نہیں میں کیسے روز بھول جاتا ہوں، صبح لازمی ابا کا چیک اپ کرواؤں گا، جنت پلیز صبح ابا کو وقت پر تیار کردینا۔'' اثبات میں سر ہلاتی وہ دوبارہ لیٹ گئی تھی، جب کہ وہ اٹھ کر ان کے کمرے میں چلا گیا تھا پھر جب وہ لوٹ کر آیا تھا تو دن بھر کی تھکی جنت کو سوتا دیکھ کر ایک نظر اس پر ڈال کر خود بھی لیٹ گیا تھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حسب عادت صبح فجر کی نماز کے لیے اٹھی جنت، نصیر انکل سے چائے کا پوچھنے آئی تھی پر انہیں بے سدھ پڑا دیکھ کر الٹے پاؤں حمزہ کو جگانے بھاگی تھی لیکن قسمت میں یہ دکھ بھی منظور تھا۔ بیوی سے جدائی کا صدمہ دل میں لیے صرف دو سال کے مختصر عرصہ میں وہ ان کے پاس چلے گئے تھے۔ حمزہ کو سنبھالنا جتنا بھی مشکل تھا خود جنت کے لیے بھی یہ صدمہ کم نہیں تھا۔ دو سال کے مختصر عرصے میں ماں اور باپ سے بڑھ کر چاہنے والے ساس سسر کا یوں جھٹ پٹ ملک عدم سدھارنا اس کے لیے بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ سارا سارا دن وہ خالی در و دیوار کو تکتی رہتی تھی۔ حمزہ الگ اپنی مصروفیت میں کسی الگ ہی دنیا میں مگن رہنے لگا تھا۔ چھ ماہ کے مختصر عرصے میں وہ اس قدر اجنبی لگنے لگا تھا کہ وہ بات کرنے کو ترس جاتی تھی مگر ایک روز اس کے کیے گئے انکشاف پر کتنی ہی دیر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ آس پاس دھماکے ہو رہے تھے۔

"میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے دو دن بعد کینیڈا جا رہا ہوں جنت۔" دونوں ہاتھوں میں اس کے ہاتھوں کو تھامے وہ اتنی آسانی سے بولا تھا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہو پر وہ تو گنگ کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

"میں جلدی آجاؤں گا، تم خالہ کی طرف شفٹ ہو جانا پھر......" اگلے ہی پل اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ حیرانگی سے بولی تھی۔

"میرا کیا ہوگا حمزہ، تمہارے بغیر کیسے رہوں گی میں؟"

"میرا جانا پہلے سے طے تھا جنت، سب معلوم ہے تمہیں، میں نے تمہیں اولین دنوں میں ہی سب بتا دیا تھا، پھر اس طرح کیوں بات کر رہی ہو جیسے آج پہلی دفعہ بتایا ہو تمہیں۔" لبوں پر زبان پھیرتی وہ پاس بیٹھے شخص کو کتنی دیر دیکھتی رہی جو کبھی بہت اپنا تھا۔ آج اجنبی بھی نہیں لگ رہا تھا۔ جب کہ درسانیت سے اسے سمجھاتے وہ حیران تھا اس کے اس طرح کے ردعمل پر۔

"پہلے کی بات اور تھی حمزہ...... خالہ تھیں، خالو تھے پر اب......" اس کی بات کو یکسر نظرانداز کیے وہ اپنی ہی کہہ رہا تھا۔

"اچھا موقع ہے جنت، مجھے امید ہے تم میرے خلاف جانے کے بجائے میرا ساتھ دو گی، ایسے مت دیکھو مجھے، الجھن ہو رہی ہے، یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی گناہ کر رہا ہوں میں۔" آنکھوں میں آنسو لیے وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہاں پاکستان میں کون سی کمی ہے جو کرنا ہے یہاں کرلو، لازمی تھوڑی ہے باہر جانا۔" اس کی بات پر وہ پھیکے سے مسکرا دیا تھا۔

"تم ہمیشہ ایف اے پاس ہی رہو گی۔" پھر اس رات کے بعد حتی کہ اس کے جانے تک لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ رکا نہیں تھا۔ ایئرپورٹ پر اللہ حافظ کہنے تک وہ کتنی دیر کھڑی اسے مناتی رہی تھی مسلسل۔ جانے کیا خوف تھا اسے۔

"میرا دل کہہ رہا ہے حمزہ، تم سب فراموش کردو گے، لیکن ہو سکے تو میرے مرنے سے پہلے آجانا۔" اس کی بات پر وہ ایک پل کو اداس ہوا تھا لیکن اگلے ہی پل تسلی کے لفظ اسے تھما کر وہ چلا گیا تھا کیونکہ اسے نا رکنا تھا نا وہ رکا تھا۔

آنکھیں کھولے جونہی وہ اپنا ہاتھ چہرے تک لے کر آیا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہے، رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا اور پھر چند ہی لمحوں بعد پاکستان آنے کے اعلان پر وہ پھیکے سے ہنس دیا تھا۔ جہاز سے اتر کر پانچ سال بعد اپنی سر زمین پر پاؤں رکھ رہا تھا، کتنی ہی دیر ساکت کھڑا رہا، اپنی خوشی اور بیک وقت ندامت کو سنبھالتا وہ ایئرپورٹ سے باہر نکلا تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ سیدھا قبرستان آیا، اماں اور ابا کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتا کتنی ہی دیر ندامت کے اشک بہاتا رہا تھا پھر اپنا مختصر سامان سنبھالتا وہ جب گھر کے رستے پر چلا تو کتنی ہی بچپن اور جوانی کی یادیں تھیں جو در آئی تھیں، اپنے گھر کے دروازے پر لگے تالے کو دیکھتے وہ کتنی ہی دیر بت بنا کھڑا رہا تھا۔ باہر سے سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا، ایسے جیسے کسی نے بڑی حفاظت سے سب سنبھال کر رکھا ہو۔ لمحہ بھر ٹھہر کر وہ خالہ کے گھر کی طرف جانے والے رستے پر چل پڑا تھا۔ کالے گیٹ پر دستک دے کر وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا ہو گیا تھا۔ دروازہ کھولنے والے نے سامنے موجود شخص کو لمحے بھر کو دیکھا پھر اگلے ہی پل خوشی میں کہے الفاظ پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"حمزہ بھائی......؟" سامنے لمبی اونچی متناسب سراپے والی اور کچھ کچھ جنت سے ملتی دوشیزہ کو لمحہ لگا تھا اسے پہچاننے میں۔

"حنا......" پر اشتیاق محبت سے بھرا لہجہ، شرمندگی کی جگہ اپنوں سے ملنے کی خوشی حاوی ہو گئی تھی۔

"اندر آئیں ناں، حمزہ بھائی۔" مسکرا کر اندر قدم رکھنے سے پہلے ہی کسی کی آواز پر وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا۔

"جنت......" بنا آواز لبوں نے یہ لفظ ادا کیا تھا۔

"وہیں رک جاؤ حمزہ، یہ راستہ تم پر ممنوعہ ہے، جو چیز چاہیے وہیں مل جائے گی۔" وہی دشمن جاں یہ سب کہنے

کے ساتھ اندر پلٹی اور اگلے ہی پل دوبارہ باہر آ گئی تھی، ایک ہاتھ میں چابیاں پکڑے دوسرے ہاتھ سے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی خاموش کھڑی حنا کو مکمل نظر انداز کرتی ہوئی اس کے آگے چل دی تھی، حنا کوئی ردعمل دیئے وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ توقع کے مطابق وہ اس کے گھر آئی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر آنے کا اشارہ کرتے لمحے بھر کو اسے دیکھا تھا، بلو جینز پر بلیک شرٹ پہنے چھوٹا سا سفری بیگ کندھے پر لٹکائے وہ آج بھی خوبرو تھا۔ نگاہوں کا زاویہ بدلتی وہیں باہر والے گیٹ کے اندر اور اندر والے دروازے کے باہر موجود کھلی جگہ پر رک گئی تھی۔

"اپنا سامان پورا کرلو حمزہ، کمی بیشی ہو تو بتا دینا۔" طنز و تحقیر سے خالی لب و لہجے میں ایک کرب جھلک رہا تھا، سرخ رنگ کے خوب صورت پرنٹڈ سوٹ میں ہم رنگ گرم چادر اوڑھے اس کی خوب صورتی آج بھی قائم تھی۔ دل جانے کیوں اس کے لیے آج برسوں بعد وہی پہلے پل والی شدت سے دھڑک رہا تھا۔

"کچھ پوچھو گی نہیں؟" اس کی بات کو نظر انداز کرتی وہ جانے کو پلٹی تھی کہ اس نے ہاتھ پکڑ کر اندر والے بند دروازے کی دہلیز پر اسے بٹھا دیا تھا، خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ لفظوں کو ترتیب دیتے ہوئے وہ کتنی ہی دیر خاموش رہا۔ اسے خاموش دیکھ کر وہ سر جھٹک کر اٹھی کہ عقب سے آتی حمزہ کی آواز پر لمحے بھر کو چونکی تھی۔ دل بھی جانے کیوں اس کی آواز پر ڈوب کر ابھرا تھا۔

"رک جاؤ، سب کہنے دو مجھے، کسی لمحے کا واسطہ ہی سہی۔" اس معصومانہ فرمائش پر جہاں سے اٹھی تھی وہیں براجمان ہوگئی تھی۔ لبوں پر زبان پھیرتے وہ گویا ہوا۔

"یہاں سے جاتے ہی میں نے جاب کے ساتھ ایڈمیشن لے لیا تھا، ایک مہینے تک تو سب ٹھیک تھا پر جس روز تم سے آخری بات کی اس کی صبح وہاں میری سینئر ڈاکٹر مارٹن کے ساتھ ایک اہم سرجری تھی، جس میں وہ مریض انتقال کر گیا تھا، مارٹن کی غلطی سے اس نے سارا الزام مجھ پر لگا دیا تھا، لاکھ چاہنے پر بھی میں بہت بے بس ہو گیا تھا، تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا میں، لیکن......" وہ جواسے ہی دیکھ رہی تھی اس کے دیکھنے پر لمحے بھر میں چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا۔

"ڈاکٹر زینب کو جانے کیسے مارٹن کی غلطی کا پتا چل گیا، اس نے تو گویا ایک خفیہ آپریشن شروع کر دیا تھا میرے لیے پھر مارٹن کی غلطی سب کے سامنے آتے ہی میں آزاد ہو گیا تھا، مجھ پر سے ساری پابندیاں ہٹالی گئی تھیں، پر اس دوران چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔"

"تم زینب سے کہہ کر فون تو کروا سکتے تھے؟" اس کے رکنے پر اس نے اذیت سے کہا جبکہ اس کے لیے سچ بتانا بھی ایک سزا ہی تھی۔

"وہ محبت کرتی تھی مجھ سے اس حادثے سے چند گھنٹے پہلے اس نے اعتراف کیا تھا، میں تب بتا نہیں سکا اور بعد میں اس ڈر سے اپنی شادی کا سچ نہیں بتایا کہ وہ مجھے جیل میں ہی نا چھوڑ دے کہیں ہمیشہ کے لیے۔" اس کے انکشاف پر اپنی اذیت کو دبائے وہ ہمہ تن گوش تھی، حالانکہ دل تو کر رہا تھا اٹھ کر چلے جائے۔

"باہر نکل کر میں بہت خوش تھا تمہیں صبح فون کرنے کا ارادہ کرتا میں زینب اور واصف کے ساتھ زینب کے اپارٹمنٹ پر چلا گیا، وہاں پارٹی کرتے زندگی میں پہلی بار میں نے 'شراب' پی لی تھی جو مجھے بہت مہنگی پڑی تھی اور دوسری صبح میں اور زینب ایک دوسرے سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے تھے...... وہ وہیں کی پیدائش تھی ماں اور باپ کے انتقال پر بڑی بہن کی شادی کے بعد اکیلی کینیڈا میں مقیم تھی...... جو بھی ہوا اس پر کف افسوس ملتے ہوئے میں نے کچھ چند دوستوں کی موجودگی میں زینب سے نکاح کر لیا تھا۔" اس کی باتیں سنتی جنت نے بمشکل اپنی سسکیاں ضبط کی تھیں، جب کہ وہ سر جھکائے اپنی داستان سنانے میں مگن تھا۔

"پھر اگلے چند روز تک ہر صبح و شام تمہیں فون کرنے کا ارادہ کرتا میں کھونے لگا تھا زینب کی رفاقت میں گزرتے ہر لمحے نے مجھے احساس دلایا کہ میرے لیے زینب ہی

ٹھیک ہے پھر تو بس میں نے اس کی سنگت میں گویا تمہیں فراموش کردیا تھا لیکن شادی کے ایک سال بعد جب لائبہ پیدا ہوئی تو اس کو گود میں لیے جانے کیسے تم میرے سامنے آ گئیں، میرا گریبان پکڑے تم مجھ سے سوال کررہی تھیں، اتنے سالوں کی رفاقت کا صلہ یہ دیا حمزہ...... پھر اسی پل اور اس ہی لمحے سے میں نے ایک ایک پل جس اذیت میں گزارے بتا نہیں سکتا لیکن دو سال کا عرصہ گزر گیا تھا، احساس ندامت نے مجھے تم تک آنے ہی نہیں دیا، پچھلے تین سالوں میں ہر روز ایک بہانہ سوچتا ہوں کہ یہ کہہ کر تمہیں منالوں گا پر ہر بہانے پر احساس ہوتا ہے، ایک سچ کہہ کر جنت کو پانے کی تگ ودو کرو حمزہ۔'' اپنی بات کے اختتام پر اس نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں صرف آنسو ہی آنسو تھے۔ آنکھیں تو اس کی بھی نم تھیں۔

''دل میں یہ خیال بھی غالب تھا کہ پچھلے پانچ سالوں میں سزا ہی تو بھگت رہے تھے ہم دونوں، تم بنا کسی جرم کے اور میں اپنے قصور کی لیکن اب......'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بدک کر پیچھے ہوئی، ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے کھڑے ہونے پر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا، ساتھ ہی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے پوچھ رہا ہو سزا دو گی اپنے خطاوار کو یا معاف کردو گی۔

''جس کی خاطر مجھے چھوڑا تھا، میری خاطر اسے چھوڑ سکتے ہو حمزہ؟'' بھیگی پلکوں سے سوال اور شکوہ ایک ساتھ کیا تھا جب کہ بنا سوچے اس نے جواب دیا تھا۔

''ہاں۔'' ایک لمحے کو اپنے مد مقابل کھڑے شخص کو دیکھا تھا۔ ہاتھ کا مکا بنا کر ہولے سے تین بار اس کے دل پر مارتے ساتھ ہی درشتگی سے چند لفظ ادا کیے تھے۔

''تم کل بھی خود غرض تھے آج بھی ہو، بے وفا حمزہ۔'' کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی اور وہ وہیں کھڑا اس کے قدموں کے نشان دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

اگلی ہی صبح ہمت کرکے وہ خالہ کی طرف چلا آیا، حنا اسے بٹھا کر اندر نصرت خاتون کو بلانے چلی گئی تھی۔ ان کے آنے پر اس نے کھڑے ہو کر سلام کیا جواب میں ان کے ڈھیروں پیار پر وہ شرمندگی سے کتنی ہی دیر سر نہیں اٹھا پایا تھا۔ دل میں صرف ایک ہی خیال رہ رہ کر آ رہا تھا۔

''یہ کیا کردیا تم نے حمزہ؟''

''تم صرف میرے داماد نہیں میری بہن کے بیٹے بھی ہو ساتھ ہی منہ بولے ہی سہی اکلوتے بھائی کی اکلوتی اولاد ہو، ایک رشتے سے شکوہ کروں تو دوسرے سے محبت کرنا بھی تو بنتا ہے۔'' اس بات پر اس کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔ چند ہی لمحوں میں حنا نے میز چیزوں سے بھر دی تھی۔

''اس سب کی کیا ضرورت تھی خالہ جان۔'' ہر قسم کے لوازمات میز پر دیکھ کر وہ حیرت سے بولا، جواب چائے سرد کرتی حنا نے دیا تھا۔

''حمزہ بھائی، تکلف مت کریں، میں نے یہ سب اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔'' اور پھر اگلے چند ہی لمحوں میں خالہ کے رویے سے حوصلہ پا کر اس نے خود کو قدرے ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔

''تم اچھے وقت آئے ہو حمزہ، خیر سے چند دنوں کے بعد حنا کی شادی ہے۔''

''حنا کی شادی میں آپ نے دیر نہیں کردی، دوسروں کی نسبت۔'' اس کی بات پر نصرت بیگم شگفتگی سے متبسم لب و لہجے میں بولیں۔

''سب جنت کا کیا دھرا ہے، اس نے ہی میری چلنے نہیں دی، میں تو کردیتی اوروں کی طرح انٹر کے بعد پر اس نے خود تو کیا اور اس کو بھی مکمل حمایت کرکے ایم اے کروا لیا، خیر سے کالج میں پڑھاتی ہے یہ۔'' خالہ کی بات پر حیران ہوتے ہوئے اس نے فرضی کالر جھاڑتی حنا کو دیکھا اور مسکرا دیا۔

''جنت کہاں ہے؟'' ماحول کا اثر تھا کہ وہ اس کو بنا جھجکے پوچھ گیا۔

''اسکول گئی ہے، آنے والی ہوگی۔'' شامی کباب سے انصاف کرتا ان کی بات پر وہ بے ساختہ بولا۔

”کیا کرنے؟“

”ماشاء اللہ سے پڑھاتی ہیں وہاں......“ اسی پل باہر بیل ہونے پر حنا بات ادھوری چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

”تمہارے جانے کے بعد اس نے ادھوری تعلیم پھر سے شروع کردی تھی......“ اسے دوبارا ایسے شرمندہ ہوتا دیکھ کر انہوں نے یک دم بات بدل دی۔ جنت نے بتا تو سب دیا تھا۔ اس سے اب پوچھا کیا تھا۔ دل تو ان کا بھی بچی کی سوتن کا سن کر تڑپ کر رہ گیا تھا لیکن اب جو ہو گیا تھا اس پر رونا کیسا؟ سوچ کر انہوں نے دل کو تسلی دے لی تھی۔

”ایک خوش خبری ہے تمہارے لیے......“ اس پل اندر آتی حنا نے انہیں روک لیا۔

”اماں آپ مت بتایئے گا، آپا بتائیں گی۔“ اس کو رکتے دیکھ کر جہاں وہ مسکرا کر خاموش ہوئی تھی، وہ عمیق سوچ میں گم ہو گیا تھا پھر چند لمحوں بعد ہی حبیب صاحب سے جنرل اسٹور پر ملاقات کا کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

صبح ناشتہ بناتے ہوئے اس کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، پچھلے کئی دنوں سے وہ اس کا منتظر تھا پر وہ تھی کہ ملنے سے مسلسل انکاری تھی۔ جبکہ وہ خود خالہ کے بے حد اصرار پر بھی کھانا کھانے نہیں جاتا، اس کی مزید خفگی کے ڈر سے البتہ کبھی حنا تو کبھی خالہ اسے کھانا دینے آتیں، ساتھ ہی اس کے متعلق معلومات بھی گوش گزار کر جاتیں۔ اس وقت بھی ایک طرف چائے اور دوسری طرف انڈہ تلتے ہوئے اس کا دماغ بار بار خالہ کی رات کی بتائی باتوں میں الجھ رہا تھا۔

”خالہ...... آپ نے میرے بارے میں اسے پھر سے سمجھایا، کچھ نرمی آئی ہے اس کے مزاج میں یا......“ قریب ہی صوفے پر بیٹھی خالہ نے اس کے التجائی انداز پر اسے شفقت سے دیکھا۔

”میں نے آج دوپہر میں ہی اس سے ایک فیصلہ کرنے کی بات کی ہے۔“

”مطلب......؟“ ان کی بات پر نا سمجھی سے اس نے پوچھا۔

”اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ جلد ہی تمہارے حق میں فیصلہ کر دے گی۔“ فرط جذبات میں وہ ان کے گلے لگ گیا، پر باہر مسلسل بجتی بیل پر وہ اگلے ہی لمحے حال کی دنیا میں واپس آیا، سامنے چولہے کا نظارہ دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ آملیٹ کی حالت پر منہ بسورتے ہوئے اس نے فرائی پین سنک میں رکھا جب کہ چائے کی آنچ دھیمی کر کے وہ دروازہ کھولنے باہر آیا پر آنے والا کچھ بے خبر معلوم ہوتا تھا کہ بیل پر ہاتھ رکھ کر ہٹانا تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔

”آ رہا ہوں بھئی، میرے پاس پاؤں ہیں راکٹ نہیں۔“ لیکن دروازہ کھولنے پر آنے والے کو دیکھ کر اسے یوں محسوس ہوا جیسے لگاتار برستی بارشوں میں کسی روز اچانک ہی دبے پاؤں دھوپ نکل آئی ہو۔ باہر جنت کو کھڑا دیکھ کر وہی احساس اسے اپنے جسم و جاں میں اترتا محسوس ہوا تھا۔ کالے رنگ کے گرم سوٹ میں ہم رنگ چادر سلیقے سے اوڑھے دونوں ہاتھوں میں ہم رنگ چوڑیاں پہنے وہ سادگی میں بھی کمال نظر آ رہی تھی، نظر بھر کر اسے دیکھتے ہوئے اندر آنے کا راستہ دیا۔

”پلیز...... ناشتہ بنا دو میرے لیے، میرا پسندیدہ اپنے ہاتھوں سے۔“ اس کی فرمائش پر اسے گھورتی وہ اندر چلی آئی۔ دروازہ بند کر کے وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر اسے اندر جاتا دیکھتا رہا کہ اس کے سیل فون کی بیل نے اس کا تسلسل توڑ دیا تھا، بنا دیکھے ہی فون کان سے لگایا۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔

”حمزہ...... کب آ رہے ہیں آپ؟“ زینب کی آواز اور براہ راست سوال پر چونک کر سیدھا ہوا۔ درمیان میں لمحے بھر کی خاموشی حائل ہوئی جسے حمزہ نے توڑا تھا۔

”میں نے ایک ڈائری چھوڑی تھی تمہارے سامان میں پڑھا لے۔“ فیصلہ تو کرنا ہی تھا لہٰذا اس نے یہاں آنے سے قبل ایک ڈائری میں سب لکھ کر جیکٹ سے اس کے بیگ میں رکھ دی تھی کہ وہ سچ جان کر جو بھی فیصلہ کرے۔

"ہاں......" گہرا سانس بھر کر اس کے جواب پر وہ لمحے بھر کے لیے متذبذب ہوئی۔

"میں باقی کی عمر پاکستان میں جنت کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔" سانس روکے وہ اس کے جواب کا منتظر اپنا فیصلہ سنا کر چپ ہوگیا تھا۔

"اور لائبہ"

"جیسا تم چاہو۔" مٹھیاں بند کر کے دل پر پتھر رکھ کر جواب دیا۔

"اور میں کہاں ہوں حمزہ؟" اس کے جواب پر ہونٹوں کو کچلتے وہ ضبط کرتی بولی پر اس کے جواب میں ایک دل کو اطمینان سا ہوا تھا۔

"تم میری زندگی کا اہم جزو ہو زینب پر جنت...... میں خود ششدر ہوں میں نے اسے فراموش کیسے کردیا، شاید وجہ بنا مانگے اس کا ملنا تھا اچانک ہی، پر اب نہیں اگر چاہو تو میں تمہارا منتظر ہوں، بس سمجھوتا کرنا ہوگا تمہیں، ناچاہتے ہوئے بھی میں نے بہت تنگ کیا ہے، تم بہترین انسان ہونے کے ساتھ بہترین بیوی اور ماں ہو، مجھے تمہارے ساتھ پر ہمیشہ فخر رہے گا، تم جو بھی فیصلہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس کے تفصیلی جواب پر اس نے لمحوں میں فیصلہ کیا تھا۔

"پھر میرے لیے بھی جاب تلاش کرو میں سب سمیٹ کر جلد آجاؤں گی، یوں بھی لائبہ کے لیے یہاں کا ماحول اچھا نہیں ہے، اپارٹمنٹ سیل نہیں کریں گے، کل کو اگر بچے پڑھنے آنا چاہیں تو کام آئے گا ان کے۔" ایک ہی سانس میں سب کہتی وہ اسے کتنا مسرور کرگئی تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

"اگر تمہاری بیوی نے مجھے قبول نہیں کیا تو؟" اس کے سوال اور پلان پر وہ جی بھر کر مسکرالیا۔

"وہ مشرقی عورت ہے زینب، تم بس آجاؤ میں انتظار کروں گا تم دونوں کا۔"

"ایک سیکنڈ، ایک سیکنڈ۔" اس کے بوکھلائے انداز پر وہ ذرا رکا۔

"ایک بات یاد رکھنا حمزہ، عورت مشرقی ہو یا مغربی محبت ایک ہی ڈھنگ سے کرتی ہے، سب کچھ قبول کرلیتی ہے محبت میں بے وفائی بھی، بشرطیکہ محبت کریں تو۔" پھر ایک دو ری باتوں کے بعد وہ فون رکھ کر اندر چلا آیا، سامنے میز پر اس کا پسندیدہ ناشتہ سجا ہوا تھا۔ حمزہ نے اسے بھی ساتھ ناشتہ کرنے کی پیشکش کی، منع کرتی وہ سامنے ہی کرسی پر براجمان ہوگئی۔ انگلیوں کو مروڑتی، لبوں کو کچلتی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر جانے کیا بات تھی جو لبوں پر آ نہیں رہی تھی۔ وہ محسوس کر کے بھی نظر انداز کرگیا کہ آخر ہمت کر کے وہ خود ہی بولی۔

"کچھ ضروری بات بتانی ہے آپ کو۔" پراٹھے سے انصاف کرتے اس نے بنا دیکھے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ تھوک نگل کر قدرے حوصلہ کر کے روانی میں بولی۔

"ہمارا ایک بیٹا بھی ہے۔" ناشتہ کرتے اسے اچھو لگا۔

"کیا......؟" اس کے ردعمل پر وہ کھول کر رہ گئی۔ پانی کا گلاس لبوں سے لگائے وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک خوشی تھی تو دوسرا اتنا عرصہ انجان رہنے کا غم۔

"میرے باہر جانے کے ایک ماہ تک ہم رابطے میں تھے، تم نے بتایا کیوں نہیں مجھے پہلے۔" اس کے پرجوش انداز پر اس نے ضبط سے کام لیا۔

"مجھے خود لیٹ پتا چلا تھا۔" اس کے مختصر جواب پر اس نے سر ہلایا۔

"ڈاکٹر کی بیوی ہو کر یہ حال ہے تمہارا۔" اس کے بلاوجہ کے غصہ اور طنز پر وہ سلگ کر رہ گئی۔

"آپ کو بھی تو پتا ہوسکتا تھا۔"

"عجیب منطق ہے تمہاری جنت، مجھے کیسے پتا ہوتا تمہارا۔"

"ڈاکٹر جو ٹھہرے آپ۔" اس کے برجستہ جواب پر اس نے لمحے بھر کو دیکھا، جب کہ اس نے حمزہ کے آگے سے ناشتے کا سامان اٹھالیا تھا۔ مدتوں بعد اس کا خفگی بھرا انداز دیکھ کر وہ اندر تک سرشار ہوگیا تھا۔

"تو معاف کردیا تم نے مجھے؟"

"کسی غلط فہمی میں مت رہیے، علی کا بتانے آئی تھی بس۔" اس نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"زینب اور لائبہ بھی چند روز میں آجائیں گے۔" اس کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے ایک نیا انکشاف کیا، لمحے بھر کو اس کے ہاتھ کپکپائے جو اس سے مخفی نہیں رہے۔

"تم میرا مان ہو جنت، معاف کر دو مجھے۔" راستہ روکے ہاتھ باندھے وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ چند پل اس کی آنکھوں میں دیکھا اور بندھے ہاتھوں کو کھول دیا تھا، ہاتھ میں پکڑے برتنوں کو قریبی میز پر رکھ کر وہ وہیں بیٹھ گئی اور آہستگی سے نظریں جھکائے گویا ہوئی۔

"میں پہلے ہی معاف کر چکی ہوں حمزہ کیونکہ آپ نے سچ بولا، دھوکا دے سکتے تھے مجھے اور اسے، ایک یہاں اور ایک وہاں میری عمر گزر جاتی بنا سچ جانے، صرف آپ کی بنائی کہانی کو سچ مانتی ہوں لیکن پھر بھی آپ نے سچ کہا، چند دن لگے فیصلہ کرنے میں کیونکہ مجھے صرف آپ کو ہی نہیں زینب کو بھی قبول کرنا تھا پھر سوچا آپ کو تو یہ حق میرے اللہ نے دیا ہے، میں کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی۔" لمحے بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، وہ سانس روکے اسے ہی سن رہا تھا۔

"پھر معاف تو کرنا ہی تھا، محبت جو ہے آپ سے۔" نیچے فرش پر اس کے قریب بیٹھے وہ اس کی اعلیٰ ظرفی پر مسکرایا۔

"کیا میں اس قابل ہوں یا اللہ کہ وہ اتنی بہترین انسان میری شریک حیات ہیں۔" دل ہی دل میں خود سے مخاطب وہ احساس تشکر سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

"ویسے میں جانتا تھا کہ تم مجھے معاف کر دو گی۔" لمحے بھر میں وہ پہلے والا حمزہ بن گیا تھا۔

"وہ کیسے؟" ایک مدت بعد وہ دل سے مسکرائی تھی، اس نے جواب میں اس کی چوڑیوں والی کلائی تھامی اور اس کی چوڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ایسے....." ساتھ ہی مدتوں پرانی عادت کی طرح توڑ بھی دی تھی۔

"سہاگن کی چوڑیاں توڑنا نیک شگون نہیں ہوتا۔" وہ جو اس کی آنکھوں میں دیکھتا مچل رہا تھا اس بات پر بدکا۔

"یہ فتویٰ کہاں سے ڈھونڈ لیا تم نے؟"

"سب ہی بڑے بزرگ بھی کہتے ہیں۔" مسکرا کر اس کی ناک دباتے اس نے کہا۔

"رہنے دو انہیں۔" چند لمحوں بعد سر جھٹک کر یاد آنے پر ماتھے پر ہاتھ مارتا وہ بولا۔

"بیٹے سے نہیں ملاؤ گی ایف اے پاس۔"

"ایم اے پاس۔" مسکرا کر اس کی تصیح کی اور پھر چند لمحوں بعد سب نصرت بیگم کے گھر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ پانچ سال کا علی باپ کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہا تھا جبکہ یوں اچانک بیٹے کو پا کر اس کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی اور جنت کے دماغ میں اماں کی کہی باتیں گونج رہی تھیں۔

"زندگی سمندر کی طرح بے رحم ہے جنت، جیسے سمندری طوفان سے بچ نکلنے والی ہر کشتی کو کنارے تک آنے کے لیے پھر سے بے رحم موجوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، ویسے ہی زندگی گزارنے کے لیے تمہیں کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے اور خاص طور پر علی کو، چاہو تو انا اور ضد میں ساری زندگی گزار دو، فیصلہ تمہارا ہوگا، کسی کا انتخاب کرلو۔" اور پھر تنہا جینے اور کسی اور کو آزمانے سے بہتر تھا، کنارے تک پہنچنے کے لیے اپنی ہی کشتی میں سفر کرنا، فیصلہ کرنا بہت آسان ہو گیا تھا۔

جنت سوچ رہی تھی کہ میری جگہ اگر کوئی بھی اس امتحان سے گزرتا تو یہی فیصلہ کرتا جو میں نے کیا۔ گھر بنانا اور اسے سنوارنا ہے توڑنا نہیں ہے۔

صبا ایشل

دن تمہارا ہے شب تمہاری ہے
عمر جتنی ہے سب تمہاری ہے
کیوں نہ رشک اپنی زندگی پر کروں
پہلے میری تھی، اب تمہاری ہے

ذی شعور اور دانا لوگ دوسروں کی ٹوہ میں نہیں لگے رہتے بلکہ وہ فطری تجسس کو مار کر اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔ اپنے اندر کے اچھے انسان کو تلاش کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اپنے اندر پلنے والے دکھوں کے صحرا کو خود میں چھپانے کی کوشش کرکے خود سے وابستہ لوگوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بھی آہستہ آہستہ اپنی ذات کے بنجر، ریتیلے، وسیع صحرا کو چھوٹے سے دل میں سمونا سیکھ رہی تھی۔ اپنے ہاتھوں کی الٹی سیدھی لکیروں کو جوڑنا اور ترتیب دینا اس کے بس میں نہیں تھا لیکن اپنے چہرے پہ انبساط کے رنگ سجا کر وہ اپنوں کے چہروں پر طمانیت کے سب رنگ دیکھ سکتی تھی، وہ اب اسی کوشش میں رہتی تھی کہ کبھی کوئی شخص اس کی وجہ سے اداس نہ ہو، کسی کا چہرہ اس کی وجہ سے مرجھا نہ جائے۔

"اتنی سردی میں تمہیں کس نے کہا برتن دھونے بیٹھ جاؤ۔" مورے نے اسے برتن دھوتے دیکھا تو سر پیٹ لیا۔

"زرینہ دھوتی ہے تو میں کیوں نہیں دھو سکتی۔" پانی سے بھرے بڑے برتن میں سے ایک ہاتھ سے برتن پر پانی انڈیلتی اور ہاتھ پھیر کر صابن اتار کر ٹوکری میں رکھتی جارہی تھی۔

"زرینہ ان کاموں اور موسم کی عادی ہے۔ تمہیں یہ سب نہیں کرنا چاہیے۔" مورے نے تاسف سے گردن ہلائی۔

"میں کسی اور دنیا کی باسی ہوں نہیں مورے..... ویسے بھی پانی گرم تھا اور یہ تو دھل بھی گئے۔ کہیں ایسا تو نہیں میں نے برتن اچھی طرح نہیں دھوئے ہوں، اس لیے آپ چاہتی ہیں کہ میں یہ کام نہ کیا کروں۔" برتنوں کی ٹوکری اٹھاتے وقت اس نے ایک خیال آنے پر آنکھیں سکیڑیں۔

"توبہ، توبہ کیسی عجیب بات کررہی ہو، چلو اب اسے نعمت خانے میں رکھ کر ہاتھ کچھ دیر سینک لو، دیکھو تو سردی سے لال سرخ ہورہے ہیں۔" اس کے گورے ملائم ہاتھوں کی سرخ ہوتی ہتھیلی کی پشت ٹوکری پکڑنے کے باوجود سرخ ہورہی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے باورچی خانے کی جانب آگئی۔

"اللہ، اللہ برتن کیوں دھولیے تم نے تمہیں پتا ہے ناں یہ میرا کام ہے۔" وہ انگیٹھی پر ہاتھ تاپ رہی تھی جب کچھ لمحوں بعد ہی زرینہ اس کے سر پہ آن کھڑی ہوئی۔

"مورے نے تمہیں بھی بتادیا..... ایک بات تو بتاؤ کیا تم لوگ مجھے گھر کا فرد نہیں سمجھتے؟ محض برتن دھو دینے پر

سب ایسا برتاؤ کر کے مجھے کیا احساس دلانا چاہتے ہیں یہی نا کہ میں یہاں مہمان ہوں۔" وہ دل گرفتگی سے بولی تو زرینہ پشیمانی سے اس کی جانب آئی۔

"ایسی بات نہیں ہے نین سکھ، دراصل تم ہم سب کے لیے بہت اہم ہو، ہم میں سے کوئی بھی تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دینا چاہتا، تم ہمارا وہ قیمتی موتی ہو جو سمندر کی ساتویں تہہ میں دفن ہوتا ہے جسے پانا تو دور کی بات ہم تو اس کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ سکتے، ایسا قیمتی موتی بھی مل جائے تو جس حفاظت سے اسے رکھا جاتا ہے اسی خیال اور محبت سے ہم تمہیں رکھنا چاہتے ہیں، ہماری وجہ سے تمہیں چھوٹی سی خراش آئے ہم یہ سہہ نہیں سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم تمہیں اپنے خاندان کا فرد نہیں سمجھتے۔" زرینہ لکڑی کی زمین سے چند انچ اونچی تختی کھینچتے ہوئے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور متانت سے اس سے مخاطب ہوئی۔

"میں جانتی ہوں جیسا تم کہہ رہی ہو، سب کچھ ایسا ہی ہے لیکن مجھے آگے بھی تو بڑھنا ہے کب تک دکھوں کا ماتم منا کر ایک کمرے تک محدود رہوں گی۔ میں کسی کی محبت پر شک نہیں کر رہی، بس چاہتی ہوں کہ کسی عام انسان کی طرح عام زندگی جینا شروع کر دوں۔" انتہائی سنجیدگی اور بردباری سے وہ دونوں ہاتھ سے رگڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ اندر چلتے ہیں۔" زرینہ بھی اس کی معیت میں اس کے پیچھے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جب کوئی عام ہو جائے تو وہ خاص نہیں رہتا لیکن جب کوئی خود کو عام سمجھتا ہے تو وہ خاص ہو جاتا ہے خاص ہونے کے لیے عام بننا نہیں خود کو عام سمجھنا ضروری ہے۔ اس نے بھی خود کو عام سمجھنا شروع کر دیا تھا بہت جلد وہ خاص ہونے والی تھی۔

یافتن گم کردنی می خواهد، اسا چاره میست
کاش گم کردم، چه سازم، گم شدن گم کرده ام

(پانے کے لیے گم کرنا ضروری ہے، اس کے سوا کوئی

چارہ نہیں
کاش میں گم ہوگیا ہوتا لیکن کیا کروں کہ گم ہونے کی سکت بھی کرچکا ہوں)

❀.....❀.....❀

پہاڑوں پر برف کی جمی تہہ پر سورج کی روشنی پڑنے سے برف کسی برقی قمقمے یا سیکڑوں چھوٹے چھوٹے جلتے چراغوں کا منظر پیش کررہی تھی۔ برف کی دبیز تہہ نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، وادی کا ہر رنگ نرالا اور انتہائی خوب صورت تھا اسی لیے تو وہ برف پر چلنے والے خاص جوتے پہنے، سرد موسم کے اثرات کم کرنے کے لیے گرم گھٹنوں تک آتا کوٹ، سر پر اونی ٹوپی اور ہاتھ میں دستانے پہنے خوب صورت منظر کا نظارہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے سب گھر والے صبح اٹھے تو تھے لیکن ناشتے اور باقی کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ایک بار پھر آرام کررہے تھے۔ وہ کسی کے آرام میں خلل ڈالے بغیر باہر آئی۔ باہر نکلتے ہی اس کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں، ہر طرف سفیدی کا راج تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی لیکن اس کی ہلکی سی حدت سے برف کی تہہ پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔ وہ سنبھل کر احتیاط سے قدم بڑھانے لگی اور کچھ فاصلے پر موجود دریا کو دیکھنے لگی۔ برف کی تہہ کے نیچے بہتے شفاف دریا کا پانی اس قدر خوب صورت منظر پیش کررہا تھا کہ وہ دل ہی دل میں قدرت کی اس صناعی کو داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔ اسے شرارت سوجھی تو وہ احتیاط سے تھوڑا آگے بڑھی اور برف کی تہہ جسے ایک بڑے پتھر کا سہارا لیتے ہوئے ایک ٹانگ آگے بڑھائی اور دریا کے اوپر جمی برف کی تہہ پر اپنے پاؤں سے سارا وزن ڈالا۔

چھناکے کی آواز کے ساتھ کسی شیشے کی طرح برف کی کرچیاں نظر آنے لگیں۔ اس کے ہونٹوں پر دلنشیں مسکراہٹ دوڑ گئی۔ برف ٹوٹنے کی یہ آواز اس کے ذہن کو پرسکون کررہی تھی وہ اب دوسری جگہ یہی عمل دہرا رہی تھی۔ ایسا کرنے میں اسے لطف آرہا تھا کسی چھوٹے سے بچے کو اپنا من پسند کھلونا مل جائے تو وہ بے حد نہال ہوجاتا ہے۔

اس وقت اس کے چہرے پر شگفتگی کے چھائے ہوئے رنگ دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے واقعی اسے کوئی کھلونا مل گیا ہو، وہ اپنی زندگی کے تمام حزن والم بھلائے برف کرچ کرچ سے توڑتی اپنی سرگرمی میں گم تھی۔

"مانا کہ آپ کو اپنی زندگی سے محبت نہیں۔" وہ اپنے شغل کو جاری رکھے ہوئے تھی، برف کی شیشے کی طرح ٹوٹی کرچیوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے سوراخ نظر آرہے تھے اب کی بار اس نے دستانے پہنے ہاتھوں سے برف کے درمیان موجود سوراخ سے دونوں ہاتھوں کی مدد سے برف اکھاڑنے کی کوشش کی برف کی تہہ کا کافی بڑا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں آگیا تھا اس نے وہ ٹکڑا دریا کے اس حصے کی جانب پھینکا جہاں برف کی تہہ موجود تھی۔ برف کسی کانچ کی طرح کرچی کرچی ہوتی دور تک پھیل گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ یہی حرکت کرتی مردانہ آواز پر چونک گئی۔

"آپ سے کس نے کہا مجھے زندگی سے محبت نہیں ہے۔" اس نے سنبھل کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"دریا کے ٹھنڈے پانی سے کسی کھلونے کی مانند کھیلنا تو یہی ظاہر کرتا ہے...... جانتی ہیں اگر ان دنوں دریا میں کوئی حادثہ ہوجائے تو ڈوبنے والے شخص کا بچنا ممکن نہیں ہوتا بلکہ اس شخص کا مردہ وجود ڈھونڈنا بھی محال ہوتا ہے۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے باخبر کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" اس کی آنکھوں کے سامنے موجود شخص کا چہرہ دھندلا ہونے لگا تھا۔ وہ دوبارہ کوئی ہالہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی اسی لیے سر جھٹک کر اس کے چہرے سے نظر ہٹاتے ہوئے بولی۔

"موسم کی وجہ سے میری فلائٹ مزید دو دن تاخیر کا شکار ہوگئی ہے پھر جانے موقع ملے یا نہ ملے، میں جانے سے پہلے آپ سے جواب جاننا چاہتا ہوں۔" وہ دونوں ایک ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے دریا کے کنارے چلنے لگے تھے۔

"میرے اہداف میں فی الحال شادی کہیں نہیں ہے۔

زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے کچھ وقت درکار ہے۔" وہ ایک ایک لفظ سوچ کر ادا کررہی تھی۔

"کیسا وقت نین سکھ، کیا سوچنا چاہتی ہو، میں وجیہہ ہوں، اچھا کاروبار ہے، گھر میں سب تم سے محبت کرتے ہیں۔ ایک لڑکی کو اچھی زندگی گزارنے کے لیے اس کے سوا اور کیا درکار ہوسکتا ہے۔" وہ جو یہ سوچ رہا تھا نین سکھ اس سے شادی کے لیے ذہنی اور دلی طور پہ آمادہ ہوگی مگر ایسا جواب ملنے پر حیرت سے پوچھا۔

"میں نے کبھی شادی کے بارے میں یا اپنے جیون ساتھی کے بارے میں نہیں سوچا، میرے بارے میں سب کچھ سوچنے والے اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کے بنا زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ لینا آسان نہیں...... میں نہیں جانتی کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ مجھے کتنا وقت چاہیے لیکن یہ طے ہے کہ فی الحال میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتی۔" وہ نپے تلے الفاظ میں قطعی انداز سے بات کررہی تھی۔ فراخ کے چہرے پہ ناگواری کی لہر آ کر دوڑ گئی تھی۔

"تم خاصی خود پسند لڑکی ہو، میں تو تمہیں سیدھی سادی گھریلو لڑکی سمجھتا تھا۔"

"اس بات سے کیا مراد ہے؟ مجھے پورا حق ہے کہ میں اپنی ذات کے لیے اپنی مرضی سے فیصلہ کروں اس میں خود پسندی کا عنصر بھلا کیوں آنے لگا؟" اس کے چبھتے لہجے کو محسوس کر کے وہ خفگی سے بولی۔

"مجھے باتوں میں مت الجھاؤ، صاف صاف کہو کہ کسی اور کے خواب دیکھتی ہو، ابھی کل شب میں نے تمہیں اس اجنبی انسان کے سامنے ایسے دیکھا کہ تمہیں دنیا کا ہوش تک نہ تھا۔ مجھے علم ہے تم نے اس شخص کا انتخاب کرلیا ہے اور اصول کے مطابق کوئی بھی شخص تمہارا انتخاب تبدیل نہیں کرا سکتا پھر مجھ سے کھیلنے کی کوشش کیوں کررہی ہو؟" اس کے وجیہہ چہرے کی ساری وجاہت لبوں سے نکلنے والے الفاظ سے تبدیل ہورہی تھی۔ نین سکھ اس کی شخصیت کے اس رخ پر حیران تھی۔

"میں آپ کو کسی بات کی وضاحت دینے کی پابند نہیں ہوں۔ البتہ آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس کررہی ہوں کہ میں مستقبل کے لیے ایک غلط فیصلہ کرنے سے محفوظ ہوگئی ہوں۔ آپ نے ابھی کچھ دیر قبل کہا تھا ناں کہ آپ وجیہہ ہیں، کاروبار اچھا ہے، گھر والے محبت کرتے ہیں، اس کے سوا مجھے اور کیا درکار ہے تو جان لیں مجھے ایک ایسا شخص درکار ہے جو میرے ساتھ گزارہ سکتا ہو میری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرنا جانتا ہو نا کہ آپ کی طرح طعن و تشنیع پر اتر آئے اور اپنے قابل فخر چہرے کو خود ہی خاک میں مل کر بدنما بنالے۔ میں سوچنے کے لیے وقت مانگ رہی تھی لیکن اب فیصلہ ہوچکا میں آپ سے کبھی اور کسی صورت شادی نہیں کروں گی۔" انسان اپنے کیے گئے جرم پر مطعون ہونا سہہ سکتا ہے لیکن اس الزام کو نہیں سہہ سکتا جو جھوٹا ہو وہ بھی لاکھ نرم دل، نرم لہجہ یہی لیکن اپنی ذات پر لگا ہوا الزام کسی صورت نہیں سہہ سکتی تھی۔ وہ واپسی کے لیے مڑی وہ سختی سے حتمی فیصلہ کر بیٹھی تھی۔

"معذرت خواہ ہوں انکار کا سوچا تک نہیں تھا۔"

"بس فراخ میں مزید کچھ سننے کی تاب نہیں رکھتی نہ ہی مزید کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" وہ کچھ غلط محسوس کر کے صفائی دینا چاہتا تھا کہ نین سکھ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور تیزی سے اس کے آگے نکل گئی۔ اپنے کم زور لفظوں پر شرمندہ وہ بے بسی سے اس کی پشت تکتا رہ گیا تھا۔

ساز حادثہ ہم نغمہ بودن آرام است
اگر زمانہ قیامت کند تو طوفاں باش
(حادثے کے ساز کے ساتھ ہم نغمہ ہونا ہی آرام ہے
اگر زمانہ قیامت کرتا ہے تو تو قیامت بن جا)

❁......❁......❁

مورے نے برآمدے میں مختلف ڈبوں اور برتنوں کا ڈھیر لگایا ہوا تھا۔ یہ خشک سبزیوں کے ڈبے تھے جنہیں مورے بڑے برتنوں میں ڈال کر جانچ رہی تھیں کہ کہیں کوئی سبزی خراب تو نہیں ہوگئی یا کسی میں کوئی کیڑا تو نہیں لگ گیا۔ عموماً خشک چیزیں برسہا برس تک قابل استعمال ہوتی ہیں لیکن احتیاطاً پھر بھی کچھ دن بعد ان کو دیکھ لیا جاتا

تھا۔ سردیوں میں برف باری اور شدید ٹھنڈ کی وجہ سے سبزیاں اگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لیے سبزیوں کے موسم میں سبزیاں سکھا کر ذخیرہ کرلی جاتی ہیں اور سردیوں میں انہیں استعمال کیا جاتا ہے نین سکھ چونکہ پہاڑوں سے دور رہی تھی اس لیے اس کے لیے یہ سب نیا تھا وہ بہت دلچسپی سے مورے کی سرگرمی میں حصہ لے رہی تھی۔ مورے ایک ایک کر کے اب تمام سبزیاں ڈبوں میں واپس رکھ رہی تھیں اور وہ یہ ڈبے اٹھا کر نعمت خانے میں لکڑی سے بنی الماری میں سلیقے سے باری باری رکھ رہی تھی۔ فراخ گھر میں داخل ہوا تو ڈبے اٹھا کر لے جاتی نین سکھ کو نعمت خانے کی طرف جاتا دیکھ کر اسی جانب آ گیا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ ڈبے رکھ کر مڑی تو اپنے بے حد قریب اسے دیکھا آہستہ آواز میں دہاڑی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور برآمدے میں مصروف مورے کی جانب دیکھ کر سرگوشی کے سے انداز میں بولا، اس کی آنکھوں میں التجا صاف نظر آ رہی تھی۔

"اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ جتنی بات کر چکے ہیں اس سے زیادہ میری سماعتیں سننے کی متحمل نہیں ہے۔ آج آپ جا رہے ہیں اپنے ارادے تبدیل کر کے خیریت سے جائیں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر کہتے ہوئے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے تنبیہہ کرتی ہوئی خود کو عام رکھنے کی کوشش کرتی مورے سے ذرا فاصلے پر رکھے رنگین موڑھے پر بیٹھ گئی۔

جو شخص جذبات میں اپنے الفاظ پر قابو کھو بیٹھتا ہو، غصے میں الزامات کی بوچھاڑ کر دیتا ہو وہ کسی بھی لڑکی کا پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر چاہے وہ کسی دیومالائی کہانی کے ہیرو جیسا خوبرو اور وجیہہ ہی کیوں نہ ہو وہ تو پھر نین سکھ شاندار والد اور بہترین والدہ کی بہت خاص بیٹی تھی ▬ بھلا کسی عام شخص پر دل کیسے ہار سکتی تھی۔

بحرف ناملائم زحمت دل ہا مشو بیدل
کہ ہر جا جنس سنگی ہست، باشد دشمن مینا

(بیدل تلخ الفاظ سے دلوں کو تکلیف مت دو کہ جہاں بھی کوئی پتھر ہوتا ہے وہ شیشے کا دشمن ہوتا ہے)

❁……❁……❁

برف باری کا مسلسل جاری رہنے والا سلسلہ رکا تو فراخ چلا گیا تھا ساتھ ہی اگلے روز اس کے نانا نے اسے شہر جانے کی تیاری کرنے کا کہا۔ مورے نے اس کے ساتھ زرینہ کو تیار ہونے کا کہہ دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ نین سکھ والدین کے گھر جا کر اداس ہو۔

"جلدی چلو بچیو، باہر گاڑی آ گئی ہے۔" نانا ابو لاٹھی ٹیکتے ہوئے بولے، وقت نے انہیں بوڑھا تو کر دیا تھا لیکن ساتھ ہی اولاد کی جدائی کا ایسا دکھ دیا تھا کہ ان کی بوڑھی آنکھوں نے وقت سے پہلے خاموشی اوڑھ لی تھی۔ نین سکھ نہ ہوتی تو شاید مورے اور نانا ابو بھی کسی روز خاموشی سے گزر گئے ہوتے۔ وہ محبت سے انہیں دیکھتی ان کی جانب آئی اور انہیں شانوں سے تھامتی ہوئی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"تم یہاں؟" وہ جیپ کے قریب آ کر نانا ابو کو جیپ پر چڑھنے میں مدد کر رہی تھی جب آگے والی سیٹ پر شہنشاہ کو بیٹھا دیکھ کر حیران ہوئی۔

"دراصل تمہارے والد کی دکان پر مقامی خواتین سے ثقافتی نمونے بنوا کر لانا، لے جانا اب اسی کی ذمہ داری ہے۔ یہ خود ماہر مصور اور فن کار ہے۔ میری نظر میں اس سے بہتر شخص نہیں تھا۔ اسے دکان کے سامان کی خرید و فروخت کے حوالے سے کوئی کام تھا تو میں نے سوچا ہم ساتھ ہی چلے جاتے ہیں۔" نین سکھ کی آنکھوں اور لہجے میں حیرانی دیکھ کر نانا بیٹھتے ہوئے وضاحت دے رہے تھے اور وہ اپنی اس قدر بے خبری سے عجیب احساسات میں گھر گئی تھی۔

"اب بیٹھ بھی جاؤ یا یہیں شام کر دو گی۔" زرینہ جیپ کی پچھلی جانب بیٹھ کر اس کے بیٹھنے کی منتظر تھی۔ شال کو کندھوں پر لپیٹتے ہوئے وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ شہنشاہ نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو نین سکھ کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ نجانے کیوں اس شخص کے آس

پاس ہونے کا احساس اسے کسی محفوظ حصار میں ہونے کا احساس دلاتا تھا۔

قمری جان صفتی دردہ دل پیدا شد
دردہ دل چہ لطیفیت سفر ہیچ مگو
(چاند جیسی روحانی صفات دل کی راہ میں آ چکی ہیں
دل کی راہ میں سفر کرنا کتنا لطیف ہے۔ کچھ نہ ہو)

❁......❁......❁

برف باری کے باعث سفر کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ جگہ جگہ برف کی موٹی تہہ جمی تھی کئی جگہ برفانی تودے بھی گرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دو گھنٹے کی مسافت دگنے وقت میں طے کر کے جیپ رکی تو شام ہونے والی تھی، اپنا گھر دیکھ کر نین سکھ بہ مشکل خود پر قابو رکھے ہوئے تھی۔ اس کا دل ہمک ہمک کر باہر آنے کے لیے مچل رہا تھا۔ جس دکھ کو وہ بھلانے کی کوشش کر رہی تھی، وہ اس خالی گھر کی صورت اپنی پوری سفاکی سے اس کے سامنے کھڑا تھا جیپ سے اتر کر وہ سب دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تو دروازے کو پہلے ہی کھلا دیکھ کر سوالیہ نظروں سے نانا ابو کی جانب دیکھا، اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے اسے کھلے دروازے سے ایک خاتون اسی طرف آتی دکھائی دی۔

"یہ جان بی بی ہیں...... شہنشاہ کے دور کی رشتے دار ہے گھر کی صفائی ستھرائی کے لیے قابل بھروسا خاتون کی ضرورت تھی شہنشاہ نے ہی جان بی بی کے بارے میں بتایا تھا۔" اس کے تمام سوال انہوں نے بنا کہے جان لیے تھے، وہ کچھ کہنے کی سکت نہیں رکھتی تھی اس لیے خاموشی سے من من بھاری ہوتے قدم گھسیٹتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی۔ سب کچھ بالکل ویسا تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھنے کے بجائے مورجی اور بابا کے کمرے کی جانب آ گئی، وہ سب اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے اسی لیے اس کے ساتھ کمرے میں جانے کے بجائے باہر رک گئے تھے۔ وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ عین اس جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ مورجی سے باتیں کرتے ہوئے بیٹھا کرتی تھی۔ مورجی اکثر مسہری سے ٹیک لگا کر کشیدہ کاری کیا کرتی تھیں اور وہ یونہی ان کے سامنے آ کر بیٹھ جاتی تھی، وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کپڑے پر خوب صورت بیل بوٹے کاڑھتی رہتیں اور نین سکھ ان کے ہاتھ کی صفائی اور نفاست کو دل ہی دل میں داد دیتے ہوئے ان سے محو گفتگو رہتی۔ بے اختیار اس کا ہاتھ اس جگہ چلا گیا جو آج خالی تھی اور ہمیشہ خالی رہنے والی تھی۔ بےدھیانی میں سلیقے سے رکھے تکیے اٹھا کر اس نے مسہری کی پشت سے کھڑے کر دیے اس کی مورجی ایسے ہی تکیے رکھ کر ان سے پشت لگا لیا کرتی تھیں۔ تکیے رکھ کر نجانے اسے کیا ہوا کہ وہ قالین پر بیٹھ کر مسہری سے سر ٹکا کر زار و قطار رونے لگی۔ اس سے زیادہ ضبط کرنا اس کے لیے ممکن نہ رہا تھا۔

"بس کرو میری بچی...... حوصلہ کرو۔" اس کی آواز سن کر وہ تینوں ہی یکے بعد دیگرے کمرے میں آ گئے تھے۔ نانا ابو اس کے قریب بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے حوصلہ دے رہے تھے۔

"وہ اتنی جلدی کیوں چلے گئے؟ کیا انہیں خبر نہ تھی کہ میں ان کے بغیر کچھ بھی نہیں...... پھر بھی وہ دونوں مجھے اکیلا، تڑپتا چھوڑ کر چلے گئے۔" اس نے سر ان کے گھٹنے پر رکھا اور بہتے آنسوؤں اور ہچکیوں کے درمیان بولتی رہی۔

"اجل کے آگے ہر کوئی بے بس اور مجبور ہے۔ یہ ہمارا فیصلہ نہیں کہ غلط ہونے کے بعد تبدیل کرنے کا سوچ لیں۔ روایات کے مطابق سوگ نہیں منا سکتے لیکن یہ تو دل ہی جانتا ہے کہ کسی اپنے کی جدائی کو کیسے سہتا ہے۔ ہم اس دکھ کا مداوا نہیں کر سکتے، ہم صبر کرنے پر مجبور ہیں میری بچی۔" ان کا گلوگیر لہجہ محسوس کر کے نین سکھ نے ان کا چہرہ دیکھا بوڑھے جھریوں زدہ چہرے کا ہر نقش ان کا دکھ بیان کر رہا تھا۔ نین سکھ کو پشیمانی کے احساس نے گھیر لیا، وہ قالین سے اٹھ کر ان کے پاس بیٹھ گئی اور نانا کے کندھے سے سر ٹکا کر ایک ہاتھ ان کی پشت سے دوسرے کندھے پر رکھ کر انہیں ساتھ ہونے کا یقین دلانے کی کوشش کی۔ زرینہ پانی لینے گئی تھی واپس آ کر اس نے رکابی میں رکھے

گلاس ان کے آگے کیے، شہنشاہ البتہ اس گفتگو کے درمیان دروازے کے ایک طرف خاموش کھڑا رہا تھا۔
"مجھے دکان پر کچھ کام ہے آپ کو جو سامان لینا ہو میری واپسی تک تیار کر لیجیے گا ہمیں جاتے جاتے بھی رات ہو جائے گی راستے میں رکاوٹیں بھی ہیں تو کوشش کریں کہ جتنی جلدی ہو واپس جا سکیں۔" شہنشاہ نے ماحول پر چھائی اداسی کچھ کم ہوتے دیکھی تو کہا، نین سکھ نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اگر خانم چیست ایں شور ہستی
اگر باقم از چہ خانم من
(اگر میں فانی ہوں تو پھر یہ شورِ ہستی کیا ہے
اور اگر باقی ہوں تو پھر میرا فانی ہونا کیا ہے)

"مورجی جانے سے پہلے میری اس فراک پر کام کر رہی تھیں۔" وہ چوبی الماری کا پٹ وا کیے ضرورت کی چیزیں نکال رہی تھی جب ایک نامکمل فراک نظر آئی تو زرینہ کو دکھانے لگی۔
"یہ تو بے حد خوب صورت ہے۔ مکمل ہو کر بے انتہا حسین لگتی۔" وہ شیشے اور دھاگے کی مدد سے نفاست سے کی گئی کڑھائی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔
"یہ دیواریں دیکھ رہی ہو، ان پر سجاوٹ کے لیے لگائی جانے والی ہر شے مورجی نے خود بنائی تھی۔ وہ مسلسل کام کرتی رہتی تھیں، شاید وہ جانتی تھیں کہ ان کے پاس وقت بہت کم ہے۔" اپنی بات کہہ کر وہ تاسف سے لب بھینچ کر پھر سے الماری میں گم ہو گئی۔
"یہ سب بہت خوب صورت ہے، بہت نفاست سے کیا گیا کام ہے، انتہائی دقت اور محنت طلب کام ہے۔" زرینہ کمرے کے چاروں طرف نظر دوڑا کر دیواروں پر لگے مختلف ثقافتی نمونے دیکھ کر بے اختیار سراہنے پر مجبور ہو گئی۔
"پھوپو جان بہت ہنر مند خاتون تھیں۔ ان سے ملاقات ہوتی رہی لیکن میں اس بارے میں قطعی لاعلم تھی۔"

وہ ایک آئینے کو دیوار سے اتار کر دیکھ رہی تھی۔ جس کے چاروں کونوں پر دھاگے کی مدد سے ستارے موتیوں کا خوب صورت فریم بنایا گیا تھا۔
"مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا یہاں سے کہاں لے کر جاؤں اور کیا چھوڑ دوں، ہر شے اہم ہے، اس گھر کے ایک ایک کونے سے چھوٹی سے چھوٹی چیز سے یادیں جڑی ہیں۔ ہر شے کو میرے بابا اور مورجی نے چھوا ہے۔ سب میرے لیے مقدس ہیں۔" نین سکھ بے بسی کے عالم میں الماری کے کھلے پٹ بند کر کے مسہری پہ آ کر بیٹھ گئی۔
"یہ کپڑے تم وادی میں نہیں پہن سکتی، انہیں یہیں رہنے دو، جب جب یہاں آیا کرو گی تب پہن لیا کرنا۔" زرینہ آئینہ دیوار پر لگا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی اور مشورہ دیا۔
"ٹھیک کہتی ہو، یہ وہاں لے جا کر پہننا مشکل ہیں لیکن ایک ایک جوڑے کو مورجی نے میرے لیے بہت پیار و محبت سے سجایا ہے۔ ایک ایک ٹانکا دل سے پرویا ہے، یہ چھوڑ کر جانے کا دل نہیں کرتا۔" وہ نم آنکھوں سے دھنک رنگوں سے مزین ایک قمیص کے گلے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔
"جانتی ہو یہ جوڑا میں کالج کی تقریب میں پہن کر گئی تھی۔ ایک ایک لڑکی نے اسے سراہا تھا اور جانتی ہو اس سوٹ پر جن رنگوں کا استعمال کیا ہے یہ رنگ میرے بابا نے مورجی کو تحفے میں دیے تھے۔ بابا مورجی کی پسند ناپسند جانتے تھے۔ اسی لیے ہمیشہ ان کی پسند کا خیال رکھتے ہوئے تحفے کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسی محبت کرتے تھے کہ اکیلے اس دنیا سے جانا بھی گوارا نہیں کر سکے۔" نین سکھ انتہائی دکھی تھی ہر ہر گوشہ اور گھر کی ایک ایک چیز اسے اپنے والدین کی جدائی کا احساس دلا رہی تھی۔
"کاش یہ گزرتے دن خواب ہوں، میری نیند ٹوٹ جائے، میری آنکھ کھلے تو میرے سامنے آپ ہوں۔" مسہری کے ایک جانب رکھی مرجان اور حکم کی تصویر اٹھا کر

وہ ان سے محو گفتگو ہوئی۔

"کاش یہ جدائی اور دکھ کے سائے عارضی ہوتے، کاش میں آپ دونوں کو دوبارہ دیکھ سکتی۔ میرے پاس ہفت اقلیم کی دولت ہوتی اور مجھے معلوم ہوتا کہ کسی کے پاس جانے والوں کو واپس لانے کا کوئی نسخہ ہے تو میں ساری دولت وار کر وہ نسخہ حاصل کر لیتی اور آپ کو واپس لے آتی لیکن کیا کروں کہ ایسا کوئی طریقہ، کوئی نسخہ، کوئی حل نہیں ہے۔" بے چارگی سے تصویر گود میں رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ زرینہ نے تڑپ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ زرینہ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے دلاسا دینے کے لیے کیا کہے اسی لیے اسے گلے لگائے سسکنے لگی۔

گفتند صبر کن کہ ز فردا امید است
فردا نمی رسد، شب یلدا اِی است
(کہتے ہیں کہ صبر کرو کہ کل سے امید اچھی ہے
وہ کل آنے کا نام نہیں لیتا اور شب یلدا آن پہنچی ہے)

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے، شدید ٹھنڈ اور دھند کی وجہ سے فضا میں ہر جانب خاموشی کا راج تھا۔ چرند پرند یہاں تک کہ حشرات الارض بھی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ آتش دان میں آگ سلگنے کی وجہ سے لکڑیوں کے چٹخنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ کمرے میں بیٹھے تینوں نفوس بھاپ اڑاتا گرم قہوہ نوش کر رہے تھے ہر چسکی کے ساتھ جسم کے اندر چھپا جمود گرمی میں بدلتا محسوس ہو رہا تھا۔ شدت غم اور رونے کی وجہ سے اس کا چہرہ ستا ہوا اور متورم آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، بوجھل دل کے ساتھ وہ بے دلی سے قہوہ پی رہی تھی۔ دل و دماغ میں عجیب سناٹا چھایا ہوا تھا نہ کوئی خیال تھا نہ وہ کچھ سوچ رہی تھی پھر بھی خود کو کسی دوسری دنیا میں کھویا ہوا پا رہی تھی۔

"اب تک شہنشاہ کو آ جانا چاہیے تھا کافی دیر ہو رہی ہے موسم کے بدلتے رنگ کا کوئی پتا نہیں چلتا؟" ماحول پر چھائی خاموشی کے راج کو نانا ابو نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے ختم کیا۔ نین سکھ نے بھاری ہوتی پلکیں بہ مشکل اٹھا کر ان کی جانب دیکھا اور پھر نظر ہٹانا بھول گئی۔ اسے ان کا چہرہ کچھ الگ محسوس ہو رہا تھا۔ نانا ابو فون کان سے لگا رہے تھے اس کی نگاہیں ان کے چہرے پہ کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ منظر بدل رہا تھا۔ نانا ابو کا چہرہ دھندلا ہونے لگا وہ چاہ کر بھی پلکیں جھپک نہ پا رہی تھی۔ دھندلا ہالہ گول گول گھومنے لگا۔ تیز نیلا آسمانی گلابی ہر رنگ نظر آنے لگا، تمام رنگ گھوم رہے تھے پھر اچانک ان رنگوں کے درمیان سے ایک اور روشنی کا ہالہ نکلا جس نے سارے رنگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خاکستری رنگ...... اس خاکستری رنگ نے سب رنگوں کو مٹا دیا تھا۔ اس کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔ اسے لگا وہ اپنے اندر سامنے بیٹھے نانا ابو کو محسوس کر رہی ہے۔ اس کا اندر یک دم بوڑھا ہونے لگا تھا۔ درد کی ایک تیز لہر سینے سے نکلی تو اسے زور کا جھٹکا لگا اور وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹ آئی۔ زرینہ آتش دان میں لکڑیاں ڈال رہی تھی۔ نانا ابو فون پر شہنشاہ سے محو گفتگو تھے۔ دونوں ہی اس کی کیفیت سے انجان تھے، وہ ان رنگوں کے بنتے ہیولوں کی سچائی سے آشنا تھی لیکن کس رنگ کا کیا مطلب ہے اس بات سے بالکل انجان تھی، یہ درد کی لہر کیسی تھی؟ کیا نانا ابو کسی تکلیف سے دوچار ہیں یا یہ اندیشے میرا وہم ہیں۔ نانا ابو کے لب ہل رہے تھے۔ زرینہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور وہ ان دونوں سے بے نیاز، اپنے دکھوں کو نظر انداز کیے رنگوں کے ہیولوں میں الجھ رہی تھی۔

دوئی از خود برون کردم، یکی دیدم دو عالم را
یکی جویم یکی گویم، یکی دانم، یکی خوانم
(میں نے دو کو اپنے اندر سے باہر نکال دیا میں دونوں عالم کو ایک دیکھتا ہوں
ایک ہی کو تلاش کرتا ہوں، ایک ہی کی بات کرتا ہوں
ایک ہی کو جانتا ہوں، ایک ہی کا نام لیتا ہوں)
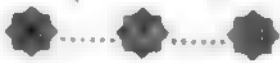
شہنشاہ نانا ابو کے فون کرنے کے کچھ دیر بعد لوٹ آیا

تھا لیکن ساتھ ہی یہ خبر بھی لایا تھا کہ وادی کی جانب جانے والے راستے پر ایک بڑا برفانی تودہ گر جانے کے باعث راستہ بند ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج رات سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ جان بی بی، نعمت خانے میں کھانا پکانے میں مشغول تھیں، زرینہ اور نین سکھ ان کی مدد کروا رہی تھیں۔ شہنشاہ سردی میں باہر سے آیا تھا اسی خیال کے پیش نظر نین سکھ اس کے لیے چائے بنا کر سلیقے سے رکابی میں رکھ کر لے آئی۔

"شکریہ مجھے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔" وہ اس کے ہاتھ سے چائے لیتے ہوئے بولا جواباً نین سکھ نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں؟" نین سکھ نے کمرے کے کونے میں رکھی چھوٹی سی میز اس کے سامنے رکھ کر دیوار کے ساتھ لگی کرسیوں میں سے ایک کرسی اس سے کچھ فاصلے پر رکھی اور بیٹھ گئی تو شہنشاہ نے سوال کیا۔

"خود سے جدا ہو کر انسان جیسا محسوس کرسکتا ہے میں آج ویسا ہی محسوس کر رہی ہوں، اگر ایسا محسوس ہونا ٹھیک ہونے کی علامت ہے تو ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں آپ اداس اور مایوس ہیں۔ تنہائی محسوس کر رہی ہیں۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"جی چاہتا ہے اپنے اطراف میں پھیلی تاریکی کو سپیدی سے ناامیدی کو امیدی سے اور خزاں کو بہار سے اپنے اندر پھیلے جوانی کے بنجر ریتیلے صحرا پھولوں کے چمن سے بدل ڈالوں۔" وہ آب دیدہ ہو رہی تھی۔

"اجالوں کے میلے اداسیوں کے محتاج نہیں ہوتے دیکھیں۔ جتنا سوچیں، کریدیں گی تو وہی دکھ کی باتیں زبان پر آئیں گی، روایتی باتیں نہیں کروں گا کہ میں اس درد سے گزرا ہوں، یہ کرب پہچانتا ہوں، برسوں گزر گئے آج بھی ٹیسیں اٹھتی ہیں لیکن اس کرب کو دبانا سیکھ لیں تو مسافت آسان ہو جائے گی۔" چائے کا گھونٹ بھر کر وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا تو نین سکھ اسے پہلی بار یوں آزردہ دیکھ کر ملال کا شکار ہوئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" وہ جانے کیا سوچ کر بولی۔

"ضرور۔"

"آپ اکیلاپن محسوس نہیں کرتے۔"

"بندہ بشر ہوں اکثر محسوس کرتا ہوں لیکن جب اپنے اردگرد کے لوگوں کو خود سے محبت کرتے دیکھتا ہوں تو اپنی خوش قسمتی کا یقین کر لیتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں، ایک تنہا انسان بھلا کیونکر خوش قسمتی محسوس کرنے لگا۔" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"جب میرا گھر تباہ ہوا، خاندان بہہ گیا، میری معصوم بھتیجی جس سے میں شدید محبت کرتا تھا اس کا بے جان وجود آج تک نہ مل سکا۔ بے رحم سیلاب اپنے ساتھ موت کا ظالم فرشتہ لے کر آیا تھا۔ میں تو اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھا تھا جب وادی کا ہر شخص میرے خاندان کا فرد بن گیا۔ ہر ایک کی مدد کرنے اور خیال کرنے میں، میں مصروف ہوگیا جو اس سیلاب سے متاثر ہوئے تھے۔ اگر یہ سب محبت کرنے والے میرے اردگرد نہ ہوتے تو میں کبھی اپنے غم سے نہ نکل پاتا، میں اگر کسی بات پر ہلکا سا بھی مسکراتا تو دیکھتا کہ مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر ان کے چہروں پر ہنسی رقص کرنے لگی تھی اور جو میں غمگین ہوتا تو ان میں سے ہر ایک میرا دکھ محسوس کرنے لگتا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے لیے نہیں بلکہ اپنوں کے لیے ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس فیصلے پر عمل کرنے کی کوشش، مجھے دل سے خوشی دیتی ہے۔" اس نے دھیرے دھیرے اپنی بات مکمل کی۔ نین سکھ اس کی جانب دیکھے بغیر اسے بغور سن رہی تھی۔

"کیا اندر سے خود کو ہر پل ادھورا اور اکیلا محسوس کرتے ہوئے خود کو خوش دکھانے کی کوشش کرنا اپنے ساتھ منافقت نہیں؟" اس نے ایک نیا سوال کیا۔

"کیسی منافقت، ہمارے اپنوں کا ہم پر حق ہے اور اس حق کا یہ تقاضا ہے کہ انہیں ہماری جانب سے گزند نہ پہنچے، ہماری وجہ سے ان کے ہنستے مسکراتے چہروں پر پریشانی کے سائے اور تفکر کے اندھیرے نہ جاگیں۔ ہمارا ہونا ان

کے لیے خوشی اور سکون کا باعث ہونا چاہیے۔'' وہ جانتا تھا کہ نین سکھ کس توڑ پھوڑ سے گزر رہی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے غم پر قابو پانا سیکھ لے اسی لیے اس کے درد کے مطابق جواب دے رہا تھا۔

''جان بی بی کو دیکھا آپ نے...... ان کے خاوند کے انتقال کے بعد سسرال والوں نے ماں باپ کے گھر بھیج دیا تھا۔'' وہاب بی بی جان کے بارے میں بتا رہا تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ماں باپ تو تھے نہیں دو بھائی ہیں۔ دن رات گھر کے کام کاج کرتی رہتیں۔ اس کے بعد بھی بھابیاں طعن و تشنیع میں کسر نہ رہنے دیتی تھیں۔ ایک روز تنگ آ کر انہوں نے گھر چھوڑ دیا جب سے معمولی اور چھوٹے چھوٹے کام کرکے گزر بسر کر رہی تھیں۔ آپ کے نانا ابو نے کسی خاتون کا پوچھا تو میں انہیں یہاں لے آیا۔ ذرا سوچیں حالات نے ان پر کس قدر ستم ڈھائے ہم تو اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ ہمارے پاس وہ لوگ ہیں جو محبت و خلوص سے ہمارے ساتھ کھڑے ہیں۔'' وہ ایک ایک بات تفصیل سے سمجھا رہا تھا۔ نین سکھ کو لگا اس کے وجود میں بند دل کی کھڑکیاں کھل گئی ہیں اور ان سے تازہ ہوا داخل ہو رہی ہے اور اس ہوا سے اس کے وجود پر چھائی کثافت بھاپ بن کر اڑتی جا رہی ہے۔

در طلبت رہا شدم، ورد شدم، دوا شدم
من نہ منم شما شدم تا ز خود جدا شدم

(میں تیری طلب میں رہا ہوا، ورد ہوا، دوا ہوا
میں، میں نہ رہا تو ہوگیا یہاں تک کہ خود سے جدا ہوگیا)

❁.....❁.....❁

رات کی تاریکی نے چہار اطراف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ دور بانسری کی اداس دھن سوز فراق بکھیر رہی تھی۔ گہرے سکوت کے طلسم میں جوانی کے تار جل رہے تھے۔ کسی نے ایک بار اس سے کہا تھا ہر سیاہ شے میں سفید رنگ پوشیدہ ہے۔ وہ اسی سپیدی کی تلاش میں سرگرداں تھی وہ آنکھیں موندے نیند کی آغوش میں جانے کے لیے بہت دیر سے ہلکان تھی۔ ناکام ہوگئی تو بستر سے نکل کر شال کندھوں پر لپیٹتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی۔

''آپ اب تک سوئے نہیں۔'' باورچی خانے کی جلتی روشنی دیکھ کر وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گئی۔

''آپ بھی تو جاگ رہی ہیں۔'' اس نے خوش دلی سے کہا۔

''میں آپ کی باتیں سوچ رہی تھی۔ سوچ رہی ہوں ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں۔'' چائے کی پتیلی سے بھاپ اڑ رہی تھی وہ دو کپ اٹھا کر لے آئی۔

''سب کی سنیں لیکن کریں صرف وہی جس پر آپ کا دل مطمئن ہو۔'' اس نے چائے میں دودھ کا اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''سارا مسئلہ اس دل کا ہی تو ہے۔ خزاں میں بہار دیکھنے کی خواہش کرتا ہے، اداسیوں میں اجالوں کے میلے دیکھنے کا طلب گار ہے، کسی پنجرے میں قید رہ کر آکاش پر طیور بن کر اڑ جانا چاہتا ہے۔'' اس نے گہری سانس لیتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''تو کیا مسئلہ ہے اپنی آنکھیں کھولیں، دنیا میں دلچسپی لیں، اپنے ارگرد خوب صورتی تلاش کریں۔ باران میں کسی نئے پھول کی پیدائش پر، کسی شجر کے پہلے پھل پر، کسی بیج کے پھوٹنے پر اپنی مسکان سے کسی دوسرے کے چہرے پر مسکان سجانے کی کوشش تو کی جا سکتی ہے ناں؟'' وہ خوب صورت چائے کی پیالیوں میں چائے انڈیل رہا تھا۔

''یہ باتیں کسی خواب ناک منظر کا حصہ نہیں لگتیں۔'' وہ کندھے اچکا کر ہلکا سا ہنس دی۔

''خواب ہی تو امید ہیں، یہ نہ ہوں تو زندگی کا کیا وجود؟'' چائے تیار تھی نین سکھ نے آگے بڑھ کر ایک تھالی اٹھائی مختلف ڈبوں سے کچھ خشک پھل نکال کر ان کو ایک بڑی رکابی میں رکھ کر دونوں پیالیاں اس میں رکھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ زرینہ یا نانا ابو کی نیند خراب ہو اسی لیے رکابی تھام کر مہمان خانے کی جانب آ گئی۔ یہ کمرہ اس کے

بابا سے ملنے جلنے والوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اس کے بابا مطالعے اور شاعری سے گہرا شغف رکھتے تھے اسی لیے اس کمرے میں چاروں طرف بنے خانوں میں کتابیں ترتیب سے رکھی نظر آ رہی تھیں۔ کمرے میں عنابی رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا اور چاروں جانب اسی رنگ کے بڑے بڑے سرہانے تھے۔ ایک جانب دیوار میں برقی ہیٹر تھا۔ جبکہ عین سامنے ایک میز پر کچھ کتابیں دھری تھیں۔ نین سکھ نے میز کی خالی جگہ پر چائے رکھی اور برقی ہیٹر کا بٹن گرا کر واپس آ کر میز کے سامنے بیٹھ گئی۔ شہنشاہ بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا آپ کو بھی رات میں نیند نہیں آتی؟" نین سکھ نے خشک خوبانی کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا۔

"ایسا نہیں ہے...... شاید نئی جگہ کی وجہ سے نیند آنے میں کچھ وقت ہو رہی ہے۔ سردی لگ رہی تھی تو سوچا چائے پی لیتا ہوں ابھی چائے بنانے لگا تھا کہ آپ آ گئیں۔" وہ اس کی جانب دیکھ کر بولا۔ نظر اٹھی تو اس کے مہین سنہری بالوں کے درمیان نرم و ملائم چہرے پر اٹک کر رہ گئی۔

"میں جب سے ان سے بچھڑی ہوں خوابوں اور نیند سے بھی بچھڑ گئی ہوں۔ آپ سے مل کر کچھ حوصلہ ملتا ہے۔ امید ہے جلد بہتر ہو جاؤں گی۔" وہ پہلی بار کسی کو اپنے اندر کا حال بتا رہی تھی۔

"میں وہ دن دیکھنا چاہوں گا جب آپ دل سے مسکرائیں گی، یقین جانیں آپ کے چہرے کی مسکراہٹ کئی چہروں پر مسکراہٹ لے آئے گی۔" وہ اس کے خوب صورت چہرے سے نظریں چراتا دل سے کہہ رہا تھا۔ پہلی بار دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

"میں چلتا ہوں نیند آ رہی ہے۔ صبح سفر بھی کرنا ہوگا۔" چائے کے بڑے بڑے گھونٹ بھر کر وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کرتا فوراً باہر نکل گیا۔ نین سکھ حیرانی سے اسے جاتا دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر بے دھیانی سے میز کے نچلے حصے میں لگی دراز کو باہر کھینچا۔ دراز میں دو تین کتابیں تھیں۔ وہ انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی معرفت اور صوفیت کے حوالے سے لکھی گئی دو کتابیں دیکھ کر اس نے تیسری کتاب کھولی باہر سے کتاب نظر آنے والی یہ کتاب دراصل ایک بڑی ڈائری تھی، ڈائری کے پہلے صفحے پر جلی حروف میں "گل ریز" جگمگا رہا تھا۔ نین سکھ نے اگلا ورق پلٹا اور تجسس سے پڑھنے لگی۔

"پیاری بیٹی میں جانتا ہوں ایک دن تم اس کتاب تک ضرور پہنچ جاؤ گی۔ یہ کتاب درحقیقت میری زندگی کی کہانی ہے جسے میں صرف تمہارے لیے تحریر کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں انسان جتنا بھی آگے بڑھ جائے اپنا ماضی دفن نہیں کر سکتا۔ انسانوں کا دل جتنا بھی وسیع ہو جائے ایک نہ ایک دن راز اگلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کچھ راز بتانے کے لیے وقت مقرر ہوتا ہے اور وقت سے پہلے راز جاننا ممکن نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ زندگی میں کبھی بھی میری اولاد یہ سوچے کہ اس کے ماں باپ نے اسے اپنے رازوں سے انجان رکھا اور راز بھی ایسے جن سے ایک عالم واقف تھا۔ میری بیٹی یہ کہانی پڑھنے سے پہلے تمہیں اپنے دل کو سنبھالنا ہوگا۔ خود کو ہر طرح کی خبر کے لیے تیار رکھنا ہوگا۔ اپنے دل کو مضبوطی سے تھام لو اور ایک ایسی کہانی پڑھنے کے لیے تیار ہو جاؤ جو تمہیں اس دنیا کی وسعتوں کے نئے رنگ دکھائے گی، تمہیں ایک ایسے دیس لے جائے گی جہاں سے تم خوشبوؤں، ہواؤں اور رنگوں کے سیلاب آتے پاؤ گی۔

میری عزیز بیٹی ہمیشہ یاد رکھنا غرور انسان کی ہار ہے فخر کے بجائے عاجزی اختیار کرنے میں سب کی بھلائی ہے۔

تمہارا خیر اندیش والد

حکم آغا......"

نین سکھ نے خوب صورت لکھائی سے مزین عبارت پڑھنا شروع کی تو پھر پڑھتی چلی گئی اس نے سب کچھ سوچا تھا لیکن یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے اپنے والد کی کتاب بھی پڑھنے کو مل سکتی ہے۔ بے چینی سے اگلا ورق پڑھ کر وہ آگے پڑھنے لگی۔

عالم بہ وجود من وتو موجود است
گر موج وحباب نیست، دریا ہم نیست

(یہ عالم میرے اور تیرے وجود کی وجہ سے موجود ہے
اگر موج اور بلبلے نہ ہوں تو دریا بھی نہیں ہے)

❁.....❁.....❁
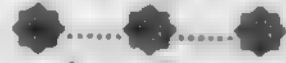
ناشتے کے بعد شہنشاہ راستے کی صورت حال کے بارے میں جاننے چلا گیا تھا۔ وہ شب بھر کی جاگی ہوئی تھی لیکن چہرے پہ سکون چھایا ہوا تھا۔

"نانا ابو یہ دوا کھالیں۔ کل کے سفر سے تھکاوٹ ہوگئی ہوگی اس سے سکون ملے گا۔" وہ نیم گرم دودھ کے ساتھ دو گولیاں لائی تھی۔

"جیتی رہے میری بچی، میں واقعی تھکاوٹ محسوس کررہا تھا۔" انہوں نے گولیاں منہ میں رکھ کر گلاس منہ سے لگایا اور نگل لیں۔

"تمہاری والدہ بھی تمہارے جیسی تھیں بنا کہے دل کا حال جان لیا کرتی تھیں۔ کبھی تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ چہرے پڑھ لینے پر قادر تھی۔" انہوں نے اداس اور نمناک لہجے میں کہا۔

"علم تو صرف اللہ کے پاس ہے نانا ابو کبھی کبھار وہ اپنے بندوں میں سے کسی کو اس کا بہت قلیل حصہ دے کر آزمانا چاہتا ہے۔ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے دیے علم کو پاکر اپنی اوقات تو نہیں بھول جاتا۔" وہ دل ہی دل میں ان کی بات کا جواب دے رہی تھی۔

"نین سکھ بی بی آپ کے کپڑے "کاسہ" میں ڈال دیے ہیں۔" جان بی بی جو اس کا سامان تیار کرکے آئی تھی۔ اطلاع دے رہی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں جان خالا۔ میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جارہی۔" نانا ابو اور کمرے میں داخل ہوتی زرینہ ایک ساتھ اس کی بات پر چونکے۔

"کسی کو یاد رکھنے کے لیے چیزوں کا سہارا ضروری نہیں ہوتا یادیں ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔" وہ متانت سے بولی۔

"ہمیشہ شاد وآباد رہو۔" ان کے دل سے دعا نکلی۔

"راستہ کھل گیا ہے۔ بہادر فوجی جوانوں نے ساری رات جاگ کر راستہ صاف کیا ہے۔" شہنشاہ لوٹ آیا تھا۔ نین سکھ واپس جانے کے خیال سے انتہائی آزردہ تھی لیکن اپنی وجہ سے باقی لوگوں کو دکھ میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ سب جانے کے لیے تیار تھے وہ باہر نکلنے سے پہلے مہمان خانے کی جانب گئی اور ایک کتاب اٹھا کر واپس آگئی۔ والدین کی یادیں سمیٹنے کے لیے یہ ایک کتاب ہی کافی تھی۔

خطا کارم، گناہ کارم بہ حال زاری گردم
نہ من بے ہودہ گرد کوچہ و بازاری گرد
مذاق عاشقی دارم
پی دیداری گردم خدایا رحم کن
(خطا کار ہوں، گناہ گار ہوں، اسی بری حالت کی وجہ سے گرد میں ہوں
میں گلی کوچوں اور بازاروں میں یونہی نہیں گھومتا
عاشقی کا ذوق رکھتا ہوں
دیدار کی طلب میں پھرتا ہوں)

❁.....❁.....❁

دن پر لگا کر اڑ رہے تھے، گل ریز پڑھتے ہوئے اسے کئی روز ہوگئے تھے، وہ ایک ایک لفظ بغور پڑھ کر اسے اپنے اندر اتار رہی تھی۔ رنگوں کے ہالے ان کے اثرات و معنی، ہر رنگ کی الگ کہانی، ہر کیفیت کا الگ اثر، وہ وجدانی کیفیات سے گزر رہی تھی۔ حکم آغا نے ایک ایک بات ایک ایک واقعہ تفصیل سے لکھا تھا۔ کیسے وہ اس انوکھی صلاحیت سے مالا مال ہوئے، کیسے انہیں لوگوں کو ان کے عیب گنوانے میں لطف آنے لگا، اس خاص رنگ کی تلاش اور مرجان کے مل جانے کے بعد کے واقعات۔ وہ جتنا یہ سب پڑھ رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ ایک ایک تفصیل روح میں اترتی محسوس ہورہی ہے۔ کتاب کا آخری صفحہ باقی تھا وہ ممانی اور زرینہ کے ساتھ گھریلو امور نمٹا کر کتاب پڑھنے کی غرض سے کمرے میں آئی۔

"زرینہ کے سسرال سے فون آیا تھا۔ موسم مناسب ہے وہ جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔" وہ کتاب کھولنے ہی والی تھی جب باہر سے کانوں میں پڑنے والی مورے کی آواز پر چونکی۔

"زرینہ کی شادی...... !حیرت ہے مجھے تو رشتہ طے ہونے کا بھی علم نہ تھا۔" وہ خود کلامی کرتی کمرے سے باہر نکلی۔

"زرینہ کی منگنی ہوئی ہے کیا؟" اس نے ایک نظر شرماتی لجاتی زرینہ کو دیکھ کر ممانی سے استفسار کیا۔

"منگنی تو گزشتہ برس ہوگئی تھی، بہار کے بعد شادی طے تھی۔ لیکن زرینہ کے ہونے والے شوہر کو ملک سے باہر جانا ہے اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ ہم شادی جلدی کردیں۔" ممانی نے مسکرا کر بتایا تو وہ ایک بار پھر اپنی بے خبری پر خود کو ڈپٹ کررہ گئی۔

"آج یا کل شام کو وہ لوگ دن طے کرنے آرہے ہیں۔ اندازہ ہے کہ دس پندرہ روز سے زیادہ وقت نہیں ہوگا۔ اس لیے ہمیں تیاری فوراً شروع کرنا ہوگی۔ ویسے تو کپڑے وغیرہ میں سال بھر سے تیار کرا رہی ہوں لیکن پھر بھی اتنی جلدی تیاری کرنا مشکل ثابت ہوگا۔" مورے جی فکر میں مبتلا ہوئیں۔

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔ ہم سب ہیں ناں مل کر کرلیں گے۔" ممانی جان نے محبت سے مورے جی کا ہاتھ تھاما تو نین سکھ کتاب پڑھنا بھول کر زرینہ کے چہرے پر پھیلے شرم اور خوشی کے رنگ دیکھنے لگی۔

عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود
ہر کہ بر چہرہ ازاین داغ نشانی دارد
(عشق وہ داغ کہ بس موت مٹائے تو مٹے
میں نے ہر چہرے پہ یہ داغ سلگتا پایا)

❁......❁......❁

موسم کچھ بہتر ہورہا تھا۔ سورج کی حدت سے برف آہستہ آہستہ پگھلنا شروع ہوگئی تھی۔ وقت ریت کی طرح پھسل کر گزر رہا تھا۔ دن ایسے بیتے کہ گویا پر لگا کر اڑتے چلے گئے۔ کل زرینہ کی مہندی تھی، وہ ممانی کے اصرار پر زرینہ کے ساتھ بازار آئی تھی، بازار میں خواتین کے لیے ایک چھوٹا سا زیبائش خانہ تھا۔ مقامی دلہنیں مہندی لگانے اور بجنے سنورنے کے لیے یہیں آتی تھیں، زرینہ کو مہندی لگانے کے لیے زیبائش خانے پر کام کرنے والی لڑکیوں کے حوالے کرکے وہ خود باہر آگئی۔ کچھ دور چل کر وہ مطلوبہ مقام پر رکی۔ سامنے ہی وہ انتہائی محویت سے اپنے کام میں مگن تھا نین سکھ دکان کے دروازے کے باہر سے ہی دلچسپی سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ یہاں...... !اندر آیئے ناں۔" وہ ہاتھ میں پکڑے نمونے کو تیار کرنے کے بعد رکھنے کے لیے جھک کر سیدھا ہوا تو نین سکھ پر نظر پڑتے ہی خوشگواریت سے بولا۔

"آپ مصروف تھے میں نے سوچا کہیں مخل نہ ہو جاؤں۔" اندر داخل ہوتے وقت وہ شرارت سے بولی۔

"میری کوئی بھی مصروفیت کم از کم آپ کی وجہ سے مخل نہیں ہوسکتی۔" اس نے لکڑی کی کرسی رکھ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیسی ہیں آپ؟ بہت دنوں بعد ملاقات ہورہی ہے، اکیلی آئی ہیں کیا؟" وہ دوسری کرسی اس کے سامنے رکھ کر خود بھی بیٹھ گیا۔

"اللہ اللہ...... ایک ساتھ اتنے سارے سوالات۔" وہ کھل کر مسکرائی، شہنشاہ خجالت سے سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، زرینہ کی شادی کے سلسلے میں مصروفیت بہت ہے کل مہندی ہے اس کی، اسی کے ساتھ آئی ہوں، وہ زیبائش خانے میں مہندی لگوا رہی تھی تو میں یہاں چلی آئی۔" اس نے ایک ایک کرکے اس کے ہر سوالوں کا جواب دے دیا۔

"جی شادی کا تو علم ہے...... آپ کے نانا ابو نے بتایا تھا۔" وہ متانت سے بولا۔

"یہ نئی بنائی ہے ناں؟ واللہ بہت حسین ہے۔" بنا چوں
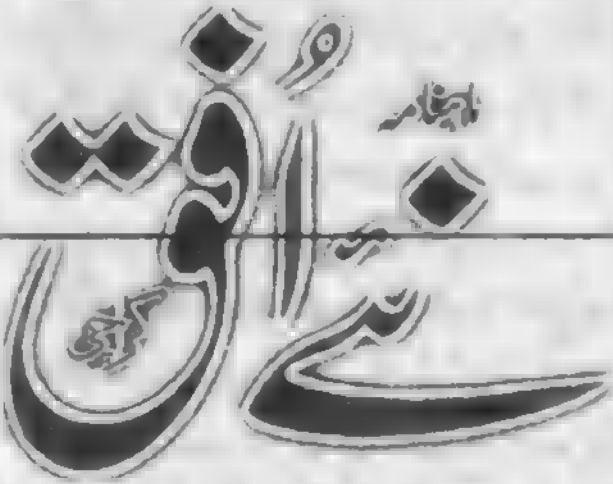
کے صرف ٹہنیوں پر مشتمل وہ خشک درخت کسی صحرا میں کھڑا تھا، حیرت کی بات یہ تھی کہ اس درخت کی سب سے اونچی ٹہنی سبز تھی۔

"آپ کو پسند ہے تو آپ رکھ لیں۔" وہ اٹھ کر اس کی پشت پر آ گیا۔

"لیکن اب کی بار قیمت دے کر لوں گی۔" اس نے لکڑی پر بنے اس خوب صورت نمونے کی پشت پر قیمت دیکھ کر کوٹ کی جیب سے پیسے نکال کر اس کی جانب بڑھائے تو کچھ ہچکچاہٹ کے بعد اس نے وہ پیسے تھام لیے۔

"شادی پر تو آئیں گے ناں آپ؟" اس نے دکان سے نکلنے سے پہلے پوچھا۔

"صرف میں نہیں پورا قبیلہ شامل ہوگا۔ یہ یہاں کا رواج ہے۔" اس نے نمونے کو کاغذ میں لپیٹتے ہوئے کہا۔ نین سکھ کے اندر جیسے سکون اتر گیا۔ جانے کیوں اس شخص کے ساتھ بات کرنا اسے اچھا لگتا تھا۔

"زرینہ منتظر ہوگی۔ اب میں چلتی ہوں۔" اس کے ہاتھ سے لفافہ لیتے ہوئے اس نے اجازت چاہی۔

"قہوہ تیار ہے پی کر چلی جایئے گا۔" وہ اسے کچھ دیر اور روکنا چاہتا تھا اسی لیے بہانہ تراشا۔

"معذرت خواہ ہوں وقت بہت کم ہے شادی پر ملیں گے۔" وہ معذرت کر کے تیز قدموں سے دکان سے باہر نکل گئی۔ شہنشاہ کتنی دیر تک اس طرف دیکھتا رہا جہاں سے وہ گزر کر گئی تھی۔

کسی نے بہت خاموشی سے اس کے خاموش دل میں ساز بجانا شروع کر دیے تھے، ہوائیں شاخوں کو چھیڑ رہی تھیں، خشک ٹہنیاں سبز ہو رہی تھیں، مرجھائے دلوں میں دف کی آواز سماں باندھنے لگی تھی۔

بی ہمگان بہ سر شود
بی تو بہ سر نمی شود
(سب کے بغیر بسر ہو جائے گی
تمہارے بغیر نہ ہوگی)

❁……❁……❁

پنڈال رنگا رنگ برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ رنگ و نور کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ سیاہ پوشاک پر ہر رنگ جگمگا رہا تھا۔ کچھ خواتین ایک دوسرے کے کندھوں پر ہاتھ رکھے گول گول گھومتے ہوئے رقص کررہی تھیں۔ باقی خواتین تالیاں اور دف بجا کر ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں۔ سرد موسم میں جذبات اور جوش عروج پر تھا۔ پنڈال میں دور دور تک سرخ قالین بچھے ہوئے تھے۔ آنے والے مہمان قہوے اور مٹھائی نوش کررہے تھے، ایک کونے میں سرخ گدی پر گھونگھٹ نکالے زرینہ بیٹھی تھی۔ زرینہ کی پشت پر ٹیک لگانے کے لیے گاؤ تکیے رکھے گئے تھے۔ رنگ و نور کی اس محفل سے بیزار وہ زرینہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔

ڈھولک کی تھاپ پر ہوتا رقص، برقی قمقمے، جلتی بجھتی روشنیاں، زیورات کی چکا چوند کچھ بھی تو اسے متاثر نہیں کرپا رہا تھا۔ وہ چند لمحوں کے بعد کسی ایک شخص کو نظروں کے حصار میں لیتی اور اس وقت دیکھتی رہتی جب تک ان کے چہروں کے گرد روشن ہالہ نمودار نہ ہوجاتا بظاہر ہنستے، مسکراتے، رقص کرتے چہروں کے پیچھے کتنی ہی درد بھری لہریں تھیں۔ وہ ایک ایک چہرے کا درد محسوس کررہی تھی۔

"زرینہ یہاں میری جانب دیکھو۔" کوئی خیال آنے پر اس نے زرینہ کا گھونگھٹ تھوڑا سا اٹھا کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"یہ کیا کررہی ہو، مہندی کی دلہن منہ نہیں کھول سکتی۔" وہ گڑبڑائی۔ نین سکھ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگی۔ زرینہ اس کے اس طرح دیکھنے پر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

منظر بدل رہا تھا۔ چہرہ دھندلا ہورہا تھا۔ دھندلی روشنی کے ہالے میں ایک رنگ نمودار ہوا تھا۔ تیز گلابی، نین سکھ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ اس کے اندر عجیب سا ہیجان بپا ہوگیا تھا۔

"کیا کررہی ہو لوگ دیکھ رہے ہیں۔" زرینہ نے اپنا چہرہ اس کے ہاتھ سے نکال کر گھونگھٹ ٹھیک کیا۔

"تمہاری شادی ہورہی ہے، آج مہندی ہے، تمہارا دل اس قدر گھٹن زدہ کیوں ہے، تم اس قدر الجھی ہوئی کیوں ہو؟ کسی بے قراری نے تمہیں اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔" وہ پریشانی سے زرینہ سے مخاطب ہوئی۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں، یہ کیسی باتیں کررہی ہو، بہک گئی ہو کیا؟" وہ آواز دبا کر بولی۔

"میں محسوس کرسکتی ہوں، میں نے تمہارا چہرہ دیکھا ہے تم پریشان ہو، اپنے مستقبل کا سوچ کر تمہارے دل کی دھڑکنیں معمول سے تیز ہیں، ہزاروں سوچیں تمہارے دل کے ماحول کو گھٹن زدہ کررہی ہیں۔ تم ایسا کیوں کررہی ہو، اپنے ذہن و دل میں خوشیوں کو جگہ دینے کے بجائے تفکرات میں کیوں گھر رہی ہو، روشن مستقبل اور حسین ہم سفر کے خواب سوچو، ان کو محسوس کرو۔" اس کے کانوں میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ اب اس کا ہاتھ تھام گئی کہ اس نے محسوس کیا کہ زرینہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"یہ سب تم نے کیسے محسوس کرلیا؟" زرینہ کا دھڑکتا دل رکنے لگا تھا۔

"میرے بجائے میرے ہونے والے بہنوئی کے بارے میں سوچو، خوش کن خیالوں کو تصورات میں سوچو، مثبت سوچو گی تو مثبت پاؤ گی۔" پنڈال کے دروازے کے قریب کسی جانے پہچانے شخص کی جھلک نظر آئی تو وہ چونکی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ رنگ اور روشنیوں کا سیلاب اندر رہ گیا تھا۔ باہر نسبتاً اندھیرا تھا۔ نین سکھ نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی وہ جانے کہاں کھو گیا تھا۔

من بہ گوش تو سخن ہاں نہاں خواہم گفت
سر بجلیاں کہ بلی جز کہ بہ سر ہیچ گو
(میں تمہارے کان میں راز کی باتیں کہوں گا
سر ہلاؤں کہ جو دماغ میں ہے اس کے سوا کچھ نہ کہو)

❁……❁……❁

پیروں تک آتی لمبی سیاہ پوشاک پر دھاگے موتیوں

سے اس قدر بھاری کام کیا گیا تھا کہ پوشاک کے رنگ پر دھاگے اور موتی غالب آ گئے تھے۔ سر پہ سرخ شیشے کے کام سے سجا آنچل اور اس پر روایتی ٹوپی رکھی گئی تھی اس کے ساتھ روایتی زیورات اور میک اپ نے زرینہ کی چھب ہی بدل ڈالی تھی۔

"نین سکھ سب کام چھوڑ کر تیار ہو جاؤ بارات بس آنے والی ہے۔" وہ پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ رہی تھی جب ممانی نے اسے تاکید کی۔

"میں جانے ہی والی تھی۔" نین سکھ نے تیزی سے چیزیں ان کی جگہ پر رکھنا شروع کر دیں۔ پھیلاوا سمیٹ کر وہ لباس بدلنے چل دی۔

سیاہ فراک پر نیلے آسمان جیسے رنگ کی کڑھائی، ہم رنگ موتیوں کی مالا اور بال کھلے چھوڑ کر اس نے کڑھائی سے ہم رنگ پراندے کے پر والی ٹوپی سر پہ رکھی جس پر ماتھے کی جانب اسی رنگ کی موتیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ ان لڑیوں نے اس کی کشادہ پیشانی کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ کوٹ پہن کر اس نے آسمانی شال کندھوں پر لپیٹی اور زرینہ کے پاس آ گئی۔ قبیلے کی مقامی خواتین آنا شروع ہو گئی تھیں۔ سب جمع ہو گئے تو گھر والوں سمیت تمام لوگ وادی میں موجود پنڈال کی طرف روانہ ہو گئے جو کچھ ہی فاصلے پر موجود تھا۔

نین سکھ کو زرینہ کے ساتھ گاڑی میں جانا تھا۔ وہ گھر سے باہر آئیں تو اگلی نشست پر ایک بار پھر شہنشاہ کو موجود پا کر خوشگوار حیرت میں گھر گئی۔ معمول کے برعکس موتیوں کی لڑیوں والی ٹوپی اور موتیوں کی مالائیں اس کی بے تحاشا گوری رنگت کو مزید نکھار رہی تھیں۔ شہنشاہ کو خود پر قابو پانا مشکل لگنے لگا۔ رخ موڑ کر وہ ان کے بیٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ زرینہ نے عروسی لباس پر سفید چادر پہنی ہوئی تھی اور گھونگھٹ نکلا ہوا تھا۔ یہ گھونگھٹ پنڈال پہنچ کر اٹھا دیا جاتا تھا۔ رواج کے مطابق لڑکی کے گھر کے مہمانوں کا کھانا لڑکے والوں کو لے کر آنا تھا اور بارات کی واپسی پر باراتی دلہے کے گھر جا کر کھانا کھاتے یہ دلہے کی جانب سے ولیمہ ہوتا تھا۔

لڑکی کے کمرے کے لیے استعمال ہونے والا سامان بھی لڑکے کی جانب سے تیار کیا جاتا تھا۔ لڑکی والے لڑکی، دلہے اور دلہے کے گھر والوں کے لیے شگون کے کپڑے اور زیور وغیرہ تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑکے والوں سے ان کی حیثیت کے مطابق بیل بکریوں کی مانگ بھی کی جاتی ہے گویا عام طور پر رائج جہیز کے فرسودہ رواج کے بجائے سب کچھ لڑکے والے ہی تیار کرتے تھے۔

وہ پنڈال میں پہنچے تو جوش و خروش عروج پر تھا۔ خواتین نے آگے بڑھ کر زرینہ کو تھاما اور پنڈال کے اونچے حصے کی جانب لے آئیں۔ نین سکھ کو شہنشاہ کی خاموشی کھل رہی تھی لیکن زرینہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ خاموش رہی۔ پنڈال میں قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ مغنیہ کی پرسوز آواز نے اس کے قدم روک لیے، وہ کسی طلسم کے سحر میں گھر کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی، دف کا ساز بکھیرتے ہوئے مغنیہ گا رہی تھی۔

عشق چشم بستہ دلو بست دادم
باپای خودم بدامت افتادم
دیگہ چی میخوای از جون یا آدم
(عشق میں نے آنکھیں بند کر کے دل تمہیں تھما دیا
میں خود اپنے قدموں پر چل کر تمہارے دام میں آ گیا
اس کے علاوہ تم ایک آدمی کی جان سے کیا چاہتے ہو)

نین سکھ کسی سحر کے عالم میں ایک ایک لفظ پہ طلسم کا شکار ہو رہی تھی۔ خواتین گول دائرے کی شکل میں بزرگ خاتون کے گرد رقص کرنے لگیں۔

عشق تو این همہ وفا شناسی بیہ بزی
ہم میزنی ہمی مکہ مریضی
یا این ہمہ باز چہ عزیزی
(عشق تم ہی اس کی وجہ اور تم ہی تھپڑ دھاتے ہو
عشق تم محبت کرنے والوں کا آپس میں لڑواتے ہو
اس کے باوجود تم کتنے پسند کیے جاتے ہو)

تالیاں بجانے کی آواز میں شدت آ گئی تھی۔ رقص

کرنے والی خواتین دائرے کے درمیان جھک کر سیدھی ہو جاتیں اور دائرے میں چند قدم گھوم کر پھر سے جھک کر سیدھی ہوتیں اس دوران وہ ایک دوسرے کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر دائرے کو قائم رکھتی تھیں۔

عشق بوسہ ای وسط پیشونی
یہ زخمی کہتا ھمیشہ ی موئی
یہ جون خودت دردی بی درموئی
عشق یہ غم قشتنگہ بر طرفداری
ھی تو فقط کہ مردم آزاری
میاری ومیری چہ بیکاری
(عشق تم پیشانی کے وسط پر بوسہ ہو
تم ایک زخم کی طرح باقی رہتے ہو
تمہاری جان کی قسم تم ایک درد بے دوا ہو
عشق تم ایک خوب صورت غم ہو کہ جسے بہت پسند کیا جاتا ہے
افسوس کہ تم لوگوں کو صرف غم پہنچاتے ہو
تم آتے ہو اور چلے جاتے ہو)

مغنیہ کی آواز نے ہر کسی کو اپنے سحر میں لے لیا تھا۔ کوئی نغمہ دل پر اس قدر سحر طاری کر سکتا ہے۔ نین سکھ کو آج سے پہلے اندازہ نہ تھا وہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر اس آواز کے سحر کو محسوس کر رہی تھی کہ باہر سے ڈھولک کی تیز تھاپ اور شور و غل نے بارات آنے کا عندیہ دیا۔ مغنیہ نے گانا روک دیا۔ دف کا سماں ٹوٹ گیا تھا۔ دائرہ بکھرنے لگا اور سب خواتین بارات کے استقبال کے لیے کھڑی ہونے لگیں۔ باراتی مرد ڈھولک کی تھاپ پر والہانہ رقص کر رہے تھے۔ جبکہ خواتین پنڈال میں داخل ہو رہی تھیں۔ ایک ایک کر کے تمام خواتین کا دودھ سے بنی کھیر سے منہ میٹھا کروایا جا رہا تھا۔

لڑکی کے گھر کے مہمانوں کے طعام کا انتظام لڑکے والوں کے ذمہ تھا۔ کھانے کی خوشبو فضا میں پھیل رہی تھی۔ پنڈال کے دوسرے حصے میں مردوں کے لیے کھانا لگایا گیا اور اب زنانہ حصے میں ایک قطار سے تھال لگائے جا رہے تھے۔ دو خواتین آہنی بالٹیوں میں روایتی کھانا بکرے اور بیل کا شوربا تھالوں میں بھر رہی تھیں۔ شوربا ڈال کر وہ ایک بڑے چمچ کی مدد سے گوشت کی بڑی بڑی بوٹیاں ڈال دیتی یہ وادی کا مرغوب کھانا تھا جسے رات بھر مٹی کی ہانڈیوں میں کوئلوں پر پکایا جاتا تھا۔ اس شوربے میں روٹی بھگو کر ایک ہی تھال سے کئی افراد کھایا کرتے۔ ذائقے اور لذت میں اس پکوان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ نین سکھ زندگی میں پہلی بار کسی شادی میں شریک تھی۔ اس لیے خوش دلی سے تمام رسومات دیکھ رہی تھی۔ ابھی وہ زرینہ کے پاس بیٹھی تھی۔ اسے دیکھنے کے لیے آنے والی خواتین اس کے لیے لانے والا تحفہ اس کے قدموں میں رکھ کر اس کی پیشانی چوم کر دعا دیتیں اور پھر واپس چلی جاتیں۔ کل کے مقابلے میں آج زرینہ کافی پرسکون لگ رہی تھی۔ عام دلہنوں کی طرح وہ بھی اپنی تقریب کا سب سے اہم لیکن خاموش حصہ تھی۔ شہنشاہ مورے کی تلاش میں وہاں آیا تھا لیکن زرینہ کے ساتھ اسے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے شرارت سے شگفتگی سے ہنستا دیکھ کر حیرت میں گھر گیا۔

”میں وہ دن دیکھنا چاہوں گا جب آپ دل سے مسکرا رہی ہوں یقین جانیں آپ کے چہرے کی بے سبب مسکراہٹ کئی چہروں پر مسکراہٹ لے آئے گی۔“ اسے اپنی ہی کہی بات یاد آئی تو وہ کھل کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر جنہیں دل سے خوشی ہوتی ان میں سے ایک وہ بھی تھا۔

چہ لازم با خرد ھم خانہ بودن
دو روزے ہم تواں دیوانہ بودن
(کیا ضروری ہے کہ ہر وقت عقل کے ساتھ ہی رہا جائے
دو روز دیوانہ بن کر بھی رہنا چاہیے)

❁......❁......❁

وہ ہمیشہ سنتی آئی تھی کہ بیٹیاں پرایا دھن ہوتی ہیں۔ کبھی اس بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ زرینہ کی شادی نے اسے یہ احساس دلایا تھا کہ اس بات کا مطلب کیا ہے۔

ممانی جان تو بیٹی کی کمی محسوس کرتی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ مورے اور نین سکھ بھی بولائی بولائی رہا کرتیں۔ سب خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے۔ ضرورت کے سوا بات ہی نا ہوتی۔

اس کی "گل ریز" بھی شادی کے ہنگاموں میں جانے کہاں کھو گئی تھی۔ گھر کا ایک ایک کونا تلاش کرلیا لیکن بے سود رہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کتاب کو اس کے سوا کوئی اور پڑھے اسی لیے کتاب کے لیے شدید پریشان تھی۔

"مجھے آپ سب سے کچھ کہنا ہے۔" کھانے کے بعد وہ سب قہوہ پی رہے تھے۔ جب نین سکھ نے بولنے کی ٹھانی۔

"ہمیں بھی تم سے ایک بات کرنی تھی۔" ممانی جان ایک نظر ماموں اور باقی لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھیں۔

"پہلے بچی کی بات تو سن لو" نانا ابو نے ممانی کی طرف دیکھا۔

"بولو بیٹا کیا کہنا چاہتی ہو؟" کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کیسے شروع کرے۔

"وہ مجھے...... میں......" وہ لب بھینچ کر رکی۔

"کہو بیٹا...... بلا جھجک کہو، ہم سب تمہارے اپنے ہیں، کسی بات کو برا نہیں سمجھیں گے۔" اب کی بار مورے بولیں۔ باقی سب اسے منتظر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنا آتا ہے۔" ایک گہری سانس بھر کر اس نے وہ کہہ ہی ڈالا جسے کہنے کے لیے وہ کئی دنوں سے بے چین تھی۔

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟" سوائے ممانی کے سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا اسی لیے انہوں نے سوال کیا۔

"میں بابا اور مورجی کی طرح لوگوں کے چہروں کے بلکہ چہروں کے گرد روشنیوں کے ہالے دیکھتی ہوں، ہر چہرے کے گرد الگ ہالہ، الگ رنگ، ہر چہرے کی الگ خاصیت، ہر چہرے کا الگ مثبت و منفی رجحان سب سمجھ سکتی ہوں۔" یہ اس پہ ظاہر ہوگئی تھی اس لیے اب وہ تفصیل سے بات کرسکتی تھی۔

"تو وہ میرے اللہ، تمہارا مطلب ہے حکم صاحب کی طرح تم بھی......" حیرت کے جھٹکے سے نکل کر نانا ابو کی آواز سنانے میں پھیلی۔

"صرف بابا کی طرح نہیں بلکہ مورجی اور بابا کی طرح۔" اس نے آہستگی سے وضاحت کی۔

"ایسا نہیں تھا مرجان تو چہرے پڑھنا نہیں جانتی تھی۔" اس کے ماموں بولے۔ ممانی جان ہونق بنی ان سب کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھیں۔

"مرجان چہرے پڑھ سکتی تھیں لیکن کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھی۔" مورے کی بوڑھی آنکھوں سے پانی کے قطرے پھسل کر گرنے لگے۔ کسی صحرا میں بوڑھے خشک پیڑ کی شاخیں سبز ہونے لگی تھیں۔

"میں یہ بات جانتی تھی۔ حکم بھی جانتے تھے حکم نے اس کے چہرے کا خاص رنگ دیکھ کر ہی اس سے شادی کا فیصلہ کیا تھا۔" سبز شاخوں پر کلیاں کھلنے کا موسم آ گیا تھا۔

"آہ...... میرے اللہ اپنی خوش قسمتی پر کیسے ناز کروں، اوہ میری خاص بچی۔" مورے نے اسے خود سے لگایا۔ ان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں تھے۔ باقی سب کا حال بھی ان سے کچھ کم نہیں تھا۔

"مجھے خاص کہہ کر شرمندہ نہ کیجیے۔ خاص صرف ایک ہی ذات ہے، علم سارا اسی کا ہے، وہ اپنی مرضی سے کچھ لوگوں کا انتخاب کرکے ان کی آزمائش کرتا ہے کہ وہ لوگ اس کی دی ہوئی صلاحیت کا استعمال کیسے کرتے ہیں۔ وہ چاہتا تو یہ خاصیت کسی اور کو دے سکتا تھا۔ ایک عرصے سے میں روشنیوں کے ہالوں کے سراب میں مبتلا تھی۔ اب جا کر یہ اسرار کھلے کہ ان رنگوں کا ہم سے، ہماری زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ رنگ ہی تو ہے جو انسان ساری عمر دیکھتا ہے آنکھ کھولنے سے لے کر بند ہونے تک ہر سمت مختلف رنگ بکھرے ہیں۔ میں نے بھی سوچا ہی نہ تھا کہ یہ رنگ ہمارا علاج بھی بن سکتے ہیں۔ بابا نے میرے لیے

ایک کتاب لکھی تھی وہ کتاب مجھے ان کی کتابوں میں ملی۔
اس کتاب میں انہوں نے اپنی عمر بھر کا حاصل لکھا ہے۔
رنگوں کی کہانیاں، رنگوں کی باتیں، رنگوں کی خصوصیات، کون سا رنگ دیکھنے سے جذبات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ کس رنگ کو پہننا کون سی بیماری کے لیے شفا ہے، کس چہرے کا ہالہ دیکھ کر باطنی بیماریوں اور کمزوریوں کو جان کر ہالہ بدلنے میں اس انسان کی مدد کیسے کی جاسکتی ہے۔" وہ ایک جذب کے عالم میں سب کچھ کہہ رہی تھی۔

"وہ کتاب مجھ سے کہیں کھوگئی ہے لیکن میں اس کے آخری صفحے کے سوا ہر ورق لفظ بہ لفظ اپنے سینے میں اتار چکی ہوں۔ بابا اور مور جی مجھے ایک عام زندگی دینا چاہتے تھے۔ اسی لیے مجھے اپنے رازوں سے دور رکھا، وادی چھوڑ دی، عمر بھر آپ لوگوں سے دور رہے اگر انہیں علم ہوتا کہ ان کی اولاد میں یہ بھی خصوصیت منتقل ہوسکتی ہے تو وہ شاید فیصلہ نہ کرتے۔ اسی لیے میں نے طے کیا ہے کہ وادی کے لوگوں کی مدد کروں گی۔ اس کے لیے مجھے آپ کی اجازت چاہیے۔" وہ تفصیل سے کہتے ہوئے سر جھکا کر اجازت مانگ رہی تھی۔ جبکہ یہاں کوئی کچھ کہنے کے قابل ہی کب رہا تھا۔

"یہ تمہاری کتاب میں شادی والے دن الماری میں رکھ کر بھول گئی تھی۔" ممانی جان اس کی بات کے دوران باہر چلی گئی تھیں لوٹیں تو ان کے ہاتھ میں "گل ریز" تھی۔
شاخوں پر کلیاں کھل چکی تھیں۔ بہار پھولوں کے ساتھ خوش آمدید کہنے کے لیے تیار تھی۔

در پردہ نما ناز سزاوار تو باشد
کو دیدہ کہ او قابل دیدار تو باشد
(پردہ میں ناز دکھا کہ یہی تیرے شایان شان ہے
کون سی آنکھ ہے جو تیرے دیدار کے قابل ہے)

***

خبر جنگل کی آگ کی طرح تینوں وادیوں میں پھیل گئی تھی۔ جسے علم ہوا وہی نین سکھ سے ملنے چلا آیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سب اسے کسی اور دیس کی مخلوق سمجھتے ہیں یا پھر ایسی ہستی جو سب کچھ کر دینے پر قادر ہے۔

"ہر خیر میں شر پنہاں ہوتا ہے اور ہر شر میں خیر پنہاں ہوتا ہے۔ کوئی انسان اس سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔ انسان خطا کا پتلا ہے اسے تصحیح کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ کامل ہے۔ بشر کے تقاضے اور بشری کمزوریاں ہر انسان کے اندر فطری ہیں۔ کسی کو اس سے پناہ نہیں عام اور خاص کون ہے یہ علم غیب ہے وہ اپنی مرضی سے کسی کو بھی ذرا سا حصہ ودیعت کردیتا لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ ایسا شخص انسان نہیں فرشتہ بن گیا ہے خطا ہے، گناہ ہے۔ ہم سب ایک جیسے ہیں عام ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، بلند مقام عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بلند مقام عطا کرکے بھی پستی میں گرا دیتا ہے۔" وہ ملنے کے لیے آئی خواتین کو سمجھا رہی تھی کہ وہ انہی میں سے ایک ہے در اصل وہ خود کو عام سمجھ کر خاص بننے جا رہی تھی۔

گوہر سر آب و بہ پہنای ہوا ساز
این نکتہ نہ بیند مگر آن دیدہ کہ بیناست
(پانی سے نکل کر ہوا کی وسعت میں آ
اس نکتے کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو دیکھ سکتے ہیں)

***

"نانا ابو موسم کافی بہتر ہے میں چاہ رہی تھی کہ اپنے والدین کے گھر پہ جو مرمت کا کام کرانا چاہتی تھی وہ شروع ہو جائے آپ کی اجازت ہو تو میں ایک بار خود معمار سے ملنا چاہتی ہوں تاکہ دل کو تسلی ہو جائے۔" وہ نانا ابو کے قریب بیٹھی سیب کی قاشیں کاٹ کر ان کی پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔

"میرے لیے طویل سفر کرنا مناسب نہیں، بوڑھا وجود اب بہت جلدی تھک جاتا ہے۔ شہنشاہ کو کل شہر جانا ہے میں اس سے کہہ دوں گا تمہیں ساتھ لے جائے گا۔" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سرہانے سے ٹیک لگا کر بولے۔

شہنشاہ کے نام پر نین سکھ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کئی دن سے وہ چاہنے کے باوجود اسے دیکھ بھی نہیں سکی تھی۔ اب وہ عام سی لڑکی نہیں رہی تھی۔ ہر کوئی

اس سے تعظیم سے ملتا تھا، وادی میں لڑکا لڑکی کے ملنے، پسند کرنے کو معیوب نہ سمجھے جانے کے باوجود وہ اکیلے باہر جانے سے گریز کرنے لگی تھی، وہ لوگوں کے لیے اچھی مثال بننا چاہتی تھی۔

"میں اکیلی شہنشاہ کے ساتھ۔" خود کو سنبھال کر اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"شہنشاہ اچھا لڑکا ہے...... مجھے اس پر اعتبار ہے۔" انہوں نے بہت اعتماد اور یقین سے کہا۔ نین سکھ نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"بہت جلد فراغ آنے والا ہے۔ تمہاری ممانی اور ماموں چاہتے ہیں کہ تم اس سے شادی کرلو، میں چاہتا ہوں تم خود سوچ سمجھ کر بہتر فیصلہ کرو۔ میں نے شہنشاہ کی آنکھوں میں بھی تمہارے لیے سچے جذبات دیکھے ہیں۔ فیصلہ وہی کرنا جو تمہارا جی چاہتا ہو، وقت کا بھروسا نہیں میں چاہتا ہوں سانس رکنے سے پہلے تمہیں محفوظ ہاتھوں میں دیکھوں۔" وہ بوڑھے ہوچکے تھے اور ایک سانس پر دنیا سے جانے کا گمان رکھتے تھے۔ اسی لیے اپنے خدشات سامنے آنے سے پہلے اسے بتا رہے تھے۔

"میں نے ابھی شادی کے حوالے سے نہیں سوچا۔" اسے اس موضوع پر بات کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس ہورہی تھی۔

"ہر بیٹی کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے، آج نہیں تو کل یہ دن تمہارے لیے بھی آئے گا۔ یہاں سب تمہیں بہت چاہتے ہیں۔ اسی لیے تو یہ خواہش کرتے ہیں کہ تم اس گھر کی بیٹی کے ساتھ ساتھ بہو بھی بن جاؤ اور ہمیشہ ساتھ رہو لیکن اصول کے مطابق کوئی زبردستی نہیں کرسکتا۔ میری بچی اپنے خیالوں کو پرسکون رکھو، تمہاری آنے والی زندگی میں کون تمہارا بہتر جیون ساتھی ہوسکتا ہے دل و دماغ سے سوچو تم جو بھی فیصلہ کرو گی ہم دل سے قبول کریں گے۔ یہ بات میں بہت عرصے سے کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک تمہاری خاصیت کا علم ہونے پر جو شور وغل بپا تھا اس کے تھمنے کا منتظر تھا۔" انہوں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا۔ نین سکھ نم آنکھوں سے ان کے جذبات سمجھتے ہوئے ان کے کندھے سے لگ گئی آنے والا وقت نجانے اس سے کیا فیصلہ کرانے والا تھا۔

❁......❁......❁

"کیسی ہیں آپ؟" اس کے دلکش سراپے سے نگاہیں چراتا اس نے اس کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ جانے کے بعد پوچھا۔

"اچھی ہوں، بہت عرصے بعد ملاقات ہورہی ہے۔ آپ کیسے ہیں؟" اس نے اپنی بائیں طرف کا حسین منظر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی خاصیت کے بارے میں علم ہوا بہت خوشی ہوئی جان کر۔" وہ سامنے نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ہمیشہ ہشاش بشاش رہنے والا یہ شخص آج خاموش اور اداس نظر آرہا تھا۔

"کوئی بات پریشان کررہی ہے آپ کو؟ ہمیشہ دوسروں کو مسکرانے کے سبق دینے والا انسان مجھے آج اداس کیوں لگ رہا ہے؟" نین سکھ نے اس کی جانب دیکھے بغیر پوچھا۔ وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

"چہرہ پڑھے بنا آپ کیسے اندازہ لگا سکتی ہیں؟" وہ خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش میں تھا۔

"میں صرف ان کے چہرے پڑھتی ہوں جو چہرہ پڑھوانا چاہتے ہیں ویسے یہ میری بات کا جواب نہیں۔" اس نے خوش دلی سے کہا۔

"بعض اوقات اونچائی پر جانے کی کوشش میں انسان زمین پر ایسے گرتا ہے کہ زمین کا بھی نہیں رہتا۔ سمجھ لیجیے کچھ ایسا ہی ہے۔"

"زمین کے کیسے نہیں رہتا، انسان زمین کا ہی تو ہے۔" وہ اس کی بات کا نکتہ بخوبی سمجھ رہی تھی۔

"تو پھر سمجھ لیجیے زمین اور آسمان کے درمیان فاصلے کا اندازہ ہوگیا ہے۔"

"زمین کون ہے اور آسمان کہاں ہے، اور یہ کس نے طے کیا؟"

"وقت نے، قدرت نے۔"
"اور دل، اس نے کیا طے کیا؟"
"دل تو بچہ ہے، بچوں کی باتیں اہم نہیں ہوتیں۔"
"بچے ضد کرکے اپنی بات منوا سکتے ہیں۔" جیپ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ شہنشاہ اس کی بات سمجھ کر بھی کچھ نہیں سمجھ پارہا تھا۔
"کئی ماہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔" طویل خاموشی کے بعد نین سکھ کے لبوں نے جنبش کی۔
"کیسا خواب؟"
"ایک طویل خواب جس میں، میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی تھی۔ پھسل کر گرنے والی تھی کہ ایک شخص کی آواز نے میرے بڑھتے قدم روک لیے، اس شخص کا چہرہ دیکھا تو اس کے چہرے سے نور کی کرنیں نکل رہی تھیں اور وہ کرنیں میرے ارد گرد کا پورا ماحول منور کررہی تھیں۔" جیپ اس کے گھر کے سامنے آکر رک گئی تھی۔
"جانتے ہو وہ شخص کون تھا؟" اس نے اترنے سے پہلے اس سے پوچھا تو اس نے انکار میں گردن ہلائی۔
"وہ شخص تم تھے...... میلے میں مجھے کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں نے تمہارے چہرے کے گرد دھنک رنگ کی روشنیوں کا ہالہ دیکھا تھا۔" ■ ایک کے بعد ایک انکشاف کررہی تھی۔
"دھنک رنگ کی روشنی، اس کا کیا مطلب ہوا؟"
"ایک ایسا شخص جو چاہے تو نیکی کا راستہ اختیار کرکے کامل ہوسکتا ہے اور چاہے تو بدی کے راستے پر چل کر سیاہ رنگ اوڑھ سکتا ہے۔ میں رنگوں کی حقیقت سے واقف بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس روز میلے کے آخری دن ایک بار پھر تمہارے چہرے کے گرد سفید روشنی کا ہالہ دیکھا جانتے ہو اس رنگ کی تلاش میں میرے بابا نے برسوں گزار دیے تھے پھر میری والدہ سے وہ مل پائے تھے۔ اگر تم چاہو تو یہ خاص رنگ میرا ہوسکتا ہے۔" وہ واضح اشارہ دے کر جیپ سے اتر گئی۔ اس کے پاس وقت بہت کم تھا وہ فراغ کے واپس آنے سے پہلے فیصلہ کرلینا چاہتی تھی۔ شہنشاہ کسی ٹرانس کے عالم میں اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھتا رہا۔

"من و درد خاک غلطیدن تو د عالم نہ رسیدن
بعاشق آنچنان زنہد بدلدارا آنچنین باید بیدل
(ہمارا خاک میں ملنا تمہارا بے خبر رہنا
یہی عاشق کے شایاں تھا یہ معشوق کے لائق)

❁......❁......❁

کچھ ضروری تبدیلیوں کے لیے مزدوروں سے بات کرکے وہ واپس جانے کے لیے تیار تھی، گاڑی کی آواز پر وہ جان بی بی سے مل کر باہر آگئی۔ دو گھنٹے پر مشتمل اس طویل سفر میں دونوں نے ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔
"اگر اس قدر واضح اقرار کے بعد بھی اسے کچھ نہیں کہنا تو یہ میری اس سے آخری ملاقات ہوگی۔" نین سکھ اس کی طرف دیکھے بنا دل ہی دل میں طے کررہی تھی۔
"سمجھتا کیا ہے خود کو، ٹھیک نہ کرے مجھ سے شادی، مجھے بھی نہیں کرنی۔" وہ آگ بگولہ ہوئی۔ گھر کے آگے گاڑی رکی تو وہ غصے میں ایک جھٹکے سے اتر کر دروازے کی جانب بڑھی۔
"بات سنیں۔" اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتی اس کی آواز نے اس کے بڑھتے قدم روک لیے۔
"یہ آپ کا فون رہ گیا ہے۔" وہ جو کسی اور بات کے سننے کے لیے ترس رہی تھی جل کر رہ گئی۔
"شکریہ۔" اس نے زہر خند مسکراہٹ دکھا کر دوبارہ رخ موڑ لیا۔
"مجھے کچھ کہنا ہے۔"
"اب کیا ہے؟" نین سکھ کو اس شخص سے کوئی امید نہیں رہی تھی جب ہی تلملا کر بولی۔
"مجھ سے شادی کریں گی؟" اس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ نین سکھ کی سانسیں تھمی اور دھڑکنیں بے ترتیب ہوگئی تھیں۔
"سوچوں گی۔" کچھ حق تو اس کا بھی بنتا تھا۔
"میں کل ہی تمہارے گھر پیغام بھیج دوں گا۔ سوچنے کا

موقع نہیں دوں گا۔" وہ گھر میں داخل ہو رہی تھی جب شہنشاہ پیچھے سے زور سے بولا۔ خزاں رت میں بہار اتر رہی تھی۔ کلیاں پھول بن کر مہک رہی تھیں۔

از شبنم عشق خاک آدم گل شد
صد فتنہ و شور در جہان حاصل شد
صد نشتر عشق بر رگ روح زدند
یک قطرہ از آن چکید و نامش دل شد
(خاک آدم عشق کی شبنم سے مل کر گل ہوئی
کائنات شور و فتنہ دہر کا حاصل ہوئی
روح کی شہ رگ پہ جب سو عشق کے نشتر لگے
اس سے جو اک بوند ٹپکی وہ مرا پادل ہوئی)

تین ماہ بعد

"میری پیاری بیٹی ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی گل ریز ضرور آتا ہے۔ میری کہانی پڑھ کر تم یہ تو جان چکی ہو کہ میری گل تیز تمہاری والدہ مرجان تھیں۔ تمہاری چہرہ پڑھنے کی صلاحیت کا جان کر شش و پنج میں مبتلا ہوں کہ جس بات کو ہمیشہ کے لیے تم سے چھپانا چاہتے تھے وہ تمہارے اندر سے ہی نمودار ہو گئی ہے، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہم کسی شے پر قادر نہیں، یہاں تک کہ ایک راز کو چھپانے تک پر قادر نہیں ہیں۔

میری بچی ہمیشہ یاد رکھنا اللہ کی مخلوق کے عیب تلاش نہ کرنا، ان کا مذاق مت اڑانا، ان کی کمزوریاں عام نہ کرنا، ان کے جذبات اور خیالات، ان کے محسوسات تمہارے پاس امانت ہونے چاہیے۔ بلا ضرورت اور بلا اجازت چہروں کے حال جاننے سے حتی الامکان بچنا۔ یہ صلاحیت تمہارے پاس لوگوں کی امانت ہے، اسے لوگوں کی بھلائی میں خرچ کرنا، لوگوں کے لیے پھول بن کر ان کے کانٹے چنتی رہنا۔ میں تمہیں دنیا کے لیے گل ریز بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی تمہارے امتحان ہو رہے ہیں۔ زندگی بہت تلخ ہے، ایک ساعت کے لیے بھی اس کا بھروسا کرنا ممکن نہیں۔ اسی لیے میں وہ سب باتیں تحریر کر رہا ہوں جنہیں جاننا اور سمجھنا تمہارے لیے ضروری ہیں۔ ایک اور اہم بات کہنا چاہتا ہوں لوگوں کے لیے گل ریز بنتے بنتے اپنی زندگی کا گل ریز چننا مت بھول جانا...... ہر انسان کو چاہیے وہ معرفت کے کسی بھی مقام پر پہنچ جائے ایک جیون ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ایسا جیون ساتھی جو ہر چھوٹی بڑی مشکل میں اس کے ساتھ اس کی راہیں آسان کرنے کے لیے کھڑا ہو۔ میں امید کرتا ہوں تم بھی اپنی زندگی کا سچا گل ریز جلد پالو۔

تمہارا والد
حکم آغا"

آج اس کے والدین کے گھر میں مرمت کا کام ختم ہو گیا تھا۔ یہ گھر اب گھر نہیں رہا تھا بلکہ چھوٹا سا ثقافت خانہ بن گیا تھا جہاں ضرورت مند اور محنتی خواتین کے لیے روزگار کے مواقع میسر کیے جانے تھے۔ گھر کے باہر ایک بڑی تختی لگائی گئی تھی جس پر لکھا "گل ریز" دور سے جھلملاتا نظر آ رہا تھا۔ تختی کو بغور دیکھتے ہوئے وہ کتاب کا آخری ورق ذہن میں دوہرا رہی تھی کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر مڑی پھر محبت سے مسکرائی۔ اس کی زندگی کا گل ریز اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

وہ اس کے شانوں سے سر ٹکا کر مسکرا رہی تھی، سچی محبت اپنے پورے وجود کے ساتھ اس کی ہم سفر تھی۔

گفتم ای عشق من از چیز دگری ترسم
گفت آن چیز دگر نیست، دگر هیچ مگو
(میں نے کہا اے عشق میں کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں
اس نے کہا کہ وہ چیز کچھ اور نہیں، کچھ اور نہ کہو)

(ختم شد)

biazdill@naeyufaq.com

میمونہ رومان

شائستہ جٹ...... چیچہ وطنی

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
پہلے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

گلشن چوھدری گل...... گجرات

چاند نکلا تھا مگر رات نہ تھی پہلی سی
یہ ملاقات، ملاقات نہ تھی پہلی سی
رنج کچھ کم تو ہوا آج ترے ملنے سے
یہ الگ بات کہ وہ بات نہ تھی پہلی سی

شمائلہ...... گجرات

حقیقت سراب ہے پیارے
ظلمتوں کا یہاں بسیرا ہے
وقت کے سب غلام ہیں ورنہ
کون تیرا ہے کون میرا ہے

شہزادی فرخندہ...... خانیوال

وہ کی خوش بو گئی، زخموں کی رعنائی گئی
موسم ہجراں تری اب کے پزیرائی گئی
کون سی محفل، کہاں کے روز و شب کیسا قیام
زندگی تو اصل میں اک سانس ہے آئی گئی

مخلص بٹ...... سمندری

دل گیا، رونق حیات گئی
غم گیا، ساری کائنات گئی

فریدہ فری یوسفزئی...... لاہور

یاد رہے گا وصل تمہارا
یاد کروں گی شام سہانی
ان آنکھوں میں خواب تمہارے
یہ میری بھرپور جوانی

ام صبور...... تلہ گنگ

نہ اب مسکرانے کو جی چاہتا ہے
نہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے
کوئی مصلحت روک دیتی ہے ورنہ
پلٹ دیں زمانے کو جی چاہتا ہے

امبرین ملک...... گجرات

کیا ضرورت تھی دور جانے کی
پاس رہ کے ہی تم ستا لیتے

مہا بشیر حسین...... تنگہ

مجھ کو ڈھونڈ لیتا ہے نت نئے بہانے سے
وہ ہوگیا ہے واقف میرے ہر ٹھکانے سے

ثنا فرحان...... تنگہ

پیار کے دیپ جلانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اپنی جان سے جانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
جان سے پیارے لوگوں سے کچھ کچھ پردہ لازم ہے
ساری بات بتانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں

جویریہ ملک...... ہولنگر

فطرت کا تقاضہ ہے نہیں عشق تماشہ
آدم کو رلا دیتی ہے حوا کی جدائی

ام کمال...... فیصل آباد

کیا بتاؤں کتنا مشکل ہے
جس کے لیے جینا اس کے بغیر جینا

سوہنی محمد سرور...... جڑانوالہ

بلا کی آندھیوں میں جل رہا ہے
دیا جس کو خدا کا آسرا ہے

رمشا آصف...... خانگڑھ

سوچا کہ ٹوٹ نہ جائے کسی کا دل
گزری ہے اپنی عمر اسی دیکھ بھال میں
وہ بات تو اسے یاد بھی نہیں
ہم جی کو خوں کر گئے جس کے ملال میں

رقیہ ناز...... فیروزہ

جیسے کانٹوں سے دامن بچا کے چلتے ہیں لوگ
کچھ اس طرح ہے تیرا مجھ سے گریز کرنا

تبسم بشیر حسین...... ننگہ

کچھ روز تو دل کی مسند پر کچھ خواب تماشا کرتے ہیں
پھر سوچ کے الجھے تاروں پر اعصاب تماشا کرتے ہیں
جب شام ڈھلے آنگن دل میں اک یاد چہلقدمی کرتی ہے
ہم باندھ کے گھنگرو پاؤں میں بے تاب تماشا کرتے ہیں

نسیم دلشاد...... لاہور

اپنے لہجے پہ غور کر کے بتا
لفظ کتنے ہیں تیر کتنے ہیں

دلکش مریم...... چنیوٹ

دل ہے کہ فائدے سے نہیں کوئی اس کو کام
مانوس ہوگیا ہے خسارے کے سود سے
اک درد ہے کہ گھیرے ہوئے ہے حصار میں
اک یاد ہے کہ لپٹی ہوئی ہے وجود سے

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

یہی نہیں ہے بس آنا جانا چھوڑ دیا
اس نے ٹیلی فون اٹھانا چھوڑ دیا
شہر میں تھی ناساز طبیعت بیٹے کی
گاؤں میں بیٹھی ماں نے کھانا چھوڑ دیا

نجم انجم اعوان...... کراچی

میری آنکھوں میں امید کے چراغ جلاؤ
ٹوٹے ہوئے خوابوں کو حقیقت بناؤ
دل تڑپ اٹھتا ہے جب آتی ہے تیری یاد
کاش نجم کے جیون میں پھر سے پلٹ آؤ

حالہ سلیم...... کراچی

عشق چھپائے نہیں چھپتا
درد بتائے بنا محسوس نہیں ہوتا
تو لاکھ چھپا لے میری جان
تیرا اپنا آپ مجھ سے نہیں چھپتا

مہرین ظہور...... مقام نامعلوم

شیشے کی طرح ٹوٹا ہے آشیانہ اپنا
سمیٹوں تو ہاتھ زخمی، نہ سمیٹوں تو جان جائے

نوشین گیلانی...... سرگودھا

جس کے مقدر میں یار تو آیا
اس جہاں کے سب رنگ اسی کے ہیں

ماہ جبین خان...... بہاولپور

خود کو ڈھونڈ لوں تجھ میں کچھ اس طرح
ہر سانس میں شامل تیری سانس ہو جائے

عائشہ خان...... ڈسکہ

اپنا معیار گرا کر بھی دیکھا
اپنا آپ منوا کر بھی دیکھا
اس جہاں میں تیرے سوا
یارب کوئی مہرباں نہ دیکھا

نور علی خان...... بہاولپور

کھو گیا ہے جانے کیا مجھ سے
خود میں کچھ ڈھونڈتی رہتی ہوں

ماہ نور...... بوریے والا

چار تنکوں کا گھونسلا تھا جو بکھر کے رہ گیا
ہواؤں کو جیسے بیر تھا میرے آشیانے سے
بیٹھا ہے غمگین پنچھی پیڑ کی ٹوٹی شاخ پہ
سوچ رہا ہے کیا حاصل ہے شور مچانے سے

تنزیلہ ہاشمی...... جھنگ صدر

سالِ نو میں ڈھیروں گلاب کھلانے ہیں
روٹھے ہوئے دوست سارے منانے ہیں
بند آنکھوں میں جو چبھ رہے ہیں ریت کی طرح
پلکوں کو کھول کر آنسو گرانے ہیں

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

تندوری پسندہ کباب

اجزا:

گائے کا گوشت (بغیر ہڈی)	ایک پاؤ
تندوری مصالحہ	تین کھانے کے چمچ
ادرک اور لہسن پیسٹ	ایک چمچ
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد
دہی	دو کھانے کے چمچ
نمک، تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

گوشت کو ایک پیالے میں ڈال دیں، اب اس میں دہی، تندوری مصالحہ، ادرک اور لہسن کا پیسٹ ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ اب اس میں لیموں کا جوس اور نمک ڈال کر مکس کریں اور پلاسٹک ریپ میں ڈھک کر فریج میں دو گھنٹے کے لیے میری نیٹ کردیں۔ اب گرل پین میں گھی لگا کر گرم کریں۔ اب گوشت کو گرل پین پر رکھ کر فرائی کریں مزیدار تندوری پسندہ کباب تیار ہے۔ لیموں، پیاز، سلاد کے پتوں کے ساتھ گارنش کر کے رائتہ کے ساتھ سرو کریں۔

انجم انجم اعوان..... کراچی

مصالحے دار توری

اجزا:

توری (چھیل کر کاٹ لیں)	ایک کلو
پیاز (باریک کاٹ لیں)	ایک عدد
ٹماٹر (باریک کاٹ لیں)	دو عدد
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
تیل	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچیں، ہرا دھنیا	حسب ذائقہ

ترکیب: دیگچی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر پانچ منٹ تک بھونیں۔ اس کے بعد اس میں ٹماٹر، ہلدی پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر، زیرہ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، لہسن پیسٹ ڈال کر مزید دو منٹ تک بھونیں۔ اب اس میں توری اور نمک ڈال کر کچھ دیر تیز آنچ پر پکائیں۔ اس کے بعد دھیمی آنچ پر رکھ دیں۔ توری گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو بھون کر چولہا بند کر دیں۔ ڈش میں نکال لیں۔ ہری مرچیں اور ہرا دھنیا کے ساتھ سجا کر دال چاول یا روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

گجریلا

اجزا:

گاجریں	ایک کلو
دودھ	ایک کلو
گھی یا تیل	ایک پاؤ
کشمش	ایک چھٹانک
بادام	ایک چھٹانک
پستہ	ایک چھٹانک
چینی	ایک پاؤ
چاول	آدھا کپ

ترکیب:

گاجروں کو چھیل کر اس میں چاول ملا لیں اور دونوں چیزوں کو دودھ میں ابلنے کے لیے رکھ دیں اور اچھی طرح سے گلا لیں پھر اس مرکب میں چینی، گھی یا آئل اور میوہ ڈال کر اچھی طرح بھونیں لیکن خیال رہے کہ یہ مرکب زیادہ لال نہ ہو جب مرکب گاڑھا ہو جائے تو اسے چولہے سے اتار کر ایک خوب صورت سے باؤل میں نکال کر اس پر خوشبو کے لیے چاندی کے ورق لگائیں اور خوب مزے اڑائیں اور مجھے اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیے۔

ارم کمال..... فیصل آباد

کابلی کباب

اجزا:

گوشت	ایک کلو
بیسن	چھ چائے کے چمچ
گرم مصالحہ	دو چائے کے چمچ
سرخ مرچ	دو چمچ

اجزاء	مقدار
کھوپرا	ایک چمچ
ہرا مصالحہ	حسب ضرورت
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔
گوشت دھو کر نمک، ہرا مصالحہ، گرم مصالحہ اور پانی ڈال کر گلنے کے لیے رکھ دیں جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو اسے پیس لیں بیسن میں نمک، لال مرچ اور پانی ڈال کر پیسٹ بنا لیں گوشت کو گول گول کباب کی شکل دے کر گرم آئل میں تل لیں تیار ہونے پر سلاد اور رائتے کے ساتھ لطف اندوز ہوں۔
شہزادی فرخندہ..... خانیوال

لذیذ پراٹھے

اجزاء:۔

اجزاء	مقدار
بیسن	ایک پاؤ
میدہ	ایک کپ
انڈے	دو عدد
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
ٹماٹر (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد درمیانہ
سبز دھنیا (باریک کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
شملہ مرچ (باریک کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
گاجر (باریک کٹی ہوئی)	آدھا کپ
کالی مرچیں (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچیں	حسب ضرورت

ترکیب:۔
ایک برتن میں بیسن اور میدہ ملا لیں اور اس میں انڈے ملا دیں اور خوب اچھی طرح پھینٹیں اور اس کے بعد اس آمیزے میں ساری اشیاء ڈال دیں اور حسب ضرورت اس میں پانی ڈال کر پتلا سا آمیزہ بنا لیں اب توے کو گرم کریں اس پتلے آمیزے کو توے پر ڈال کر جب ایک سائیڈ سے پک جائے تو اوپر آمیزہ ڈال دیں اور اس طرح دوسری سائیڈ پر بھی پکا لیں لذیذ پراٹھے پکائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔
عظمیٰ فرید..... ڈیرہ اسماعیل خان

آلو کی چٹنی

اجزاء:۔

اجزاء	مقدار
آلو (درمیانے سائز کے)	دو عدد
ہری مرچیں	دو سے تین عدد
پیاز	ایک عدد
ٹماٹر	ایک عدد
نمک، ہلدی	حسب ضرورت
پسی ہوئی لال مرچیں	حسب ذائقہ
لیموں	ایک چمچ
لہسن	آدھا چمچ
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔
آلوؤں کو چھیل کر درمیانے سائز کے کاٹ لیں۔ آلو، ہری مرچیں اور پودینے کو پیس لیں اب فرائی پین میں باریک کٹی پیاز ہلکی براؤن کر لیں پھر اس میں تمام مصالحہ جات شامل کر کے فرائی کر لیں جب مصالحہ تیار ہو جائے تو اس میں پسے ہوئے آلو ڈال دیں تقریباً دس منٹ تک فرائی ہونے دیں برابر چمچ ہلاتی رہیں جب چٹنی فرائی ہو جائے تو اس پر ہرا دھنیا ڈال کر ایک دو منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ لیجیے مزیدار آلو کی چٹنی تیار ہے۔ دوپہر کے وقت گرم گرم چپاتی کے ساتھ پیش کریں۔
ارم آصف ملک..... خان گڑھ، ضلع مظفر گڑھ

تیسری ریسپی

اجزاء:۔

اجزاء	مقدار
مٹن قیمہ	آدھا کلو
شملہ مرچ ایک عدد	باریک چوپ کر لیں
انڈا ایک عدد	پھینٹ لیں
کالی مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
سرخ مرچ	ایک چائے کا چمچ
کارن آئل	۲ کھانے کے چمچ
نمک	آدھا چائے کا چمچ
اوریگانو	آدھا چائے کا چمچ
تھائم	آدھا چائے کا چمچ
مکھن	۲ کھانے کے چمچ
وڈن اسکیورز	حسب ضرورت (پانی میں بھگو دیں)

(گرلڈ ویجی ٹیبلز)

اجزاء	مقدار
آلو	ایک عدد

شملہ مرچ	ایک عدد
گاجر	ایک عدد
نمک، کالی مرچ پاؤڈر	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمے میں تمام اجزا مکس کر کے تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں۔ پھر اسکیورز پر چڑھا کر گرل کرلیں۔ ویجی ٹیبلز میں نمک اور کالی مرچ پاؤڈر مکس کر کے مکھن سے برش کر کے گرل کریں۔ گرم گرم کباب اور ویجی ٹیبلز کیچپ یا سوس کے ساتھ سرو کریں۔

سحر خالد..... بھکر

میٹ لوف

اجزا:۔

قیمہ	آدھا کلو
کٹی ہوئی پیاز	آدھا کپ
گارلک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر کا پیسٹ	دو یا تین کھانے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
پسا ہوا زیرہ	ڈیڑھ ٹی اسپون
پی نٹ	آدھا کپ
انڈے	۲ عدد
لیمن	جوس دو کھانے کے چمچ
پارسلے یا ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
مکھن	چار کھانے کے چمچ
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمہ کٹا ہوا، پیاز، گارلک پیسٹ، پی نٹ پسا ہوا، زیرہ، گرم مسالا پاؤڈر، ٹماٹر کا پیسٹ، پارسلے، انڈے، لیمن جوس، نمک اور کالی مرچ چوپر میں ڈال کر مکس کرلیں اور ساتھ ہی مکھن بھی ملا دیں۔ ایک لوف ٹن میں یہ مرکب ڈال کر پچیس منٹ تک ۲۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر بیک کرلیں۔ ٹھنڈا کر کے سلائس کاٹیں اور گارلک بریڈ کے ساتھ سرو کریں۔

کوثر طفیل..... حیدرآباد

فنگر فش

اجزا:۔

مچھلی	آدھا کلو
(بغیر کانٹے کی چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں)	
پیپریکا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
بریڈ کرمبز	حسب ضرورت
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

مچھلی کے ٹکڑوں میں انڈے، تیل اور بریڈ کرمبز کے علاوہ تمام مسالے اچھی طرح مکس کرلیں۔ پھر مچھلی کے ٹکڑوں کو انڈے میں ڈیپ کر کے بریڈ کرمبز میں رول کریں اور ڈیپ فرائی کرلیں۔

سمیرا اشتاق ملک..... اسلام آباد

فنگر فش

اجزا:۔

مچھلی	آدھا کلو
(بغیر کانٹے کی چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں)	
پیپریکا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
بریڈ کرمبز	حسب ضرورت
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

مچھلی کے ٹکڑوں میں انڈے، تیل اور بریڈ کرم کے علاوہ تمام مسالے اچھی طرح مکس کرلیں پھر مچھلی کے ٹکڑوں کو انڈے میں ڈپ کر کے بریڈ کرم میں رول کریں اور ڈپ فرائی کرلیں۔

مہوش سلطان..... کراچی

biazdill@naeyufaq.com

ایمان وقار

جدت پسند مسلمان

غلام ہوا کو بنایا ہوا ہے
کانٹوں کو گل دان میں سجایا ہوا ہے
کبھی پتھروں کو پوجا جاتا تھا
آج انسان کو خدا بنایا ہوا ہے
کیا حقیقت ترے طرز مسلمانی کی
تو نے دین کو مذاق بنایا ہوا ہے
کیوں تجھ پہ وہ راز فاش نہیں ہوتا؟
بتا جس کا محمد ﷺ نے بتایا ہوا ہے
میرا کیا کہ میں اک بے عمل سا انسان ہوں
پر تو نے کیوں بد عملی کو اپنایا ہوا ہے

آسیہ اشرف.....گنگا پور

ہم یاد آئے

خود کو بھولے سے جو ہم یاد آئے
گزرے ایام کے غم یاد آئے
بے رخی تیری ہمیں یاد آئی
وہ زمانے کے ستم یاد آئے
ہم تو بھولے سے نہیں بھولے کبھی
سچ کہو کیا تمہیں ہم یاد آئے
نام احباب کے کیا کیا تھے مگر
یاد بھی آئے تو کم یاد آئے
اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں کی قسم
تم کہ ہر ایک قدم یاد آئے
مشکل سے ہی سنبھالا خود کو
جب ہمیں تیرے ستم یاد آئے
نیر شکوہ نہ کرو دنیا کا
جب بھی رو داد الم یاد آئے

نیر رضوی.....لیاقت آباد، کراچی

سنو

سنو تم پاس آ جاؤ
ستانا چھوڑ دو مجھ کو
جلانا چھوڑ دو مجھ کو
تمہیں تسکین ملتی ہے
مجھے تڑپتا دیکھ کر
تمہاری تسکین کی خاطر
ہر ستم سہہ لوں گی
سنو تم پاس آ جاؤ
میں وصل کے لیے
کئی ہجر سہہ لوں گی
گھائل ہوں تیرے لفظوں سے
لفظوں کے تیر چلانا چھوڑ دو
منجدھار میں کھڑی محو انتظار ہوں
تجدید وفا کر لو تم
اقرار وفا کر لو تم
سنو تم پاس آ جاؤ

کرن ملک.....جتوئی

تیرے دل میں

کٹے گا یہ کیسے سفر دھیرے دھیرے
کریں گے محبت بسر دھیرے دھیرے
بنائیں گے ہم بھی تیرے دل میں گھر اپنا
کسی روز دیکھنا مگر دھیرے دھیرے
بچھی ہوں یہ دیکھو تیرے راستوں میں
کرو مجھ پہ بھی نظر دھیرے دھیرے
تیرے گھر کی چوکھٹ سے کیسے اٹھیں گے
خطائیں کرو گے درگزر دھیرے دھیرے
تیرے ساتھ فری نبھائیں گے ہم بھی
کریں گے محبت امر دھیرے دھیرے

فریدہ جاوید فری.....لاہور

غزل

کمال رت ہے ترا انتظار جاڑے میں
تمہاری یاد سے آئے قرار جاڑے میں
تو خام خام ہی سہی آ تو جا بس ایک بار
نظر میں قید رکھوں گی خمار جاڑے میں

تمہارے ظلم سے ویرانی چھائی جاتی ہے
بچے ہیں شہر میں یہ تختہ دار جاڑے میں
میرے دن کی مشقت سے جری لے نہ سکا
میرے بچوں کو اب ہے بخار جاڑے میں
میں اپنے سارے غموں کو چھپائے پھرتی ہوں
مری بیاض، مری راز دار جاڑے میں
ترے ستم کا جشن ہے جو میں مناتی ہوں
یہ ہی ہے وجہ گزر تیرا انتظار جاڑے میں
میں بول سکتی دیا گر تو بول پڑتی مگر
کہاں وہ سنتا ہے میرے وچار جاڑے میں
سعدیہ قریشی...... ملٹن کینز۔ انگلینڈ

عشق کی رسوائی

چاہا تھا عشق میں فنا ہونا
پر مقدر میں جگ ہنسائی ہے
اب یہ وقت بھی آیا مجھ پر
تیری نسبت سے شناسائی ہے
لوگ اب بے وجہ نہیں مرتے
ان میں محبت کی وبا آئی ہے
ان سے شکوہ کروں محبت کا
یہ میرے عشق کی رسوائی ہے
معراج عشق وہ پاتے ہیں جو
آنکھ رکھتے نہیں بینائی ہے
میری خاطر بنے وہ من چاہا
یہ محبت نہیں خدائی ہے
وہ ہر طلب سے پاک رہتا ہے
جو محبت کا تمنائی ہے
اک بے وفا کی رفاقت میں رہوں
اس سے بہتر میری تنہائی ہے
مجھے مجھ سے ملا دیا اس نے
لوگ کہتے ہیں جسے جدائی ہے
انعم نہ ڈھونڈ وفا کی مٹی
تیری قسمت میں بے وفائی ہے
انعم زہرہ...... ملتان

محبت کا پاسبان

جب بھی میری داستان لکھنا شہر کے لوگو
محبت کا مجھے پاسبان لکھنا شہر کے لوگو
کرے جو ٹوٹے ہوئے دل سے محبت اسے
میرا طریق، میرا ایمان لکھنا شہر کے لوگو
تعمیر کرے کوئی بھی جب یادگار محبت
اسے تم شاہ جہاں لکھنا شہر کے لوگو
چاہت کے سفر میں جتنی آئیں دشواریاں
سفر عشق کا امتحان لکھنا شہر کے لوگو
ڈستی ہیں مجھے یہ لمبی لمبی کالی راتیں
انہیں ناگ شب ہجراں لکھنا شہر کے لوگو
وفا کے باب میں جو کی ہم نے عشق کی ریاضتیں
سب کاوشوں کو رائیگاں لکھنا شہر کے لوگو
تیرے نقش پا پر انصر چلا راہی عدم
میری تحریک کا ترجمان لکھنا شہر کے لوگو
نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

محبت

محبت درد ہے جاناں
بہت تکلیف ہوتی ہے
جب محبت مل نہیں پاتی
روح مر جاتی ہے
یہی وجہ ہے
محبت کرنے والے
نصیحت کرتے ہیں ہمیشہ
محبت نا کرنے کی
اس درد سے نا گزرنے کی
جو محبت کر لیتے ہیں
بھکاری بن جاتے ہیں
مگر محبت بھیک نہیں ہے
جو مانگنے سے مل جائے
یہ تو احسان ہے جاناں
ایسا جذبہ ہے
مانگنے سے نہیں ملتا
ورنہ ہم بھیک مانگ لیتے
محبت کے تن کی
بھکاری بن گئے ہوتے
اس چاہت میں جاناں

کہ تم اک بار کہہ دیتے
کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے
پھر چاہے زندگی
ساتھ چھوڑ جاتی
سانسیں ٹوٹ جاتی
بس تم اک بار کہہ دیتے
کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے

دریا علی خان..... مقام نامعلوم

بھکاری

حیدر نام کا ایک بھکاری
ہاتھوں میں کشکول لیے
سر جھکائے کھڑا تھا
میں بھی کتنی ظالم ہوں
کشکول میں اپنا نام رکھا اور
پھر کشکول کو توڑ دیا

فائزہ بھٹی..... چونکی

زندگی

یہ زندگی کبھی کبھی
مجھ پہ مسکراتی کیوں ہے
اکثر سوچتی رہتی ہوں
پھر خود ہی سوچوں کو
جھٹک دیتی ہوں
کہ نہیں
وہم ہے میرا
کبھی کبھی
اتنی خوش فہمیاں پال لیتی ہوں
کہ کچھ نظر ہی نہیں آتا
بے بس سی ہو کے رہ جاتی ہوں
لیکن نمی آنکھوں کی سارے بھید کھول دیتی ہے

طیبہ خاور سلطان..... وزیر آباد

اب کے برس

اب کے برس خدا کرے
کہیں دلوں میں رنجشیں نہ ہوں
سادہ دل اور پر خلوص ہیں لوگ
ہجر ان کا مقدر نہ بنے
آندھیاں ہیں جو منہ زور بہت
یہ دعا ہے کہ ذرا تھم کے رہیں
چاہتوں کے جو لگائے ہیں شجر
خزاں رتوں میں بھی شاداب رہیں
دیپ جلائیں وفاؤں کے سبھی
کدورت کے قلعے پڑھے کوئی
پھول بکھرے ہوں تاحد نظر
دھنک رنگوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے
شب نیلم سی ہونٹوں کے بہتے دھارے ہیں
داستانیں محبتوں کی ادھوری نہ رہیں
اب کے برس خدا کرے

آصف خلیل..... گوجرانوالہ

صبر کرو

ہے زیست امتحان، امتحان مختلف ہیں
رہن سہن جدا اور مسکان مختلف ہیں
دسمبر کے سانحے ہوں یا جدائی کسی صورت
حالات الگ الگ میزان مختلف ہیں
کہیں غربت، کہیں جانوں کی کمی سے آزمائے دو عزوجل
ہر حال میں کرم اس کا سائبان مختلف ہیں
بے اولاد مقروض ہوں یا محبت کے پیاسے
ان کے راستے موجود، مہربان مختلف ہیں
اس نے غم دیا ہے تو ظرف کے حساب سے دیا
ہاں رب کے ہم پر سبھی احسان مختلف ہیں
وہ چھین بھی لے ہم سے کچھ دے کر تو اچھا کرے
بے سروسامانی میں ڈھونڈو سامان مختلف ہیں
ہم اس کے بندے اس کی رضا پہ رہیں راضی
سکون بس اسی میں یہ جہان مختلف ہیں
ہم پڑھتے ہیں ایک ہو کر قرآن
مگر کوثر سب پہ جو ہوتے ہیں فیضان مختلف ہیں

کوثر خالد..... جڑانوالہ

نئے خواب بنیں

اجلی اجلی سی شامیں ہوں
سنگ تمہاری باتیں ہوں
ہم مل کر روز نئے خواب بنیں
جو آنکھوں میں دیپ جلاتے ہوں

اپنے حسین خوابوں میں
ہم دونوں گنگناتے ہوں
میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
اور بادل مینہ برساتے ہوں
ہوائیں رقص کرتی ہوں
اور پرندے چہچہاتے ہوں
پھول بھی ہماری محبت پر
کھل کر مسکراتے ہوں
دیکھ کر ہمارے پیار کو
حاسد دل جلاتے ہوں

صائمہ...... مقام نامعلوم

چلو امید رکھتے ہیں

چلو امید رکھتے ہیں
کبھی تو دل میں اس کے بھی
محبت گھر بنائے گی
کبھی تو رنجشیں ساری
ہے کی بارش میں ڈھل کر
سہانے گیت گائیں گی
اس کے دل کو لبھائیں گی
کبھی میرے قدم بھی تو
اس کے دل کے جزیرے کی
زمین پر آن اتریں گے
مقدر جاگ جائیں گے
دل وجاں گنگنائیں گے
سبھی موسم سبھی منظر
گلستان بن جائیں گے
چلو یہ مان لیتے ہیں
تو قسمت کا سکندر ہے
عقیدت تجھ سے رکھتے ہیں
تیری فرقت میں مرتے ہیں
چلو یہ مان لیتے ہیں
مقدر میں میرے ہمدم
نہیں رکھا ستارہ وہ
جو تجھ کو شاد کرتا ہے
تجھے آباد کرتا ہے
مگر یہ جان رکھو کہ
ہم جو سی صفت بندے
بڑی مشکل سے ملتے ہیں
ہمیں پانا مقدر ہے
ہمیں کھونا بھٹکنا ہے
خدا سے التجا میری
تجھے احساس ہو جائے
تیرے دل کے جزیرے پر
میری محبت آباد ہو جائے

عمر لودھی...... چشتیاں

بیت گیا سال

لو بیت گیا یہ سال بھی
بہت بچھڑے، یہاں اپنے
بہت ٹوٹی ہوں پل بھر میں
ہندسہ کل جو بدلے گا
کیا بدلے گا مقدر بھی
ہماری غمزدہ آنکھیں
کیا دیکھیں گی حسیں سپنے
یا ہوگا پھر وہی سب کچھ
ہماری بیٹیاں غیرت کی
سولی پہ چڑھیں گی پھر
یا ہوں گی بے آبرو پھر سے
اے جاتے ہوئے لکھو
اگر یہ سب سے پھر ہونا
نہیں بدلے گا کچھ بھی تو
مجھے رہنا نہیں تم بن
مجھے بھی ساتھ لے جاؤ
مجھے بھی ساتھ لے جاؤ

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

dkp@naeyufaq.com

ہما احمد

پیاری سی حرا کے نام

السلام علیکم! حرا کیسی ہو؟ ویسے تو آپ کے بہت سے نام ہیں مگر گلاب کو جس نام سے پکارو، گلاب ہی رہتا ہے (ہاہاہا) دیکھ لیں میں آپ کو گلاب کہہ رہی ہوں کہیں ذیشان بھائی سے ڈانٹ نہ پڑ جائے کہ یہ کہنے کا حق صرف میرا ہے (سوری جیجو جی ہاہاہا) اور سنائیں کیا ہو رہا ہے آج کل پھر کب آپ پیا دیس سدھار رہی ہیں؟ مجھے شادی پر ضرور بلانا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو زمانے بھر کی خوشیاں ملیں، کبھی کوئی غم نہ آئے آپ کی زندگی میں شعر آپ کے لیے۔

پھولوں کی وادی میں ہو گھر تیرا
ستاروں کے آنگن میں ہو بسیرا تیرا
یہ دعا ہے اک دوست کی دوست کے لیے
تجھ سے بھی اچھا ہو نصیب تیرا

30 دسمبر کو دو تین گھنٹے کی کال پہ کتنا مزہ آیا تھا ناں۔ آپ نے بہت سے راز شیئر کیے۔ ان شاء اللہ وہ راز راز ہی رہیں گے۔ کیونکہ آپ کو ابھی میری ایکسٹرا خوبی کا نہیں پتا کہ میں اچھی راز داں بھی ہوں (ہاہاہا)۔ آپ نے اعتبار کر کے سب کچھ بتایا تو ان شاء اللہ اعتبار کبھی نہیں توڑوں گی اور کیا لکھوں؟ کہنے کو بہت سی باتیں ہیں مگر یہ پبلک پیلس ہے ناں (ہاہاہا)۔ ذیشان بھائی جلدی جلدی آ کر اپنی دلہن کو لے جائیں اگر آپ نے خیال نہ رکھا ناں ہماری حرا کا تو آپ کی سالی آدھی گھر والی نے لڑائی کرنی ہے سیالکوٹ آ کر اور ذیشان بھائی آپ کو راز کی بات بتاؤں یہ ہماری سویٹ سی حرا آپ کو بہت چاہتی ہے (ہاہاہا)۔ بس آپ اس کو خوش رکھیے گا۔ باقی باتیں حرا موبائل پہ کریں گے۔ ڈائجسٹ میں یہ پیغام شائع ہو گیا تو پڑھ کر بتانا کیسا لگا۔ کیونکہ میں نے صرف اور صرف آپ کے لیے لکھا ہے اور کسی کا بھی نام نہیں لکھا۔ اللہ حافظ۔

ماہی خان..... بھاگٹانوالہ سرگودھا

پیارے سعود احمد کے نام

پیارے ننھے سے سعود احمد دو اپریل کو آپ کا برتھ ڈے ہے تو اپنی پیاری سی سسٹر کی طرف سے منی منی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مائی کیوٹ برادر سعود احمد، اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے، والدین کا فرماں بردار بنائے، دین کے راستے پر چلائے، نیک بنائے آمین ثم آمین۔ مائی ڈیئر ٹیچر صدف کیسا لگا آپ کو میرا پیارے سعود کو اس انداز میں وش کرنا؟ آئی ہوپ اچھا لگا ہوگا۔ میری تمام دعائیں آپ کے ساتھ ہیں زندگی کی آخری سانس تک ان شاء اللہ، اللہ پاک میری آپ کے حق میں مانگی گئیں تمام دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے آمین۔ اللہ پاک آپ کے دونوں بچوں رؤف احمد اور سعود احمد کو درازی عمر عطا فرمائے اور آپ کا فرماں بردار بنائے آمین۔ ایک بار پھر سے پیارے سعود احمد کو میری طرف سے منی منی ہیپی برتھ ڈے۔ اللہ حافظ۔

صائمہ علی شیر..... خانپور

اپنوں کے نام

دل میں رہنے والے دل سے نہیں نکلتے
بدلے ہزار موسم رشتے نہیں بدلتے

السلام علیکم! عزیزان من امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ ڈیئر انجم زہرہ سدا سلامت رہو، سویٹ قصی پارس اور حریم اے کے لودھرا، میں اور نورین انجم بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ آپ کی دعاؤں سے۔ سسٹر سعدیہ خان آپ کو ہر وقت یاد کرتی ہو خوش رہو۔ ثمرہ گلزار آپ کی کوئی آنٹی نہیں آپ مجھے اپنی آنٹی بنانا چاہتی ہو، سوئی آنٹی تو کیا، دادی، نانی، چاچی، مامی، ماسی، آپی سوائے امی کے باقی سب کچھ بننے کو تیار ہوں جو دل چاہے بناؤ (ہی ہی ہی ہی) رضوانہ وقاص آپ کی دعائیں ساتھ ہیں اب میرے ملک صاحب ٹھیک ٹھاک ہیں شکر ہے مالک کا، پروین افضل آپ بھی خوش رہو، منیب کو بہت سارا پیار، شائستہ یاسین اللہ پاک آپ کی سسٹر کو خیریت سے رکھے اور آپ خالہ بن جاؤ پھر مٹھائی کہاں ہے؟ ڈیئر رباب اینڈ سرین آپ کے لیے بھی بہت سارا پیار دعائیں، بھائی اللہ رکھا چودھری آپ کا تبصرہ بہت پسند آیا اللہ پاک خوش رکھے آپ کو، وقاص عمر میرے ملک صاحب کے لیے دعا کی جزاک اللہ سدا خوش رہو۔ گلشن چودھری اللہ پاک مکمل صحت عطا فرمائے آمین۔ اپنا بہت

خیال رکھنا۔ نورین انجم کے لیے ڈھیر سارا پیار، ایچ ایم فاطمہ، رقیہ ناز سلامتی، بی زہرہ عباس، مہرو عباس، رمشا آصف، حمنہ کنول، اقصیٰ پارس، فائزہ شاہ، ہم نٹ ہیں آپ کیسی ہیں۔ نجمہ نذیر، سعدیہ حورعین حوری، حرا گل، ڈاکٹر زارا عبیر، شبرین اسلم، سعدیہ خان، شائزہ پرویز شانو، فریدہ جاوید فری، ارم کمال، ام ہانی شاہد، مدیحہ نورین مہک، ماریہ نذیر، فرحانہ اسلم، سونیا اولیس، کوثر خالد، گل مینا خان، عائشہ کشمالہ، صائمہ سومرو، سحر تبسم سحری، شبنم کنول، دعا اعوان، اقرا ممتاز، شمع مسکان، تمنا بلوچ، شزا بلوچ، ایم فاطمہ سیال، شگفتہ خان، فائزہ بھٹی، ہمیرا اسوائی، مائرہ ملک، کرن ملک سب کو بہت دعائیں سب خوش رہیں۔

نجم انجم اعوان۔۔۔ کراچی

دل میں بسنے والوں کے نام

میں سب سے پہلے اپنی پیاری نند فریدہ جاوید فری سے مخاطب ہوں، آپی آپ کی طبیعت اب کیسی ہے ہماری دعا ہے آپ مکمل صحت یاب ہو جائیں آمین۔ شبرین اسلم، اللہ دتہ چوہدری، شائزہ پرویز شانو، فائزہ شاہ، سعدیہ حورین حوری، حرا گل غفور، آپ سب کا سلام مجھ تک پہنچا۔ میری طرف سے بھی آپ سب کو محبتوں بھرا السلام علیکم۔ جویریہ وی اور اقرا جٹ کافی دنوں سے نظر نہیں آرہیں، ویسے آنچل میں کچھ عرصہ سے نئے نئے نام پڑھنے کومل رہے ہیں ہماری دعا ہے یہ نیا سال سب کے لیے خوشیوں کا باعث ہو آمین۔

پروین افضل شاہین۔۔۔ بہاولنگر

خاص لوگوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر حمنہ میری پیاری سی بہن دو فروری کو آپ اس دنیا میں تشریف لائیں تو سوچا کچھ نئے انداز سے آپ کو وش کروں امید ہے اچھا لگے گا تو میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے اور اقرا آپی چھبیس کو آپ کی بھی برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے یقیناً آپ کی آنکھیں باہر آرہی ہوں گی سوئی اندر کرلو (ہاہاہا) اور پھر میری پیاری سی کیوٹ سی آپی ام فاطمہ پندرہ فروری کو آپ کی میرج اینورسری ہے میری طرف سے الگ سا تحفہ ارے پریشان نہ ہوں تحفہ میں بھیجوں گی آپ کو اور تارا بھائی بہت بہت مبارک۔ اللہ پاک ایسے ہی ہمیشہ آپ کو خوش رکھیں آمین۔

اُمامہ۔۔۔ خانپور، ضلع رحیم یار خان

دل کے قریب لوگوں کے نام

السلام علیکم! شروع اللہ کے نام سے جس نے ہمارے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کیا۔ انجل امید ہے تم خیریت سے ہوگی، کالج چھٹنے کے بعد بھی تم لوگوں کی کلاسز نہیں ہوئیں اور تم کالج نہیں آئیں۔ مجھے یاد ہے ہماری وہ پی ٹی جس کی پریکٹس کرتے ہوئے ہم نے خوب انجوائے کیا۔ تم ہماری پی ٹی کی استاد تھیں۔ تبھی تم ہم سب کو بہت اچھی لگتی تھیں۔ تمہاری مارچ میں سالگرہ ہے۔ پچھلی بار تم کالج آئی تھیں تو تمہیں کالج میں وش کردیا تھا۔ اس بار سوچا تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں۔

تمہاری سالگرہ پہ دعا ہے میری
کہ ایسا روز مبارک بار بار آئے
تمہاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہوں میں
ہزاروں پھول لٹاتی ہوئی بہار آئے

میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ امید کرتی ہوں تمہیں آنچل کے ذریعے وش کرنا اچھا لگے گا۔ ہو سکے تو کالج آنا ہماری کلاسز تو ہوتی ہیں۔ آنا چاہو تو آجانا۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔

حرا افتخار۔۔۔ چشتیاں

اپنوں کے نام

السلام علیکم! فروری میں عائشہ صدیقہ احمد زئی سات فروری، سسٹر ایمن غفور شمارہ فروری، آپی ارم کمال بائیس فروری ارم آصف تیئیس فروری اور مارچ میں عاشو عائشہ شکیل سات مارچ، تبسم بشیر حسین دس مارچ، شائزہ پرویز شانو تیئیس مارچ کو آپ کی سالگرہ کا دن ہے۔ تو حرا گل کی طرف سے سب کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو میں اللہ پاک سے دعا کرتی ہوں کہ آپ سب کا آنے والا سال بہت ساری خوشیاں لے کر آئے اللہ پاک آپ سب کو کامیاب و کامران رکھے کبھی بھی کوئی دکھ چھو کے بھی نہ گزرے ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ اللہ پاک میری ساری دوستوں کو ہمیشہ سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ اینڈ لو یو سو مچ پیاری یاریوں ارم اور رمشاء آصف تم دونوں پھر سے غائب ہیں تم دونوں سے ناراض ہے وانی۔ گلشن چوہدری اللہ پاک آپ کی مما کو صحت و تندرستی بھری زندگی عطا کرے اور اللہ انہیں ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔ آپ بہت پیاری ہو گل، زرناب خان ذری

آپ بھی بہت پیاری اور اچھی ہو، حسنات سسٹر کو میرا اسلام کہنا، عائشہ شکیل اللہ پاک آپ کی ہر بیماری کا جڑ سے خاتمہ کردے اور آپ کو لمبی عمر عطا کرے آمین اور عروج فاطمہ آپ کو بہت پسند کرتی ہے عاشی رقیہ ناز یار کہاں ہو جلدی سے انٹری مار دناں بہت یاد آئی ہے رقیہ آپ کی لو یو سوچ جانی، مدیحہ نورین مہک آپ کہاں ہو آپ کے بغیر آنچل ادھورا لگتا ہے جانو مس یو، کیا میں اس رات آپ کے خواب میں آئی تھی ضرور بتانا مدیحہ پیاری لڑکی، انم زہرہ آپ بھی کچھ لکھو یار، کیا آپ کو پتا ہے کہ ہم آپ کو کتنا مس کرتی ہیں۔ پلیز آجاؤ ڈیئر انم، زہرہ فاطمہ آپ بہت نائس لگی ہو، آج سے ہم آپ کی فرینڈز اور کے پری اینڈ ویلکم ٹو آنچل، یار بنت حوا آپ تو ہوا ہو کہاں گئی کہاں ہو بھئی، ہم نے آپ کو دل سے دوست بنایا ہے یار آجاؤ پلیز آپ کی یہ دوست حرا آپ کی منتظر ہے اپنا ریئل نیم بتاؤ، سعدیہ خان جی بہت شکریہ میں ہی کبریٰ خان ہوں خوش رہو پیاری بہن، مدیہ، شیرین اسلم و بشریٰ رضوان اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔ آپ دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے حریم اے کے (کیا حسنہ کنول آپ ہو؟) اور اقصیٰ پارس کیسی ہو اور کہاں ہو جلدی انٹری دو شاباش، سعدیہ حورعین حوری منگنی کرلی اور بتایا ہی نہیں اچھا کوئی نہیں، منگنی بہت مبارک ہو آپ کے لیے ڈھیر سارا پیار میری طرف سے، اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ نورین انجم اللہ آپ کو ہمیشہ کامیاب کرے اینڈ مس یو پری۔ فائزہ بھنی کیسی ہو یار بھابی شکیلہ آپ کو بہت یاد کرتی ہیں آجاؤ میرے اور بھابی کے لیے پلیز فائزہ آپی روبینہ کوثر آپ بھی آجاؤ ناں اور دعا فاطمہ کو روزانہ میری طرف سے پیار کردیا کریں کیونکہ مجھے چھوٹے بچے بہت اچھے لگتے ہیں پلیز فرینڈز دعا کرو کہ اللہ پاک میرے دونوں بھائیوں کو نیک و صالح اولاد عطا کرے پلیز سب دعا کرنا، ڈاکٹر زارا التعبیر چھوٹی سی گڑیا لو یو بہت اچھی لگتی ہو آپ حرا کو، تبسم بشیر آپ کے پین کی انک ختم ہوگئی ہے کیا جو آپ مجھے جواب ہی نہیں دیتی یا آپ نے میرا دل توڑ دیا ہے مجھے جواب نہ دے کر تبسم اور ماما سوہنی کیسی ہو...... فائزہ شاہ بہت بار آپ کے بارے میں لکھا تھا پر ہما آپی نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا میرے پیغام کو...... مجھے آپ بہت پیاری لگتی ہو پیاری فائزہ شاہ، ام ہانی اینڈ حسنہ شاہد کیسی ہو آپ سسٹرز کیا ہو رہا ہے آج کل (ہانی آپ پڑھتی ہو کیا) ثمرہ گلزار آپ کدھر ہو جانی، سونیا اداس میں نے آپ کی سالگرہ کی ڈیٹ نوٹ کرلی ہے اگلی برتھ ڈے پہ سب سے پہلے میں وش کروں ان شاء اللہ۔ آپی صائمہ مشتاق آپ نے جب مجھے مالٹے کھانے کے لیے بلایا تھا تب مالٹوں کا موسم ختم ہوگیا تھا اب آجاؤں کیا مالٹے کھانے، آپ سے بھی مل لوں گی اسی بہانے...... فہمیدہ جاوید آپی، ایمان نور ویلکم جی ماریہ نذیر آپی پروین افضل آپی، نجم انجم اعوان، صائمہ علی شیر (شاہ فرحان آجاؤ آپی) ایم سحر، افشاں سراج کرن شہزادی، جاذبہ عباسی، کنول ناز، شاہ کنول، آپی رضوانہ وقاص تحسین بیگ فیاض اسحاق، اقرا جٹ، اقرا ممتاز، ماہ رخ، ایشال فاطمہ پرنسز کو پیار حرا آپی کی طرف سے سب کو پیار بھرا اسلام اور ڈھیر ساری دعائیں۔ آنچل فرینڈز اینڈ اللہ حافظ اور چوبیس اپریل کو مجھے وش کردینا سب فرینڈز۔

حرا گل غفور...... خانیوال

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! میرے پریوں، آپیوں، آنٹیوں اور میرے دوستو، کیا حال ہیں سب کے، کیسے ہو دوستو؟ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کو صحت اور خوشیوں سے بھری لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ میری پیاری دوست ایمن اور حراتم دونوں سناؤ کیسی ہو؟ اور آنچل نگری سے غائب کیوں ہو، شکیلہ رضوان (بھابی) آپ کیسی ہو؟ حراتم نے میرے بارے میں پوچھا تھا میں نے آپ کو جواب دینے کے لیے پیغام بھی بھیجا تھا پر ہما آپی نے شائل نہیں کیا یا ہوسکتا ہے ان تک پہنچا ہی نہ ہو خیر اب دوبارہ بتا رہی ہوں، ہم آٹھ بہن بھائی ہیں (ماشاء اللہ) پانچ بہنوں اور تین بھائی لیکن جب تک یہ پیغام شائل ہوگا چوتھا بھی آگیا ہوگا۔ ان شاء اللہ ہمارے گھر میں رونقیں بکھیرنے کے لیے، اس کے علاوہ امی ابو ہیں اور ایک چاچو بھی ہمارے ساتھ رہتے ہیں عنقریب ان کی شادی بھی ہوگی میں نے میٹرک کیا ہے اور سلائی کڑھائی بھی کرتی ہوں اور بڑی میں ہوں بہن بھائیوں میں، اس لیے گھر کا کام بھی میں ہی کرتی ہوں، دن میں بھی کبھار فارغ ہوتی ہوں آپ نے اپنے بارے میں بتایا مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے میرا مان رکھا، نور چودھری میری دوست کہاں غائب ہو؟ سچ میں آنچل کی محفل آئینہ تمہارے بنا ادھوری لگتی ہے۔ دوست ارم کمال جی آپ سناؤ کیسی ہو؟ آپ کی بائیس فروری کو سالگرہ ہے تو میری

طرف سے مبارک ہو دوست ہمیشہ خوش رہو، ماریہ نذیر تمہارا انٹرویو مجھے بہت اچھا لگا، شانزہ پرویز شانو (محبتوں بھرا اسلام اور دعائیں) نجم انجم اعوان (آپ بھی غائب ہو، کیوں جی؟) نورین انجم پروین افضل شاہین فائزہ بھٹی (آپ کہاں گم ہو؟ میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں) اقرأ امتیاز، فائزہ شاہ، ام ہانی، عائشہ شکیل، رضوان وقاص، ثناء کنول، کنول ناز، عظمیٰ بتول، تبسم بشیر، ماہا بشیر، مہرزاکت میری سحر تبسم، گلشن چوہدری، ذیلشن ارشان، عطیہ ندیم، انعم زہرہ، مدیحہ نورین، امن منال امل، سونیا اداس، ثمرہ گلزار، ڈاکٹر زار التعبیر، شہرین اسلم اور ان کے علاوہ جن دوستوں کے نام رہ گئے ان سب کو میرا محبتوں بھرا اسلام اور جو جو دوست غیر حاضر ہیں وہ بھی سب اپنی اپنی حاضری لگوائیں، جیسے کرونا سے پہلے سب آئینہ میں شامل ہوتے تھے خوب رونق لگتی تھی اور جو نئی فرینڈز آئی ہیں ان کو بھی بہت سارا خوش آمدید بھائی چوہدری آج سے آپ شمائلہ ہو او کے (ہاہاہا) ویسے نام والی کہانی پڑھ کر ہنسی آئی تھی آنچل ٹیم میں سے سعیدہ نثار آپی، شہلا عامر (سو کیوٹ) شمائلہ کاشف (نٹ کھٹ سی) میمونہ رومان، ایمان وقار، ہما احمد اور نئی نائب مدیرہ صاحبہ آپ کو بھی بہت سارا خوش آمدید طاہر انکل اور مشتاق انکل بھی اللہ پاک آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے، آپ کی انتھک کوشش اور محنت کے بعد ہمیں ہمارا آنچل پڑھنے کو ملتا ہے بہت شکریہ جی، اس کے بعد جن جن دوستوں کی مارچ میں سالگرہ ہے ان سب کو میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو اور اس کے علاوہ میری کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کر دینا۔ اللہ حافظ سب دوستوں کے نام ایک شعر۔

تجھے یاد نہ کریں تو بے چین سے ہو جاتے ہیں
پتا نہیں یہ زندگی تیری یادوں سے چلتی ہے یا پھر سانسوں سے

ارم آصف ملک ..... خانگڑھ مظفر گڑھ

دل کے قریب لوگوں کے نام

تمام رائٹرز، قارئین اور اسٹاف کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو، امید کرتا ہوں آپ بھی ٹھیک ہوں گے دعا ہے کہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک اور شاد وآباد رہیں آمین۔ نیا سال نئے خواب، نئی خواہشیں آیئے دعا کریں یہ نیا سال 2021ء ہمارے لیے تبدیلیاں لائے بہت سی خوشیاں لائے اور خانہ کعبہ کی زیارت نصیب فرمائے آمین۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کشمیری مسلمانوں کو آزادی نصیب فرمائے اور انہیں بھارتی ظلم و بربریت سے محفوظ رکھے اور بے حساب خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ تمام حجاب رائٹرز، قارئین اور اسٹاف کو وقاص عمر کی جانب سے نیا سال مبارک، گزشتہ شمارہ یہ شانزہ پرویز شانو، سحر تبسم سحری فائزہ شاہ، نور چوہدری، عائشہ کنول، تبسم تبسم، ماہا بشیر حسین، ایس این شہزادی کھرل، فاخرہ، صفیر، ارم ریاض، مشی خان سواتی، صبا زرگر، عائشہ رحمان ہنی، ارم صابرہ، عنزہ یونس، ارم کمال، اقرأ امتیاز آپ سب نے بے حد اچھا لکھا۔ اللہ حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

وقاص عمر ..... بنگلہ نو حافظ آباد

کچھ دعائیں دوستوں کے نام

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

السلام علیکم آنچل والوں کیا حال ہے امید ہے سب فٹ فاٹ ٹھیک ٹھاک ہوں گے اور سردیاں انجوائے کر رہے ہوں گے۔ سردیوں کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اب بات ہو جائے دوستوں کی تو رباب اینڈ سمرین، عائشہ شکیل (شکریہ دوست اتنی محبتوں کے لیے)، نجم انجم آنی (دعاؤں کے لیے مشکور) نورین انجم (ویلکم بیک سوئی) رقیہ ناز (اینوری مبارک) ماہی خان، رمشا آصف لو میں آگئی ہوں اب خوش اب مان لی بات آپ کی، بنت حوا، شانزہ شانو، ام ہانی، حسنہ شاہد ثمرہ گلزار، نور چوہدری، ایمن غفور، حرا گل، پروین شاہین، بی زہرہ عباس، ارم کمال آنی، فائزہ شاہ اور بھی جن کا نام رہ گیا سب کو سلام و دعا۔ کیسی گزر رہی ہے زندگی سب کی۔ میری زندگی تو مشکل سے سیدھے ٹریک پر آئی تھی مگر پھر سے لاک ڈاؤن اور ادارے بند ہونے کا اعلان ہو گیا۔ اللہ رحم کرے۔ آپی رخسانہ مبین مبارک ہو جی بہت اچھا رسپانس ملا آپ کو میری آنچل فرینڈز سے اب پھر حاضر ہو جانا بھول مت جانا اور اس دعا کے ساتھ کہ اللہ کسی پر بھی برا وقت نہ لائے سب کو ہی خوشحال رکھے آمین۔ میری اور آپ کی سب کی پریشانیاں دور فرمائے آمین۔ اپنا سب کا خیال رکھیے گا اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

گلشن چوہدری گل ..... گجرات

دوستوں کے نام

السلام علیکم کیا حال ہے سب دوستوں کے نام، دوسری بار

شرکت کررہی ہوں وجہ بنی آپ سب کی محبت، ارم کمال، رضوانہ وقاص (بہت شکریہ دوست)، رمشا آصف، ایمن غفور ویلکم کے لیے بہت شکریہ، ارم آصف، ام ہانی، مجھ سے دوستی قبول کرنے اور ویلکم کرنے کا بہت شکریہ، رمشا آصف نام پسند کرنے کا شکریہ، نجم انجم اور باقی سب کو بہت سلام، سب سے زیادہ ہما آپی کا تھینک یو مجھے محفل میں شامل کرنے کے لیے، اس بار اتنا ہی اگلے مہینے سے پھر حاضر ہوگی۔ دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھنا۔

رخسانہ مبین چوہدری ... سپر جنڈ

کچھ خاص لوگوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز اور پاکستان، کیا حال ہیں آپ کے ماہ رخ آپی سات فروری کو آپ کی برتھ ڈے ہے مبارک ہو اللہ آپ کو اور میشال فاطمہ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ فائزہ شاہ آپ کیسی ہیں تھینک یو یاد رکھنے کا، شانزہ شانو ہائے۔ گلشن چودھری کیا حال ہیں تمہارے میں واقعی عجیب ہوں بہت میں دل سے کوئی بھی بات نہیں نکال پاتی یہی میری سب سے بڑی خامی ہے چلو تمہارا شکریہ کہ تم مجھے یاد تو آتی ہوں نجمہ آپی آپ واپس آگئی مجھے بہت اچھا لگا اب کبھی بھی آنچل کو چھوڑ کر مت جایئے گا آپ بہت اچھی ہیں آئی رئیلی لو یو، سعدیہ حورین نور تھینک یو آپ نے مجھے برتھ ڈے وش کیا۔ حرا گل غفور آپ کیسی ہیں آپ اور ایمن مجھے بہت پیاری لگتی ہیں ہمیشہ خوش رہیں۔ شہرین اسلم آپ نے یاد رکھا شکریہ عائشہ شکیل آپ کی شاید اگلے ماہ برتھ ڈے ہے مبارک ہو مجھے گفٹ بھیجا دینا اپنی سالگرہ کا ہاہاہا۔ سعدیہ خان آپ کیسی ہیں مدیحہ مہک آپ کی جنوری میں برتھ ڈے تھی مبارک ہو اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ ارم آصف اینڈ رمشا آصف، شانزہ شانوں آپ کی مارچ میں برتھ ڈے ہے مبارک ہو مجھے کیک بھی بھیجنا مجھے کیک بہت پسند ہے عائشہ شکیل پیاری گڑیا تم کہاں گم ہو آپی اقرا جٹ آپ کیسی ہیں، ام ہانی، حمنہ شاہد، بشرا رضوان، آپی نجم انجم، نور چودھری (آ جاؤ نا واپس) ڈاکٹر زارا تعبیر، ایمن حرا گل غفور، نجمہ آپی، شاذلہ ہاشم آپی، اقرا جٹ آپی، صائمہ علی، سونیا داس (آپ نے میری نظم تمنا پسند کی مجھے بہت اچھا لگا) کوثر خالد، صائمہ، انعم زہرہ، نسیم بشیر، ماہا بشیر جن کا نام نہیں لکھ سکی سب کو سلام اینڈ دعائیں، اللہ حافظ ایک شعر حافظ آباد والوں کے نام۔

انہیں بے وفا کیوں تو وفا کی توہین ہے
وہ وفا تو نبھا رہے ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر

ثمرہ گلزار ... کوٹلی گجرات

ارم آصف اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم ہما آپی، کافی عرصے تو نہیں پر شاید تین یا چار ماہ تو ہو ہی گئے ہیں مجھے اس محفل سے غیر حاضر ہوئے پر اب تو میری جگہ بنتی ہے، آپ کیسی ہو ہما آپی؟ اور کیسی ہو سب گرلز، جی تو ارم صاحبہ آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، (فرینڈز میری ارم کی سالگرہ تیئیس فروری کو ہوتی ہے۔ آپ سب اسے وش کرنا) ارم اللہ پاک ہزاروں خوشیاں عطاء کرے، آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو، کوئی بھی دکھ آپ تک نہ آئے، اللہ کی طرف سے ہمیشہ رحمتوں و برکتوں کی برسات ہو آپ پر۔ میری جانو ارم اور آپ کی فرینڈز ساجدہ کو بھی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، سوئی رمشاء آصف جی ہم بھی آپ سے بے انتہا محبت کرتی ہیں ڈیئر رمشاء اینڈ ارم آپ سے رابطہ کرنے کو دل کرتا ہے، اگر آپ کا دل کرے تو... ورنہ کوئی زبردستی تھوڑی ہے گڑیوں ...ارم کمال آنی آپ کی بائیس فروری کو سالگرہ ہے سو، مینی مینی برتھ ڈے ٹو یو آپی جی، آپ جیو ہزاروں سال آمین۔ میری ڈول عائشہ شکیل یار آپ بہت اچھی ہو کیا آپ ہمارے لیے اپنا خیال رکھا کرو عاشو پلیز، ہاں عروج بھی ٹھیک ہے ماشاءاللہ آپ اپنی سناؤ یار آپ کی مما کیسی ہیں۔ یار بھائی زیادہ تر گھر نہیں ہوتے ہیں تو ہم فرصت سے بات ہی نہیں کر سکتے اینڈ لو یو جانی عاشو، سات مارچ کو آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہمیشہ خوش رہو کوئی غم بھی چھو کے نہ گزرے آمین۔ پروین آپی منیب کو میری طرف سے بہت سارا پیار ... گلشن چودھری گل پیاری گڑیا میں آپ کی ماما کے لیے دعا گو ہوں اللہ انہیں جلد از جلد صحت یاب کرے اور سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ فیاض اسحاق مہانہ آپ کہاں تھی اب تک، اور سچی بات ہے بہنا کہ باپ ایک مضبوط سائبان ہوتا ہے اولاد کے لیے اللہ آپ کو صبر دے، شانزہ پرویز آپ کی تیئیس مارچ کو آپ کی سالگرہ ہوگی تو میری طرف سے ایڈوانس میں سالگرہ مبارک ہو شانو نرم جذبات کی پیاری لڑکی ہر بہار دیکھو اپنی زندگی میں آمین۔ جویریہ اینڈ صباء آپ بھی اچھی ہو ناں اب آتی رہنا او کے دوستی پکی تھو ڈیئرز، ایمان نور کردیا آپ کو ویلکم اور کچھ، بشریٰ

رضوان شیرین اسلم، زہرہ فاطمہ میں بن گئی آپ کی دوست پیاری کڑی، فہمیدہ جاوید آپی ہم دوست آج سے، عائشہ صدیقہ احمد زئی آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، پیاری بہن، تحفظی بتول، فائزہ بھٹی کہاں گم ہو آپ بھابی شکیلا آپ کا پوچھ پوچھ کر ہمارا سر کھا جاتی ہے تو پلیز ایک ادھ خط لکھ ہی دیں آپ اور صدف بھابی اور امی جان کو سلام پرنسز مہکاشہ کو بہت سی پاریاں ایمن پھوپو کی طرف سے۔ آپ کے بھائی جان کی رحلت کا سن کر بہت افسوس ہوا فائزہ جی، ام ہانی اینڈ حمنہ، شاہد کہاں بزی ہو آپ سسٹرز اوکے ڈیئر حمنہ اب پتا چل گیا کہ آپ اور ہانی بہنیں ہو خوش رہو دونوں سسٹر، ثمرہ گلزار کیسی ہو آپ ڈیئر جی اللہ آپ کو صحت دے آمین۔ آپی انجم اینڈ نورین، انجم کیسی ہو آپ ماں جی، فائزہ شاہ آخر کار آپ کو سب کی محبت کھینچ ہی لائی واپس آنچل نگری میں کیسی گزر رہی ہے لائف، ثناء فرحان السلام علیکم اور کہاں ہو آپ ڈیئر ثناء ماریہ نذیر ماہی خان انٹرویو تو کمال کا تھا، کسی بندی ودی کمال ہو بچی بولو، جانی ماہی کب آواز سناؤ گی ہمیں اور کب تک ہمیں انتظار کی سولی پر لٹکانا پڑے گا یار، مدیحہ نورین مہک آپ ہمیشہ خوش رہو پھولوں کی طرح مہکتی رہو اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں عطاء کرے آمین ثم آمین۔ تبسم ماہا کہاں ہو آپ دونوں سسٹرز، حریم اے کے آپ اور آپ کی سسٹر اقصیٰ پارس بھی غائب ہیں اور آپ نے کبریٰ سے پوچھا (کہ امی پنجابی اور ابو سرائیکی ہیں) تو یہاں الٹ ہے ڈیئرز ہماری امی سرائیکی اور ابو جی پنجابی ہیں اور کبریٰ خان چوہان اور حرا گل غفور میری ہی بہن ہے دو ناموں والی، حری بھی کری بھی۔ خاور طلحہ آپی جی لو یو سو بچ آچی تسم اے، ماہ رخ سیال کیسی ہو آپ، پرنز ایشال فاطمہ کیسی ہے اسے میری طرف سے پیار ہمیشہ خوش رہو ماں اور بیٹی آمین۔ رقیہ ناز کیا آپ ننھی پری کی مما بنی ہو؟ اگر ہاں تو بہت بہت مبارک ہو آپ کو میری جانو رقیہ، جلدی سے انٹری دو آنچل وحجاب میں پلیز، نجمہ نذیر ڈیئر آپ کیسی ہو، ڈاکٹرز ارا تعبیر آپ نے یاد کیا اور میں حاضر، کیسی ہو؟ اور کہاں گم تھی اتنے دنوں سے زارا پرنسز، زرناب خان اینڈ حسنات خان کیسی ہو آپ سسٹرز ڈیئر ذری آپ تو بہت ہی مصروف ہوتی ہو، بندہ تسلی سے بات ہی نہیں کر پاتا، اچھا آپ خوش رہو ذری، حری اور میرا خالص سوتالب یو بچی سعدیہ حورعین حوری ڈیئر آپ کو اور بھائی کو منگنی مبارک ہو، اللہ پاک آپ کی زندگی بہت سی خوشیوں اور کروڑوں رحمتوں ومسرتوں سے بھر دے آپ ہمیشہ ہنستی رہو، مسکراہٹ کبھی بھی آپ کے ہونٹوں سے جدا نہ ہو آمین یارب العالمین۔ سوہنی کنول ناز آپ غائب کیوں ہو اس خوب صورت سی نگری سے پلیز انٹری دو ناں کنول ناز، کیوٹ سی انعم زہرہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے ہمارے بھائی علی کے ساتھ آمین۔ اب واپس آجاؤ یار آنچل میں پلیز...... ایم سحر اینڈ نازش نور۔ سحر نسیم سحری اینڈ مہر مہری، کرن شہزادی اقرا جٹ، اقرا امتیاز اینڈ صائمہ مشتاق، رابعہ اینڈ تحریم احمد بھٹی، لیلیٰ رب نواز افشاں سراج، ثوبیہ سحر، سونیا اداس، فرحانہ اسلم، شہرین اسلم اینڈ بشریٰ رضوان تحسین بیگ، ماوری یاسمین کہاں ہو آپ یار، سعدیہ خان، ثمرین اینڈ رباب فرینڈز ثمرین اینڈ رباب ٹینشن کی کوئی بات نہیں جو دوست ہوں انہیں یاد رکھا جاتا ہے پیاری لڑکیوں...... بنت حوا نام کے ساتھ آؤ پریوں کی نگری میں یار بنت حوا حفصہ نور اینڈ زیلش ارشمان، صائمہ علی شیرنی فرینڈز کیا حال ہے آپ کا یار حمنہ کنول اینڈ اقصیٰ پارس، بھائی اللہ رکھا اینڈ ظہیر ملک اللہ کرے کہ آنی کوثر خالد سودا کی دعا جلد قبول ہو جائے رکھا بھائی کو رکھی اور ظہیر بھائی کو ظہیری مل ہی جائے سب کہو آمین، بھائیوں ہمیشہ خوش وسلامت رہو آپ آمین۔ اپنے آپ کو ہمیشہ زیر بحث زبر نہیں کیونکہ کل کو پیش بھی ہونا ہے سب خوش رہو۔ فی امان اللہ۔

ایمن غفور چوہان...... خانیوال

سہیلیوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب دوست خیریت سے ہوں گے، عائشہ شکیل کیا ہمیں آپ کا نمبر مل سکتا ہے؟ بہت دل چاہتا ہے آپ سے بات کرنے کو، ایمن پیاری دوست کیسی ہو؟ کیا مصروفیات ہیں آج کل آپ کی، حرا میری اچھی دوست کیسی ہو؟ شکیلہ بھابی کیسی ہیں؟ آپ تینوں کے لیے بہت سارا پیار سلام اور دعائیں، گلشن چودھری خوش آمدید، گلشن وعلیکم السلام اور بس آج کل طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہتی، مائرہ ملک کیسی ہیں آپ؟ بہت افسوس ہوا کہ آپ کو پرچا لیٹ ملتا ہے آپ میری ایک بات مانیں اور سالانہ خریدار بن جائیں، اس طرح سے آپ ہر ماہ شامل بھی ہو پائیں گی، ام ہانی پیاری دوست کیسی ہو؟ تمنیٰ شاہد کو سلام، انعم زہرہ اپیا آپ شرکت کیوں نہیں

کررہی ہو آنچل میں؟ ثنا فرحان آپی آپ بھی غائب ہو؟ تھوڑی سی فرینڈز شرکت کرتی ہیں اور باقی سب غائب ہوجاتی ہیں کیوں بھئی؟ کون سی مستی چڑھی ہوئی ہے ہاں؟ بے شک میں نے آپ سب میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا ہوا لیکن سب سے ایک خاص دلی انسیت ہوچکی ہے۔ ماریہ نذیر یار اب تو واپس آجاؤ پلیز اتنا زیادہ انتظار تو مت کرواؤ، آپ کے نام ایک شعر۔

نہ تم حسین ہوتے
نہ ہم تم پہ فدا ہوتے
نہ تم روتے نہ ہم روتے
اور نہ دو دل جدا ہوتے

[illegible] حث، فہمیدہ جاوید آنٹی (بھئی آپ تو میرے بابا سے بھی بڑی ہو) پروین افضل، ارم کمال، نجم انجم اور نورین انجم کو [illegible] اور بہت ساری دعائیں، شہرین اسلم، بشریٰ رضوان [illegible] (آ[illegible]ں کہانی پسند آئی کیا ہم بھی آپ کو شمائلہ کے نام سے پکار سکتے ہیں) شہزادی فرخندہ، سعدیہ حورعین، شانزہ پرویز شانو اور جن کے نام رہ گئے سوری آپ سب کو بہت سارا سلام، [illegible] آپ ماشاء اللہ اتنا بڑا تبصرہ کیسے لکھ لیتی ہو؟ آپ کے لیے بہت ساری دعائیں اور ہمیشہ خوش رہو، کیا آپ میری دوست بن سکتی ہو؟ بتانا ضرور شمائلہ آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو، شانزہ پرویز شانو آپ کی مارچ میں برتھ ڈے ہوتی ہے۔ ہپی برتھ ڈے ٹو یو (تالیاں) خوش رہو ہمیشہ اور غم آپ کو چھو کر بھی نہ گزرے آمین، باقی جن کی بھی مارچ میں سالگرہ ہوتی ہے سب کو سالگرہ مبارک ہو، میری بھی اپریل میں برتھ ڈے ہوتی ہے اگر کسی نے مجھے وش نہ کیا تو میں نے دھرنا دے دینا ہے (ہاہاہاہا) میری فرینڈز نگینہ اور رضوانہ کی بھی مارچ میں سالگرہ ہوتی ہے تو ان کو بھی سالگرہ مبارک ہو، لمبی عمر پاؤ دوستوں اور خوش رہو۔ اللہ حافظ۔

رمشا آصف...... خانگڑھ، مظفر گڑھ

سویٹ بہن سمیرا کے نام

میری پیاری بہنا کو اللہ تعالیٰ نے ایک چاند سا بیٹا دیا ہے جس کا نام محمد حسن ہے میں نے سوچا سب سے الگ طریقے سے مبارک دیتی ہوں آنچل کے ذریعے، پہلے ہمیشہ میں تمہیں برتھ ڈے وش کرتی تھی آنچل کے ذریعے اب حسن کی باری ہے میرے پیارے بھانجے کی۔ پیاری بہنا اللہ محمد حسن کو لمبی صحت دے اور آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ محمد حسن نے ہمارے گھر آکر ہمارا گھر روشن کردیا ہے ایک چاند کی طرح، معظل، مریم، ماریہ بلال، اجمل اینڈ عثمان علی کی طرف سے بہت بہت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ ماں اور بیٹے دونوں کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے اور ہم سب کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رکھے آمین ثم آمین۔ تمہاری سب سے کیوٹ بہن۔

عظمیٰ بٹ ـــ سمندری

محمد زوحان کے نام

چوبیس جنوری کا دن ویسے تو اجالے لیے ہوا تھا مگر میرے لیے یہ دن اندھیروں بھرا ثابت ہوا اس دن دنیا میں میرا عہدہ بڑھنا تھا مجھے ماما کہنے والا ہماری رونق آنے والا تھا کتنے ارمان تھے کتنا انتظار تھا مگر سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا اور محمد زوحان آیا بھی اور چلا بھی گیا کتنا مشکل ہوتا ہے ایسا وقت جب ہر کوئی کہتا ہے صبر کرو صبر کرو میری دل سے دعا ہے اللہ سب ماؤں کی گودیں آباد رکھے۔ کسی کو اولاد کا دکھ نا دے آمین۔ زندگی اور قسمت کیسے کیسے دن دکھاتی ہے میں ہر کسی کی خوشی پہ چہل کے اسٹیٹس لگانے والی لڑکی اور جب میری خوشی کی باری آئی تو مجھے میری قسمت نے دھوکہ دیا مجھے موقع ہی نہیں دیا اپنی خوشی سب کے ساتھ بانٹنے کے لیے، جس کی ہر حرکت کو میں نے نو ماہ محسوس کیا جس کا میں نے نو ماہ انتظار کیا۔ وہ میرے ساتھ نو منٹ بھی نہیں رہا آپریشن کی تکلیف بھی برداشت کی اور پھر بھی میری جھولی خالی کی خالی رہ گئی، مجھے سمجھ میں نہیں آرہا میں، میں زندہ کیسے ہوں، میری دل سے دعا ہے کہ اللہ کسی ماں کو اتنی تکلیف برداشت کرنے کی ہمت دیتا ہے تو اس کی جھولی خالی نا کرے آمین۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

yaaadgar@naeyufaq.com

جویریہ سالک

دعا

چھوٹی سی مگر خوب صورت دعا

اے اللہ میرے وہ تمام گناہ معاف فرمادے

جو میری دعاؤں کو قبول نہیں ہونے دیتے

شازیہ نور..... میاں چنوں

آخری الفاظ

☆ میں اپنی سلطنت کو سب سے طاقتور کے لیے چھوڑے جارہا ہوں۔(سکندر اعظم)

☆ موت کتنی خوب صورت ہے میرے سارے پیارے میرے سرہانے کھڑے ہیں۔(حفیظ جالندھری)

☆ ہو گئی خاموش ہے کدہ بزم۔(اختر شیرانی)

☆ روشنیاں جلا دو میں اندھیرے میں گھر نہیں جانا چاہتا ہوں۔(او ہنری)

☆ میرے ساتھیوں کا خیال رکھنا۔(مغل بادشاہ جلال الدین اکبر)

☆ روح کے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔(ماؤزے تنگ)

☆ ڈاکٹر مجھے جانے دو۔(جارج واشنگٹن)

☆ مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد ہنگامے ہوں گے۔(اورنگزیب عالمگیر)

☆ مرنے کے سوا کچھ نہیں۔(جین آسٹن)

☆ اللہ.....(علامہ اقبال)

☆ اللہ..... پاکستان۔(قائداعظم)

علشبہ خان..... بھیر کنڈ

کچھ لفظ میرے

زندگی میں کبھی بھی کسی پر بھی خود سے بڑھ کر بھروسا اور یقین مت کرنا۔نا ہی کسی کے سہارے خود کو جینے کی عادت ڈالنا کیونکہ یہ سارے سہارے وقتی ہوتے ہیں کسی نہ کسی موڑ پر یہ چھوڑ کر توڑ جاتے ہیں۔اس لیے اپنی زندگی میں کسی کی اتنی عادت مت ڈالنا کہ جب وہ آپ کو چھوڑ کر جائیں تو جی نہ سکو اور صرف اتنا یاد رکھنا کہ سوا تمہارے اور اللہ کے سوا ہمیشہ کوئی بھی ساتھ نہیں رہتا۔

گلشن چوہدری گل..... گجرات

اچھی باتیں

☆ ذہن میں اچھے خیالات کو جگہ دیجیے آپ ہر وقت خیر خواہ دوستوں میں رہیں گے۔

☆ کون کہتا ہے اللہ نہیں نظر آتا ایک وہی تو نظر آتا ہے جب کچھ نظر نہیں آتا۔

☆ ہر وقت مسکرائیے شاید تمہاری یہ مسکراہٹ کسی کی یاد بن جائے۔

☆ مسکراہٹ ایک صدقہ ہے جو تم کسی کو کسی بھی وقت دے سکتے ہو۔

☆ مسکراہٹ دلوں کو جیتنے کا واحد ذریعہ ہے۔

☆ اگر کسی سے وفا کرنی ہو تو ساحل سے لگی گھاس کی طرح کرو کیونکہ جب بھی کوئی ڈوبتا ہوا اس کا سہارا لے تو وہ اس کو بچا لیتی ہے یا پھر خود بھی کنارے سے ناتا توڑ لیتی ہے۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

زندگی

زندگی کے موضوع پر ہر ایک کا موضوع اور انداز مختلف ہے مگر میرے مطابق آپ زندگی تب جینے اور محسوس کرنے لگتے ہیں جب زندگی کو وہ گزر کے طور پر لیتے ہیں اور نئی راہیں انسان کو تجسس کرتی ہیں اگر ایک ہی ڈگر پر زندگی چلتی رہے تو انسان جانتا ہے کہ یہی راستہ ہے مگر نئی راہیں نئی سوچ سے بنتی ہیں اور یہی نئی راہ گزر بناتی ہیں زندگی کے لیے مثبت رہیے اور مثبت راہیں تلاش کریں۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی

موتی مالا

☆ خاموشی ایسا درخت ہے جس پر کڑوا پھل نہیں لگتا۔

☆ زندگی میں ہمیشہ اپنے چاہنے والوں کو اپنی کمی محسوس کرواؤ مگر یہ دوری اتنی لمبی نہ کرو کہ کوئی آپ کے بغیر جینا سیکھ لے۔

☆ راستہ پوچھنے سے شرم محسوس نہ کرو ورنہ منزل کھو بیٹھو گے۔

☆ بغیر ضرورت کے کوئی چیز نہ خریدو چاہے وہ کتنی ہی سستی ہو کیوں نا ہو۔

☆زندگی کے ہر موڑ پر صلح کرنا سیکھو کیونکہ جھکتا وہی ہے جس میں جان ہوتی ہے اکڑنا تو مردے کی پہچان ہے۔

☆صبح کی نیند انسان کے ارادوں کو کھوکھلا اور کمزور کرتی ہے منزلوں کو حاصل کرنے والے دیر تک سویا نہیں کرتے۔

سرور فاطمہ ہنی...... صوابی، کے پی کے

انصیلات

☆محبت اور تجارت کا آپس میں ساس بہو جیسا رشتہ ہے۔ محبت کی تجارت سے نہیں بنتی اور تجارت میں محبت نہیں کی جاسکتی۔

☆ساس اور بہو دو ایسی مخالف سیاسی جماعتیں ہیں جو ایک ساتھ اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ البتہ مفادات (گھریلو سیاست) کی خاطر دونوں کا بیانیہ کبھی کبھی ایک ہوسکتا ہے۔

☆دور حاضر کی ماں اپنے بچے کو اردو اور انگریزی میں پیار کرتی ہے لیکن غصہ میں ڈانٹ ڈپٹ مادری زبان سے کرتی ہے۔

☆دنیائے سائنس نے ایسا کوئی ریموٹ نہیں بنایا جو بیوی کی ٹیوننگ کرسکے۔

☆سیلفی لیتے وقت چہرہ ایسے بن جاتا ہے جیسے کیل ٹھونکتے ٹھونکتے اچانک ہتھوڑی اپنی ہی انگلی میں لگ جائے۔

☆اگر آپ کے منہ میں چینی کا کوئی سفوف وغیرہ ہے تو آپ پھوپو کو پھوپو نہیں کہہ سکتے آزما کر دیکھو لیں۔ نتائج کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

سنو آنچل

مجھے وہ الفاظ اچھے لگتے ہیں جو تمہاری زبان سے ادا ہوں
مجھے وہ آہٹ اچھی لگتی ہے جو تمہارے آنے کا احساس دلائے
مجھے وہ راستے اچھے لگتے ہیں جن میں تمہارا ساتھ ہو
مجھے وہ فاصلے اچھے لگتے ہیں جو تم سے تم تک ہی ختم ہوں
سنو آنچل
مجھے صرف تم اچھے لگتے ہو

ثوبیہ شہزادی اینڈ احمد...... راولپنڈی

اس سے پہلے

کمرہ امتحان میں ایک لڑکی مسلسل نقل کررہی تھی ڈیوٹی پر موجود سر نے اسے کئی بار آنکھیں دکھائیں مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی آخر تنگ آکر سر نے اس کے پاس آکر تنبیہہ کی کہ اگر اس بار پھر تم نے نقل کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گا۔

''جی لیکن اس سے پہلے آپ کو اپنے والدین کو میرے گھر بھیجنا ہوگا۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

ارم کمال...... فیصل آباد

قدر

انسان اپنی قدر خود کرسکتا ہے لیکن ناشکرے اور بے قدرے لوگ کبھی بھی اس کی قدر نہیں کریں گے۔

ارم آصف...... مظفر گڑھ

اندھا اعتبار

جن لوگوں پر ہم آنکھیں بند کرکے اعتبار کرتے ہیں اکثر وہی لوگ ہماری آنکھیں کھول دیتے ہیں۔

رمشا آصف...... مظفر گڑھ

کچھ خاص باتیں

☆انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا ہے تالا کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

☆انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں بھی ڈر جاتا ہے اور بے وقوف اتنا ہے کہ جاگتے ہوئے بھی اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔

☆دنیا نصیب سے ملتی ہے اور آخرت محنت سے ملتی ہے جبکہ آج ہماری ساری محنت دنیا کے لیے ہے اور آخرت کو ہم نے نصیب پر چھوڑ دیا ہے۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

محبت روٹھ جاتی ہے

مکمل دو ہی دانوں پہ یہ تسبیح محبت ہے
جو آئے تیسرا دانا یہ تسبیح ٹوٹ جاتی ہے
مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا
ادا اس کی جو رہ جائے قضا بھی چھوٹ جاتی ہے
محبت کی نمازوں میں امامت ایک کو سونپو
اِدھر تکنے اُدھر تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے

تارا شاہ...... چکوال

زندگی کی ڈھال

دنیا محض جلی ہوئی ہنڈیا ہی نہیں بلکہ اس میں مٹر کے دانوں کی طرح خلوص کے موتی بکھرے پڑے ہیں۔ ٹماٹر کی طرح سرخ سرخ پھول، شلغم کی طرح بنفشی کلیاں اور پودینے کی طرح ہری ہری گھاس ہے یہاں مرچوں کی طرح تیز دشمن اور گاجر کی طرح میٹھے دوست بھی ہیں اور کڑوے کریلوں کی طرح رقیب بھی ہیں مگر انسان کو پالک کی طرح سب کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہیے۔

چوہدری قمر جہاں علی پوری... ملتان

سمیع

بہت سے الفاظ اور بہت سی دعائیں ہم اپنے منہ سے ادا نہیں کر پاتے مگر اللہ شہ رگ کے قریب ہے وہ سمیع ہے سب سن لیتا ہے اور ہمارے بن کہے انہیں پورا کر دیتا ہے۔ بے شک وہ سمیع ہے۔

آنسہ رانا..... بہاولنگر

آنسو

کبھی کبھی دل کتنا اداس ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کی پتلیوں میں پانی آ کر ٹھہر جاتا ہے۔ ان پتلیوں میں ہلکورے لیتے دکھ جب آنسوؤں کی صورت میں ڈھلتے ہیں تو بند باندھنے کا کوئی سرا نہیں ملتا اور بہتے آنسوؤں کی جب کوئی وجہ پوچھ لے تو سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا بتائیں؟ ہم تو بس زندگی کی تھکن آنسوؤں سے اتار رہے ہوتے ہیں۔ خاموش بہتے ہوئے آنسوؤں میں شور مچاتے دکھ اور نا آسودگی کی لامتناہی کہانیاں۔

ماہا بشیر حسین..... ڈنگہ

رشتہ

زندگی میں کچھ بھی ناممکن نہیں اور کچھ بھی آپ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ کوئی رشتہ کوئی آپ کا بہت اپنا آپ کی امیدوں اور توقعات کو توڑ سکتا ہے کسی سے جتنی مرضی توقعات وابستہ کر لیں۔ اسے بے لوث پیار کر لیں اور اس سے اپنا تعلق مضبوط کر لیں۔ آپ کے ہر رشتے کا مان ٹوٹتا ہے۔ ہر رشتہ ایک نہ ایک دن ٹوٹتا اور چھوٹتا ہے۔ صرف ایک اللہ کا رشتہ ایسا ہے جو ہمیشہ ایک جیسا پائیدار رہتا ہے جو نہ بدلتا ہے اور نہ ہی مان ٹوٹتا ہے۔ جتنا پیار کرو دو گنا ہو کر ملتا ہے۔ لہٰذا اللہ سے اپنا رشتہ جوڑیں۔ اسی سے آپ اپنی توقعات اور امیدیں وابستہ کریں اور اس سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

مریم منور..... سمندری

صبر

جب کوئی آپ کے ساتھ بہت برا کرتا یا کہتا ہے تو ان کی بازگشت آپ کے دماغ میں کسی فلم کی اسکرین کی طرح چلتی ہے۔ وہ لمحے بڑے کٹھن ہوتے ہیں جب آپ کے حواس آپ کو پاتال سے کھینچ لاتے ہیں اور آپ کو یہ یقین کرنا مشکل ہوتا ہے کہ اتنا برا آپ کے ساتھ ہو چکا ہے۔ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے یا جواباً کچھ کرنے کا سوچتے ہیں مگر آپ کی فطرت اور تربیت آپ کو ایسا کرنے سے روک دیتی ہے اور یقین کریں کہ ان لمحات کا صبر آپ کو بہت سی انہونیوں سے بچا لیتا ہے۔ ان صدماتی لمحات سے نکل کر آگے بڑھیں اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں اور جب دوبارہ ملیں تو اپنا راستہ بدل لیں۔ کیوں کہ کچھ لوگ خار دار کانٹوں کی طرح ہوتے ہیں جن کی موجودگی آپ کی روح کو گھائل ہی کرے گی۔ ان کا آپ کی زندگی سے دور چلے جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔

تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ

رشتے

ہماری زندگی میں بعض رشتے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو قائم رکھنے کے لیے ہم ہر طرح سے پوری کوشش کرتے ہیں ہم خود کو ان کے مطابق ڈھال لیتے ہیں تاکہ رشتے برقرار رہ سکیں لیکن اس کوشش میں ہم اپنا وجود ہی کھو دیتے ہیں کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لیے کچھ بھی کر لو وہ کسی صورت مطمئن نہیں ہوتے آخر کار وہ بے جان رشتے ایک دن ٹوٹ ہی جاتے ہیں اس لیے بہتر ہے جو جتنی عزت کا مستحق ہے اسے اتنی ہی عزت دی جائے ایسے لوگوں کے لیے اپنے وجود کو تھکانا بے معنی ہے۔

عظمیٰ بٹ..... سمندری

صرف ہم ذمہ دار ہیں

☆ مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے خواب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ خوابوں کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔

☆ رکاوٹیں وہی ہوں گی جو آپ اپنے میں پیدا کریں گے۔

☆ ہر حقیقت کا آغاز ایک خواب سے ہوتا ہے اور جب انسان خواب دیکھنا چھوڑ دے تو وہ زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆ خواب اور عمل کے ہر معاملہ میں صرف ہم ذمہ دار ہیں۔

ظہیر ملک۔۔۔۔لاہور

یثرب

سعید بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بستی میں جانے کا حکم ہوا جو دوسری بستیوں کو کھا لے گی (ان کی سردار بنے گی) منافقین اس کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے برے لوگوں کو اس طرح نکال باہر کرے گی جیسے بھٹی لوہے کا میل نکال دیتی ہے۔

اللہ رکھا چودھری۔۔۔۔ ہارون آباد

محبت القدس

اے مسجد اقصیٰ تیری عظمت کو سلام

ہزاروں بار ہم اقرار کرتے ہیں۔ گہوارے سے لے کر لحد تک تجھ سے محبت ہے اور اس کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔

دکھ کی گہرائی کیسے بتائیں۔ تیری اسیری کا دکھ ایک بچے کی طرح ہمارے دل میں پنپ رہا ہے، ہر روز بڑا ہوکر خوب صورت ہورہا ہے۔

عاشق تمام زبانوں میں یہی کہتے ہیں جنہیں تجھ سے محبت ہے کہ القدس اور ہمارے درمیان بہت دوری ہے، فاصلے جتنے بھی زیادہ ہوں البتہ دل کا سرور باقی ہے۔

ہم مسافت نہیں طے کرتے بلکہ مسافت ہمیں طے کرتی ہے۔

ٹھوکریں کھاتے ہیں تیری محبت میں۔

ہم ایسی غیور قوم ہیں تیری محبت میں زمین کو گلے لگانا پسند کرتے ہیں مگر تیری عصمت پر کوئی سودا نہیں کرتے۔

اے القدس کے پرانے بوڑھے پیڑ۔ ہم زمانوں سے تری تاریخ پر تیرے پاس سیر کرنے آتے ہیں کہ یہاں انبیاء علیہم السلام مجسم ہوئے، تیری بنیاد یہی ہے، تجھ سے اسیری کی سیر کرائی گئی۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں یہ حسرت ہمارے فاصلے نہیں مٹا سکتی لیکن پھر بھی تیری محبت میں بار بار تجھ تک پہنچیں گے یہاں تک کہ تجھے آزادی مل جائے۔

عفاف گل۔۔۔۔۔وہاڑی

لکھاری لفظوں کے آئینے میں

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کتاب اسرار خودی میں لکھتے ہیں کہ نرگسی آنکھ سے نیند اقبال نے ڈھونڈالی سبزہ اقبال کی ہاہو اور نالہ شیون ہونے سے جاگ اٹھا، اس نے اگنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری آہ و فغاں کو مؤثر بنادیا جس سے امت کے لوگ بیدار ہوگئے۔

آج کل لکھاریوں میں اس تاثر کا فقدان ہے۔

نرگسی شخصیات میں نفسی محبت کا تاثر پروان چڑھ رہا ہے جو کہ خرابی ہے، اپنی اہمیت محسوس کرنے کے فریب میں کردار کشی اور وسعت دونوں کا فرق کھودیا ہے دوسروں کے خیالات پر بھی کوشش جاری و ساری ہے۔ یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے اور تعلیم یافتہ معاشرے کے لیے باعث شرمندگی ہے، اختلاف رائے ضرور رکھیں مگر شخصی تضاد تک بات نہ پہنچے۔

اپنے آپ کو تقدس بخشیں، امت کے لیے بھلائی کے جذبے پروان چڑھتے رہیں لیکن غیرت کو سر کے اوپر اور دل کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں تاکہ جانے والے بروقت چلے جائیں اور جو آپ کی معیت میں رہنا چاہیں ان کو اختیار ہے، پیچھے مڑ کر مت دیکھیں کیونکہ غلطی معاف ہوسکتی ہے لیکن عزت واپس نہیں آتی۔

نادیہ گل۔۔۔۔وہاڑی

کنول

محبت کے کنول
کھل اُٹھے ہیں
تالاب دل کے
گندے پانی میں!

(اقراء جٹ۔۔۔۔ مچن آباد)

جستجو۔۔۔۔!

عذاب دید میں آنکھیں لہو لہو کر کے
میں شرمسار ہوا تیری جستجو کر کے

ناز بلوچ۔ حیدرآباد
مہوش فاطمہ بٹ۔ جہلم

aayna@naeyufaq.com

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ نئے سال کے ابتدا میں کئی نام ور و مشہور شخصیت اس کرونا وائرس کا شکار ہوکر اس دارفانی سے رخصت ہوگئی اس طرح ادارہ کے ایک رکن عمران قریشی بھی حرکت قلب بند ہوجانے کے باعث قضاء الٰہی سے ہمیں دار مفارقت دے کر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے، ہم آپ سے درخواست گزار ہیں کہ آپ سب عمران قریشی کے لیے دعائے مغفرت و بخشش فرمائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ہم آپ سب سے التجا کرتے ہیں کہ اس موذی وائرس سے بچاؤ کے لیے احتیاط کریں اور اپنی و اپنے گھر والوں کی حفاظت بھی کریں۔ اب بڑھتے ہیں آپ کی بزم کی جانب جہاں تعریفی اور تنقیدی تبصروں سے محفل سجی ہوئی ہے۔

صوفیا اداس ...... مقام معلوم ۔ کی جانب سے السلام علیکم افرینڈ سے ملاقات پچیس جنوری کو سیکنڈ ٹائم ہوئی (فرینڈ مطلب آنچل) سب سے پہلے فرینہ کا حال احوال پوچھا (فرینہ کو دور سے ہی پہچان لیا تھا اب تو ان کی شکل خود سے بھی زیادہ یاد ہوگئی ہے)۔ فل اسپیڈ سے "آئینہ" میں جھٹ پٹ بڑی جلدی جلدی سے ورق گردانی کی، سونیا کہیں نظر نہیں آئی تو دل پے بے اختیار ہاتھ رکھا اور پھر دوبارہ آرام سے دیکھا مگر پھر بھی نظر نہ آنے پر بہت مایوسی ہوئی کتنی لگن سے اور محنت سے تبصرہ لکھا تھا۔ سچ میں رونا آ گیا دل تو کر رہا تھا شہلا جی سے اتنا لڑوں کہ صلح کی گنجائش ہی نہ رہے مگر کیا کریں اس بات سے بھی فرق صرف ہمیں ہی پڑے گا نہ کہ شہلا جی کو وہ تو شکر ادا کریں گی کہ کسی ایک سے تو جان چھوٹی، خیر ہم پھر ڈھیٹوں کی طرح لکھنے بیٹھ گئے (ویسے شہلا جی آپ ہم معصوموں کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا کریں)

ہے بجا شیوہ عشق میں مشہور ہیں ہم
قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سنو! خاموش ہے فریاد سے چور ہیں ہم
گلہ آتا ہے گر لب پہ تو مغرور ہیں ہم

ہر ماہ تو ڈاک تاخیر سے موصول نہیں ہوتی ناں اور ویسے بھی میں سب سے پہلے تبصرہ ارسال کرتی ہوں۔ خیر یہ آخری چانس ہے اب دوبارہ اگر میرا تبصرہ لیٹ ملنے کا بہانہ لگایا تو میں لکھنا ہی چھوڑ دوں گی، ایک ماہ لگا دیتی ہیں دوسرے ماہ کا لیٹ کا بہانہ (کیونکہ میں ہر ماہ ایک ہی ڈیٹ پر ارسال کرتی ہوں تو یہ بات ممکن نہیں)۔ ویسے آپ کو ایک مشورہ دوں کہ آپ نے ان قارئین کا تبصرہ جن کا لیٹ ملتا ہے اگلے ماہ جلد ملنے پر دونوں کو ملا کر لگا دیا کریں اس طرح قارئین کا دل بھی نہیں ٹوٹے گا اور آپ کو شکایت بھی نہیں ہوگی نہ قارئین کی محنت ضائع ہوگی۔ اب آتے ہیں تبصرے کی جانب افسانوں میں "ہنستی ہوئی لڑکی" ایک منفرد تحریر تھی غزالہ رشید ویلڈن نیا موضوع نئی کہانی۔ "نیا سال مبارک ہو" ٹھیک ہی لگا۔ "میٹھی روٹی" نازیہ جمال ٹاپ آف دی منتھ یار، اسٹوری کے ساتھ ساتھ موضوع بھی دلچسپ۔ "مجھے تم پہ یقین ہے" نائس۔ مکمل ناول "زہر عشق" ویری انٹرسٹنگ مگر اگلے ماہ پر رکھ دیا۔ "اب کہ ہم بچھڑے تو" سباس گل آپ نے ایک اچھی تحریر لکھی شاعری بھی بہت عمدہ تھی مگر آپ نے تاپک بھی بلیک کافی لکھ ڈالا اور اینڈ بہت سیڈ تھا۔ "قید رشتے" فاطمہ ہاشمی گڈ۔ سلسلہ وار ناولز میں "سانسوں کے اس سفر میں" ویری گڈ ام ایمان، بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ مگر جب جب شجر اور موحد کو پڑھتی ہوں تو اداس ہوجاتی ہوں، منتہا کو تو پہلے ہی مار دیا اب شجر کو محبت کی سزا مت دیں، اس طرح تو پڑھنے والوں کا محبت سے یقین ہی اٹھ جائے گا۔ بھئی (ہمیں تو ابھی

سے خوف آرہا ہے محبت سے)"اکائی" شکر ہے اب بہتری کی طرف جارہی ہے ورنہ پہلے تو ہر بار پڑھ کے دل براہی کرتے تھے۔ ناولٹ "گریز" پہلی قسط پڑھ کر تو سر ہی پیٹ ڈالا۔ لکھنے بیٹھیں پڑا مگر دوسری قسط اچھی لگی۔ اب آتے ہیں ابتدائیہ کی طرف "حمد و نعت" کو دل و دماغ سے پڑھا اور دعا کی نعیم بھائی اللہ آپ کو مزید ترقی دے آمین۔ "در جواب آں" میں سب کے لیے دل سے دعا کی سونیا اور اس کے نام پر جھٹکا لگا۔ خوشی کی بجائے غصہ آیا پھر سے غم تازہ ہو گیا (ہائے کتنی محنت سے گھر والوں سے کتنی ڈانٹ کھا کر ارسال کیا تھا) "رنتا آتنا" بہت توجہ سے پڑھا (انکل اللہ آپ کو بہترین اجر دے)۔ "ہمارا آنچل" میں آپی ماریہ سے ملاقات کا بہت مزہ آیا آپ کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی، اللہ آپ کی ہر دلی خواہش پوری کرے آمین۔ "یادِ دل" کی محفل خاص پسند نہیں آئی سوائے طوبیٰ اور کوثر خالد کے اشعار کے اور کمال آپ کا شعر اچھا لگا کیونکہ اوای پر تھا۔ میمونہ جی آج کل آپ کی محفل میں اردو کی مت ماری ہوئی ہے بار بار وہی اشعار مختلف ناموں سے شائع ہو رہی ہیں مگر آپ سے ایک سوال بھی ہے کہ میری شاعری کہاں گئی جبکہ نا قابل اشاعت کی لسٹ میں بھی نام نہیں آیا اور جس خط کے ساتھ شاعری بھیجی تھی وہ بھی کب کا لگ گیا۔ یہ سوال تو میں ہر بار ہی کرتی ہوں مگر جواب نہیں ملتا۔ اس بار ضرور جواب دینا۔ "ڈش مقابلہ" چھلانگ کر گزر گئے۔ "نیرنگ خیال" میں تحسین بیگ کا "شہر دل" ہی متاثر کر سکا۔ "دوست کا پیغام آئے" سب کو سلام، گلشن اور علمی آپی کا شکریہ۔ "یادگار لمحے" شانزہ آپی ہنا آپی اور سب سے بڑھ کر فرخندہ آپی ویلڈن کا انتخاب اچھا لگا۔ آئینہ میں مائرہ ملک، فہمیدہ آنٹی ویلکم، شیر زمان، ام ہانی، گلشن، زہرہ، حفصہ، سمیع اللہ بھائی، رضوانہ شکریہ۔ اوای کا سبب بتاؤں آپ کو یہ جو ہماری شہلا جی ہیں ناں ان کو میری خوشی اچھی نہیں لگتی اس لیے ہر بار برخاست کر کے میری اوای کا مزہ لیتی ہیں ای طرح شاید باقی سب کو شامل کر کے مجھے خوش نہیں کرتے اور میں اواس ہی رہتی ہوں کسی سے میری خوشی برداشت ہی نہیں ہوتی عائشہ شکیل آپ پر آ کر پینسل ختم ہو گئی پھر دوسری لگائی ہنا کنول آپ کو چائے پسند ہے واؤ کوئی تو میرے جیسا ہے، چودھری بھائی آپ کے نام کے بارے میں جان کر اچھا اور ڈیفرنٹ لگا۔ ویسے میں نے آپ کو پیسہ نہ بولنے کا سبق سکھانے کے لیے ظہیر بھائی کو ایک ترکیب بتائی تھی وہ تو میرا تبصرہ شائع نہیں ہوا (شہلا جی مجھے پھر غصہ آرہا ہے) ورنہ اگر ظہیر بھائی میری ترکیب پڑھ لیتے اور آپ پر آزماتے تو زندگی میں دوبارہ کبھی کم از کم آپ پیسے بولنے کی غلطی تو بالکل نہ کرتے اور ظہیر بھائی کے تبصرے پسند آئے۔ "ہم سے پوچھئے" سب کے سوالات اور جوابات معمول کے مطابق ہی لگے۔ چودھری بھائی آپ کا اس محفل میں شدت سے انتظار ہے۔ آپ کی محبت سے چھپ کر تبت کو گھورا۔ توت سیاہ کی اسٹائل تو مجھ سے بھی زیادہ پیاری ہے (ہاہاہا)۔ دوست کے نام پیغام لکھ کر ارسال کر رہی ہوں پلیز شائع ضرور کرنا، میمونہ جی کی محفل کے لیے ایک شعر۔

تو نے ہی تو کہا تھا تو آنکھ بھر کے دیکھ لیا کر تجھا
اب آنکھ تو بھر جاتی ہے پر تم نظر نہیں آتے

☆ پیاری سونیا! اس بار آپ کی اوای کے ڈر سے آپ کا تبصرہ سب سے پہلے شامل ہے۔ اب محفل میں مسکراتی ہوئی آنا اور ڈاک کے خراب نظام کا خمیازہ ہمیں ہی بھگتنا پڑتا ہے۔

کمال ...... فیصل آباد۔ پیاری دلاری شہلا سدا خوش باش رہو آمین۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہوں گی ٹائٹل کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ ماڈل لگ رہا تھا زبردستی کا اسٹائل دے رہی تھی ویسے کس بات پر آپ نے بیچاری کو ڈانٹا تھا؟ "سرگوشیاں" سے گزر کر "در جواب آں" سے ہوتے ہوئے "رنتا آتنا" پر پہنچے، اف پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے آخر میں جو دعا کروائی آنکھوں سے سمندر پھوٹ پڑے بلاشبہ مشتاق احمد قریشی کا یہ مضمون بہت ہی اعلیٰ اور ارفع رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ "ہمارا آنچل" میں میری موسٹ فیورٹ ماریہ نذیر کی باتوں نے دل گارڈن گارڈن کر دیا ویل ڈن ماریہ۔ "زہر عشق" کا پہلا حصہ پڑھا اتنا کھڑوس ہیرو (میکائل) مجھ سے تو ہضم نہیں

ہو رہا، لہٰذا بیچاری پر اللہ رحم کرے۔ ’’ہنستی ہوئی لڑکی‘‘ میں زونی دیورانی جٹھانی کی روایتی سازشوں کا نشانہ بنی تحریر متاثر نہ کرسکی (معذرت کے ساتھ) سلسلے وار ناول ’’سانسوں کے اس سفر میں‘‘ بہت ٹاپ پر جارہا ہے۔ آیت تمہارے ساتھ بہت برا ہونے والا ہے سدھر جاؤ جبکہ عنایت بی بی آمنہ کو ٹف ٹائم دینے والی ہیں آمنہ ہوشیار باش۔ ’’اب کہ ہم بچھڑے تو‘‘ میں زویا کی عقل اور سمجھ پر آٹھ آٹھ آنسو بہائے، اتنی سی بات پر شک کا اتنا بڑا ماؤنٹ ایورسٹ بنادیا۔ کچھ لوگ محبت کو ڈیزور ہی نہیں کرتے، ان کا فخر، مغرور اور انا پرستی انہیں محبتوں سے کوسوں دور لے جاتے ہیں، اس شک کے طوفان نے اولاد جیسا عظیم رشتہ بھی زویا سے چھین لیا، اب ساری عمر بلیک کافی پینے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں زویا کے پاس۔ ’’نیا سال مبارک‘‘ میں ارم کا بے حساب صبر اور برداشت بالآخر رنگ لایا، سلسلے وار ناول ’’اکائی‘‘ میں فاطمہ بےوجہ اندیشوں اور وسوسوں کا شکار ہے در اصل وقار الحق نے بھی محبت کا اعتبار فاطمہ کو دیا ہی نہیں اس وجہ سے وہ اپنے بچے کی خوشی بھی انجوائے نہیں کر پارہی۔ آیت بھی جانتے بوجھتے ہوئے اپنا دل خراب کررہی ہے جبکہ جنت بی بی کی سمجھ میں نہیں آرہی وہ کیا چاہتی ہے بہر حال کہانی اب کچھ کچھ بھاگتی نظر آرہی ہے۔ ’’میٹھی روٹی‘‘ بے حد اثر انگیز تحریر رہی، ہر انسان کو میٹھی روٹی دینے کی تگ و دو کرنی چاہیے کیونکہ زندگی ایک گول چکر ہے آپ ہمیشہ اوپر ہی نہیں رہیں گے اور جب آپ نیچے آئیں گے تو آپ کو بھی میٹھی روٹی کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ ’’قید رشتے‘‘ میں زین سائیکو پرابلم لگتا تھا جو شکر ہے عیشال کے گوسنہ میں جانے سے ختم ہوا۔ عیشال نے تو کوے میں رہتے رہتے ہی اپنی محبت بھی پالی اور بھائی بھی ٹھیک کروالیا واہ کیا بات ہے۔ ’’مجھے تم پہ یقین ہے‘‘ میں مائرہ کا حسد اسی پر پڑ گیا اور تقی کی محبت اور اعتبار نے ماہ کو سرخرو کردیا، سچ بات تو یہ ہے کہ لڑکیوں کو محبت سے کہیں زیادہ عزت اور اعتبار جس شخص سے مل جائے وہی اس کا ہیرو نمبرون ہوتا ہے۔ صبا ایشل کی ’’گل ریز‘‘ کا دوسرا حصہ پڑھا کہانی ابھی تک دھند میں لپٹی ہوئی ہے دھند چھٹے گی تو پتا چلے گا مرغا ہے یا مرغی لیکن قبیلے والوں کے ملبوسات رسم و رواج اور قاعدے قانون مزے کے لگے۔ ’’بیاض دل‘‘ میں معافیہ احمد، اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر، کوثر خالد، سیاہ تبسم بشر حسین، چندا شیخ، پروین افضل شاہین اور فیاض اسحاق کے اشعار بے حد پسند آئے۔ ’’نیرنگ خیال‘‘ میں اس دفعہ بیاض دل لکھا گیا تھا اس کا نام تبدیل کردیا یا غلطی سے چھپ گیا۔ بہر حال ایمی آصف خلیل، سباس گل اور رباب نور متاثرین میں رہے۔ ’’دوست کا پیغام آئے‘‘ میں سب کے کھٹے میٹھے پیغامات پڑھ کر حالات سے آگاہی ملی سب نے مجھے یاد رکھا بہت بہت شکریہ۔ ’’یادگار لمحے‘‘ میں کوثر خالد، مدیحہ نورین مہک، زویا خان بنگش، شہزادی فرخندہ اور شاہ خان کے زبردست مراسلات رہے۔ ’’آئینہ‘‘ میں بڑی رونقیں لگی تھیں اب بہنوں کے ساتھ بھائی حضرات بھی ایڑیاں مار رہے ہیں، بھائی اللہ رکھا چوہدری کی ولادت کی کہانی پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور بہت حیرانی بھی ہوئی۔ ’’ہم سے پوچھیے‘‘ میں ہمیشہ کی طرح میدان شمائلہ نے ہی مارا، اچھا اب اجازت فی امان اللہ۔

عنابیہ ملک ..... صادق آباد ۔ شہلا آپی اور تمام آنچل پڑھنے والوں کو میرا اسلام آپی پہلی بار شرکت کررہی ہوں خط ضرور شائع کرنا ہے اور اس ناچیز کو ویلکم کون کون کرے گا جی؟ پچیس کو آنچل خریدا، ٹائٹل گرل پیاری تھی مگر جیولری پسند نہیں آئی، سب کچھ ہی اور، اور تھا ایک جیسی ہونی چاہیے تھی۔ ’’سرگوشیاں‘‘ مدیرہ ’’سعدیہ نثار‘‘ آنی سب آنچل پڑھنے والوں کے لیے اتنی پیاری دعا دی آپ نے دل خوش ہوگیا۔ قیصر آرا آنٹی کی کمی تو پوری نہیں ہوسکتی نگران کی ذمہ داری خوب سنبھالی ہے۔ انداز بیاں بہت اچھا ہے ماشاء اللہ آپ کا۔ ’’حمد و نعت‘‘ میں نعیم الفصر ہاشمی کی ’’حمد‘‘ پسند آئی بہت۔ ’’در جواب آں‘‘ مدیرہ آنی سب سے پیار و محبت بانٹتے ہوئے جواب دینے میں مصروف تھیں آگے قدم بڑھائے تو ’’ربنا آتنا‘‘ مشتاق احمد قریشی کیا میں آپ کو انکل کہہ سکتی ہوں؟ میری عمر اکیس سال ہے کیا کہنا آپ کے اللہ لکھنے کی صلاحیت میں مزید اضافہ فرمائے۔ ’’ہمارا آنچل‘‘ ماریہ نذیر سے مل کر خوشی ہوئی۔ اب آتے ہیں جی سلسلہ وار ناول کی طرف ’’سانسوں کے اس سفر میں‘‘ مائی موسٹ فیورٹ ناول ویلڈن ام ایمان بس جلدی سے آیت کا مکروہ چہرہ سب کے سامنے آجائے اور شجر ساتھ کچھ غلط نہ ہو اب پلیز۔ ’’اکائی‘‘ پہلے

بہت پسند تھا مجھے مگر اب بہت طویل ہوتا جارہا ہے۔ فاطمہ اور وقار کی غلط فہمیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی آیت اور جہانگیر ایک ہونے جارہے ہیں ''شکر'' عشنا کوثر جی لکھنے کا انداز کمال کا ہے بے شک۔ مکمل ناول ''زہر عشق'' اسٹوری تو اچھی لگ رہی ہے اقرا صغیر احمد کردار سارے الجھے ہوئے ہیں ابھی ''میکائل'' لے رہا ہے بدلہ ''لیزا'' سے شاید پھر یہ بدلہ پیار میں بدل جائے گا میکائل کا لیکن یہ کیا آئندہ ماہ (اااف ف ف) ''اب کے ہم بچھڑے تو'' جی نہ پائیں گے سباس گل جی زبردست اسٹوری زدیا نے ذرا سی بات پہ انا کے ہاتھوں اپنا گھر خراب کرلیا۔ اینڈ دکھی کر گیا۔ ''قید رشتے'' بے شک کبھی امر نہیں ہوتے شکر ہے زین کو عقل آ گئی عماد کا کردار پسند آیا ''عیشل'' میری بھانجی ہے اور ''عیشل'' نام میں نے رکھا ہے۔ فاطمہ عاشی جی گڈ۔ افسانے سب ہی اچھے تھے اس دفعہ ''مدرا طلوع'' چھا گئیں۔ ''مجھے تم پہ یقین ہے'' شکر ہے ماہا حرام موت مرنے سے بچ گئی سارہ نے بہت اچھا سمجھایا تقی کا یقین کرنا اچھا لگا کاش تمام مرد ایسے ہو جائیں۔ (ہائے حسرت) ''میٹھی روٹی'' ذراہمٹ کر تھی اسٹوری رامین کو بالکل ناشکری نہیں بننا چاہیے تھا خالہ اپنی قسمت کا کھاتی تھی (دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام) خیر نصیحت آ گئی شکر زبردست نازیہ جمال۔ ناولٹ ''گلریز'' خاص پسند تھیں اس طرح کی اسٹوری پہلے بھی آنچل میں شائع ہو چکی ہے لیکن پٹھانی، ثقافت، پشتو شاعری اور منظر نگاری کی کیا ہی بات رہی۔ پشتو سیکھنے کا بہت شوق ہے مجھے، شہنشاہ اور زرینہ کا کردار پسند آیا۔ نین سکھ تو ہے ہی اسٹوری کی ہیروئن۔ ''بیاض دل'' معافیہ احمد مزرگر، طوبیٰ سلمان، کوثر خالد، دلشاد، بنیش ملک، وقاص عمر، سیدہ تبسم کے شعر پسند آئے۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب نے اچھا لکھا۔ (ارے ارے) نیرنگ خیال کو بھی اس دفعہ آپ نے بیاض دل کا نام دے دیا چلو کوئی گل نئی۔ ''ڈش مقابلہ'' کچن پر بھی بھابیوں کا قبضہ ہے لیکن جب دل کرتا ہے کچھ ٹرائی کرتی ہوں۔ ''دوست کا پیغام آئے'' پڑھ کر ''یادگار لمحے'' میں جھانکا یہاں تو سب کے انتخاب ہی اچھے ہوتے ہیں ہمیشہ۔ ''ہم سے پوچھیے'' نہ بابا ہم نہیں پوچھتے ''آپ کی صحت'' الحمدللہ فٹ، اب آتے ہیں ''آئینہ'' کی طرف، اللہ رکھا اور ظہیر ملک سمیت سب کے تبصرے پسند آئے۔ اے آر چودھری گھر والے آپ کا ''رستہ'' نہیں 'رشتہ' تلاش کررہے ہوں گے یقیناً (ہاہاہا)۔ میرا ابھی کررہے ہیں دعا کرنا سب (ہاہاہا آہم) آپ کی دادا، دادی سے پیار وصول کرنے والی بات پر اللہ رکھا میرا بھی اتنا دل کیا کہ میں بھی آپ کے دادا دادی سے ڈھیر سارا پیار وصول کروں قسم سے کیوں کہ میرے پیدا ہونے سے بھی پہلے دادا، دادی کی ڈیتھ ہو گئی تھی کبھی دیکھا بھی نہیں ان کو بہت زیادہ یاد آئی ان کی اسے آر آپ، بہت لکی ہو پیار جو وصول کرتی ہو ان کا اتنا آپ کی دادا، دادی کو میرا اسلام اور ان کا مجھے بہت سا پیار (اوئیں زبردستی، ہاہاہا) نانو تھیں ان کی بھی چوبیس جنوری کو ڈیتھ ہو گئی۔ آنی کوثر خالہ سو دا آپ کی نیچر بہت اچھی لگتی ہے۔ میرے پھوپا کا نام بھی اللہ رکھا ہے، وہ دو جڑواں بھائی پیدا ہوئے تھے ایک جیسے۔ شہلا آپی پہلی بار تبصرہ کیا ہے کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف کرنا ظہیر ملک آپ کی جلدی سے شادی ہو جائے آمین۔ چودھری آپ کو بھی پیاری سی لڑکی مل جائے جلدی آمین۔ او کے جی فی امان اللہ۔

☆ پیاری عنابیہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

رمشہ آصف..... خفنگتہ۔ السلام علیکم! پاکستانیوں! اس دفعہ آنچل چھبیس تاریخ کو ملا پچھلے ماہ میں نے تبصرہ کیوں نہیں کیا وجہ بتاتی ہوں آپ کو دراصل پچھلے ماہ جب آنچل ملا تو میری امی کی طبیعت بہت خراب تھی اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اب کافی بہتر ہیں۔ ٹائٹل گرل پھر سے فرینہ اعجاز اف توبہ آپی آپ لوگوں کو فرینہ اعجاز زیادہ اچھی لگتی ہے؟ لاکٹ اور رنگ مجھے بہت پسند آئے۔ میں نے فرینہ سے کہا آپ پھر آ گئیں، ہنستے ہوئے کہنے لگی کہ میں تم لوگوں کی جان نہیں چھوڑنے والی، دوبارہ ہنسنے لگ گئی آپی فرینہ کا گلا کافی برا تھا آپ خود سمجھدار ہیں ویسے آنچل نام کے مطابق اچھی نہیں لگی۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ اس کے ناخن نقلی تھے کیونکہ شہادت کی انگلی تو نظر آرہی تھی لیکن ناخن سرے سے ہی غائب۔ نیلم منیر یا کجل علی کا ٹائٹل لگادیں پیارا سا پلیز پلیز، اس کے بعد کہانیوں کی فہرست دیکھی۔ ''سرگوشیاں'' آپی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سال ہم سب کے لیے خوشیوں بھرا

وقت لے کر آئے آمین۔ ”حمد ونعت“ بیسٹ رہیں۔ نعیم انکل آپ بہت اچھا لکھتے ہیں اور آپ کی شاعری دل کو چھو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو مزید روانی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی بیوی اور بہنوں کو پیار بھرا سلام۔ ”ربنا آتنا“ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو جہنم کے عذاب سے بچائے آمین، مشتاق انکل سے ایک بات پوچھنی تھی۔ شہلا آپ انکل سے پوچھ کر مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ ”در جواب آں“ میں اس بار بہت سی نئی قاری بہنیں موجود تھیں، جو بہنیں بیمار ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے آمین۔ آنی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں قیصر آرا آنی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، جن بہنوں کی کہانیاں ریجیکٹ ہوتی ہیں آپ جس طرح سے ان کا حوصلہ بڑھاتی ہیں وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی عمر دراز ہو آمین۔ ”ہمارا آنچل“ ماریہ نذیر میری پیاری بہنا خوش ہوجاؤ کہ آپ کا انٹرویو شائع ہوگیا۔ ماشاء اللہ تفصیلی انٹرویو تھا بہت بہت اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام خوابوں کو پورا فرمائے آمین۔ آپ کا پانچویں سوال کا جواب انٹرسٹنگ تھا۔ ویری فنی، خوش رہیں ہمیشہ اور خوشیاں بانٹیں، رضوانہ وقاص آپی کا انٹرویو بھی ماشاء اللہ زبردست تھا۔ ”زہر عشق“ اقرا آپی کا ناول ہو اور مجھے پسند نہ آئے یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کہانی میں جو میکائیل ہے مجھے لگتا ہے کہ کہانی کا ہیرو وہی ہے لیکن اس نے لیزا کو اغوا کیوں کروالیا یہ تو باقی قسطوں میں پتا چلے گا۔ آپی اقرا آپ کے لیے بہت سی دعائیں، ہمیشہ خوش رہیں۔ نہ وہاڑی جاؤ نہ ملتان جاؤ بس آپ کو دیکھ لو یہی میری خواہش ہے۔ ”گل ریز“ اس کہانی کا نام پڑھتے ہی مجھے رنگ ریز کہانی یاد آ گئی۔ کہانی پڑھتے وقت جب میں نے غور کیا کہ یہ تو حکم اور مرجان کی بیٹی تھی نین سکھ، صباء ایشل آپی آپ بہت ذہین ہیں جو رنگ ریز کہانی کا دوسرا پارٹ بھی لکھ ڈالا لیکن مجھے ایک بات کا افسوس ہے کہ کاش مرجان اپنی بیٹی نین سکھ کو سب کچھ بتا سکتی لیکن ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، ہوٹی کی جو منظر نگاری آپ نے کی ہے وہ بہت اچھی لگی۔ پہلے میں آپ کی فین (نہیں اے سی) تھی اب بہت خاص والی فین بن گئی ہوں (ہاہاہا)۔ ”سانسوں کے اس سفر میں“ آپی بہت خوب صورتی سے کہانی کو آگے بڑھا رہی ہیں ماشاء اللہ، یہ آیت منحوس ماری چھوٹی چھوٹی سی بات پر شک کرنے لگ جاتی ہے۔ جن رشتوں میں شک ہو وہ رشتے نبھتے تو نہیں البتہ ٹوٹ ضرور جاتے ہیں۔ فیصل شاباش ہے تجھے آیت کا جینا دوبھر کردیا جیسے اس نے شجر کا کیا ہوا ہے آیت کے ساتھ میں تو چاہتی ہوں آخر میں بہت بہت برا ہو آمین۔ ”اکائی“ زندگی بہت کچھ سکھاتی ہے مگر ہم سیکھتے نہیں، بہت سے سبق دیتی ہے زندگی مگر ہم سیکھ کر بھی نہیں سیکھتے، سن کر بھی نہیں سنتے، جان کر بھی نہیں مانتے، یہ الفاظ دل کو چھو گئے، کہانی بلاوجہ ہی طویل ہوتی جارہی ہے۔ جلدی جلدی اس کہانی کو ختم کریں۔ ”اب کہ ہم بچھڑے تو“ (نہیں نہیں ہم شہلا جانو سے کبھی بھی نہیں بچھڑے گے کیوں شہلا جانو) زویا کو اتنا زیادہ غرور نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بھئی غرور کی سزا تو ضرور ملتی ہے چاہے کچھ بھی ہوجائے۔ علی حسن کا کردار اچھا لگا۔ اس کہانی میں نظمیں بہترین تھی خصوصاً پہلی والی زندگی ”بلیک کافی“ جیسی آپی جی آپ کے لیے بہت ساری دعائیں۔ ”قید رشتے“ اس ماہ کی سب سے بہترین کہانی، شاید فاطمہ عاشی نیو لکھاری ہیں۔ میں نے ان کی یہ پہلی تحریر پڑھی ہے، بہت اچھی لگی یہ کہانی۔ زین کی فضول سوچ اچھی نہیں لگی۔ باقی تمام کرداروں کے ساتھ آپی جی نے خوب انصاف کیا، زین جیسی سوچ کے مالک انسان مجھے تو بالکل سنکی لگتے ہیں۔ (سنکی کا مطلب خود بھی نہیں پتا ہاہاہا) ”مجھے تم پہ یقین ہے“ (اچھی بات ہے اور ہونا بھی چاہیے) ماریہ پہ تو مجھے شدید قسم کا غصہ آیا۔ ملاہ واقعی معصوم اس لیے اس کی بات پر سب نے یقین کرلیا۔ ویری گڈ ملاہ آپی ویلڈن، خصوصاً آپ کے لیے بہت سارا پیار دعائیں اور سلام۔ ”نیا سال مبارک ہو“ (آپ کو بھی) اس کہانی میں ارم کا صبر سے سب کچھ برداشت کرنا اچھا لگا۔ بہت اچھی کہانی تھی یہ بھی قرۃ العین آپی کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ ”ہنستی ہوئی لڑکی“ آپی مجھے اس کہانی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لیے اس کہانی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ”میٹھی روٹی“ جہاں رشتوں میں محبت خلوص اور احترام ہو وہاں کڑوی چیز بھی میٹھی لگتی ہے۔ نازیہ جمال بہت اچھی کہانی تھی آپ کی، تمام کہانیوں کے شروع ہونے سے پہلے جو شعر لکھے ہوتے ہیں وہ سب

زبردست ہوتے ہیں۔ "دوست کا پیغام آئے" جویریہ اور صبا خوش آمدید اور مجھے آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے، ایمان انور خوش آمدید پیاری بہنا، شہرین اسلم واقعی زندگی میں کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا سب کچھ ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ ہم لوگ زندگی جی نہیں رہے بلکہ گزار رہے ہیں۔ عائشہ شکیل یار تمہارے پیغام پڑھ کر میں رونے والی ہو جاتی ہوں پلیز آپ اتنی زیادہ دکھی مت ہوا کریں، گلشن چودھری وعلیکم السلام، زہرہ فاطمہ جی موسٹ ویلکم آپ نے باقاعدہ میرا نام لے کر تو دوستی کے لیے نہیں کہا لیکن پھر بھی آپ سے دوستی پکی، فہمیدہ جاوید آپ کا پیغام پڑھ کے بہت ہنسی آئی شروع والی لائن پڑھ کر میں تو آپ کو آنٹی کہہ کر مخاطب کیا کروں گی کیونکہ میں آپ سے پورے تیس برس چھوٹی ہوں آپ ہیں چوالیس سال کی اور میں آپ سمجھ تو گئیں ہوں گی، عائشہ صدیقہ سالگرہ مبارک ہو ویسے ایک سال کو کر ھلک جاتی ہے اس لیے میں تو اپنی سالگرہ پر خوش نہیں ہوتی۔ "بیاض دل" سے طوبیٰ سلمان، فائزہ شاہ، مدیحہ نورین، انیس انجم، وقاص عمر، ماہ رخ نبیل، شانزہ شانو، فریدہ فری، ثانیہ عبدالغفور، مبشرہ سحر، علیزہ نور نے بہت بہت زیادہ اچھا لکھا آپ سب کے لیے بہت سی دعائیں۔ "نیرنگ خیال" (غلطی سے اس بار نیرنگ خیال کی جگہ بیاض دل شائع ہو گیا پرنٹنگ کے دوران غلطی ہو گئی) رافعہ نظیر، فریدہ فری، ماہم زہرہ، نعیم اختر، سباس گل، سعدیہ قریشی، رباب نور اور تحسین بیگ نے نہایت ہی عمدہ لکھا۔ "ڈش مقابلہ" سے سب نے اچھا لکھا، کسی ایک کا نام لینا ناانصافی ہوگی۔ "آئینہ" میں اس بار تمام فرینڈز تقریباً موجود تھیں، مائرہ ملک یار اداس کیوں ہوتی ہو آر جے ملی واپس آ چکے ہیں یقیناً آپ نے ان کا پروگرام سنا ہوگا۔ چھبیس جنوری ہفتے کی شب دس سے بارہ بجے تک انہوں نے پروگرام کیا تھا لیکن میں پورا نہیں سن سکی۔ آپ اور کون سے چینل سنتی ہو بتانا ضرور، اچھے بچے اداس نہیں ہوتے جلدی سے ہنس کر دکھاؤ ہاں بالکل ایسے (ہاہاہاہاہا) سب کے تبصرے بیسٹ تھے۔ رضوانہ وقاص، عائشہ شکیل، ظہیر ملک اللہ رکھا چوہدری اور مائرہ ملک کے تفصیلی تبصرے بہت زیادہ پسند آئے۔ باقی سب کے تبصرے بھی شاندار تھے ماشاء اللہ، اللہ نظر بد سے بچائے آمین۔ ایسے ہی تمام فرینڈز آتی جاتی رہا کرو، دل بہت خوش ہوتا ہے قسم سے یار، فہمیدہ جاوید آنٹی آپ چائے کی قربانی دے دی آخر کار تمھیوں کو بھی ٹھنڈ لگتی ہوگی (ہاہاہا)، شیر زمان فاطمہ، زہرہ فاطمہ، شہزادی حفصہ، سمیع اللہ (میرے چاچو کا نام بھی سمیع اللہ ہے) ثناء کنول موسٹ ویلکم، "آئینہ" کی محفل میں میری طرف سے بہت خوش آمدید، مائرہ ملک جی ارم اور میں دونوں بہنیں ہیں اور بڑی آپی ارم ہے میں اس سے چار سال چھوٹی ہوں، جن جن فرینڈز نے نئے گھر کی مبارک باد دی ان کا بہت شکریہ، اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ "یادگار لمحے" سے اس بار اللہ رکھا چوہدری، مریم منور، ارم آصف، فہمیدہ جاوید، شانزہ شانو، فریحہ شبیر، شہرین اسلم، بشریٰ رضوان، ثنا خان، نزدیا خان، شہزادی فرخندہ، سعدیہ حورعین، جاذبہ عباسی اور نصرت عارف کا انتخاب اچھا لگا۔ "ہم سے پوچھیے" بھئی پوچھ لیا ہے اب دیکھیں شائلہ آپی کب جواب دیتی ہیں۔ "آپ کی صحت" آج کل ٹھیک نہیں ہے میری طبیعت لیکن پھر بھی میں نے تبصرہ کیا ہے۔ تبصرہ تو ہو گیا مکمل شہلا آپی، مجھے آپ سے بات پوچھنی تھی۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں صحت مند کیسے ہو سکتی ہوں، میں بہت دبلی پتلی ہوں۔ جب ہوا زور سے چلتی ہے تو میں کمرے میں دبک کے بیٹھ جاتی ہوں، 2019ء کے رمضان المبارک میں افطار کے بعد آندھی چلی میں کمرے سے باہر آئی تو ابھی صحن میں ہی تھی کہ اڑ کر دور جا گری۔ مجھے آندھی میں کمرے سے باہر نکلنے میں خوف محسوس ہوتا ہے آپ بتائیں میں کیا کروں، اکثر اوقات میں پریشان ہو جاتی ہوں۔ اللہ حافظ۔

☆ پیاری رمشا! رنگ پہننا گناہ نہیں اس پہ گانے سننا گناہ ہے۔ اس کا مطلب وہ بھی گناہ میں شامل ہے۔ تم بہت کمزور ہو تو اپنے ساتھ ایک اینٹ باندھ لو پھر آندھی کیا طوفان بھی آ جائے تو نہیں اڑو گی۔

صفینہ علی شیر ..... خفنہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آنٹی شہلا اور تمام قارئین کیا حال ہے آپ سب کا؟ یقیناً اللہ پاک کے فضل سے سب خیریت سے ہوں گے۔ بزم "آئینہ" کی ملکہ شہلا عامر کے خوب صورت اور پیار بھرے انداز میں خوش آمدید کہنے اور تبصرہ پسند فرمانے پر ہمارے حوصلے کو انرجی اور دل کو مسرت ملی تو ہم دوبارہ سے محفل کو رونق بخشنے

آ پہنچے آنی شہلا آپ کو کیا مجھے خود کو فیل نہیں ہوا تھا کہ میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہی ہوں کیونکہ کئی سالوں سے آنچل پڑھ رہی ہوں اور ہر ماہ آئینہ پڑھتے ہوئے میں خود کو اس محفل میں شریک پاتی ہوں (سچی...... اپنا اپنا سا لگتا ہے) تو بس اسی لیے غیر محسوس طریقے سے ہم آنچل کی نگری میں داخل ہوگئے۔ یقین مانیں مجھے اس قدر خوشی ملی اپنا نام ڈائجسٹ میں دیکھ کر جو کہ بیان سے باہر ہے۔ میری بہن کہتی ہے کہ جنوری کے آنچل میں تبصرہ اور خط شائع ہوا تو خوشی سے پاگل ہوگی، فروری میں پوئٹری شائع ہوئی تو بے ہوش ہوگئی (جھوٹ موٹ کی) اور جب کہانی شائع ہو جائے گی تو شاید فوت ہی نہ ہو جاؤ خوشی سے کتنی بے رحم ہے ناں میری بہن اور میں بیچاری معصوم (ہاہاہا) چلیں جی بہت ہوگئیں فالتو باتیں اب ذرا تبصرہ کرتے ہیں، ماڈل فرینہ اعجاز پر سرسری سی نگاہ ڈالی اور اس کے بعد آنچل کھول کر اپنے نام کی تلاش شروع کردی، ہماری یہ تلاش سلسلہ "نیرنگ خیال" پر جاکر ختم ہوئی ہائے اللہ کتنا پیارا لگ رہا ہے ناں صائمہ علی شیر لکھا ہوا (ہاہاہا خوش فہمی...... نہیں بلکہ خوش فہمیاں) لیکن یہ کیا شہر کا نام نامعلوم چلیں جی کوئی بات نہیں، ہم خود بتا دیتے ہیں تو جناب ہم رہتے ہیں پیارے سے شہر خانپور میں اور "نیرنگ خیال" میں میری اپنی شاعری ہے جو انتخاب نہیں ہے اس کے بعد ہم نے فرصت سے فرینہ اعجاز کو دیکھا آئے ہائے فرینہ جی تم سے اچھی تو وہ انڈین ہیروئن ہے جو اوڑھنی اوڑھ کر ناچتی ہے (گانا تو سنا ہوگا، اوڑھنی اوڑھ کے ناچوں) بس سیدھی سی بات ہے ایک آنکھ نہیں بھائیں آپ ہمیں بلکہ دونوں آنکھوں سے بھائیں ہیں (ہاہاہاہا) پھر ہم نے آنی سعیدہ نثار کی پیاری اور مدھم آواز میں "سرگوشیاں" سنیں، واہ سعیدہ آنٹی آپ کی نظم نے تو سرگوشیاں کا مزہ دوبالا کردیا اور اسد اللہ خان غالب کے شعر کے نیچے آپ کی اہم اور خوب صورت بات نے مزہ چار بالا کر دیا (سچی ہاہاہا) اور دعاؤں کی تو آپ نے کیا بات کی اُسے نے تک جتنی بھی دعائیں ہیں ساری آپ کے نام اللہ پاک آپ کو بے حد خوشیاں نصیب فرمائے اور صحت والی دراز عمر عطا فرمائے سب کہو آمین۔ "حمد اور نعت" کی تو کیا ہی بات ہے ماشاء اللہ نعیم الضرہاشمی تعریف کیا کریں کہ تعریف کے لائق الفاظ ہی نہیں۔ "ربنا آتنا" انکل مشتاق احمد آپ کو بے حد مبارک باد اس تحریر کے مکمل ہونے پر اللہ آپ کے قلم کو مزید نکھارے اور آپ اسی طرح دین کی شمعیں روشن کرتے رہیں اور آخر میں مانگی گئی دعاؤں کو اللہ پاک اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔ اس کے بعد ہم پھر سے آنٹی سعیدہ کی محفل "در جواب آں" میں پہنچ گئے بہنا ثمینہ جی آپ کے دکھ کا مداوا تو نہیں کیا جاسکتا لیکن میری بہت سی دعائیں ہیں، اللہ آپ کی امی کو جنت اور آپ کو صبر عظیم عطا فرمائے آمین۔ سلمٰی غزل کی تحریر کے منتظر ہیں، صدف آصف سے ہمیں بھی شکوہ ہے (آنچل میں نہیں لکھتیں) صائمہ قریشی کی اناڑی پیا کی بھی یہ آنکھیں منتظر ہیں، باقی بہنوں کو دعائیں اور تسلی۔ "ہمارا آنچل" میں آپی ماریہ نذیر آپ کا ہر جواب ایک سے بڑھ کر ایک تھا اللہ پاک آپ کا ہر خواب پورا کرے آپ کا تعارف بہت اچھا تھا "سانسوں کے سفر میں" آیت کی سانسوں کے سفر کا اختتام کرنے کو جی چاہتا ہے، اماں جہاں اپنا بویا کاشت کر رہی ہیں، عبدالحنان کی عقل گھاس چرنے گئی ہے وہ بھی بہت دور واپس آنے کا نام ہی نہیں لے رہی، عنایت بی بی ایک مرتبہ دیکھ تو لیں اپنی بہو صاحبہ کو اماں جہاں کے گھر کی لڑکی کا سوچ بیٹھے ہیں آپ اب تو وہاں کوئی کنواری لڑکی رہی ہی نہیں۔ "اکائی" پچھلے چند اقساط پڑھ کر لگا تھا کہ یہ ناول اب دوڑنے لگا ہے لیکن شاید پھر تھک گیا اور دوڑتے دوڑتے چلنے بلکہ رینگنے لگا ہے، مکالمہ بازی ویسے لاجواب تھی اس قسط میں۔ "گل ریز" کی تو کیا ہی بات ہے گل ہی گل بکھرے ہیں ہر جگہ، اتنی حسین وادی کہ تصور میں خود کو بھی ہم وہیں پاتے ہیں، نین سکھ واہ آپ کی "بیوٹی" کے کیا کہنے ماشاء اللہ۔ "زہر عشق" تجسس سے بھرپور ناول واہ اقرا آپی اگلی قسط کا ابھی سے انتظار شروع۔ "میٹھی روٹی" نازیہ جمال آپی ہمیں بھی میٹھی لگی آپ کی روٹی ہر بار کی طرح اس بار بھی آپ نے دل جیت لیا رامین کے ہاسٹل میں رہ کر ہوش ٹھکانے آ گئے اور وہ بھی میٹھی روٹی کھانے پر مجبور ہوگئی واہ۔ "اب کے ہم بچھڑے تو" سباس گل آپی آپ کے بھی کیا ہی کہنے ہر بار چھا جاتی ہیں زویا جیسی ہی لڑکیاں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتی ہیں اور پھر پچھتاتی ہیں ویری نائس سبق آموز اسٹوری تھی۔ "ہنستی ہوئی لڑکی" "نیا سال مبارک" اور "مجھے تم پر یقین ہے" یہ

تینوں افسانے بھی اپنی مثال آپ ہیں، دل کے تاروں کو چھیڑ گئے "قید رشتے" ابھی پڑھی نہیں۔ "بیاض دل" میں معافیہ احمد، قصیٰ دنیاں زرگر، شگفتہ خان، لعل نورین انجم، فائزہ بھٹی، کلثوم ورائچ، آنی کوثر خالد بخش ملک، صبا فریحہ آپ سب کی شاعری دل کو بھاگئی۔ "ڈش مقابلہ" کی ڈشز ہم نے ٹرائی نہیں کیں۔ "دوست کا پیغام" میں بشریٰ رضوان آپ نے مجھے سلام اور دعائیں دیں وعلیکم السلام، شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا لگ رہا ہے آپ کو بھی میری طرف سے بہت ساری دعائیں اللہ آپ کو سدا خوش رکھے آمین۔ سلسلہ "یادگار لمحے" تو سارے کا سارا ہی بہت پیارا تھا کسی ایک کی تعریف نہیں کر سکتی۔ "آئینہ" میں آپی رضوانہ وقاص آپ نے مجھے خوش آمدید کہا آپ کا بے حد شکریہ اس کے علاوہ بھائی ظہیر ملک آپ کو میرا تبصرہ پسند آیا آپ کا بھی بے حد شکریہ آپ بھی بہت اچھا تبصرہ کرتے ہیں اور اللہ رکھا بھائی آپ کے نام کی اسٹوری سن کر خوب انجوائے کیا ویری انٹرسٹنگ۔ "ہم سے پوچھیے" ڈیئر شمائلہ ہم نے آپ سے پوچھا ہے اس بار جواب ضرور دیجیے گا۔ او کے جی سدا سلامت رہیں سب، اللہ حافظ۔

☆ پیاری صائمہ! فرینہ کے چہرے سے نظر ہٹتی تو ہم کچھ اور سوچتے ناں، اللہ نے اس کو بنایا ہی اتنا خوب صورت ہے کہ جب سامنے آتی ہے نظر ٹھہر جاتی ہے۔

فہمیدہ جاوید...... ملتان۔ پیاری شہلا پھر سے اس دلچسپ محفل میں آئی ہوں کہ تمام آنچل پڑھنے والوں سے باتیں کروں اور اپنے خیالات کا اظہار ہر سالے کو ملنے میں دشواری نہیں ہوتی ایس کو ہی آجاتا ہے اور اللہ کے کرم سے مجھے پوسٹ کرنے کے مسائل کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑتا تو آئیں "آئینہ" کے سامنے اور آنچل سر پر اوڑھ کر پیارے آنچل پر تبصرہ کرتے ہیں اور اس خوب صورت محفل کا حصہ بنتے ہیں تو بہنوں فروری کا شمارہ ٹائٹل فرینہ اعجاز کا تھا جبکہ فرینہ ہی آنچل میں زیادہ تر آتی ہیں اور اچھی بھی لگتی ہیں، فرینہ کے بالوں کا اسٹائل اچھا لگا مجھے جبکہ لباس معمولی سا تھا آپ سالگرہ نمبر میں بھی فرینہ کو ہی لاتا مگر دلہن ہو مکمل سجی سنوری زیورات پہنی ہوئی کہ پچھلے سال سالگرہ کا سرورق دلہن کا نہیں تھا اور مکمل سا تھا۔ در جواب آں "میں مجھے حصہ دینے کا شکریہ ہاں میں نے یہ کہا تھا کہ صرف سالگرہ نمبر کے صفحات زیادہ کر دو تاکہ آنچل موٹا تازہ ہو اور زیادہ دلچسپ ہو، انٹرویوز رائٹرز کے اور زیادہ افسانے اور زیادہ ناولٹ و ناولز ہوں اور ہاں زیادہ، بہنوں کے سوالات ہوں چاہے سالگرہ نمبر صرف سالگرہ نمبر کو سو روپے کا کر کے صفحات 226 سے 322 کر دیتے تو بہنوں تم ہی بتاؤ کہ سالگرہ نمبر ایسا ہو کہ ادارہ حتمی فیصلہ کرے تم سب کی رائے سے، ام ایمان کی کہانی میں شجر تو مجھے اچھی لگتی ہے شوخ و چنچل اور اپنے حقوق کے لیے لڑنے والی اور اچھا ہے لڑکیوں کو پر اعتماد ہی ہونا چاہیے ورنہ زمانہ جینے نہیں دیتا آیت اسٹار ملس کی بھابی بنی ہوئی ہے، منفی کرداروں سے ہی تو کہانی میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے آیت شیطان کی بھانجی لگتی ہے خیر یہ قسط دلچسپ تھی۔ "اکائی" وقار الحق اور فاطمہ میرے خیال سے دو قسطوں کے مہمان ہیں اور طلاق جنت کو ہوگی نہ کہ فاطمہ کو قسط کے آخر میں فاطمہ نے غلط ہی سمجھا، عشنا اچھا اینڈ کرنا اور فاطمہ اور وقار کو ہنی مون پر بھی لازمی بھیجنا اور انجوائے کروانا کہ پورے ناول میں فاطمہ کو خوشیاں ہی نہ ملیں، اب فاطمہ کا بھی تو حق ہے کہ میاں اور ہونے والے بچے کے ساتھ ہنی مون پر جا کر پہاڑوں کی سیر کرے۔ صبا ایشل کا ناول لیتا ہے دس میں سے دس نمبر کہ منفرد ہے، لاجواب منظر نگاری اور اس علاقے کے لوگوں کے حال و احوال بھی واہ صبا اگر ہم گھومنے پھرنے نہیں بھی جا سکتے تو ایسے دلکش ناول سے پہاڑی علاقوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں تم ہمیشہ ایسے ہی لکھنا صبا اور یہ ناول چاہے طویل کر دو، بہت مزہ آ رہا ہے پڑھتے ہوئے کہ مجھے بھی میلے میں جانے کا شوق ہے تو میں بھی نین سکھ کے ساتھ میلے میں گئی تھی ہاہاہا۔ "سیاس گل" کا ناول بھی زبردست لگا کہ اینڈ میں حسن نے طلاق دے کر اچھا کیا اگر سیاس تم دونوں کو ملا دیتی تو میرے خیال سے کہانی کا چارم ہی ختم ہو جاتا خیر مزہ آیا ناول پڑھ کر کہ اینڈ اچھا کیا اور ہیروئن کو سبق سکھایا۔ "قید رشتے" میں ذین کا پاگل پن ختم ہو ہی گیا مگر رائٹر نے اچھا موضوع چنا کہ واقعی کچھ لوگ ایسے جنونی ہوتے ہیں مگر زین کی بیوی پر بڑا ترس آیا شروع میں تو روایتی کہانی لگ رہی تھی مگر اینڈ اور

اینڈ اچھا تھا گڈ فاطمہ عاشی، اقراء بہن آخر کار آ ہی گئی ہیں آنچل میں، اگرچہ روایتی کہانی لگتی ہے مگر اقراء نے اس انداز میں لکھا ہے کہ دلچسپی ہے کہانی میں، فراز صاحب نے ہی کچھ غلط کیا ہوگا جو بیٹی کو بھگتنا پڑا اور اغوا ہو گئی۔ پر اسرار سی کہانی ہے۔ ”ہنستی ہوئی لڑکی“ افسانہ سب سے زیادہ یہ عاطف جیسے شوہر بس زہر ہی منہ سے نکالتے ہیں، عورت کو اپنی غلام زیادہ بیوی کم سمجھتے ہیں اور یہ زین کاش زونی سے شادی کر لیتا کہ مجھے زونی کی فکر رہے گی ہاہاہا۔ ”نیا سال مبارک“ میں ہیروئن بیچاری اکیلی اور شوہر دوسرے ملک، واقعی ایسی عورتوں کی ہمت ہے جو میاں کی جدائی برداشت کرتی ہیں اینڈ میں میاں جی کا نوکری چھوڑ کر آنا اچھا لگا مجھے کہ باہر کے ملک کی بریانی سے زیادہ گھر کے دال چاول کھانے کا اپنا مزہ ہے اور اپنے ملک میں ہی کمایا جائے۔ ”میٹھی روٹی“ افسانے میں حیرت ہوئی کہ گورنمنٹ ٹیچر کی اتنی کم تنخواہ ہوتی اور پھر ہاسٹل کے مسائل واقعی رائٹر نے حقیقت بیان کی ہے افسانے میں افسانہ عنوان کے حساب سے تھا اور دلچسپ بھی۔ ”ماورا طلحہ“ کا یہ افسانہ مجھے ان کے سلسلے وار ناول جو حجاب میں ہے سے زیادہ پسند آیا، مائرہ نے بھی حد کر دی حسد کرتے کرتے اور پاگل حرام کی موت مر رہی تھی شکر ہے وقت پر تقی آ گیا، ماورا تم آتی رہا کرو مگر پلیز سلسلے وار ناول پر توجہ دو ہر لحاظ سے اور روایتی موضوع ہے کچھ نیا نہیں کچھ دلکشی پیدا کرو ماورا جیسے تم آنچل میں لکھتی ہو۔ ”ماریہ“ بیٹی کا انٹرویو بہت زیادہ پسند آیا خوشی ہوئی کہ بچی کو پڑھنے کا شوق ہے۔ واقعی کیمسٹری مشکل ہے مگر تم محنت کر رہی ہو شاباش بیٹی، اللہ تمہیں کامیاب کرے اور سی ایس ایس کے بعد اچھی جاب لگے۔ بھئی لڑکیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے مگر گھر والوں کو بھی حوصلہ افزائی کرنا ہو گی اگر لڑکی قابل ہو تو۔ شمائلہ کی محفل اس بار روکھی پھیکی تھی نہ سوالات مزے کے تھے اور نہ جوابات شمائلہ نے چٹخارے دار دیے۔ شمائلہ سے کہو کہ مجھے بھی جگہ دے محفل میں خیر سے بڑی بہن ہوں شمائلہ کی آہم۔ ”تیر تمگ خیال“ میں نیا سال رباب نور، اداس دن از سعدیہ قریشی، تیر انصیب از رابعہ بلوچ اور فسانہ زندگی اس سحر اویس کا انتخاب زیادہ پسند آیا کہ مجھے نظمیں زیادہ پسند ہیں غزلوں کی نسبت۔ ”بیاض دل“ میں بھی تمام بہنوں نے معیاری اشعار پیش کیے اور لگ رہا تھا جیسے کسی ادبی محفل میں بیٹھی ہوں اور شعر سن رہی ہوں۔ اس بار ”یادگار لمحے“ میں جو اقوال، اچھی باتیں اور احادیث تھیں تمام ہی پسند آئیں یعنی کوثر خالد، رکھا چوہدری، مریم منور، تہذیب حسن، مدیحہ نورین، ارم آصف، قمر جہاں، فرینہ شیر، عثمان اللہ، شہرین اسلم، بشریٰ رضوان، ثناء خان، زویا خان، شہزادی فرخندہ، سعدیہ حورین، نصرت عارف، جاذبہ عباسی اور کنول ناز کی تحریریں زبردست تھیں اور بھئی دلکش مریم اب آنچل میں جلدی سے آؤ۔ ”دوست کا پیغام“ میں ایمان نور بیٹی کو خوش آمدید اور ساتھ زہرہ فاطمہ کو بھی جبکہ گلشن اللہ تمہاری امی کو صحت دے اور جلدی سے ٹھیک ہو کر وہ تمہیں ڈانٹ ڈپٹ کریں ہاں بھئی ماں باپ کی ڈانٹیں یاد جو آتی ہیں اب ہمیں بھی اور بھئی جو رشتے ہیں ان سے تو خوشی خوشی ساتھ رہا جائے۔ اس کے علاوہ بھی تمام بہنوں اور آنچل کے پڑھنے والے تمام بھائیوں کے لیے دعائیں۔ ”آئینہ“ میں پیاری رضوانہ تم طویل تبصرہ کرتی ہو اور مجھے اچھا لگتا ہے طویل تبصرہ اور طویل جواب اور مائرہ ملک نے بھی اچھا لکھا۔ ام ہانی بیٹی کیا تم وہی ہو جس نے ”سیماب“ ناول لکھا تھا؟ شہزادی حفصہ اور ارم کمال کی آمد بھی اچھی لگی۔ عائشہ شکیل کوئی بات نہیں اگر تبصرہ تم نے لمبا لکھا کہ ہمیں تو اچھا لگتا ہے زیادہ۔ بہنوں کے پیغامات پڑھنا اور ثناء کنول ویسے درست کہنا ناں کہ رضوانہ موبائل یوز نہیں کرتی ویسے مجھے بھی فون یوز نہیں کرنا آتا اور نہ شوق بس یہ دو رسالے ہی کافی ہیں میری تفریح کے لیے۔ ظہیر اور اللہ رکھا بیٹوں اللہ کرے تم بھی جلدی اچھے اور مشہور لکھاری بنو، ان شاء اللہ بس کوشش کرتے رہو اور میں بھی آتی رہوں گی ڈونٹ وری بچوں کا بہانہ نہیں بناؤں گی۔ لکھائی خراب ہو تو معذرت کہ اب ایسی ہی ہے مگر شاید لکھنے سے اچھی ہو جائے ہاں بہنوں حجاب بھی پڑھیں اور تبصرہ کریں کہ صرف خط حجاب میں تھے نئے میں تو یہ بھی آنچل کی سہیلی ہے تو آپ پڑھیں اور اپنی تجاویز دیں کہ کیا اور کیسے بہتری لائی جائے جبکہ ادارے کو بھی چاہیے کہ حجاب میں ہم بہنوں کے مطابق معیار بلند کر کے اور مثبت اور دلچسپ مواد دیں۔ ہاں پلیز آنچل و حجاب میں اسکیچز لگائیں کہ تصاویر نہیں اسکیچز اچھے لگتے ہیں رسالوں میں چلیں پھر ملتے ہیں، بہنوں اگلے ماہ ان ہی صفحات پر اسی محبت بھرے انداز میں اللہ حافظ۔

کبریٰ غفور...... **خفیوال** ۔السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب اللہ پاک آپ سب کو ہمیشہ خوش سلامت اور ہنستا بستا رکھے آمین۔ بھئی بہت انتظار کرواتا ہے آنچل اس بار بھی پچیس کو ملا پہلے ہمیں بائیس یا تیئیس کو مل جاتا تھا کاش ہم کراچی میں رہتے کیا کریں روشنیوں کا شہر ذرا بھی پسند نہیں، میں بھی کیا باتیں لے کے بیٹھ گئی سرورق ماڈل فرینہ اعجاز کی آنکھیں اور اسٹائل بہت پیاری لگتی ہے فری کی ڈریس تھوڑا پرانے ڈیزائن کا لگا شاید شمائلہ کا تھا ہے ناں شہلا آپی (ہی ہی ہی) آگے بڑھ کر ''سرگوشیاں'' سنی آنی سعیدہ نثار دعا کے لیے آمین۔ ''حمد و نعت'' پڑھ کر سکون ملا۔ ''در جواب آں'' آنی جی سب کو پیارا جواب دیتی نظر آئیں۔ ''ربنا آتنا'' انکل مشتاق احمد قریشی اللہ پاک آپ کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا کرے آمین آپ کی یہ کتاب بھی مکمل ہوگئی ماشاء اللہ، انٹرویو ہائے میں صدقے جاؤں بار یہ ماہی قسم سے یار ایسا لگا جیسے آپ ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے بارے میں بتارہی ہوں بہت اچھی سوچ ہے آپ کی اللہ آپ کی ہر خواہش کو پورا کرے ماہی آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا آپ کی دوستوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اللہ آپ کا ہر خواب کو پورا کرے، کامیابیاں آپ کے قدم چومیں اور ہمیشہ خوش رکھے آمین اینڈ لو یو ماہی۔ اب کہانیوں پر تبصرہ میں نے مادرا آپی سے کہا تھا کہ سب سے پہلے میں آپ کی کہانی پڑھوں گی سو میں نے پڑھی مائدہ اور اس کی ماں، بہت بری لگی آپی مائدہ کو اس کے کیے کی سزا تو دیتی جلنے والے ہمیشہ خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں جیسے مائرہ اور اس کی ماں خالی ہاتھ رہ گئی، اچھی تھی اسٹوری مادرا آپی کی آپی آپ ہمیں بہت زیادہ اچھی لگتی ہو قسم سے۔ ''میٹھی روٹی'' اچھا سبق دیا نازیہ جمال نے جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو تو دوسروں کے گھر کا پانی تک میٹھا لگتا ہے امیزنگ اسٹوری۔ ''نیا سال مبارک'' نیا سال ارم کے لیے خوشیاں لے کر آیا ارم کے حال پہ بہت دکھ ہوا معصوم سا موحٔ بہت پیارا لگا، پتا نہیں لوگ کیوں بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں، بیٹیاں تو رحمت ہوتی ہیں اتنی اچھی ہوتی ہیں اپنے ماں باپ کا کتنا خیال رکھتیں ہیں پر پھر بھی لوگ بیٹیوں کو بوجھ سمجھتے ہیں، ارم کی ماں بہت بری لگی ایسی تھوڑی ناں ہوتی ہیں مائیں، ارم نے صبر کیا اور اسے صبر کا میٹھا پھل ملا آخر ایک دن اس کا اسد واپس لوٹ بھی آیا ویری نائس، قرۃ العین سکندر۔ ''ہنستی ہوئی لڑکی'' غزالہ رشید آپ کی کہانی کچھ سمجھ میں نہیں آئی معذرت۔ ''اب کے ہم بچھڑے تو'' از سباس گل ایسا ہی ہونا تھا ذویا آپی کے ساتھ اچھا ہی کیا حسن بدھو نے اس ذویا کی بچی کی عقل ٹھکانے لگادی، حسن پر بہت دکھ ہوا آذر بھائی حسن میں آپ کو اچھی سی لڑکی ڈھونڈ کر دوں (ہی ہی ہی) سباس آپی بہت اچھا لکھتی ہیں آپ ویلڈن اس بار آنچل کی جان ''قید رشتے'' از فاطمہ عاشی کی اسٹوری تھی، مزہ آیا پڑھ کر بہت اچھا لکھا آپ نے عاشی جی، عماد اور ایشال کی جوڑی پسند آئی زین پر بہت غصا آیا۔ اتنی پابندیاں بھی اچھی نہیں ہوتی زین صاحب شکر ہے ٹائم پہ عقل آ گئی اینڈ اچھا ہوا بیسٹ آف لک فاطمہ عاشی۔ اقرا صغیر آنی اپنے ناول کو طویل نہ کیجئے گا۔ رائٹر ارم ذویا آپ کہاں ہو پلیز کوئی اچھا سا ناول لے کر حاضری دیں آنچل میں، ایمن اور میں آپ کو بہت شوق سے پڑھتی ہیں پلیز آجاؤ، پلیز رافعہ ملک ''عہد وفا والی رائٹر'' آپ بھی کچھ لکھیں ناں پلیز ہمیں عہد وفا آج تک نہیں بھولی امیزنگ اسٹوری تھی۔ میں سلسلے وار ناول نہیں پڑھتی سوری۔ ''بیاض دل'' میمونہ رومان آپی کی محفل میں معافیہ احمد آنی کوثر خالد، اقصیٰ سنیاں ذکر، انیس انجم شگفتہ کی شہزادی، خانیوال کس جگہ پہ رہتی ہو مدیحہ نورین، کلثوم ورائٹ آنی ارم کمال آنی کوثر نگہت تسیم دلشاد نسیم، تابندہ شیخ، بنش ملک، وقاص عمر بھائی، ماہ رخ نبیل، ثانیہ الطاف، ثوبیہ شہزادی، پروین افضل، شانزہ پرویز شانزے گلشن چوہدری، فریدہ فری، ثانیہ عبدالغفور، مبشرہ سحر، علیشاہ نور، ان سب کے اشعار پسند آئے۔ باقی سب کے پرانے تھے سوری، پلیز مونا آپی جو ایک بار لگے اسے دوبارہ مت لگایا کیجیے۔ ''ڈش مقابلہ'' قورمہ بریانی ہائے ریسپی پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا اور اسی سے گزارا کرکے آگے بڑھی۔ ''بیاض دل'' نہیں اور ''نیرنگ خیال'' حنا، کوثر خالد آنی آصف خلیل، رافعہ نظیر، انجم زہرہ، صائمہ علی شیر، فریدی فری، ڈاکٹر زارا تعبیر لعل فرینڈ ہم تو آتی رہتی ہیں اب آپ واپس مت جانا او کے، نعیم انصر، سباس گل، رابعہ بلوچ، سعدیہ قریشی، رباب نور، تحسین بیگ ان سب نے محفل میں خوب رونق لگائی ہوئی تھی۔ ''دوست کا پیغام

آئے" سب نئے آنے والیوں کو دل سے ویلکم کرتی ہوں، جویریہ اینڈ صبا، ایمان انور، زہرہ فاطمہ، آنی فہمیدہ جاوید آپ سب آنچل میں شامل ہوگئی ہوتو سمجھو ہمارے دل میں بھی شامل اینڈ دوستی پکی آپ سب اب آتی رہنا او کے۔ بشریٰ رضوان، گلشن چودھری، عائشہ شکیل یاد کرنے کا شکریہ، پیاری عائشہ آمین اینڈ سیم ٹو یو آپ نے عروج فاطمہ کا نام لکھا۔ عروج پڑھ کر بہت خوش ہوئی وہ بالکل ٹھیک ہے آپ کو سلام کہہ رہی ہے۔ گلشن چودھری، عائشہ اینڈ ذرناب خان ذری آپ تینوں بہت اچھی بہت پیاری ہو (شہزادیوں) آپ تینوں سے بات کرکے بہت اچھا لگتا ہے ہمیں آپ سب ہمیشہ سلامت رہو پیاری لڑکیوں آمین۔ "یادگار لمحے" میں سب کا لکھا پسند آیا آنی شہلا عامر کی محفل میں مائرہ ملک فہمیدہ آنی، بشریٰ رضوان کا مختصر سا تبصرہ، شیر زمان فاطمہ یہ لڑکی کا نام ہے زمان تو میرے بھائی کا نام ہے، سوری اگر برا لگا ہوتو شاید فاطمہ شیر زمان ہوگا اور انہوں نے غلطی سے شیر زمان فاطمہ لکھ دیا ہو سوری فاطمہ ڈیئر اینڈ ویلکم، سویٹ ام ہانی، پیاری گلشن گل، زہرہ فاطمہ نائس گرل، شہزادی حصہ، بھائی سمیع اللہ ایک اور بھائی آنی ارم کمال آمین آپ بھی ہمیشہ سلامت رہو آمین۔ رضوانہ وقاص وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ، عائشہ شکیل مشاء کنول خوشی ہوئی مجھے اب آتی رہنا پیاری، بھائی اللہ رکھا عرف شمائلہ باجی (ہی ہی ہی) اینڈ بھائی ظہیر ملک، ان سب نے لاجواب تبصرے کیے، بہت اعلیٰ "ہم سے پوچھیے" شمائلہ آپی کے کرارے کرارے جوابات مزہ دے گئے۔ "آپ کی صحت" بھی آپ بہت اچھے ہیں جو ہر بار ہماری صحت کا پوچھتے ہیں۔ جی ہم بالکل ٹھیک ہیں، فروری اینڈ مارچ، ایمن سسٹر، عائشہ احمد زکی آنی ارم کمال، پیاری ارم آصف، عائشہ شکیل، تبسم، بشیر، شانزہ شانو ان سب کے علاوہ اور بھی جس جس کی سالگرہ ہے فروری اور مارچ میں ہے آپ سب کو میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، اللہ کرے آنے والا سال آپ سب کے لیے بہت ساری خوشیاں لے کر آئے آمین ثم آمین۔ لڑکیوں مجھے بھی وش کرنا چھبیس اپریل کو میں اس دنیا میں آئی ماشاء اللہ سے میں پورے اٹھارہ سال کی ہو جاؤں گی، شہلا آپی مجھے جگہ ضرور دیجیے گا پلیز، اللہ تمام پڑھنے والوں کو خوش و سلامت رکھیں آمین ثم آمین۔ آپ سب کو ایک بات بتانی ہے کہ یہ کبریٰ خان، حرا گل میں ہی ہوں۔ اینڈ اللہ حافظ۔

ارم آصف ملک...... خانقاہ ۔السلام علیکم! میری مانو شہلا کیسی ہو؟ سردیاں مزے سے انجوائے کر رہی ہوگی ہے ناں؟ شہلا آپی قسم سے تبصرہ لکھنے کو دل کر بھی رہا ہے اور نہیں بھی دل اس لیے نہیں کر رہا کیونکہ سردی لگ رہی ہے، بہت زیادہ ہاتھ ٹھنڈے ہورہے ہیں لکھا بھی نہیں جارہا لیکن یہ جو شہلا آپی کی محبت ہے ناں اس لیے خط لکھ رہی ہوں ورنہ سردی نے حال خراب کر رکھا ہے۔ مجھے آنچل چھبیس تاریخ کو ملا فرینہ اعجاز مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی (پتا نہیں کیوں؟ ہاہاہا) لیکن یہاں ٹائٹل پر کچھ جچ لگ رہی تھی پر اس کا ڈریس پیارا لگا بہت زیادہ جلدی سے فہرست پر نگاہ دوڑائی ساری رائٹرز حاضر تھی ماشاء اللہ، آپی اقرا صغیر کا نام دیکھ کر دل میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ "سرگوشیاں" سعیدہ نثار آنی اپنے محبت بھرے انداز سے سب کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہی تھیں، "حمد و نعت" ہمیشہ کی طرح خوبصورت تھیں۔ فیورٹ سلسلہ "رہتا آتا" پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مشتاق انکل جی آپ کا بے حد شکریہ آپ نے اتنا پیارا سلسلہ پڑھنے کو دیا۔ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ "در جواب آں" یہاں پر بھی آنی کا وہی محبت بھرا لہجہ، قسم سے آنی ایسا لگتا ہے کہ بس نام میں فرق آ گیا ہے یعنی قیصر آنی کی جگہ سعیدہ آنی آنی آپ بھی بالکل قیصر آنی کی طرح ہیں آپ ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دے رہی آنی میرا بہت دل کرتا ہے آپ سے بات کرنے کو کال پر اور ڈر بھی لگتا ہے اگر آپ نے بات نہ کی تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اتنی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ "ہمارا آنچل" مدیحہ نذیر آپ تو ماشاء اللہ بہت ذہین اور صوبر سے بچی ہو اللہ پاک آپ کی تمام نیک خواہشات کو پورا کرے آمین۔ "سانسوں کے اس سفر میں" ایمان آپی ہم آپ کے ساتھ ہیں اس سفر میں، فیصل تجھے تو بہت شاباش ہو آیت کو اس سے بھی زیادہ زچ کرکے رکھ دو آیت کی بچی تمہارے ساتھ تو بالکل اچھا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہو آمین۔ عنایت بی بی ایک نہ ایک دن آمنہ کو دیکھ ہی لیں گی جب آیت کا اصل چہرہ سب کے سامنے آئے گا قسم سے تصور میں

سوچ کر ہی مزہ آنے لگا ہے (ہاہاہاہا) ویسے آپی آپ نے جیسے تیسے کر کے موحد اور شجر کو ملاتا ہے۔ "زہر عشق" کہانی کا نام ہی بہت خوبصورت ہے تو کہانی بھی شاندار ہوگی اقرا آپی ابھی آپ کی کہانی نہیں پڑھی، وہ کیا ہے کہ مجھے پتا ہے آپ کی کہانی بہت اچھی ہے اور مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوگا اس لیے جب اگلا آنچل آئے گا تو دو اقساط ایک ساتھ پڑھوں گی ان شاء اللہ، ویسے اقرا آپی آپ نے اتنا لمبا انتظار نہیں کرایا لیکن سمیرا شریف طور آپی اور نازیہ کنول نازی آپی تو بالکل منظر سے غائب ہیں، پلیز شہلا آپی ان کو بھی لے آئیں۔ "اکائی" بور رنگ ہوتی جا رہی ہی۔ "گل ریز" ہائے ماشاء اللہ صباء ایشل آپی آپ "رنگ ریز" کا دوسرا پارٹ گل ریز بھی لے آئی، صباء آپی کی کہانیاں سب رائٹرز سے منفرد ہوتی ہیں۔ رنگ ریز بھی مجھے بہت زیادہ اچھی لگی تھی اور اب گل ریز بھی اچھا لکھ رہی ہیں ماشاء اللہ یہ نہیں سکی کا ہیرو کون ہے؟ مجھے لگتا ہے شہنشاہ ہوگا؟ منظر نگاری بہت غضب کی تھی۔ "قید رشتے" رشتوں کو کبھی بھی قید نہیں کیا جا سکتا۔ ذین کی اتنی شدت پسند محبت مجھے کچھ عجیب سی لگی ذین نے عمار کو سزا دینے کے لیے جو گڑھا کھودا اس میں خود ہی گر گیا پر شکر ہے کہ اختتام ہیپی ہیپی ہو گیا اور یہ ایشال نام آج کل کچھ زیادہ نہیں آ رہا کہانیوں میں، ویسے ایشال نام بہت پیارا ہے۔ شہلا جانو اب کچھ سردی کی شدت کم محسوس ہو رہی ہے کیونکہ رضائی میں گھس کر گرم ہوئی بیٹھی ہوں، رات کو خط لکھ رہی ہوں دس سے بھی اوپر ٹائم ہو رہا ہے۔ "اب کہ ہم بچھڑے تو" سباس گل آپی کہانی لکھیں اور ہمیں پسند نہ آئے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ حسن کی ذویا سے اتنی زیادہ محبت، واہ بھئی واہ، حسن علی نے مزنہ اور اس کے والد کی جان بچائی تو اسی بات کو بتنگڑ بنا لیا ذویا نے، ذویا کے ضدی پن، غرور اور تکبر کی بہت اچھی سزا ملی، اس ناول میں جو نظمیں تھی وہ مجھے ساری ہی اچھی لگیں، ذویا نے اپنے ہنستے بستے گھر کو خود ہی برباد کر ڈالا۔ "نیا سال مبارک" ارم کے حوصلے، برداشت اور صبر کا جواب نہیں، اپنے ہی گھر میں نوکروں کی طرح زندگی گزار رہی تھی پر ارم اور اسد مل گئے خوشی ہوئی۔ "میٹھی روٹی" سچی کہوں مجھے یہ کہانی بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔ سمجھ ہی نہیں آئی۔ سوری نازیہ جمال آپی۔ "مجھے تم پر یقین ہے" ماورا طلحہ آپی چھا گئی ہو آپی آپ تو ماشاء اللہ بہت اچھی کہانی لکھی ہے۔ مائرہ نے نقی کو پھنسانے کے لیے بہت برا طریقہ استعمال کیا۔ پر ماہا مجھے بہت اچھی لگی، نقی اور ماہا کا ملن نصیب میں لکھا تھا و دل گئے۔ "ہنستی ہوئی لڑکی" عز الہ رشید نے بھی بہت اچھا لکھا۔ "بیاض دل" میں میرا نام بھی شامل تھا شکریہ میمونہ جی بیاض دل اور "نیرنگ خیال" نہیں پڑھا ابھی۔ فارغ اوقات میں پڑھوں گی ان شاء اللہ۔ "ڈش مقابلہ" بھی نہیں پڑھا۔ "یادگار لمحے" جویریہ آپی آپ نے میرا نام شامل کیا مجھے بہت خوشی ہوئی آپ کا بے حد شکریہ یہ سب کے انتخاب پیارے تھے لیکن اللہ رکھا چوہدری، فہمیدہ جاوید، مریم منور، شہرین اسلم، رافیہ کنول، جاذبہ عباسی نے ٹاپ پر لکھا اور ثناء خان کا لطیفہ پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ "دوست کا پیغام آئے" ہما آپی آپ کی اور میری کوئی ناراضگی چل رہی ہے تو بتا دیں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو سوری آپ میرا پیغام شامل کیوں نہیں کر رہی ہیں۔ تحسین بیگ اللہ پاک آپ کے بابا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین، جویریہ اینڈ صباء آنچل نگری میں خوش آمدید دوستو، فیاض اسحاق مہانہ جانے والے تو چلے جاتے ہیں پر ان کی یاد میں کسک بن کر رہ جاتی ہے اللہ پاک آپ کے بابا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین ایمان انور آپ کو بھی آنچل نگری میں خوش آمدید، مجھے بھی دن میں کم وقت ملتا ہے آنچل وحجاب پڑھنے کے لیے میں رات کو رضائی کے اندر گھس کر لائٹ لے کر پڑھتی ہوں، شہرین اسلم جی واقعی میں ہندسے ہی تبدیل ہو رہے ہیں اور کچھ نہیں ہو رہا، ہم زندگی کو جی نہیں رہے بلکہ زندگی ہمیں گزار رہی ہے۔ عائشہ شکیل کیسی ہو دوست؟ گلشن چودھری آپ بھی غائب مت ہو جانا آتی رہنا اب، زہرہ فاطمہ آپ کو بھی خوش آمدید آج سے آپ میرے پکی والی دوست ہو اب تھوڑا سا مسکراؤ (ہاہاہاہا) ایسے مسکراؤ، وقاص عمر بھائی بھی محفل میں شامل تھے۔ فہمیدہ جاوید آپی آپ ہو تو میری امی جان کی ہم عمر پر میں آپ کو آپی کہوں گی او کے جی آنچل نگری میں ہم سب دوست ہیں تو دوستی کی ریکوسٹ کیسی؟ عائشہ صدیقہ آپ کو سالگرہ مبارک ہو، عظمیٰ بتول کیسی ہو دوست؟ اب باری آتی ہے "آئینہ" کی جو میرا سب سے پسندیدہ ترین سلسلہ ہے، شہلا جی پچھلے ماہ آپ نے کہا تھا کہ (اب اس بات پر

ناراض مت ہو جانا کہ میں نے فوراً سے دوست بنالیا) آپ نے مجھے اپنا دوست کہا یقین کرو شہلا جانی کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی۔ مائرہ ملک جی نئے گھر کی مبارک باد دینے کا شکریہ ہم دونوں میں سے بڑی میں ہوں یعنی کہ ارم آصف، ہم بھی آپ کی طرح ریڈیو کے شوقین ہیں میں ناشتہ بنا رہی ہوتی ہوں تو ریڈیو آن کر کے رکھ دیتی ہوں، کپڑے سلائی کروں تو ریڈیو سن رہی ہوتی ہوں، آنچل وحجاب پڑھوں تب بھی غرض یہ کہ ریڈیو سننا اچھا لگتا ہے اور مختلف چینلز سنتی ہوں، اب آپ بھی اداسی کو دور بھگاؤ کیونکہ ڈی جے مانی اب دوبارہ ریڈیو پہ آ چکے ہیں، ہم بھی ڈی جے مانی کے نئے سفر میں، فہمیدہ جاوید آپی کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا تو پڑتا ہے ناں آپ آئینہ پڑھنے میں مصروف تھیں تو ہمی بے چاری نے سوچا میں ہی جا کر چائے پی لو (ہاہاہا) بے چاری کو ٹھنڈ لگ رہی ہوگی ناں اڑ اڑ کر (ہاہاہا) بشریٰ رضوان تمہارا تبصرہ اتنا چھوٹا سا کیوں تھا؟ شیرزمین فاطمہ، گلشن چوہدری، ام ہانی، مہ زہرہ فاطمہ، شہزادی حفصہ خوش آمدید، سمیع اللہ خوش آمدید، ارم کمال میرے سوال اچھے لگے شکریہ دوست، رضوانہ وقاص، عائشہ شکیل، ثناء کنول (رمشاء اور میں بہنیں ہیں) آپ سب کے تبصرے بہت اچھے لگے، اللہ رکھا بھائی ماشاء اللہ اتنا بڑا تبصرہ آپ کیسے لکھ لیتے ہیں؟ میرا تبصرہ اچھا لگا آپ کا بے حد شکریہ آپ کی شادی والی دعا پہ آمین کہتے ہیں (ہاہاہا) آپ کا اور ظہیر بھائی کا تفصیلی تبصرہ بہت اچھا لگا، ظہیر بھائی آپ کا بھی شکریہ تبصرہ اچھا لگا آپ کو، ویسے شہلا آپی ایک بات بتاؤں کچی کچی کہ میرا پچھلے ماہ خط شامل تھا کہ نہیں میں بالکل بھول گئی تھی۔ بھلکڑ ہوں ناں؟ (ہاہاہا) مجھے آپ کو دیکھنے کا بہت شوق ہے، بہت زیادہ، شہلا آپی میری اور میرے بھائی کی تیئیس فروری کو سالگرہ ہے وش کر دینا۔ مجھے خوشی ہوگی۔ ”ہم سے پوچھئے“ میں اب فنی فنی سے سوال کیوں نہیں ہوتے؟ ”آپ کی صحت“ آپی جس طرح رمشاء صحت مند ہونا چاہتی ہے اس کے برعکس میں اپنا وزن کم کرنا چاہتی ہوں مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا ہے؟ اپنی عمر ایک دو سال بڑی لگتی ہوں پلیز آپ ہی کوئی حل نکال دو آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ پاک آپ سب پر اپنی رحمت کی بارش کرے آمین۔ شہلا جانو کے نام ایک شعر

کاش کہ روح کی جگہ تم ہوتے میرے سینے میں
اگر تم نکلتے تو چلو ہم مر تو جاتے

☆ پیاری ارم! آپ اور آپ کے بھائی کو سالگرہ کی بہت مبارک ہو۔ تم دونوں اپنا وزن ایک دوسرے کو دے دو پر زیادہ مت دینا تھوڑا توازن رکھنا۔

زہرہ فاطمہ...... گوجر خان۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آپی جنوری کے شمارے میں ”آئینہ“ میں میرا تبصرہ لگا کر میرا دل جیت لیا۔ خوشی سے میں تو ناچنے لگی، سچ میں بہت خوش ہوئی۔ سب سے پہلے اپنے خط کا جواب اور پھر تبصرہ پڑھا۔ کوئی تین سے چار دفعہ پڑھا، پھر بھی خوشی کم نہیں ہو رہی تھی پھر سسٹرز کو پڑھ کر سنایا۔ چلیں جی اب بات ہو جائے فروری کے شمارے کی تو ٹائٹل گرل فرینہ اعجاز نے اتنا امپریس نہیں کیا۔ یونیک سے ٹائٹل دیا کریں اور ماڈل کو دوپٹا بھی کروالیا کریں پلیز میری بھی مان لیں (ہاہاہا) آنچل تو میرے ہاتھ آیا چھبیس جنوری کو مغرب کے ٹائم جیسے ہی میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئی چاچو نے میرے ہاتھ میں آنچل تھمایا تو دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ سب سے پہلے فہرست دیکھی تو آنی اقرا صغیر کا نیا ناول جگمگا رہا تھا۔ بہت شکریہ آنی پھر ”سرگوشیاں“ پڑھیں آنٹی سعیدہ نثار کا انداز قیصر آنٹی جیسا ہی ہے پھر بھی ان کی تو رہے گی۔ سعیدہ آنٹی نے ”سرگوشیاں“ میں شاعری بھی لکھی ہے وہ پڑھ کر مزہ آیا اور ہمارے اردو کے بڑے شاعر اسد اللہ خان غالب کی برسی بھی ہے واقعی ان کی شاعری تو کمال کی ہے۔ مجھے تو ان کے شعر زبانی بھی یاد ہیں کیونکہ میں ایم اے اردو کر رہی ہوں، میرے فیورٹ شاعر ہیں اللہ انہیں جنت میں جگہ دے آمین۔ ایک شعر غالب کا لکھ رہی ہوں پلیز شائع کر دیں۔

تیرے وعدے پر جیئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

اب بات ہوجائے اسٹوریز کی تو سب سے پہلے سلسلے وار ناول "سانسوں کے اس سفر میں" پڑھی ام ایمان آپی ویلڈن کہانی کو بہت عمدگی کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہیں، شجر کا پڑھ کے بہت دکھ ہوتا ہے۔ لیان کی برتھ ڈے مزے کی رہی۔ عنایت بی یہ کیا کرنے جارہی ہیں بیٹے کی دوسری شادی پلیز آپی آمنہ کے ساتھ ناانصافی نہ کریں پھر دوڑ لگائی مکمل ناول کی طرف "قید رشتے" از فاطمہ ہاشمی بہت خوب مزا آ گیا لیکن بھائی ایسے کبھی نہیں دیکھے، اتنے پوزیسو ہ شاید میرا کوئی بڑا بھائی نہیں ہے مگر چھوٹا ہے ابھی چار سال کا ہے۔ میرے بھی کزن ہیں اور امی کے بھی کزن ہیں ان سے اڈاپٹ کیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت ہی پیارا ہے اللہ عمر دراز کرے آمین۔ اففوہ میں کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی۔ کہانی کا اینڈ پڑھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ پھر پڑھی "اب کہ ہم بچھڑے تو" اس دفعہ پیاس آپی نے اینڈ کردیا۔ نام کے نیچے جو شعر تھا اور کہانی کے آغاز میں دونوں ہی مزے کے تھے۔ نام پڑھ کے اندازہ ہوگیا تھا، کوئی بچھڑے گا۔ حسن کو ایک بار پھر جانا چاہیے تھا۔ اینڈ یہ جب زویا بلیک کافی پی رہی تھی۔ بہت رونا آیا۔ دل اداس ہوگیا تو ڈائجسٹ بند کر کے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد دل پرسکون ہوا تو گل ریز پڑھنا شروع کی۔ دونوں قسط ایک ساتھ پڑھیں مزا آ گیا۔ اور یاد آیا یہ تو پہلے پڑھ چکے ہیں۔ نین سکھ نام پیارا لگا۔ نین سکھ کو حسن کے چہرے پہ دائرے نظر آئے ہیں، وہ شہنشاہ ہی ہوگا۔ اینڈ یہ اسی کے ساتھ شادی ہوگی۔ صبا اینڈشل کے لیے بہت سی داد پھر آئے افسانے پہ سب سے پہلے "ہنستی ہوئی لڑکی" پڑھا عزالہ رشید نے اچھا لکھا، زونی کا کردار اچھا تھا مگر اس کو محبت نہ ملی شاید اسی کو زندگی کہتے ہیں۔ سب سے بیسٹ افسانہ ماورا طلحہ کا "مجھے تم پہ یقین ہے" رہا۔ قرۃ العین سکندر کا "نیا سال مبارک" اچھا تھا مگر ارم کو تمام حالات سے اپنے شوہر کو باخبر رکھنا چاہیے تھا۔ شاید اس وجہ سے اسے اتنے کٹھن دن نہ گزارنے پڑتے۔ جو قسمت میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے۔ نازیہ جمال نے "میٹھی روٹی" مزے کا لکھا۔ نام پڑھ کر میں کبھی جو گڑ والی روٹی ہے اس کے بارے میں افسانہ ہوگا۔ موضوع اعلیٰ چنا، خوش رہیں اینڈ پہ اقرا صغیر کا "زہر کا عشق" پڑھا شروع میں ہی کہانی نے اپنے بس میں کرلیا مجھے ایسی اسٹوریز ہی پسند ہیں۔ تبصرہ اختتام پر ہوگا سوری لیکن آپی شکریہ بہت آپ کا اتنا مزے کا ناول لے کر آئیں پھر "آئینہ" پڑھا سب کے تبصرے مزے کے تھے۔ اللہ رکھا بھائی کا تبصرہ بہت ہی لمبا اور مزے کا ہوتا ہے۔ "ہمارا آنچل" میں ماریہ نذیر نے بہت اعلیٰ جواب دیئے۔ باقی سارے سلسلے پڑھے سب نے بہت اچھا لکھا۔ سارے سلسلے مزے کے ہیں۔ "دوست کا پیغام آئے" سب سے اچھا لگتا ہے۔ اپنا پیغام بھی پڑھا خوشی ہوئی۔ میرا پیغام بھی شامل کیا۔ پلیز شہلا آپی مجھے بھی شامل کیجیے گا۔ جہاں رہیں خوش رہیں آباد رہیں۔ فی امان اللہ۔

ایمن غفور چوہان ...... **خانیوال** ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب سسٹرز اور شہلا آپی۔ ڈیئر شہلا جی کیسی گزر رہی ہے زندگانی جو رب نے کی ہے عطاء اللہ پاک سب کو ہمیشہ خوش خرم وسلامت رکھے آمین۔ سردیوں کا لاسٹ مہینہ بھی جلدی گزر جائے اللہ کرے پھر گرمیوں کے دن شروع ہے ناں شہلا ڈیئر جی آنچل نے چوبیس تاریخ سے انتظار کروایا ہمیں اور عثمان بد ھو بیچارہ چکر لگا لگا کر تھک گیا اور حری ثمن شکور (کزن) سے بات کر رہی تھی تو بڑے بھائی رمضان لائے آنچل اور تاریخ تھی پچیس اور ہماری ہوگئی عید سے پہلے عید۔ آنچل ہاتھ میں لیتے ہی ورق گردانی شروع فہرست میں نظر ڈالی اور پہنچی "دوست کا پیغام اور آئینہ میں" سب نئے اور پرانے لوگ شامل محفل تھے اور پھر اچھے بچوں کی طرح واپس آئی، سرورق پر ماڈل فرینہ اعجاز واؤ تاکس لک قسم سی بہت سوہنے ہو جی شکر ہے اس بار بچاری فرینہ فری کو ستمر اپنایا آپ نے آنچل والوں۔ "میٹھی سی سرگوشیاں" پر اتنی کم آواز تھی کہ مجھے کان لگا کر سننی پڑی، ہائے آپی سعیدہ جی تھوڑا اونچا بولا کریں ناں آپ...... وسلام آپی جی...... ہائے فروری میرا فیورٹ مہینہ ہے (پوچھو شہلا وہ کیسے) رکو میں بتاتی ہوں۔ ارے ماہ بدولت اس مہینے کو دنیا میں آئی تھی۔ جی یار، میں دعا کرتی ہوں کہ اس موئی کووڈ انیس سے پوری دنیا کو جلد از جلد نجات دے آمین اور جو آپی سعیدہ نے کہا ہے سب رائٹرز اس بات پر توجہ دیں کہ مثبت لکھیں ناکہ منفی۔ "حمد و نعت" نعیم الصر ہاشمی ماشاء اللہ سبحان اللہ روح پرسکون ہوگئی۔ "در جواب آں" محفل جمی ہوئی تھی۔ "ربنا آتنا" انکل مشتاق احمد قریشی اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے آپ کی یہ کتاب بھی مکمل

ہوگئی، ان شاء اللہ آپ لکھتے رہیں اور ہم دین کی باتیں پڑھتے رہیں اور عمل کرتے رہیں آمین ثم آمین۔ "ہمارا آنچل" لوئے ہوئے ہائے یار ماریہ ماہی اے تسی ہو جی...... ماہی یار سو سویٹ لولی۔ مجھے ایسا لگا کہ ماہی سامنے بیٹھ کر خود اپنے بارے میں بتارہی ہے۔ ماریہ ماہی یار اللہ پاک آپ کا ہر خواب پورا کرے اور ہر میدان میں کامیابی ملے آپ اچھی انسان بنو اور (ضرور میں آپ کے تعارف سے بہت کچھ سیکھوں گی) اور جو آپ چاہتی ہو وہ سب ملے اللہ پاک ہر قدم پر آپ کو کامیاب کرے آمین یارب العالمین۔ آپ ہمیشہ ہنستی و مسکراتی رہو، قسم سے آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا مجھے جی۔ اقرا صغیر احمد کو دوبارہ آنچل نگری میں دیکھ کر اچھا لگا ویلکم آنی "زہر عشق" پہلی قسط تو بہت اچھی پر الجھی ہوئی تھی اور اگلی قسط کا ابھی سے انتظار شروع، لیزا بہت معصوم لگی اور میکائیل تو...... آہستہ آہستہ ہی کھلے گی کہانی۔ "ہنستی ہوئی لڑکی" از غزالہ رشید اچھی تھی پر زین اور زونی ملتے کاش۔ "نیا سال مبارک" از قرۃ العین عینی آپی نے خوب لکھا۔ بیٹیاں تو ماں باپ پر کبھی بھی بوجھ نہیں ہوتی۔ پر ارم کے والدین تو نہایت عجیب تھے۔ اسد اور ارم کی جوڑی اچھی لگی۔ موئی بہت پیارا سا تصور میں آیا میرے۔ "میٹھی روٹی" از نازیہ جمال ناٹس اسٹوری "مجھے تم پر یقین ہے" از ماورا طلحہ آپی۔ ماورا آپی ہماری فیورٹ آپی ہیں ان کا لکھا ہم شوق سے پڑھتی ہیں۔ پیارا آپی ماورا آپ نے خوبصورت لکھا۔ مائرہ بہت ہی بری تھی جو خالی ہاتھ رہ گئی پر آپی جی آپ مائرہ کے ساتھ ساتھ اس کی ماں کو بھی کوئی سزا دیتی۔ "گل ریز" از صبا ایشل ہر نگ ریز کی طرح یہ کہانی بھی لاجواب ہے صبا آپی پلیز زیادہ طویل نہ کیجئے گا۔ سکھ نین کا کردار مرجان کے کردار کی طرح بہت اعلیٰ ناٹس اسٹوری۔ "اکائی" دو سال سات ماہ ہو گئے اس سلسلے وار ناول کو آیت اور جہانگیر کا نکاح ہو رہا ہے۔ مجھے فاطمہ بی بی کی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ وہ اتنی بدگمان کیوں ہیں وقار سے اور کتنا طویل کریں گی آپ عشنا جی جب ہم بوڑھے ہو جائیں گے۔ اب یہی اینڈنگ کر ہی دیں پلیز۔ "سانسوں کے اس سفر میں" لو اب تو اس سیاپا پے کیا ہے آیت تجھے کیڑے پڑے تجھے پاگل کتا کاٹے منحوس ہی نہ ہو تو...... ہماری پیاری شجر کو رلا کر اللہ کرے تجھے بھی کچھ حاصل نہ ہو اور اللہ کرے تیرا ہر پلان بنجر ہو جائے سب کہو آمین، پلیز ایمان آپی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی شجر کے ساتھ ناانصافی پلیز دس اقساط ہو گئی ہیں۔ شجر اور موحد کو ایک کر دیں کچھ بھی کر کے ورنہ میں یہ ناول پڑھنا چھوڑ دوں گی سچ کہہ رہی ہوں۔ خدارا شجر اور ہم پر تھوڑا سا رحم کریں آپی ام ایمان پلیز پلیز۔ "اب کہ ہم بچھڑے تو" سباس گل آپی بہت اچھی لکھتی ہیں پر اس بار ہر کہانی میں زیادہ تر لوگ بچھڑے ہیں۔ اس میں حسن علی اور زویا...... زویا نے تو اپنے ذہن میں بھرے اس شک کی وجہ سے اپنی اور حسن کی زندگی برباد کر دی افسوس ہوا حسن علی پر۔ زویا عرفان بہت بری لگی جو ہیرے کو کھو بیٹھی پر کیا کریں کہ جب انسان کے دماغ میں شک کا کیڑا لگتا ہے تو وہ انسان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے اور انسان ایسے کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتا ہے۔ کاش زویا ایسا نہ کرتی تو حسن علی کو یوں نہ جانا پڑتا۔ "قید رشتے" از فاطمہ عاشی سو ناٹس نہایت ہی عمدہ الفاظ نہیں ہیں جو لکھ سکوں۔ عماد کا کردار بہت اچھا لگا، ہنسایا بھی رلایا بھی ناٹس باقی بھی سب ٹھیک تھے پر اللہ پاک فاطمہ عاشی کو مزید ترقی عطا کریں آمین۔ "بیاض دل" فائزہ شاہ، فائزہ بھٹی، نورین انجم، مدیحہ نورین مہک، تبسم و ملیحہ بشیر، ارم آصف، پروین افضل آپی، شازہ پرویز، گلشن چوہدری، "نیرنگ خیال" آنی کوثر خالد، آصف خلیل، رافعہ نظیر، انجم زہرہ، صائمہ علی شیر، فریدہ فری، ڈاکٹر زارا، نعیم انصر، راؤ تہذیب، سباس گل، رابعہ بلوچ افق، سعدیہ قریشی، رباب نور، تحسین بیگ، سب نے خوب لکھا، اس بار مدیحہ نورین مہک کہاں تھیں آپ یار۔ "دوست کا پیغام" جس جس نے یاد کیا اس کا وڈے والا تھینکس جی۔ "یادگار لمحے" سب کا لکھا اچھا تھا ہر بار کی طرح۔ "آئینہ" شہلا عامر کی محفل میں رونق ہی رونق تھی واہ مائرہ ملک، بشریٰ رضوان، فہمیدہ جاوید، شیر زمان فاطمہ (آپ بندی ہو کہ بندہ سوری ڈیئر وہ شیر زمان ہے تو اس لیے پوچھا آپ سے) ام ہانی شاہد، گلشن گل، زہرہ فاطمہ، شہزادی حفصہ، بھائی سمیع اللہ، ارم کمال، رضوانہ وقاص، عائشہ شکیل مائی لعل سسٹر چھوٹی سی گڑیا شاہ کنول دسلام، بھائی اللہ رکھا اور بھائی ظہیر ملک، سب نے ایک سے بڑھ کر تبصرہ کیا واؤ سب نئے آنے والیوں کو ویلکم، مجھے بھی اپنی محفل میں جگہ دینا شہلا

جی۔"ہم سے پوچھیے" شمائلہ جانو سوچوں گی کبھی آپ سے پوچھنے کے لیے اوکے۔"آپ کی صحت" جی ٹھیک ہوں چنگی بھلی ہوں۔توت سیاہ ضرور لیا جو آنچل کے لاسٹ میں تھا کیونکہ کھانسی بہت لگی ہوئی تھی مجھے۔آنچل تو سارا پڑھ لیا اور آخر میں شہلا اور فرینڈز گرلز کوئی مجھے بھی وش کر دینا اٹھارہ فروری کو ہے میری سالگرہ مجھے حرا گل اور شانزہ پرویز کو آنچل میں لکھتے ہوئے دو سال مکمل ہو گئے تیسرا لگ جائے گا اس فروری میں، شانزہ اور ہم بہنوں حرا اور میں نے فروری 2019ء کو لکھنا شروع کیا تھا اور ان دو سالوں میں بہت محبت ملی ہے سب سے ہمیں بھی، اللہ سب کو ہمیشہ خوشیاں سمیٹتے اور بانٹتے اور امن وسکون سے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔جویریہ اینڈ صباء ایمان نور، عائشہ شکیل میری گڑیا جیسی بہن ہو آپ، عروج فاطمہ شاہین بھی بالکل ٹھیک ہیں تبصرہ لکھ رہی ہوں اور ان شاءاللہ جلدی آنچل عروج خیال (بھانجی) کو بھجوادوں گی، گلشن گل، زہرہ فاطمہ پیاری لڑکی ویلکم آنچل نگری میں آپ کا اور آپ کو دوست مان لیا اب خوش، فہمیدہ جاوید آپ میری بہن ہو اوکے، عائشہ صدیقہ احمد زئی ڈیئر میں آپ کو وش کرتی ہوں سات فروری کو آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو آپ کو سالگرہ اب خوش ہو جاؤ بہنا، عظمیٰ بتول آپ کافی عرصے بعد نظر آئی ہیں اب گم نہ ہو جانا۔شیر زمان فاطمہ، رضوانہ وقاص، عائشہ ڈول ڈول کرتا ہے کہ آپ کے بارے میں بہت سارا لکھوں پلیز اپنا خیال رکھا کرو مجھے حری اور عروج فاطمہ کو آپ کی فکر لگی رہتی ہے پلیز ڈول ہمارے لیے خود کو خوش رکھا کرو، ثناء کنول ڈیئر آپ تجل کی طرح دکھتی ہو مجھے آپ آئی ڈی پہ آپ ہمیشہ تجل علی کی پک لگاتی ہو ہمیشہ خوش رہو آمین۔ اچھا شہلا آپ اپنا خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اجازت دیں اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش وسلامت رکھے آمین فی امان اللہ۔

☆ پیاری ایمن! ہماری جانب سے سالگرہ مبارک۔اب یہ بھی بتا دو کہ کیک کب کھلاؤ گی۔

اللہ رکھا چودھری ...... **ہارون آباد** ۔شہلا عامر آپی السلام علیکم! اس ماہ آنچل بہت دیر سے ملا شاید سر عمران احمد قریشی صاحب کی وفات کی وجہ سے بروقت ادارے سے رسالہ سپلائی نہیں ہو سکا لیکن اس ماہ کا آنچل آنے سے پہلے ہی ایک ایسی خبر جس نے ہلا کر رکھ دیا، مجھے نئے افق میں سر کی محبت اور حوصلہ افزائی بہت ملی جس نے میرا ہر قدم پہ ساتھ دیا بلکہ مجھے آنچل اور حجاب میں تبصرہ کرنے کا بھی کہا تھا اور جب میں نے پوچھا تو مجھے حل بھی بتایا پھر مجھے صبا ایشل آپی اور مارو طلحہ آپی کی مدد یہاں تک لے آئی اور الحمدللہ میرا آنچل میں لکھنے کا خواب پورا ہوا سات سال سے ہر ماہ آنچل کا شدت سے انتظار رہتا ہے لیکن اب تو ایک عجیب سی خوشی ہوتی ہے جب آنچل میں اپنا نام دیکھتا ہوں۔جی میں بات کر رہا تھا سر عمران احمد قریشی صاحب کی تو جتنی تعریف کروں کم ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ سر کو اب تعریفوں کی نہیں بلکہ ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے، میں تو ہر نماز کے بعد سر کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک سر کی مغفرت فرمائے آمین۔فروری کے آنچل کے سرورق پر فروزی رنگ کے لباس میں بجی فرینہ اعجاز بہت پیاری لگ رہی تھی اور مجھے ایسا لگا جیسے کہہ رہی ہوں چودھری بھیا یہ میرا اینکلس تم لے لو بھابی کے لیے (خوش فہمی لاعلاج مرض ہاہاہاہا)۔الحمدللہ، اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کے ہمارے پیارے آنچل نے اپنے بیالیس سال کامیابی کے ساتھ مکمل کیے ہیں، میں ساری انتظامیہ کو داد دیتا ہوں کیونکہ جیسے ایک گھر کو چلانا گھر کے ہر فرد کا کام ہوتا ہے بالکل ایسے ہی ایک ماہنامہ کو شائع کرنے میں پوری انتظامیہ کا ہاتھ ہوتا ہے، اگر گھر کا ایک فرد بھی ساتھ نہ دے تو گھر کا ماحول خراب ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر انتظامیہ کا ایک بندہ بھی اپنا کام دل جمعی سے نہ کرے تو سارے شمارے کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے، لیکن الحمدللہ میرے پیارے آنچل کی ساری انتظامیہ اپنا کام مکمل ایمان داری سے کر رہی ہے، پیارے آنچل کی پیاری انتظامیہ کے لیے بہت سی داد اور دعائیں۔فہرست دیکھ کر اس ماہ تو دل خوش ہو گیا اور اسی خوشی میں ہی "سرگوشیاں" پڑھی اور مجھے یہ بات پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کے ماشاءاللہ آنچل کو سب قارئین نے بہت پسند کیا ویسے آپی وہ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی دوا کے ساتھ دعا کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور پھر آنچل تو ہمیشہ سے ہی ہماری ہر دعا میں شامل ہوتا ہے۔سرگوشیاں پڑھی اور پھر "حمد ونعت" پڑھی نعیم انصر ہاشمی کے لیے بہت سی

دعائیں۔ "در جواب آں" میں رفاقت جاوید آپی کا نیا ناول آرہا ہے پڑھ کر خوشی ہوئی، باقی جن بہنوں کی تحریر قابل اشاعت ہوئی بہت بہت مبارک ہو لیکن شیبا حنیف آپی کی تحریر ناقابل اشاعت کا پڑھ کر ہلکا سا دکھ ہوا لیکن میری دعا ہے ایک دن ضرور آپی کی تحریر آنچل و حجاب میں شائع ہوں گی ان شاءاللہ۔ "رہنا آشنا" جب میں نے کتابوں کی فہرست دیکھی تو دل چاہا کہ اسے پڑھوں اور پھر آنچل کی سالگرہ پر جب پہلی قسط دیکھی تو سچ میں مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ مجھے آنچل کی وہ سالگرہ کبھی نہیں بھول سکتی میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ میں یہ کتاب "رہنا آشنا" کیسے خریدوں اور پھر مجھے آنچل میں ہی مل گئی اور اس ماہ الحمدللہ میں نے مکمل پڑھ لی ہے مجھے یہ کتاب پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سر مشتاق احمد قریشی صاحب کے لیے بہت سی دعائیں۔ "ہمارا آنچل" اس ماہ عاصمہ سندر

سس کے تعارف میں بہت ہنسی آئی اور جان کر اچھا لگا۔ میری دعا ہے سدا ایسے ہی مسکراتی رہیں اور آپ کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ہنستے رہیں آمین۔ اس ماہ مجھے اقرأ صغیر احمد سس کے ناول کا بہت انتظار تھا۔ جہاں شروع میں ایک عاشق ملا جس کی محبوبہ کی شادی ہو رہی ہے ہائے اللہ یہ لڑکا تو گیا کام سے لیکن مجھے یقین ہے، یہاں پہ کچھ ایسا ہو جائے گا کہ یہ شادی نہیں ہوگی لیکن آگے چلتے ہیں شاید معلوم ہو جائے کہ آخر وجہ کیا ہے، کیوں نہ ہوسکی دونوں کی شادی ویسے موسیٰ پہ مجھے بہت غصہ آیا بیچارہ اپنے غم میں گم تھا اور اس کی آواز سے سب خواب چکنا چور ہو گئے لیکن یہ قسط کے اختتام پہ پتا چلا بس۔ قسم سے ابھی سے مجھے اگلی قسط کا انتظار شروع ہو گیا لیکن یہ کمرے میں کس چیز کے دھماکے کی آواز آئی۔ بس اب سارا دن یہی سوچتا رہوں گا، اقرأ آپی کے لیے بہت سی دعائیں۔ "زہر عشق" کے بعد غزالہ رشید سس کی تحریر جس میں ہنستی مسکراتی لڑکی نے ویلکم کیا جی ہاں "ہنستی ہوئی لڑکی" شروع کی لائین بہت پسند آئی زوبی کی زندگی میں سکون دیکھ کر سکون کا سانس آیا نہیں تو مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا، اختتام کا شعر پڑھ کر میرے بھی ننھے دماغ میں ایک شعر آیا۔

کتنے حسین تھے وہ پل
اب ہر پل یاد آتے ہیں

"سانسوں کے اس سفر میں" میں ام ایمان قاضی سس کے ناول کی لال جہاں تو مجھے زہر لگتی ہیں یہ جہاں بنانے والی نہیں اجاڑنے والی ہیں لیکن مجھے منجھا کی موت نے ڈرا دیا ہے اب دیکھتے ہیں آہت بی بی کیا چن چڑھاتی ہیں اگلی قسط کا منتظر۔ سباس گل آپی کا ناول "اب کہ ہم بچھڑے تو" پڑھا مجھے نظمیں بہت پسند آئیں ویسے کہانی بھی لاجواب تھی مجھے یہ شعر بہت پسند آیا۔

ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
مگر ہوا اتنا کچھ لوگ پہچانے گئے

ہمیشہ کی طرح کچھ نیا لکھنے والی آپی جی میں بات کر رہا ہوں آپی قرۃ العین سکندر کی "نیا سال مبارک" عنوان ہی پڑھ کر ایسا لگا جیسے آپی نئے سال کی مبارک دے رہی ہیں ویسے بھی مجھے یہ افسانہ بہت پسند آیا، نئے سال کی آمد نے ارم کی زندگی میں پھر سے خوشیاں بھر دی میری دعا ہے اللہ پاک ہر ایک کی گود خوشیوں سے بھر دے اور وہ اس سال کو خوب مزے سے انجوائے کرے آمین۔ ایک ناول "اکائی" جس کے بارے میں میں سوچتا رہتا ہوں کہ کاش کبھی ایسا ہو جائے تو میرے وقار کا وقار رہ جائے اور وہ اپنی محبت کو پالے لیکن اس کے رستے میں بھی ایک ایسا پتھر ہے جو اسے مسلسل ملنے سے روک رہا ہے مجھے وقار کی محبت کے شروع کے دن بہت یاد آتے ہیں جب وہ فاطمہ کو پڑھانے آتا تھا لیکن ہائے وہ زمانہ کہاں سے لائے اب بیچارہ عاشق۔ عشنا کوثر سردار آپی کے لیے بہت سی دعائیں ناول جیسے جیسے اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے لاجواب ہوتا جا رہا ہے اور مجھے فاطمہ اور وقار کے ساتھ کچھ اچھا ہوتا محسوس نہیں ہو رہا اس قسط کے اختتام نے تو چونکا دیا مجھے ہائے اللہ یہ کیا ہونے والا ہے عشنا آپی پلیز وقار فاطمہ کو طلاق نہ دے اگر ایسا ہو گیا نا تو میری وقار سے جنگ ہوگی اگلی قسط کا انتظار ابھی سے شروع۔ نازیہ جمال سس کی تحریر کا نام "میٹھی روٹی" تحریر لاجواب رہی آخر میں رامین کے ساتھ ساتھ میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ فاطمہ عاشی کی تحریر "قید

رشتے" ویسے اس ناول میں منظر نگاری کافی کم تھی، کچھ جملے ایسے تھے جن کو پڑھ کر خوب ہنسی آئی۔ اس ناول میں فاطمہ سس نے جو بات سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ مجھے خوب اچھے سے سمجھ میں آ گئی لیکن کبھی کبھی ہماری کوشش سے بھی ہم اپنے رشتوں میں محبت پیدا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے ہمارے رشتے کمزور اور کھوکھلے ہو جاتے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں خون سفید ہو جانا کہتے ہیں۔ اتنی لاجواب تحریر پر فاطمہ آپی کو میری طرف سے بہت سی داد اور دعائیں۔ اس ماہ آنچل میں مارو طلحہ آپی کا نام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور منظر نگاری اتنی پسند آئی اور پھر ملہا کا کردار تو مجھے بہت پسند آیا ویل ڈن مارو طلحہ آپی پلیز ہر دوسرے ماہ ایک کہانی آنچل میں ضرور لکھا کریں ہمارا آنچل آپی آپ کے لیے اداس ہو جاتا ہے۔ "گل ریز" اس ماہ عنوان اور صبا آپی کا نام دیکھتے ہی سب سے پہلے یہ دیکھا کہ جاری ہے دیکھ کر دکھ تو ہوا لیکن خوشی بھی ہوئی کہ چلیں اگلے ماہ بھی صباء ایشل آپی کا نام آئے گا ویسے یہ کتنا ظلم ہے کہ اس بار بھی عنوان کے اوپر نہیں لکھا کہ دوسری قسط ہے لیکن کوئی بات نہیں لیکن اس قسط کے اختتام پڑھ کر تو میں سر پکڑ کے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر کیا ہونے والا ہے اس میں؟ لیکن یہ تو اب آگے پڑھ کر ہی پتا چلے گا کہ صباء آپی کس کی قسمت میں خوشیاں لکھتی ہیں ویل ڈن۔ مستقل سلسلہ "بیاض دل" میں مجھے معافیہ احمد، نورین انجم، ارم کمال، ارم آصف ملک، پروین افضل شاہین، شانزہ پرویز، شانو فرید، فری اور بشریٰ سحر سس کے اشعار بہت پسند آئے۔ "ذوق مقابلہ" کے لیے میری گزارش ہے کہ یہاں کوئی مقابلہ کرائیں تاکہ یہ سلسلہ بھی اپنا نام اور مقام بنائے ویسے ہر ماہ سب کے منہ میں پانی تو آ ہی جاتا ہے اگر اس میں جیت کے انعام کی مٹھائی منہ میں آ جائے تو کتنا مزہ آئے۔ اس ماہ مجھے قورمہ، بریانی، ٹماٹر کی نمکین چٹنی اور گاجر کا حلوہ پڑھ کر بہت سارا منہ میں پانی آنے لگا لیکن میں نے مما کا بنایا ہوا گاجر کا حلوہ کھا لیا جو چھوٹا بھائی گاؤں سے لے کر آیا ہے میرے لیے۔ "نیرنگ خیال" کی جگہ اس ماہ بیاض دل کو دیکھ کر میرا دل بہت دکھی ہوا بھائی اتنا اچھا نام تھا اس سلسلے کا وہ ہی غائب کر دیا۔ اس ماہ کوثر سودا، آصف خلیل، فریدہ فری، ڈاکٹر زارا تعبیر، رابعہ افق اور رباب نور کی نظمیں بہت پسند آئی باقی سب کے لیے بھی بہت ساری دعائیں۔ "دوست کا پیغام آئے" بھی بہت پیارا سلسلہ ہے۔ اس ماہ عائشہ شکیل آپی، گلشن چوہدری آپی نے یاد کیا بہت خوشی ہوئی لیکن اس ماہ مجھے شانزہ پرویز شانو آپی کی کمی محسوس ہوئی۔ "یادگار لمحے" میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی باقی سب کے انتخاب بھی خوب رہے ماشاء اللہ۔ بھاگ بھاگ کر بالکل ایک مسافر کی طرح میں بھی "آئینہ" میں آیا تو کچھ سکون ملا نہیں تو اتنی سردی میں سارے شہر (شمارے) کا چکر لگانا بہت مشکل ہے لیکن آئینہ میں آتے ہی سب سے پہلے شہلا عامر آپی کی اچھی باتیں پڑھی اور ام مائرہ ملک سس کا بے لاگ تبصرہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ فہمیدہ جاوید آپی کا تبصرہ بھی لاجواب رہا آپی اب ہر ماہ تبصرہ لکھنا پلیز اور آپی میری ماں نے مجھے ایک سبق دیا کہ جس کو میں نے اپنے دل و دماغ پہ لکھا ہوا ہے۔ "میری مما کہتی ہیں کہ بیٹا اگر تو کسی کی ماں، بہن کی عزت کرے گا تو کل کوئی تیری ماں، بہن کی بھی عزت کرے گا نہیں تو یہ دنیا مکافات عمل ہے اگر آپ کسی کی بہن کے ساتھ کچھ برا کیا یا برے الفاظ استعمال کیے تو کل کوئی میری بہن کے لیے ہی یہ الفاظ استعمال کرے گا۔" ارم کمال آپی کا تبصرہ بھی لاجواب رہا اس ماہ رضوانہ وقاص آپی کا لاجواب تبصرہ پڑھ کر بہت اچھا لگا آپی میرا تبصرہ پسند فرمانے کا بہت شکریہ۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ کاشف آپی کے جواب پڑھ کر بہت ہنسی آئی اور پھر "آپ کی صحت" میں ڈاکٹر صاحب کے جواب پڑھے اور سب بیماروں کے لیے دعا کی۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے آنچل کا شمارہ اپنے اختتام کو پہنچا اور میں نے تبصرہ شروع کر دیا لکھنا۔ اگلے ماہ آنچل کا شمارہ سالگرہ نمبر ہے جس کا مجھے شدت کے ساتھ انتظار ہے۔ پیارے آنچل کے لیے بہت سی دعائیں۔

☆ پیارے بھائی بالشد کما!! ناول لیکس آپ کو نہیں دے رہی تھی بلکہ کہہ رہی تھی ایسا اور بھی بنا دو بھائی۔

ظہیر ملک...... ہارون آباد۔ اس دفعہ نئے افق کی فضا سوگوار ہو گئی کیونکہ ہمارے نئے افق کے مدیر عمران قریشی صاحب دار فانی سے رخصت ہو گئے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آپ سب بہنوں سے گزارش

ہے ان کے ایصال ثواب کے لیے دعا کریں۔ فروری کا آنچل ملا تو سرورق پہ فرینہ اعجاز مسکراتی ہوئی ملیں، مجھے لگ رہا تھا شاید ان سے کوئی زبردستی مسکرانے کے لیے کہہ رہا ہے چلو ہمیں کیا ہمیشہ مسکراتے اور خوش ہی رہنا چاہیے اپنے خرچ پر۔ پھر پہنچے فہرست پہ کافی دیر دیکھنے کے بعد آگے بڑھ گئے کیونکہ بعد میں یاد آیا یہ تو خواتین کا ڈائجسٹ ہے ملک صاحب آپ کا نام تو کوئی غلطی سے بھی نہ لکھے فہرست اچھی تیار کی گی سب مصنفین بہنوں کو بہت مبارک باد۔ ''سرگوشیاں'' میں سعیدہ نثار صاحبہ کی شروع میں کی گئی شاعری اچھی لگی، دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کرونا جیسی وبا سے نجات عطا فرمائے آمین۔ نعیم انصر ہاشمی صاحب ''حمد باری تعالیٰ'' اور ''نعت شریف'' سے دل کو منور کیا بہت پیارا کلام لکھا گیا۔ سلسلہ ''در جواب آں'' ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی لاجواب رہا۔ مشتاق احمد قریشی صاحب اس دفعہ بھی ''ربنا آتنا'' میں بہت پیاری باتیں تحریر کیں آپ کی سب باتوں پر آمین کہتا ہوں دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا راستہ دیکھا دے اور اپنا برگزیدہ بندہ بنا لے آمین۔ ''ہمارا آنچل'' میں ماریہ نذیر صاحبہ کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی اختلاف کرنے والی بہت سی باتیں تھی لیکن آپ کی ایک عادت نے بہت متاثر کیا جو آپ ضرورت مندوں کے بارے میں سوچتی ہیں، میری دعا ہے آپ اسی طرح اپنا کام جاری رکھیں ارادہ مضبوط رکھیں اللہ تعالیٰ کامیابیوں سے نوازے گا ان شاء اللہ۔ اقرا صغیر احمد صاحبہ کے ناول ''زہر عشق'' نے شروع سے ہی عمدہ اور بہترین منظر نگاری کے ساتھ اپنے سحر میں جکڑ لیا اور چھوڑا اس وقت جب ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں لکھا دیکھا لیکن بہت پیاری قسط تھی۔ ''ہنستی ہوئی لڑکی'' ایک بہترین تحریر تھی جس نے اپنے سحر میں شروع سے ہی جکڑ لیا، غزالہ رشید صاحبہ نے زونی کا کردار بہت اچھے سے بیان کیا سب سے بہترین جو اختتام پر شعر لکھا وہ بہت ہی زبردست تھا۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ناول اپنی قسط نمبر دس کے ساتھ بہت اچھے سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہے ام ایمان قاضی صاحبہ لفظوں کے جال بن رہی ہیں کرداروں کے ساتھ مکمل انصاف کیا جا رہا ہے اور یہی بہترین لکھاری کی خوبی ہوتی ہے بہت ہی داد اس قسط کے لیے۔ سباس گل صاحبہ جیسی معروف ادیبہ کو پڑھنا باعث فخر میرے لیے آپ کی تحریر ''اب کہ ہم بچھڑے تو'' نے بہت متاثر کیا شروع سے ہی، بہت اچھی لگی پھر پڑھتا چلا گیا بہت ساری داد اس لاجواب تحریر کے لیے۔ ''نیا سال مبارک'' کے ساتھ اس دفعہ قرۃ العین صاحبہ بہت عمدہ تحریر لیے حاضر ہوئیں ماشاء اللہ ارم اور اسد آخر کار مل گئے اور اپنی خوشیوں بھری زندگی دوبارہ جینے لگ گئے نیا سال کی تحریر نئے سال کی طرح بہت اچھی لگی قرۃ العین صاحبہ کے لیے بہت سی داد۔ پھر چلتے چلتے آہستہ آہستہ پہنچ گئے ناول ''اکائی'' کی قسط پر جواب بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ زبردست جا رہی ہے۔ میں ہر ماہ تبصرے میں لکھتا ہوں کہ عشنا کوثر سردار صاحبہ کو دونوں ہاتھوں کا سلام ہے آپ اتنے عرصے سے ہی ایک ہی کہانی کو لے کر چل رہی ہیں اور ہر دفعہ لفظوں کے جال کو مزید بڑھاتی جا رہی ہیں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں لکھتی رہیں اور یونہی چھائی رہیں۔ نازیہ جمال صاحبہ کی دل کیا کہ ''میٹھی روٹی'' چوری کر لوں لیکن نہ جی وہ اپنی تحریر کیوں کسی کو دیں گی؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ میٹھی روٹی کی طرح آپ کی تحریر بھی بہت میٹھی میرا مطلب بہت کمال تھی جس کے لیے داد قبول کریں۔ ''قید رشتے'' عنوان پڑھا جس نے بہت متاثر کیا۔ فاطمہ عاشی صاحبہ نے شروعات اچھی کی درمیان میں تھوڑی بورنگ لگی کہانی لیکن پھر سنبھل گئی شروعات اور اختتام بہت پسند آئے ماشاء اللہ عاشی صاحبہ بہت ساری داد قبول کریں اس پیاری سی تحریر کے لیے۔ مارو اطلحہ آپی کا نام فہرست میں دیکھا تو سیدھا بھاگا ان کی تحریر ''مجھے تم پر یقین ہے'' پر اچھا لکھا آپ نے ہمیشہ کی طرح شروعات سے اختتام تک فکر انگیز الفاظ کا استعمال کر دیا، منظر نگاری بھی بہت کمال کی بہت ساری داد قبول کریں۔ ''گل ریز'' صباء ایشل آپی نے اچھا لکھا شروع کی دو لائینوں نے بہت متاثر کیا، خوابوں کے ٹوٹ جانے، ادھورا رہ جانے اپنوں سے جدائی اور عمر بھر کی جدائی نے اسے اندر سے خاموش کر دیا تھا کاش ان دو لائنوں میں اسے کی جگہ میرا نام ہوتا تو میری زندگی کی مکمل عکاسی ہو جاتی تھی خیر اب بھی پرانی یادیں تازہ ہو گئیں، بہت پیاری تحریر تھی۔ سلسلہ ''بیاض دل'' میمونہ رومان صاحبہ نے اس بار بھی اچھا ترتیب دیا ماشاء اللہ سب کی شاعری اپنی جگہ بہترین تھی مجھے جو پسند آئی ان میں معافیہ احمد صاحبہ، فائزہ شاہ، کلثوم وڑائچ، ارم کمال

اور پرنس افضل شاہین صاحب کی شاعری بہت پیاری لگی ماشاءاللہ۔ "ڈش مقابلہ" طلعت آغاز کا مزے مزے کے کھانے بنانے کی تراکیب کا سلسلہ بہت پیارا ہے ہر ماہ کی ریسپیز لکھ رہا ہوں اپنی ڈائری پہ اس بار اسٹفڈ قیمہ کپس نئی ایٹم پڑھی اس لیے یہی پہلے ٹرائی کروں گا لیکن شادی کے بعد یمنیٰ ارشاد صاحبہ ہیں بھی ہمارے بہاولنگر کی جی پیاری آپی آپ کو دعوت دیتا ہوں ضرور آیئے گا بھائی کی شادی پر اور یہ قیمے والے کپس بنانا سکھایئے گا میری دلہن یعنی اپنی بھابی کو۔ بقایا سب کی ریسپیز بھی بہت مزیدار تھیں بہت ساری داد سب کے لیے۔ شاعری کا ایک اور پیارا سا اور مکمل سلسلہ جس میں پوری پوری غزلیں شائع ہوئیں سب شعرائے کرام کو پہلے تو بہت مبارک باد اتنی پیاری شاعری پیش کرنے لیے اس کے علاوہ آپ سب کی شاعری بہت عمدہ تھی۔ "دوستوں کا پیغام آئے" میں سب کے پیارے پیارے پیغامات پڑھے اچھا لگا گلشن چوہدری آپی کی ماما بیمار ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے نوازے آمین، اس کے علاوہ بقایا تمام بہنوں کے لیے بہت ساری دعائیں ایسے ہی ایک دوسرے سے اپنی محبتوں کا اظہار کرتے رہیے اور رونق لگاتے رہیے۔ "یادگار لمحے" جویریہ سالک صاحبہ کے سلسلے میں موتی بکھیرتے لفظوں پر مشتمل تحریریں لاجواب تھیں بلکہ بہت خوب سے خوب تر تھیں رکھا بھائی کا نام دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ہمارا اپنا پیارا سا سلسلہ "آئینہ" جسے شہلا عامر آپی اچھے انداز میں لے کر چل رہی ہیں سب کے خطوط کا جواب دیتی ہیں، بہت ساری دعائیں آپ کے لیے اس دفعہ کرسی صدارت مائرہ ملک آپی نے اپنے چٹخارے دار تبصرے کے ساتھ سنبھالی ہوئی تھی، بہت اچھا مکمل شمارے پر تبصرہ کیا آپ نے۔ مائرہ آپی آپ کی تجویز اچھی ہے ان شاءاللہ ضرور دوں گا دعوت آپ بھی آیئے گا شادی پہ۔ فہمیدہ جاوید صاحبہ کا پچھلے شمارے میں انٹرویو پڑھا اس دفعہ آپ کا تبصرہ پڑھ کر اچھا لگا تبصرہ مختصر اور جامع اچھا لگا آپی ہماری آداب محفل ان شاءاللہ ایسے ہی رہیں گے جیسے آپ پڑھ رہی ہیں، ہم صرف یہاں اپنی بہنوں کی محفل میں ان کے لکھے کی تعریف اور انہیں سراہنے آتے ہیں تاکہ ہماری طرح ہماری بہنیں بھی ترقی کریں ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ بشریٰ رضوان آپی نے اچھا تبصرہ کیا اس کے علاوہ ام ہانی راجپوت، گلشن چوہدری، نزھرہ فاطمہ، شہزادی حفصہ ان سب کے تبصرے بہت پسند آئے میرا تبصرہ پسند کرنے کا آپ سب کا بہت شکریہ۔ سمیع اللہ پیارے اردو میں نمبر لکھ رہا ہوں پڑھ لینا "زیرو، تین سو آٹھ، ستاسی، پینسٹھ، زیرو، بہتر"، آپ کو پہلی دفعہ شامل ہونے پر خیر مقدم کہتے ہیں۔ ارم کمال آپی کا تبصرہ بھی خوب صورت جامع اور عمدہ تھا وعلیکم السلام شکریہ آپ نے یاد رکھا تبصرے میں۔ رضوانہ وقاص آپی نے تو حیران کن تبصرہ کیا زبردست، پیاری آپی میری منگنی آل ریڈی ہو چکی ہے بس اب وہ کیا کہتے ہیں گھوڑی چڑھنا ہے آپ کو پہلے سے دعوت ہے ضرور آیئے گا۔ عائشہ شکیل آپی کے تبصرے کے لیے بہت سی داد اس کے علاوہ ثناء کنول آپی نے مجھے یاد کیا آپ نے دعا کی اس کے لیے آمین اور بہت شکریہ آپ نے تبصرے میں یاد رکھا۔ اللہ رکھا چوہدری بھائی آپ کی کہانی پڑھ کر حیرت ہوئی اس کا دکھ ہے گا کہ آپ نے یہ چھپایا خیر بہت شکریہ آپ مجھے ہر جگہ یاد رکھتے ہو سلامت رہو۔ آپ کا تبصرہ بہت اچھا تھا۔ میرا تبصرہ شامل کرنے پر شہلا عامر آپی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ "ہم سے پوچھیے" سلسلے میں رنگ برنگے سوالات اور ان کے جوابات بھی موجود تھے اچھے لگے پڑھ کر سب سے آخر پہ "آپ کی صحت" پڑھا ڈاکٹر شائستہ سرفراز صاحبہ کو دعائیں دیں اور ہمارا شمارہ پہنچا اختتام کو اگلے ماہ ان شاءاللہ حاضر ہوں گے تب تک کے لیے اللہ نگہبان۔

اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی خاص پناہ میں رکھے، ہمیں ہر دکھ، پریشانی، بیماری اور ہر قسم کی تکالیف سے سدا بچائے رکھے آمین۔

شمائلہ کاشف

نجم انجم اعوان...... کراچی

سوال: میرے ملک صاحب نے شادی سے پہلے کچھ گفٹ دیے تھے مگر اب وہ مانتے ہی نہیں کہ یہ گفٹ انہی نے دیے تھے اب کیا کروں؟

جواب: صرف یہ کہہ دو کہ کاش جس نے مجھے یہ گفٹ دیے تھے میری شادی اس آدمی سے ہو جاتی پھر دیکھنا صاحب کیسے نہیں مانتے۔

سوال: شمو رانی آپ کی باتوں میں آ کر میں نے ملک صاحب سے زوردار جھگڑا کر دیا اب وہ ناراض ہو گئے ہیں انہیں کیسے مناؤں؟

جواب: جیسے ہمارے وزیراعظم روٹھی عوام کو مناتے ہیں، گھبرانا نہیں ہے کہہ کر۔

سوال: آج کل ٹی وی والیوں کے پاس دوپٹا نہیں ہوتا، کیا پاکستان میں کپڑا کم ہو گیا ہے؟

جواب: نہیں شرافت کم ہو گئی ہے، پگلی۔

سوال: میں نے گھر میں نجم کوچنگ سینٹر اوپن کیا ہے آپ داخلہ لے لو تاکہ کچھ عقل ہی آ جائے آپ کو، ہی ہی ہی۔

جواب: کتنی چالاک ہو مجھ سے پڑھنا چاہتی ہو۔

سوال: کوئی ایسا ہے، جو مجھے کشمیر کی سیر کرائے؟

جواب: میاں جی سے کہو ایک کان کے نیچے بجائیں گے کشمیر کیا دنیا کی سیر کر کے رہ جاؤ گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین میرے لیے ہمیشہ لنڈے بازار سے ہی جوتے کیوں لاتے ہیں؟

جواب: بھولی بنو مضبوط ہوتے ہیں ناں اور پھر پڑتے بھی زور کے ہیں۔

سوال: اگر نیتوں کا حال چہرے پر نظر آیا کرے تو؟

جواب: تمہاری پیاری نند تمہاری دشمن ہو جائے۔

تحسین بیگ...... رندھیر

سوال: آؤں گی، میں آؤں گی، دوڑی چلی آؤں گی تیری محفل کے بنا رہ نا پاؤں گی؟

جواب: ایمان سے دل جیت لیا۔

سوال: ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوتے ہیں بدنام۔ تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچا نہیں ہوتا۔

جواب: تم آہ بھی کرتے ہو تو اسپیکر کا استعمال کرتے ہو، ہم قلم سے قتل کرتے ہیں۔ بے ہوش مت ہو جانا۔

سوال: سب کہتے ہیں میری آواز پھٹا اسپیکر ہے مگر......؟

جواب: مگر وگر چھوڑو یقین کر لو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

عظمیٰ فرید...... ڈیرہ اسماعیل خان

سوال: شمائلہ آپی کیسی ہیں، بہت ٹائم کے بعد حاضری دے رہی ہوں مس کیا؟

جواب: ویسی ہی ہوں جیسی تم چھوڑ کر گئی تھیں تم نے ٹائم کہاں مس کیا یہ بتاؤ۔

سوال: ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے اور شوہر کے قدموں تلے کیا ہوتا ہے؟

جواب: جوتی جس کی نوک پر وہ بیوی رکھتا ہے پر بے چارا......

سوال: آپی جانی شادی کے شروع دنوں میں شوہر نخرے برداشت کرتا ہے اور بعد میں کیا ہوتا ہے، بتائیں؟

جواب: اس کو عادت ہو جاتی ہے۔

سوال: آپی ہر ساس، بہو کی ہر بات کا الٹا مطلب کیوں لیتی ہے؟

جواب: کیونکہ اس کی کھوپڑی الٹی ہوتی ہے کیونکہ ساس بھی کبھی بہو تھی۔

سوال: اچھا آپی اللہ حافظ ہم ہیں راہی پیار کے پھر ملیں گے چلتے چلتے۔

جواب: اور نئی فلمی دنیا کے ساتھ۔

ارم کمال...... فیصل آباد

سوال: مرد نے اپنی وفا ثابت کرنے کے لیے تاج محل بنوایا لیکن عورت نے کیا کیا؟

جواب: ہمایوں سے پوچھو۔

سوال: شمائلہ جی کیا تم جانتی ہو دنیا میں نا ختم ہونے والی کیا چیز ہے؟

جواب: عورت کے آنسو اور مرد کے جھوٹ۔

سوال: کیا ایک دلفریب مسکراہٹ سے دل خریدا جاسکتا ہے جلدی سے بتاؤ؟

جواب: بالکل خریدا جاسکتا ہے بشرط کہ مسکراہٹ والا بھی خوب صورت ہو۔

سوال: شمائلہ جانو سنا ہے کہ عورت اپنے چاہنے والوں کے لیے دھرتی کی حور ہے کیا واقعی؟

جواب: یہ تو تم کمال صاحب سے پوچھ کر بتاؤ۔

سوال: زلفوں کی خوشبو اور پھولوں کی خوشبو میں کیا فرق ہے سوچ کر بتانا؟

جواب: زلفوں کی خوشبو عاشق کو اور پھولوں کی خوشبو سب کو آتی ہے میڈم۔

سوال: چکور چاند کا دیوانہ کیوں ہوتا ہے اپنی چکوری سے پیار کیوں نہیں کرتا؟

جواب: اپنی بیوی سے کون پیار کرتا ہے ہر کوئی چاند چہرہ ہی دیکھتا ہے اس لیے چکور بھی چاند کا دیوانہ ہے۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی

سوال: شمائلہ جی کیا حال ہیں؟ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

جواب: حال تو ٹھیک ہے مگر مزاج پر ہم ہیں۔

سوال: اب میں آپ کی جان نہیں چھوڑنے والی کیونکہ میری پڑھائی مکمل ہوگئی ہے اب میں باقاعدہ حاضری دوں گی ناں ہم۔

جواب: میٹرک کو تعلیم مکمل ہونا کہہ رہی ہو لوکر لوگل۔

سوال: سنا ہے بڑی بڑی ڈینگیں مارتی ہیں آپ؟

جواب: بس تم سے تھوڑا کم۔

سوال: آپ کو اور مانو کو تنگ کرنے میں بہت مزا آتا ہے، بھلا کیوں؟

جواب: کیونکہ پھر تمہیں ہم سے لولی پاپ جو مل جاتی ہے۔

سوال: چلیں اب اجازت دیں، پھر آؤں گی فی امان اللہ۔

جواب: ضرور آنا ورنہ..... اللہ نگہبان۔

صائمہ علی شیر..... خانپور

سوال: میں فرسٹ ٹائم بزم شمائلہ میں دھماکہ خیز انٹری کے ساتھ آئی ہوں اس لیے میرا استقبال بھی دھماکہ خیز ہونا چاہیے، کیوں؟

جواب: تو نے ماری انٹری دل میں بجی گھنٹی، ایسا تو سوچنا بھی مت ہتھنی۔

سوال: شمائلہ آنی اگر میں آپ کے سر میں زور سے انڈا دے ماروں تو انڈا پھوٹے یا آپ کا سر؟

جواب: تجربہ کے طور پر پہلے میں تمہارے سر میں مار کر دیکھتی ہوں پھر بتاؤں گی۔

سوال: اچھا مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ صبح ککڑ کی بانگ سے جاگتی ہیں یا امی کے ڈنڈے سے؟

جواب: میں تو موذن کی آواز پر اٹھ جاتی ہوں تم یقیناً ڈنڈے سے اٹھتی ہوگی۔

سوال: شمائلہ ڈیئر، ہچکی، چھینک، جمائی اور ڈکار کا آپس میں کیا رشتہ ہے، گھوریں مت جلدی سے بتائیں۔

جواب: آپس میں چچا، ماموں اور پھوپو کے بچے ہیں سمجھیں، ہمی۔

ڈاکٹر جاذبہ عباسی..... مری

سوال: پیاری سی شمائلہ جانو میری راج دلاری۔ ارے مینہ کماری اتنے عرصے ہم غیر حاضر رہے آپ کی محفل سے لیکن مجال ہے جو بھلکو بڑھیا نے ہمیں ذرا سا بھی یاد کیا ہو؟

جواب: لگتا ہے بادام الٹا اثر کر گئے۔

س: شمائلہ جانو ہم اکثر سوچتے ہیں کہ آپ کے سامنے والے گھر میں اگر ہم مقیم ہوتے تو جرأت نہ ہوتی آپ کی رات کو چھپا کر سارا کچرا گلی میں پھینک کر بھاگ جانے کی؟

جواب: کیونکہ یہ کام تم خود انجام دیتی چلو شاباش کچرا لے کر چلتی بنو۔

سوال: پیاری شمائلو ارے سر پکڑ کر کیوں بیٹھ گئی ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے۔ تعلیم مکمل فل ڈاکٹر ہم اب تو ابا جی بھی نصاب کی کتابیں پڑھنے کا درس نہیں دیتے اب تو بس ایک ہی دھن ہے۔ بھلا کیا؟

جواب: کہ تم اپنے دماغ کا علاج خود کرو، کیونکہ باقی ڈاکٹر تو جواب دے چکے ہیں۔

سوال: یار کیا زندگی ہے؟ ڈگری لیتے اتنی عزت افزائی ہوئی سب صدقے واری۔ خوشی خوشی گھر ہم پہنچے ماں جی کو ڈگری دکھائی کہتی ہیں ہاں ٹھیک ہے رکھ الماری میں اور آ جا روٹی بنا دے کان کھول کے سن روٹی گول ہو؟

جواب: یہ تم رونا رو رہی ہو یا اوقات بتا رہی ہو، سمجھ نہیں آئی۔

آپ کی صحت

ڈاکٹر شائستہ سرفراز

مسز شہیر ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا بیٹا نو سال کا ہے۔ شروع میں ٹھیک طرح سے بات کرتا تھا لیکن پھر بات کرتے ہوئے اٹکنے لگا شروع میں تو زیادہ توجہ نہیں دی ہمیں لگا کہ آہستہ آہستہ ٹھیک سے بات کرنے لگے گا لیکن پھر بات کرتے ہوئے ہکلانے لگا بہت سمجھایا کہ صحیح سے بات کرو لیکن مسئلہ بڑھتا ہی گیا اب میں بہت پریشان ہوں کسی نے بتایا ہے کہ ہومیو پیتھک میں دوا موجود ہے اگر ایسا ہے تو مجھے بتائیں تاکہ میرے بیٹے کا مسئلہ حل ہو سکے۔

محترمہ آپ اپنے بیٹے کو

ARNICA MONT 30
ARGENTUM NIT 30
ARUM TRIPH 30
ARS-LOD 30

ان چاروں سے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں دن میں تین مرتبہ دیں ان دواؤں کا فل کورس کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ بھی منگوایا جاسکتا ہے۔

محمد احمد حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میرا وزن سو کلو ہوگیا ہے میں اپنے وزن کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، اس کے علاوہ میرے بال بھی بہت تیزی سے جھڑ رہے ہیں لگتا ہے کچھ وقت میں گنجا ہو جاؤں گا آپ کا کوئی تیل ہے بالوں کے لیے وہ میں بھی استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BERRY Q کے دس قطرے دن میں تین دفعہ پئیں کولڈ ڈرنک اور باہر کے مرغن کھانوں سے مکمل پرہیز کریں اور ایک گھنٹہ واک کو معمول بنائیں بالوں کے لیے آپ بذریعہ ایزی پیسہ AHRODITE HAIR GROWER منگوالیں یہ آئل مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ مستقل استعمال سے نہ صرف بال گرنا بند ہو جائیں گے بلکہ بالوں کی افزائش بھی اچھی ہو جائے گی اور آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

مسز فہیم ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ CEPRUM MEL 30 کے پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ آدھا گلاس پانی میں لیں۔ ایک مہینہ مسلسل استعمال کے بعد ڈاکٹر سے بذریعہ فون، دوبارہ رابطہ کریں۔

حریم خان کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کی عمر گیارہ سال ہے۔ اس کا مسئلہ ہے کہ اسے پیٹ میں اور معدے میں درد رہتا ہے اور گیس کی پریشانی ہے اکثر قبض بھی ہو جاتی ہے گھبراہٹ کی بھی شکایت کرتی ہے۔ مہربانی کرکے اس کا علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو CARBO-VEG 30 کے پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ آدھا کپ نیم گرم پانی میں دیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

فریحہ بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر چالیس سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری کمر کے نچلے حصے میں مستقل درد رہتا ہے۔ پین کلر لینے سے وقتی طور پر درد ختم ہو جاتا ہے لیکن چلنے، پھرنے یا نیچے بیٹھنے سے درد بڑھ جاتا ہے زیادہ دیر کھڑا رہنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہی درد شروع ہو جاتا ہے۔ جو بڑھتا چلا جاتا ہے۔ برائے مہربانی میرے مسئلے کا کوئی حل بتادیں۔ مجھے روزمرہ کے کاموں میں بھی پریشانی کا سامنا ہے۔

محترمہ آپ NUX VOMICA کے دس قطرے آدھا گلاس نیم گرم پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، ایک ہفتے کے مستقل استعمال کے بعد کالم کے آخر میں دیے گئے نمبرز پر موجود ڈاکٹر سے رابطہ کر کے اپنی کیفیت بتائیں۔

م۔ش...... لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے مجھے بہت بے چینی اور الجھن رہتی ہے اس کے علاوہ میری بہن کو غیر ضروری بالوں کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے میرے بھائی کی عمر چودہ سال ہے لیکن اس کا قد بہت چھوٹا ہے اس کی بھی دوا بتادیں۔ اس کے علاوہ میری امی کا مسئلہ بھی حل کردیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے جس کی وجہ سے انہیں کام کرنے میں پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ میرے ابو کا بھی ایک مسئلہ ہے وہ جب بھی کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو زیادہ دیر پڑھ نہیں پاتے آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہونے لگتا ہے جس سے وہ پریشان ہوتے ہیں۔ پلیز ہمارے مسئلوں کا حل بتادیں۔

محترمہ آپ لیکوریا کے لیے PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ آدھا گلاس پانی میں لیں۔ اپنی بہن کے لیے بذریعہ ایزی پیسہ APHRODITE OIL INHIBITOR منگوالیں۔ مستقل استعمال سے ان کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ اپنے بھائی کو BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے دن میں ایک مرتبہ پلائیں اور PHAO 6X کی دو گولی دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔ والدہ کو R-TOX 30 کے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں دن میں تین مرتبہ دیں۔ اپنے والد کو RUTA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ دیں ان شاءاللہ افاقہ ہوگا۔

شمع علی گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ NUX VOMICA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ لیں اور اس کے ایک ہفتے بعد MARCHURAS-SAL 6X کی دو گولیاں دن میں تین مرتبہ لیں۔ دونوں دوا کے درمیان دس منٹ کا وقفہ رکھیں۔ مزید آپ ڈاکٹر کو واٹس ایپ کے ذریعے اپنی رپورٹ بھیج دیں اور مزید مشورہ کرلیں تاکہ علاج کے ذریعے آپ کا مسئلہ حل ہوسکے۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا رات نو بجے
ایڈریس: دکان نمبر 9 مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850 فون نمبر 021-36997059
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں۔
hashim.mirza@aphrodite.com.pk